

کمال الدین و تمام النعمۃ

للشیخ الجلیل الأقدم
الصدوق
أبی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی
المتوفی سنۃ ۳۸۱

ناشر
الکساء پبلیشرز
آر۔ ۱۵۱ سیکٹر ۵ بی ۲ نارتھ کراچی



بسم اللہ الرحمن الرحیم



نام کتاب	کمال الدین وتمام النعمہ
تالیف	شیخ الصدوق علیہ الرحمہ
تصیح و تحقیق	علی اکبر غفاری
ترجمہ	گروہ مترجمین
نظر ثانی	سید عطا محمد عابدی
تزئین	سید فیضیاب علی رضوی
کمپوزنگ	شگفتہ کمپوزنگ اینڈ گرافک سینٹر
اشاعت اول	اگست 1999ء ربیع الثانی 1420ھ
اشاعت دوئم	جولائی 2002 ربیع الثانی 1423ھ
تعداد	ایک ہزار
قیمت	۳۰۰ روپے

الکساء پبلیشرز

آر۔ ۱۵۹ سیکٹر ۵ بی ۲ نارتھ کراچی



کمال الدین و تمام النعمت (جلد اول)

فہرست

کمال الدین و تمام النعمت (جلد دوم)

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللّٰہ الذی جعلنا من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصلی علی ھداۃ المھدیین ونجباء الاکرمین

امابعد ۔ پروردگار عالم نے اپنے حبیبؐ اور ائمہ طاہرینؑ کے صدقے میں ہم گناہ گاروں پر ایک مرتبہ پھر ایک احسان عظیم کیا ہے جس کے لئے ہم اس کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے ۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ہم قطعاً اس قابل نہ تھے کہ وہ کچھ کرسکیں کہ صرف بڑے بڑے ادارے ہی جس کے اہل ہیں مگر پروردگار عالم نے ہم سے وہ کام لے لیا یعنی مذہب حقہ کی بنیادی کتاب " **من لایحضرہ الفقیہ** " (جو کتب اربعہ میں سے ایک ہے) اور " **علل الشرائع** " کہ دونوں کے مولف جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ ہیں کا اردو ترجمہ شائع کروا دیا ۔ اس وقت انہی بزرگ کی ایک اور کتاب "**کمال الدین و تمام النعمۃ** " جو غیبت امام عصرؑ کے بارے میں ہے کا اردو ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے ۔

جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ ایران کے شہر قم کے ایک علمی اور دینی گھرانے میں جناب امام عصرؑ کی دعا سے ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور تقریباً ۷۵ سال کی عمر پاکر ۳۸۱ھ میں اسی شہر میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے ۔ یہ بزرگ سرداروں کے سردار، دین حق کے مینار، نابغہ روزگار تھے ۔ ان کی پیدائش سے پہلے ان کے بارے میں امام عصرؑ کی طرف سے ایک تحریر آئی تھی جس میں ان کے بارے میں لکھا تھا کہ یہ بہت نیک اور بابرکت فقیہ ہوں گے ۔ اس تحریر کی بنیاد پر بعد کے تمام آنے اور لکھنے والوں نے ان کو سچا، اچھا، نیک اور مستند مانا ہے ۔ انہوں نے تقریباً تین سو کتب تالیف و تصنیف کی ہیں ۔ بے شک ہمارے بزرگ اہل دین اور اہل قلم نے ہر طرح کے مصائب و آلام برداشت کئے ۔ اس پرآشوب اور شدید مخالفانہ دور میں جب کہ علیؑ اور اولاد علیؑ کا نام لینا بھی جرم اور سزا کا مستحق گردانا جاتا تھا، اشاعت اور طباعت کی اتنی آسانیاں بھی میسر نہ تھیں لیکن ان سب کے باوجود انہوں نے ہمیں مفلس و نادار نہیں چھوڑا بلکہ اتنا علمی اور دینی سرمایہ ہمارے لئے چھوڑ گئے جو کافی سے زیادہ تھا مگر افسوس کہ بہت سا علمی سرمایہ زمانے کے حادثات کی نذر ہوگیا اس کے باوجود ہمارے پاس اتنا دینی سرمایہ رہ گیا جو ہمارے لئے کافی ہے اور جس کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے ۔

... وہ کتاب ہے جو امام عصرؑ کے حکم پر لکھی گئی ہے اور اس بات کا تذکرہ خود کتاب کے موٴلف جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے مقدمے میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے ۔ امام عصرؑ کا حکم اس کتاب کی اہمیت پر دلیل ہے اور جس بات کا حکم امامؑ دیں اس کی نشرواشاعت عالم اسلام میں کرنا ہر مسلم کا فرض عینی بنتا ہے ۔ تاکہ وہ نہ صرف خود کو بلکہ دوسروں کو بھی جاہلیت کی موت مرنے سے بچاسکے ۔ یہ کتاب غیبت کے ابتدائی دور میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے محتاط قلم سے تحریر ہوئی ہے اس وجہ سے اس کی روایات پر زیادہ اعتماد کیا جاسکتا ہے ۔ نیز ہمارا یہ کہنا بھی بجا ہوگا کہ جب امام عصرؑ نے اس کی فرمائش کی ہے تو اس کی تحریر کی بھی نگرانی یقیناً کی ہوگی ۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے منفرد، عدیم النظیر، اپنے ابواب میں ممتاز، کامل، مستند، شیریں اور پر کشش ہے ۔ اس کتاب میں امام عصرؑ کی شخصیت، وجود اور غیبت کے بارے میں قران، حدیث اور اقوال معصومینؑ کے حوالے سے ثبوت فراہم کئے گئے ہیں ۔ اس میں مخالفین، منکرین اور منافقین سے مناظرے ہیں ان کے شکوک و شبہات کو روشن اور واضح دلائل سے غلط اور باطل ثابت کیا گیا ہے یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ کسی فرقہ کے کسی فرد نے آج تک اس خاص موضوع یعنی "غیبت" پر اتنی ضخیم اور مستند کتاب تالیف یا تصنیف کرکے اپنی قوم کے حوالے نہیں کی سوائے ہمارے اہل قلم اور اہل حق بزرگ جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے ۔ اس کتاب کے مطالعہ سے امام عصرؑ کے بارے میں عوام الناس کی معرفت اور معلومات میں اضافہ ہوگا ۔ غیبت کے بارے میں جو شکوک و شبہات پھیلائے جارہے ہیں ان کا بھی بآسانی ازالہ ہوسکے گا ۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو ایسی احادیث نظر آئیں گی جن کی رو سے مسلمانوں بلکہ شیعوں تک میں سے اکثر لوگ غیبت کی طوالت کی وجہ سے امام عصرؑ کے وجود کے ہی منکر ہوجائیں گے گو کہ عقیدہ ظہور مہدیؑ متفق علیہ ہے ۔ لیکن کچھ حلقوں سے یہ بات بھی کچھ عرصہ سے اٹھائی جارہی ہے کہ اب کوئی ہادی نہیں آئے گا بلکہ یہ عقیدہ اسرائیلی سازش کے تحت پھیلایا گیا ہے تاکہ مسلمان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اچھے دنوں کے انتظار میں بیٹھے رہیں اور ان میں تحرک کا جذبہ ختم ہوجائے ۔ افسوس تو اس بات پر ہوتا ہے کہ جب منفی سوچ کے حامل افراد یہ کہتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ امام عصرؑ کا ظہور تو اس وقت ہوگا جب دنیا ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی ۔ چنانچہ ہم جو کچھ ناجائز اور غلط کام کررہے ہیں دراصل امام عصرؑ کے آنے کی راہ ہموار کررہے ہیں ۔ ان لوگوں کے علاوہ وہ لوگ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ کیوں امام عصرؑ کو پکارا جارہا ہے ؟ بند کرو یہ ندبہ کے غلغلے ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ امام عصرؑ آئیں اور ہماری سرکوبی اور سرزنش کریں ۔ یہ دو الگ الگ متضاد فکریں ہیں جن کی جڑیں جہالت سے پھوٹی ہیں ۔ اور اس جہالت کے پھیلانے کے ذمہ دار سب سے زیادہ قابضین منبر ہیں جن کے پاس اپنی بات پھیلانے کا سب سے موثر ذریعہ یہی منبر ہیں ۔ اہل قلم کی تحریریں کم لوگوں تک پہنچ پاتی ہیں ۔ اگر یہ لوگ دین و دیانت کی باتیں اپنے کثیر سننے والوں کے گوش گزار کرتے رہتے تو یقیناً یہ قوم اثر لیتی لیکن انہوں نے اپنے دنیاوی فائدوں کے لئے قوم کو خوف خدا، خوف آخرت اور خوف قبر سے بالکل بے پرواہ کردیا ۔ اور اس حد تک غافل رکھا کہ وہ جو چاہیں

کریں، لوگوں کے حقوق غصب کریں، قطع رحم کریں اور اپنے گناہوں میں بے حیائی کی حدیں پار کرلیں۔ لیکن **نعوذ باللہ** گویا ائمہ کرام ان کے انتظار میں ہیں کہ جب ایسے لوگ قبر میں آئیں تو وہ نکیرین کو سوالات کرنے سے پہلے ہی پھٹکار کر بھگا دیں کہ دیکھتے نہیں یہ وہ ہیں جو ہمارے احکامات پر عمل تو نہیں کرتے تھے مگر ہمارا نام ضرور لیتے تھے۔

اس منفی سوچ کا نتیجہ یہ ہوا کہ انتظار امام عصرؑ کا اہم ترین تقاضا یعنی تربیت ذات اور تربیت قوم پس پشت ڈال دیا گیا۔ بلکہ یہ بات پھیلائی گئی کہ امام عصرؑ تشریف لاکر معجزانہ طور پر دشمنان اسلام کو نیست و نابود کردیں گے۔ اس فکر کا منطقی نتیجہ یہ تھا کہ جب سب کچھ امام عصرؑ خود ہی کرلیں گے تو ہمیں کسی تیاری کی کیا ضرورت ہے؟

تاریخ پر نظر ڈالئے تو پروردگار عالم کی ایک سنت نظر آئے گی کہ کوئی تحریک افرادی قوت کے بغیر کامیاب نہیں ہوئی۔ کوئی بھی فرد خواہ وہ پیغمبر ہو یا امام اس وقت تک اس نے تلوار نہیں اٹھائی جب تک کوئی گروہ اس کی مدد پر تیار نہ ہوا چاہے وہ گروہ قلیل تعداد میں ہی کیوں نہ ہو۔ امام عصرؑ کی غیبت کو تقریباً بارہ سو سال گزر چکے ہیں اور یہ حقیقت افسوسناک بلکہ شرمناک ہے کہ ابھی تک یہ تعداد سامنے نہ آسکی یا تیار نہ ہوسکی جس کی بنیاد پر ظہور کا جواز ممکن ہوتا۔ یہ بات اپنی جگہ بالکل حقیقت ہے کہ اہل تشیع میں سے اکثر لوگ قرآن و حدیث رسول اور تعلیمات ائمہ طاہرینؑ سے قطعاً ناواقف ہیں اور افسوسناک پہلو تو یہ ہے کہ انہیں اپنی لاعلمی کا ادراک بھی نہیں۔ ارشاد ربانی ہے **وماكان المؤمنون لينفروا كافةً فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون** (سورہ توبہ آیت ۱۲۲) "پس ان کے لئے ہر بڑے گروہ میں سے ایک چھوٹا سا جتھا اس غرض سے کیوں نہیں نکلتا کہ دین کا علم حاصل کرے اور جب اپنی قوم میں پلٹ کر آئے تو انہیں ڈرائے تاکہ وہ لوگ بھی بچیں" کیا یہ حقیقت اس بات کی متقاضی نہیں کہ ہم میں ایک تبلیغی جماعت ہو جو یہ بتائے کہ ہم کیا بھول گئے ہیں اور ہمیں کیا کرنا ہے؟ اور یہ کہ امام عصرؑ کی نصرت کے لئے رضاکار کس طرح تیار ہوں گے؟" ممکن ہے کہ ہماری موجودہ نسل اس طرح کے پروگرام سے خاطرخواہ فائدہ نہ اٹھاسکے مگر یہ بیج جب دلوں کی زمین میں بو دیا جائے گا تو ان شاء اللہ ایک دو نسلوں کے بعد بارآور ہوگا اور پھر اس سلسلے میں ابتداء کرنے والی یہ موجودہ نسل بھی مثاب ہوگی۔ پس آئندہ نسلوں کے لئے دنیا کو خوبصورت اور امن و عافیت کا مقام بنانے اور آخرت میں یقینی کامیابی کے لئے آگے بڑھیئے پروردگار عالم آپ کا حامی و ناصر ہوگا۔

ہم اہل تشیع کا دعویٰ ہے کہ ہم قرآن پاک پر مکمل ایمان رکھتے ہیں اور اس کے کل احکامات پر عمل کرتے ہیں جیسے امامت۔ خمس وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ دوسرے مسلمان نہیں مانتے مگر ہم لوگ مانتے ہیں۔ مزید کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **يا ايها الذين امنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولي الامر منكم فان تنازعتم في شيء فردوه الى الله والرسول ان كنتم تومنون بالله واليوم الاخر ذلك خير و احسن**

تاویلاً "اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور صاحبان امر کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر جھگڑا ہو کسی بات میں تو اس کو رجوع کرو اللہ اور رسول کی طرف اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔ یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام" (سورہ نساء آیت ۵۹) دوسرے مسلمان صاحبان امر سے مراد حکومت کرنے والوں کو لیتے ہیں جبکہ ہمارے نزدیک صاحبان امر وہ ہیں جو اللہ کی طرف سے امام بنائے گئے اور ہم تمام ائمہ کو صاحبان امر مانتے ہیں اور ان کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ بات ۲۵۶ھ تک تو تسلیم کی جاسکتی ہے کیونکہ اس وقت تک ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السلام بقید حیات اور ظاہر تھے عوام اور خواص دونوں ان تک کسی نہ کسی ذریعہ سے رسائی رکھتے تھے۔ اپنے خمس کا مال ان تک پہنچاتے تھے اور اپنے مسائل کا حل ان سے دریافت کرتے تھے۔ ۲۵۶ھ سے ۳۲۸ھ تک یعنی غیبت صغریٰ کے دور میں بھی جو تقریباً ۷۰ / ۷۲ سال کا دور تھا امام عصرؑ کے مقرر کردہ نائبین کے ذریعہ مال خمس آپؑ تک پہنچایا جاتا تھا اور اپنے مسائل کا حل اور اپنے سوالات کے جوابات حاصل کئے جاتے تھے۔ ۳۲۸ھ کے بعد امام عصرؑ نے اپنے نائبین مقرر کرنا موقوف کردیئے اور اپنے شیعوں کو ہدایت کردی کہ وہ مسائل کے حل کے لئے ان دین دار حضرات سے رجوع کریں جو مسئلہ کے حل کے لئے ہماری حدیثیں بیان کریں۔ وہ تم پر حجت ہیں اور میں ان پر حجت ہوں۔

حضور اکرمؐ کے بعد مسلمانوں نے دین کے معاملات میں اپنی عقل اور رائے کا استعمال شروع کردیا جس کے نتیجے میں واقعہ کربلا پیش آیا۔ چونکہ وہ لوگ امامت کے ایسے قائل نہیں ہیں جیسے ہم لوگ ہیں اس وجہ سے ہم ان کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتے مگر اہل تشیع جو امامت کے قائل ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور اللہ کے حکم سے پردہ غیبت میں ہیں اور اللہ ہی کے حکم سے ظہور کریں گے اور اس دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھردیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھرچکی ہوگی لیکن اہل تشیع نے بھی امام عصرؑ کے پردہ غیبت میں چلے جانے کے بعد وہی کام کیا جو مسلمانوں کے دوسرے فرقوں نے کیا تھا یعنی دین کے معاملات میں اپنی ناقص عقل اور رائے کا استعمال۔ جس کے لئے ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السلام نے سختی سے منع کیا ہے۔

یہ بات انتہائی افسوس سے کہنا پڑرہی ہے کہ ایک طرف ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم لاوارث نہیں بلکہ ہمارا امام زندہ ہے اور ہماری اور ہمارے دین کی حفاظت کررہا ہے۔ اور دوسری طرف ہمارا عمل اس کے برعکس ہے کہ ہم دین کے معاملات میں ان سے رہنمائی حاصل کرنے کے بجائے اپنی عقل اور رائے سے کام لیتے ہوئے نہ صرف ائمہ طاہرین علیہم السلام کے حکم کی خلاف ورزی کررہے ہیں بلکہ دین میں بھی بگاڑ پیدا کررہے ہیں۔ کیا ایسا کرنا منافقت نہیں ہے؟

پروردگار عالم نے گو صاحب الزماںؑ کو غیبت میں رکھا ہوا ہے لیکن وہ اہل ایمان کے مسائل اور پریشانیوں کو حل فرماتے رہتے ہیں۔ ہماری ذمہ داری امام عصرؑ سے رجوع کرنا ہے جس کا طریقہ شاید عوام الناس نہ جانتے ہوں مگر دین سے آگاہی رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں اور ہماری کتابیں ایسی باتوں سے بھری پڑی ہیں۔ کیا کوئی مسئلہ امام عصرؑ کے لئے مشکل

ہے ؟ کیا ہمارے کسی امامؑ نے کسی شخص کو کسی وقت یہ کہہ کر ٹال دیا ہو یا منع کر دیا ہو کہ یہ میں نہیں جانتا۔ ہمارے کسی امام نے کسی سوال کرنے والے کو کبھی مایوس نہیں کیا چاہے سوال کسی نوعیت کا ہو۔ دینی ہو یا دنیاوی، ریاضی کا ہو یا معاشیات کا، بیماری کا ہو یا صحت کا، سائنس کا ہو یا جغرافیہ کا۔ ایسے ان گنت واقعات کتابوں میں درج ہیں کہ لوگوں نے اپنی پریشانیوں اور مشکل حالات میں امام عصرؑ سے رجوع کیا اور آپؑ نے فوراً مدد کی۔ آپ کے اذہان عالیہ میں یقیناً بہت سے واقعات ہوں گے۔ صرف یاد دہانی کے لئے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ انگریزوں کے تسلط کے دوران بحرین کے ایک ناصبی وزیر نے والیِ بحرین کی خدمت میں ایک انار پیش کیا جس پر کچھ نام ابھرے ہوئے تھے۔ اور کہا یہ دیکھیں یہ کتنی بزرگ ہستیاں تھیں جن کے نام اللہ تعالیٰ نے انار پر لکھے ہیں۔ آپ اہل تشیع کو بلا کر دکھائیں اور جواب طلب کریں اگر کوئی معقول جواب نہ ملے تو سب کو مذہب تبدیل کرنے کا حکم دیں بصورت دیگر انہیں قتل کرادیں والیِ بحرین اس کی باتوں میں آگیا اور چند ذمہ دار اہل تشیع کو بلوا کر انار دکھایا اور وزیر کے حسب منشاء فیصلہ سنا دیا۔ شیعوں نے جواب کے لئے تین دن کی مہلت طلب کی اور پریشانی کے عالم میں امام عصرؑ سے رجوع کیا۔ آپؑ نے حقائق سے پردہ اٹھایا اور صحیح صورت حال سے ان لوگوں کو آگاہ کیا کہ مذکورہ وزیر نے مٹی کا سانچہ بنوا کر ایک انار پر باندھ دیا اور جب یہ انار بڑا ہوا تو یہ نام اس پر ابھر آئے۔ یہ سانچہ وزیر کے گھر کے فلاں کمرے میں ایک طاق میں ہے۔ حکمراں کو ساتھ لے جاکر یہ سانچہ دکھلا دینا تاکہ وہ خود تمام حالات کا مشاہدہ کرے۔ غرض حسب ہدایت ایسا ہی کیا گیا۔ جب حکمراں کے سامنے ساری حقیقت آگئی تو اس نے وزیر کو قتل کرادیا اور مذہب حقہ اختیار کر لیا۔ (حوالے کے لئے بحارالانوار جلد ۱۲۔ اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں)۔

جیسا کہ سطور بالا میں تحریر کیا گیا کہ امام عصرؑ نے حکم دیا کہ اپنے مسائل کے حل کے لئے ان لوگوں سے رجوع کرو جو ہماری حدیثیں بیان کریں۔ اس واضح ہدایت کی روشنی میں ہمیں دیکھنا ہے کہ وہ کون حضرات ہیں جو امامؑ کے اقوال سنا کر لوگوں کے مسائل حل کر رہے ہیں۔ اور اگر ایسا نہیں ہے اور ابھی تک اس طریقۂ کار کو فروغ نہیں ملا تو پوری قوم مسئول اور ذمہ دار قرار پائے گی۔ خدا ہمیں کسی ابتلاء میں پڑنے سے محفوظ رکھے۔ حقیقتاً ہدایات و تعلیمات ائمہ علیہم السلام پر عمل کرنا دین و دنیا کی فلاح کا باعث ہے تو کیا یہ یقین رکھنے کے باوجود ہم معصومینؑ کی کچھ ہدایات پر عمل اور کچھ ہدایات سے روگردانی کرتے رہیں گے ؟ جو منافقت کے زمرہ میں آتا ہے۔

انسان حسبِ حیثیت کوشش کرتا ہے مگر مقصد میں کامیابی اس وقت ہوتی ہے جب پروردگارِ عالم چاہتا ہے۔ کچھ اسی قسم کا معاملہ ہمارے ساتھ بھی گزرا ہے۔ " کمال الدین و تمام النعمہ " کے ترجمہ کرانے کے سلسلے میں جن مشکلات اور حالات کا سامنا ہمیں کرنا پڑا ان کی تفصیلات انتہائی افسوسناک ہیں۔ جنہیں سنا کر ہم آپ کو رنجیدہ نہیں کرنا چاہتے۔

حرف آخر کے طور پر آپ سے عرض ہے کہ ادارہ الکساء پبلیشرز کے ہر فرد نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بہترین طریقہ

سے بروئے کار لاتے ہوئے اس بات کی مکمل کوشش کی ہے اور پروردگار عالم سے ائمہ طاہرینؑ کے توسط سے دعا بھی کی ہے کہ اس کتاب کی اشاعت میں کسی بھی قسم کی خامی یا غلطی نہ رہنے پائے کیونکہ یہی ہمارے اختیار میں تھا اس کے باوجود اگر کوئی خامی یا غلطی رہ گئی ہو تو آپ ہماری معذرت قبول فرمائیں لیکن اس خامی یا غلطی کی طرف ہماری توجہ مبذول ضرور فرمائیں تاکہ آئندہ کی اشاعت میں آپ کے شکریہ کے ساتھ اس غلطی کا ازالہ کیا جاسکے۔

والسلام

خاکپائے اہلبیت

سید فیضیاب علی رضوی

سید اشتیاق حسین نقوی

جلد اول



تمہید

مؤلف کا تعارف اور ان کے مختصر حالات زندگی

وہ شیخ اعظم ابو جعفر محمد بن علی بن الحسن بن بابویہ ہیں جو صدوق کے نام سے مشہور ہیں۔ چوتھی صدی ہجری میں مذہب امامیہ اثنا عشریہ کے اعلام میں سے تھے، طائفہ کے سرداروں کے سردار، حق اور دین کے مینار، نابغہ روزگار، اپنے ماسلف کے پیشوا۔ وصف و مدحت کا دائرہ ان کی شخصیت کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے، زبان قلم ان کی توصیف بیان کرنے سے قاصر ہے۔ پوری امت مسلمہ ان کی پیشوائی اور بلند مرتبتی کی قائل ہے۔ وہ حضرت صاحب الزماں عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی دعا سے پیدا ہوئے اور آپ کی جانب سے ایک تحریر ان کے بارے میں جاری ہوئی ہے کہ " وہ بہت ہی نیک اور بابرکت فقیہ ہیں " اس تحریر مقدس کے بعد ان کے بارے میں جو کچھ بھی زبان سے جاری ہو جائے یا نوک قلم سے ورق پر ثبت ہوجائے وہ یقیناً ان کی عظمت اور شان سے بہت کم ہوگا۔ ان کی برکات تمام لوگوں کا احاطہ کرچکی ہیں اور ان کی تالیفات اور کتابوں سے ہر خاص و عام نے نفع اٹھایا ہے۔ ان کے علم و عمل کے جس نمونے کی طرف بھی اشارہ کریں گے تو اس کو ان کے اعلیٰ مقام اور عظمت کی گواہی دیتے ہوئے پائیں گے۔ اور جو شخص کتابوں کا گہرائی سے مطالعہ کرے اور عظیم شخصیات کے حالات زندگی پر مبنی کتابوں کو پڑھے تو ان (شیخ صدوق) کو فضائل کی کثرت اور علم کی بہتات کی بناء پر اپنے بعد آنے والوں کا امام اور پیشوا پائے گا۔ فقہ کے وہ علمبردار ہیں، حدیث میں وہ درایت اور روایت کے امام ہیں اور علم کلام کے وہ رمز شناس ہیں۔

انہوں نے اپنے وجود میں علم کی کثرت، عقل کے کمال، حسن فہم، اعلیٰ یاد داشت اور اعلیٰ ذکاوت کے ساتھ بلند ہمتی کو جمع کرلیا۔ انہوں نے احادیث کے حصول اور مشائخ سے بالمشافہ دیدار کے لئے اپنے جائے پیدائش سے دور دراز

علاقوں کی طرف سفر کیا ۔ ان میں رے ، استرآباد ، گرگان ، نیشاپور ، مرورود ، سمرقند ، فرغانہ ، بلخ ، ھمدان ، بغداد ، فید اور مکہ و مدینہ شامل ہیں ۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ سفر کے عظیم فوائد ہیں ۔ یہ عقل و ذہن کو مہذب کرنے اور علم میں نبوغ حاصل کرنے کا نزدیک ترین راستہ ہے ۔ اس کے علاوہ اس میں علم کی نشر و اشاعت ، مذہب کی ترویج اور حقائق کو پھیلانے جیسے امور بھی سرانجام پاتے ہیں ۔ اور اگر اس امت میں ایسی عظیم ہستیاں نہ ہوتیں جو راہ سفر اختیار کرتیں اور پہلے خود سرچشمہ علم سے سیراب ہوتیں پھر اسکو رواں کرتیں تو بہت سی اقوام جہالت اور گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکتی رہتیں اور فکر و عقل کی پستی میں پڑی رہتیں ۔ اور اگر راہِ سفر اختیار کرنے والی ہستی ہوشیار ، سعی و کوشش کرنے والی اور عارف ہوتو دوسرے علاقوں کے علماء سے علم و معرفت کی ایسی باتیں حاصل کرے گی جو اپنے علاقے کے علماء سے نہ ملتی ہوں اور بہت سی باتیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے گی جو اپنے اساتذہ سے نہ ملتی ہوں ۔ اسی طرح ایسی ہستی سے بھی لوگ وہ چیزیں حاصل کریں گے جو اپنے ملک کے علماء سے حاصل نہیں ہوسکتیں اور ایسی باتیں سنیں گے جو اپنے مشائخ سے نہیں سنیں ۔ اور کتنے مناظرے اس مسافر عالم دین اور دوسرے ملکوں کے علماء کے درمیان واقع ہوتے ہیں اور اس کے نتیجے میں فریقین پر حقیقت واضح ہوجاتی ہے اور مذہب حقہ ظاہر ہو جاتا ہے اور یوں ان کی بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح کے اور بھی فوائد ہیں ۔ چنانچہ خداوند کریم کا ارشاد ہے ۔ **فلو لا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون** (سورہ توبہ آیت ۱۲۲) [کیوں ہر گروہ میں سے ایک جماعت راہ سفر اختیار نہیں کرتی تاکہ علم دین حاصل کرے اور اپنی قوم کو (عذاب خدا سے) ڈرائے جب وہ اپنی قوم کی طرف پلٹ کرجائے ۔ شاید وہ خدا سے خوف کھائیں ۔]

ہمارے یہ بزرگوار (شیخ صدوق) اس میدان کے شہسوار ہیں ، جنہوں نے سب پر سبقت حاصل کی اور کوئی بھی شخص ان کی کامیابیوں کا دسواں حصہ بھی نہ پاسکا ۔ دراصل وہ اپنے سفروں کی محنتوں اور مشقتوں کو بہت ہی آسان گردانتے تھے اور راہ پیمائی کی تھکن کو غیر اہم سمجھتے تھے ۔ انہوں نے بے آب و گیاہ بیابانوں ، جنگلوں ، مختلف شہروں اور صحراؤں کو طے کیا اور دشوار گذار پہاڑوں کو سر کیا بڑے بڑے ملکوں سے گذرے اور اس حالت میں کہ اس زمانے میں ایک مسافر کے لئے کتنے ہی خطرات درپیش ہوتے تھے اور سواری اور سفر کی محنتوں کا حال ناگفتہ بہ تھا ۔

اگر آپ ان کی مسافرتوں کی تفصیلات جاننا چاہتے ہیں تو لیجئے بغور مطالعہ کریں :

وہ شہر قم میں پیدا ہوئے اور وہیں انہوں نے نشو نما پائی ۔ وہاں کے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور علماء قم سے کسبِ فیض کیا ۔ اس کے بعد شہر " رے " کے باشندوں کی التماس اور درخواست کی وجہ سے اس طرف کا رخ کیا اور وہیں سکونت پذیر ہوئے ۔ اس کے بعد امام رضاؑ کے روضہ مطہرہ کی طرف سفر کیا وہاں سے واپس شہر " رے

کی طرف آئے ۔ دوران واپسی راستہ میں نیشاپور کے بزرگوں نے انہیں گھیر لیا اور علماء ان کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہوئے ، ان کے انوار سے فائدہ حاصل کیا اور ان سے کسبِ فیض کیا اس طرح موصوف نے بھی اس شہر کے مشائخ عظام جن میں ابو علی حسین بن احمد بیہقی جیسے بزرگ شامل تھے سے ان کے گھر میں احادیث سنیں ۔ اسی طرح عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری ، ابو منصور احمد بن ابراھیم ابن بکر الخوری ، ابو سعید المعلم محمد بن الفضل بن محمد بن اسحاق مذکر نیشاپوری ، ابو طیب حسین بن احمد بن محمد رازی ، عبداللہ بن محمد بن عبدالوھاب سجزی اور ابو نصر احمد بن حسین بن احمد بن عبید سے احادیث سماعت کیں ۔

ان کے نیشاپور میں قیام کے دوران لوگ جوق در جوق ان کے پاس آتے تھے ۔ انہوں نے ان ملاقاتوں میں یہ محسوس کیا کہ ان میں سے اکثر حضرت حجت (ع) کے بارے میں شک و شبہ اور سرگردانی میں مبتلا ہیں اور دلائل کے قائل نہیں ہیں تو اپنی پوری جدوجہد اور کوشش اس راہ میں مرکوز کی کہ انہیں راہ راست کی طرف لائیں اور شک و شبہے کو زائل کردیں ۔ اور اپنے علم اور فضل کے ذریعے ان کی سماعتوں اور بینائیوں کو بہرہ مند کردیں ۔ یوں وہاں آپ کی برتری اور بزرگی پر سب متفق ہوئے اور مشائخِ خراسان کے سردار کا لقب آپ کو دیا گیا ۔ پھر وہاں سے " مروالروذ " کی طرف رخ کیا ، یہاں انہوں نے ایک جماعت سے احادیث سنیں ان میں ابوالحسین محمد بن علی بن الشاہ فقیہ اور ابو یوسف رافع بن عبداللہ بن عبدالملک شامل ہیں ۔ اس کے بعد انہوں نے بغداد کا رخ کیا یہاں لوگوں نے نہایت احترام اور اکرام کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور طائفۂ امامیہ کے بزرگوں نے ان سے احادیث سماعت کیں ۔ بغداد میں مشائخ کی ایک جماعت سے انہوں نے احادیث سنیں جن میں حسن بن یحییٰ علوی حسینی جو ابن ابی طاہر کے نام سے مشہور ہیں ، ابرھیم بن ہارون ہیتی ، علی بن ثابت دوالیبی اور محمد بن عمر الحافظ شامل ہیں ۔ بغداد میں آپ دو بار آئے پہلی بار ۳۵۲ ھ میں اور دوسری مرتبہ ۳۵۵ ھ میں ۔

بیت اللہ الحرام کی زیارت کے بعد واپسی میں جب آپ شہر فید میں پہنچے تو ابو علی احمد بن ابی جعفر بیہقی نے آپ کو احادیث سنائیں ۔ اس کے بعد آپ کوفہ میں داخل ہوئے وہاں کے مشائخ سے آپ نے احادیث سنیں جن میں محمد بن بکران نقاش ، احمد بن ابراھیم بن ہارون قاضی فامی (سبزی فروش) سے مسجد کوفہ میں ، حسن بن محمد بن سعید ہاشمی کوفی ابوالحسن علی بن عیسیٰ مجاور سے مسجد کوفہ میں ابوالقاسم حسن بن محمد السکری مذکر ، ابو ذر یحییٰ بن زید بن العباس بزاز (کپڑا فروش) اور ابو الحسن علی بن الحسین بن سفیان بن یعقوب الھمدانی سے ان کے گھر میں (حدیث سنی) شامل ہیں ۔ اسکے بعد ھمدان میں داخل ہوئے اور وہاں قاسم بن محمد بن احمد بن عبدویہ السراج ، فضل بن الفضل بن العباس کندی اور محمد بن الفضل بن زینویہ جلاب ھمدانی سے احادیث سنیں ۔ اسکے بعد بلخ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں کے بزرگ علماء ، منجملہ حسین بن محمد اشنائی الرازی العدل ، حسین بن احمد استرآبادی حسن بن علی بن محمد بن علی بن عمر عطار ،

حاکم ابو حامد احمد بن الحسین بن علی، عبیداللہ بن احمد الفقیہ، طاہر بن محمد بن محمد بن یونس بن حیوۃ الفقیہ اور ابوالحسن محمد بن سعید سمرقندی الفقیہ شامل ہیں سے احادیث سنیں اس کے بعد آپ ایلاق میں داخل ہوئے اور آپ کو محمد بن عمرو بن علی بن عبداللہ بصری، محمد بن الحسن بن ابراہیم الکرخی الکاتب، ابو محمد بکر بن علی بن محمد بن الفضل الشاشی الحاکم اور ابوالحسن علی بن عبداللہ ابن احمد اسواری نے احادیث سنائیں۔ اس قصبہ میں شریف الدین ابو عبداللہ جو ابن نعمہ کے نام سے مشہور ہیں آپ سے ملاقات کے لئے آئے اور آپ سے درخواست کی کہ فقہ، حلال و حرام اور شرائع و احکام کے بارے میں ایک کتاب تصنیف کریں تو آپؒ نے ان کی درخواست کو قبول کیا اور ان کے لئے کتاب **من لا یحضرہ الفقیہ** تصنیف کی۔ اس کے بعد "سمرقند" میں داخل ہوئے اور وہاں ابو محمد عبدوس بن علی بن العباس الجرجانی اور ابو اسد عبدالصمد بن عبدالشہیدالانصاری سے احادیث حاصل کیں۔ فرغانہ کے سفر میں تمیم بن عبداللہ القرشی ابو احمد محمد بن جعفر البندار الشافعی الفرغانی، اسماعیل بن منصور بن احمد القصار اور ابو احمد محمد بن ابو عبداللہ الشافعی نے آپ کو احادیث سنائیں۔

یہ سب کچھ صرف کتابِ خدا سے تمسک اور خاندانِ وحی سے رابطہ رکھنے، ان کے حریم سے وفاع کرنے، خدمت کے فرائض انجام دینے، حق کا فرض ادا کرنے، معارف کے پرچم گاڑنے اور مذہب کی ترویج کرنے کے لئے تھا۔

یقیناً انہوں نے (خدا کی رضوان ان پر ہو) تاریخ اسلام میں اپنی ذات کے لئے ایک روشن اور وسیع باب کھولا ہے اور اسکا دائرہ برج جوزاء کے برابر ہے۔ اور اس میں ان کی تالیفات اور آثار چمک رہے ہیں۔ زمانے کی گردش اسے مٹا نہیں سکتی۔ کیوں ایسا ہو وہ تو دریائے پر تلاطم و ذخار ہیں۔ حدیث اور روایات کے شیخ المشائخ ہیں۔ اپنی تالیفات سے انہوں نے گوشہ ہائے عالم کو منور کردیا، فتاویٰ میں وہ وسیع مرجعیت کے مالک تھے۔ عالم اسلام کے گوشہ و کنار سے اور علمی حلقوں کی طرف سے مختلف موضوعات سے مربوط سوالات ان کی خدمت میں بھیجے جاتے تھے اور ان کی طرف سے جوابات دیئے جاتے تھے۔ اس بارے میں نجاشی نے اپنی کتاب رجال میں جوابات "المسائل" کے عنوان سے جو کچھ ضبط تحریر کیا ہے وہ آپ کی آگہی کا باعث ہوگا۔ نجاشی کہتے ہیں ان (صدوق) کی ایک کتاب "قزوین" سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات، "مصر" سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات، "بصرہ" سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات اور "مدائن سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات" کے عنوان سے ہے۔ ایک کتاب "نیشاپور کا سوال" اور ایک کتاب وہ ہے جو انہوں نے بطور خط ابو محمد فارسی کے لئے بھیجی، دوسرا خط بغداد کی طرف بھیجا اور یہ ایک خط کا جواب ہے جو ماہ رمضان المبارک کے بارے میں بھیجا گیا تھا اور ایک خط "رے" کے باشندگان وغیرہ کے لئے غیبت کے بارے میں بھیجا گیا تھا۔

اسی طرح مذہب حقہ کی حمایت اور باطل کے مقابلے کے سلسلے میں مناظرے اور تسلی بخش جوابات بھی موجود ہیں ان میں سے ایک مناظرہ وہ ہے جو بادشاہ رکن الدولہ بویہی دیلمی کے دربار میں واقع ہوا اور یہ اس وقت کی بات ہے

جب ان کی برتری کی خبر اور شہرت دنیا کے گوشہ و کنار تک پھیل گئی تھی ۔ بادشاہ نے ان کے پاس اپنا نمائندہ بھیجا اور ان سے التماس کی کہ وہ ان کے پاس تشریف لائیں ۔آپؒ جب دربار میں پہنچے تو بادشاہ نے ان کا خود استقبال کیا ، اپنے پاس بٹھایا اور ان کی تعظیم و تکریم اور احترام بہت زیادہ کیا ۔ اور ان کے سامنے مذہب کے بارے میں نہایت پیچیدہ سوالات پیش کئے ۔آپ نے ان تمام سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے اور روشن دلائل کے ذریعے مذہب کی حقانیت ثابت کی بادشاہ اور حاضرین نے قبول کیا اور مخالفین کے لئے آپ کے دلائل کو تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار باقی نہ رہا ۔

نجاشی نے آپ کی کتابوں کے ضمن میں " رکن الدولہ کے حضور واقع ہونے والی محفل (مناظرہ) کا تذکرہ " ، " ایک اور محفل (مناظرہ) کا تذکرہ " ، " تیسری محفل مناظرہ کا تذکرہ " ، " چوتھی محفل مناظرہ کا تذکرہ " ، " پانچویں محفل مناظرہ کا تذکرہ " کے عنوان سے کیا ہے ۔ ان مجالس مناظرہ میں سب سے اہم بات مذہب امامیہ کی حقانیت کا اثبات بالخصوص مسئلہ غیبت کا اثبات تھا ۔

(مناظروں کا یہ اہتمام) اس لئے کیا گیا کہ جب سے شیعہ فرقہ اثناء عشریہ اپنے پیشوا سے جدا ہوا ان میں تفرقہ آیا وہ تنزلی کا شکار ہوئے اور حق کے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے حیرت اور سرگردانی کا شکار ہوئے پس حضرت حجت (عج) کا معاملہ آپ کے پسند یدہ نائبین کے زمانے سے چوتھی صدی کے وسط تک غیب کے پردہ میں مخفی رہا کہ کبھی سرگوشی یا پس پردہ آواز کی طرح سنائی دیا کرتا تھا ۔ اس معاملہ سے سوائے گنتی کے چند افراد کے کوئی واقف نہیں تھا اور آپ کو شیعوں میں سے خاص خاص افراد کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا ۔ اور یہ لوگ بھی آپؑ کا نام یا آپؑ کی صفت (لقب وغیرہ) ظاہر نہیں کرسکتے تھے ۔ اپنے اجتماعات میں وہ آپؑ کو کبھی صاحب کبھی غریم کبھی رجل اور کبھی قائم بتاتے تھے ۔ اور اپنے آپس میں رمز کے طور پر (م ح م د) سے تعبیر کرتے تھے ۔یوں امامؑ کا معاملہ ان دنوں میں نہایت خفیہ تھا ۔ دوسری طرف شکوک و شبہات کی کثرت تھی جو مخالفین جیسے زیدیہ (اوریہ اس میں اہم کردار ادا کر رہے تھے) کیسانیہ ، اسماعیلیہ اور واقفہ جو امام موسیٰؑ بن جعفرؑ کے بعد کے ائمہ کو نہیں مانتے تھے سے ظاہر ہو رہے تھے یہ لوگ باہم متحد ہوگئے اور پیہم آگے بڑھتے رہے اور روز بروز شدت پکڑتے گئے یہاں تک کہ معاملہ عقائد میں تزلزل اور امامؑ غائب کے بارے میں حیرت اور سرگردانی کی جانب بڑھا اور سادہ لوحوں کی جماعت کے دین و مذہب سے پھر جانے اور جن پر وہ اور ان کے آباء و اجداد قائم تھے اس سے ہٹ جانے پر منتج ہوا ۔

مؤلفؒ نے اس عظیم خطرے کو محسوس کیا اور اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ شیعوں کو اس وبائی شر اور یقینی نابودی اور حتمی ہلاکت سے محفوظ رکھا جاسکے ۔ اگر آپؒ کی کوششیں نہ ہوتیں اور ان کے مناظرے نہ ہوتے جو انہوں نے شہر " رے " میں مخالفین کے ساتھ رکن الدولہ بویہی کے سامنے اور نیشاپور میں ان کے حضور شرفیاب ہونے

والوں کے ساتھ اور بغداد میں ایک سے زیادہ منکرین کے ساتھ کئے تھے تو مذہب امامیہ کی رسی ٹوٹ جاتی اور حضرت حجتؑ پر ان کا اعتقاد زائل ہو جاتا ان کا نقش بھی باقی نہ رہتا اور ان کا انجام نابودی، خفت، ہلاکت اور انہدام ہوتا۔

حدیث و تاریخ کی یہ کتابیں ہمیں اس عظیم مجاہد اور مردان علم کی کثیر تعداد کے کردار کی عظمت کی نشاندہی کرتی ہیں کہ انہوں نے حق کی حمایت اور افکار عامہ کو روشن کرنے، مخالفین کے شبہات اور ان کے دشمنی پر مبنی فضولیات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور فرقہ حقہ کو زوال کے خطرے اور نابودی سے نجات دلانے کے لئے کس طرح قیام کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان مجاہدین علماء کو بہترین جزا عنایت فرمائے۔

قیمتی تالیفات

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ نے تمام فنون اسلامی پر بہت سی کتابیں تالیف فرمائیں ان کی تالیفات میں ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے جو امت مسلمہ کی تمام ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ تمام تالیفات نئے انداز اور جدید ترتیب کی حامل ہیں۔ ان کی تعداد جیسا کہ شیخ طوسیؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ تین سو ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر ضائع ہوگئیں اور ان کی تحریریں مٹ گئیں یا بوسیدگی کی نظر ہو گئیں یا کتب خانوں کے گوشوں میں پڑی پڑی خراب ہو گئیں اور وادی فراموش کے سپرد ہو گئیں۔ پس وہ مٹ گئیں اور جو باقی رہ گیا وہ صرف اس کا نقش ہے اور جو نابود ہو گئیں صرف ان کا نام باقی رہ گیا۔ ہاں ان میں سے کچھ صدیوں تک رہیں لیکن پھر اس طرح سے گم ہو گئیں کہ گویا آسمان کی طرف اٹھا لی گئیں۔ اور ان میں سے جو ہمارے پاس ہے وہ اس عظیم دولت میں سے بالکل تھوڑا سا ہے جس کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن یہ تعداد بھی اغلاط کی کثرت، نقائص اور تحریفات کی وجہ سے غیر معیاری طباعت کی بھینٹ چڑھ گئیں اور اسطرح سے اشاعت پذیر ہوئیں کہ جس سے نہ علم راضی ہے نہ اہل علم۔ کیونکہ ان کتب میں سے اکثر کتب کی طباعت کا اہتمام ان لوگوں نے کیا جو نہ علم کی قیمت سے واقف تھے اور نہ کتاب کی ارزش سے اور نہ ہی انہیں اس فن کا تجربہ تھا۔

یوں اس یکتائے زمانہ مؤلف کی کتب غارت شدہ ورثہ اور ضائع شدہ علم بن گئیں جبکہ وہ مفید علم، روشن دلیلیں نور، ہدایت، روشنی جو امت کے لئے باعث فخر ہی نہیں بلکہ اسکی ترقی اور پیشرفت پر گواہ اور اسکے رشد و تکامل کا معیار تھیں زمانے نے ان کتب کو نابود کر دیا اور ان کے اعلیٰ و ارفع اثرات کو مٹا دیا۔

یہ آفت صرف شیخ صدوقؒ کی کتب تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس نے بہت سی عظیم ہستیوں کی تالیفات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ لیجئے ابن قولویہ کے بارے میں بتادوں کہ ان کی تالیفات میں سے سوائے کتاب "کامل الزیارات" کے اور کچھ بھی باقی نہ رہا جبکہ ان کی تعداد فقہ کے ابواب کے برابر ہے۔ شیخ مفیدؒ کی تقریباً دوسو تالیفات ہیں

ان میں سے معدودے چند کے باقی سب ناپید ہوگئیں ۔ اسی طرح شیخ طوسیؒ اور علامہ حلیؒ کی تالیفات کا حال ہے ۔ طریحی نے اپنے کتابی مجموعہ میں بعض اعلیٰ پایہ کے علماء سے نقل کیا ہے کہ علامہ حلیؒ کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی پانچسو تصانیف ملی ہیں اور یہ علامہ کی ان کتابوں کے علاوہ ہیں جو دوسروں کے ہاتھوں لکھی گئی ہیں ۔ ان کی تصانیف میں سے نوے فیصد ضائع ہوگئیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ صدیوں میں مسلمانوں کی آپس میں خونریز جنگیں واقع ہوئیں ، فتنے برپا ہوئے اور اس دوران بہت سے کتب خانے غارت گری کا نشانہ بنے ۔ کبھی ان کتابوں کو جلایا گیا اور کبھی دریاؤں کے سپرد کردیا گیا ۔ اس کے بعد جو کتب بچ گئیں وہ تاتاریوں کے حملے کا شکار ہوگئیں ۔ پس ہمارے قلمی آثار ہمیشہ آفتوں اور حوادث کا نشانہ بنتے رہے ۔ حالیہ دور میں بھی جب ہم غفلت میں پڑے ہوئے تھے تو دور دراز علاقوں سے کچھ لوگ جو کتاب کی قدر و قیمت ، علم کی روشنی اور قلمی آثار کی اہمیت سے واقف تھے ہمارے پاس آئے اور ہم سے عظیم علمی خزینوں کو چھین لیا اور اس کے بدلے ہمیں ناچیز معاوضہ دیا اور ہم اسی پر راضی رہے ۔

اب میں کلام کو طول دے کر آپ کو تھکانا نہیں چاہتا اور یہ میرا مقصد بھی نہیں ہے ۔ بلکہ ہم ان ناگوار باتوں کی طرف باتوں باتوں میں پہنچ گئے ۔ دراصل میں چاہتا ہوں کہ قارئین اس بات سے آگاہ ہوجائیں تاکہ حقیقت کی نگاہیں کھول کر غور و فکر کے ساتھ ان خطرات کو دیکھیں جو ہماری لاپروائی کی وجہ سے سر پر منڈلا رہے ہیں ۔ کیونکہ ہم اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی کوشش کرنے سے باز رہے ہیں ۔ حقیقتوں کا سامنا کرنا اور انہیں حقیقت کی نگاہ سے دیکھنا عیب اور برائی نہیں ہے ۔ یہ قلمی نسخوں کے انجام کے بارے میں مختصر سی گزارش تھی ۔

لیکن آیئے مطبوعہ کتب کے بارے میں بھی جان لیجئے ان کی تباہی کچھ اس طرح ہے کہ یہ بدترین صورت میں چھاپ کر شائع کی گئی ہیں ۔ ان کے نقائص میں تحریف ، اغلاط اور دوسری برائیوں کے علاوہ یہ برائی بھی ہے کہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی اصل کیا ہے اور وہ کس نسخے کے مطابق ہے ، کس نے تصحیح کی اور اس نے اصل کے ساتھ اس کا موازنہ بھی کیا ؟ ان ساری باتوں سے چشم پوشی بھی کرلی جائے تو ان کتابوں کے بارے میں آپ کیا گمان رکھیں گے جن کے ساتھ پیشہ ور کتب فروش اور چھاپہ خانے والے بدترین سلوک کرتے ہیں ۔

ایسی کتابیں جب محقق کے ہاتھ لگتی ہیں تو اگر ایک جملہ ، ایک لفظ یا ایک سطر کو وہ سمجھنا چاہے تو حیران و پریشان رہ جاتا ہے کبھی کتاب کے متن کا مطالعہ کرتا ہے کبھی اس کے حاشیہ پر غور کرتا ہے پھر کافی غور کے بعد بھی اسے سمجھ میں نہیں آتا اور کف افسوس ملتا رہتا ہے ۔ اسطرح ایک ان پڑھ ناشر یا نادان کاتب کی سہل انگاریوں کے باعث محقق کی ساری محنتیں ضائع ہوجاتی ہیں ۔

ہاں ! اس غبار آلود فضا میں کچھ کتابیں ستاروں کی مانند چمکتی ہوئی نظر آتی ہیں جن کی تصحیح بعض بزرگ علماء کرام نے کی ہے ۔ خدا ان کو اسلام کی خدمت کرنے کے عوض اجر عنایت فرمائے اور صرف یہی وہ کتب ہیں جن پر اعتماد کیا

جاتا ہے۔

رہی کتب فروشوں کی بات تو یہ جماعت ایسی ہے کہ ان میں اکثریت ان پڑھ لوگوں کی ہے جو کتاب کی قدر و قیمت سے بالکل واقف نہیں ہیں، وہ کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں بڑی بڑی غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ وہ اپنے جرائم کا نام کتاب رکھ لیتے ہیں پھر انہیں شائع کرتے ہیں اور لوگ ان کتابوں کو احترام و تعظیم کے ساتھ لے لیتے ہیں وہ بے چارے یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ کتابیں صحیح ہیں اس لئے ان پر اعتماد بھی کرتے ہیں اور ان میں لکھے گئے مطالب کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں صحیح کتب کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔

جن علمی کتب پر یہ آفات نازل ہورہی ہیں ان میں خاص طور پر احادیث، تفاسیر، فقہ اور علم کلام شامل ہیں۔ ایسے لوگوں کے ہاتھوں سے چھپی ہوئی کتب اکثر ناقابل اعتماد ہوتی ہیں اور ان پر غفلت زدہ لوگ ہی اعتماد کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں بہت سی باتوں کی گنجائش موجود ہے اور میں اس مختصر وقت میں ان پر تفصیلی بات نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ تفصیلی گفتگو کا موقعہ ہے۔ لہٰذا اس کو چھوڑ ہی دیتا ہوں۔ مختصر کلام یہ ہے کہ مذہبی کتابوں کا امر سنگین ہے اس کے لئے وسیع کوششوں، ہمہ پہلو صلاحیتوں کی ضرورت ہے اور یہ کام وہی لوگ انجام دے سکتے ہیں جو دینی معارف کے سلسلے میں مہارت رکھتے ہیں۔ پس اس کے متعلق امور کی انجام دہی کے لئے مردانِ علم، علماءِ اسلام، لغت سے واقف لوگ اور فن تصحیح کے ماہرین جو کتابوں کی تصحیح پر مکمل توجہ رکھتے ہوں اور انہیں موازنہ کرکے اصل کے ساتھ تطبیق کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، سے رجوع کرنا چاہیئے۔ یہی وہ طریقہ اور روش ہے جو دنیا کی ہر قوم و ملت میں رائج ہے۔ دوسری اقوام اپنی مذہبی کتابوں کو ایسے کتب فروشوں کے سپرد نہیں کرتیں جو ان کو اپنی خواہش کی بھینٹ چڑھائیں، ان کی طباعت سے تجارت کریں اور ان کی اشاعت سے اپنے خزانے بھریں۔ وہ ناشرین جو اپنی دینی مطبوعات کی صحت کا مکمل خیال رکھتے ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ ایسے ناشرین جو اپنی مطبوعات کی قدر و قیمت کو صحیح طریقہ سے پہچانتے ہوں محدود ہیں۔ بعض فضلاء اور تصحیح کنندگان کی یہ روش رہی ہے کہ وہ حدیث کی کتابوں میں طبع شدہ بعض الفاظ کے بارے میں تحقیق کرنے میں سہل انگاری سے کام لیتے ہوئے ان الفاظ کی تفسیر اور تاویل ان قرائن کے بناء پر کرتے تھے جو ان کے نزدیک اس کے لئے قرینہ کی حیثیت رکھتے تھے یا گمان آور دلائل جن معانی کی طرف اشارہ کرتے تھے ان الفاظ کو ان معانی پر محمول کرتے تھے اور اس سلسلے میں ان کتابوں کے اصلی نسخوں کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے تاکہ ان کے اصل سے ان الفاظ کا ہونا یا نہ ہونا ثابت کر سکیں۔

اور یہ کام حدیث کو اخذ کرنے اور اس کی بناء پر استدلال کرنے کے سلسلے میں لغزش کا باعث ہوتا ہے۔ بلکہ ایسی لغزشیں حدیث کو نقل کرنے میں سرزد ہوجاتی ہیں اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی حرف یا لفظ چھپائی سے رہ جاتا ہے تو اس صورت میں حدیث کا معنی الٹ جاتا ہے اور اس کا مفہوم اپنی ضد میں بدل جاتا ہے اور پڑھنے والا ایسی

جاتا ہے۔

رہی کتب فروشوں کی بات تو یہ جماعت ایسی ہے کہ ان میں اکثریت ان پڑھ لوگوں کی ہے جو کتاب کی قدر و قیمت سے بالکل واقف نہیں ہیں، وہ کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں بڑی بڑی غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ وہ اپنے جرائم کا نام کتاب رکھ لیتے ہیں پھر انہیں شائع کرتے ہیں اور لوگ ان کتابوں کو احترام و تعظیم کے ساتھ لے لیتے ہیں وہ بے چارے یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ کتابیں صحیح ہیں اس لئے ان پر اعتماد بھی کرتے ہیں اور ان میں لکھے گئے مطالب کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں صحیح کتب کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔

جن علمی کتب پر یہ آفات نازل ہورہی ہیں ان میں خاص طور پر احادیث، تفاسیر، فقہ اور علم کلام شامل ہیں۔ ایسے لوگوں کے ہاتھوں سے چھپی ہوئی کتب اکثر ناقابل اعتماد ہوتی ہیں اور ان پر غفلت زدہ لوگ ہی اعتماد کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں بہت سی باتوں کی گنجائش موجود ہے اور میں اس مختصر وقت میں ان پر تفصیلی بات نہیں کرسکتا اور نہ ہی یہ تفصیلی گفتگو کا موقعہ ہے۔ لہٰذا اس کو چھوڑ ہی دیتا ہوں۔ مختصر کلام یہ ہے کہ مذہبی کتابوں کا امر سنگین ہے اس کے لئے وسیع کوششوں، ہمہ پہلو صلاحیتوں کی ضرورت ہے اور یہ کام وہی لوگ انجام دے سکتے ہیں جو دینی معارف کے سلسلے میں مہارت رکھتے ہیں۔ پس اس کے متعلق امور کی انجام دہی کے لئے مردانِ علم، علماءِ اسلام، لغت سے واقف لوگ اور فن تصحیح کے ماہرین جو کتابوں کی تصحیح پر مکمل توجہ رکھتے ہوں اور انہیں موازنہ کرکے اصل کے ساتھ تطبیق کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، سے رجوع کرنا چاہیئے۔ یہی وہ طریقہ اور روش ہے جو دنیا کی ہر قوم و ملت میں رائج ہے۔ دوسری اقوام اپنی مذہبی کتابوں کو ایسے کتب فروشوں کے سپرد نہیں کرتیں جو ان کو اپنی خواہش کی بھینٹ چڑھائیں، ان کی طباعت سے تجارت کریں اور ان کی اشاعت سے اپنے خزانے بھریں۔ وہ ناشرین جو اپنی دینی مطبوعات کی صحت کا مکمل خیال رکھتے ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ ایسے ناشرین جو اپنی مطبوعات کی قدر و قیمت کو صحیح طریقہ سے پہچانتے ہوں محدود ہیں۔ بعض فضلاء اور تصحیح کنندگان کی یہ روش رہی ہے کہ وہ حدیث کی کتابوں میں طبع شدہ بعض الفاظ کے بارے میں تحقیق کرنے میں سہل انگاری سے کام لیتے ہوئے ان الفاظ کی تفسیر اور تاویل ان قرائن کے بناء پر کرتے تھے جو ان کے نزدیک اس کے لئے قرینہ کی حیثیت رکھتے تھے یا گمان آور دلائل جن معانی کی طرف اشارہ کرتے تھے ان الفاظ کو ان معانی پر محمول کرتے تھے اور اس سلسلے میں ان کتابوں کے اصلی نسخوں کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے تاکہ ان کے اصل سے ان الفاظ کا ہونا یا نہ ہونا ثابت کرسکیں۔

اور یہ کام حدیث کو اخذ کرنے اور اس کی بناء پر استدلال کرنے کے سلسلے میں لغزش کا باعث ہوتا ہے۔ بلکہ ایسی لغزشیں حدیث کو نقل کرنے میں سرزد ہوجاتی ہیں اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی حرف یا لفظ چھپائی سے رہ جاتا ہے تو اس صورت میں حدیث کا معنی الٹ جاتا ہے اور اس کا مفہوم اپنی ضد میں بدل جاتا ہے اور پڑھنے والا ایسی

سرگردانی اور حیرت سے دو چار ہوجاتا ہے کہ جس سے نکلنااس کے لئے دشوار ہوتا ہے ۔ مثال کے طور پر مشہور حدیث نبوی جو کہ کتاب تحف (العقول) اور خصال میں مروی ہے کہ **قال علیه السلام ثلاثة ان لم تظلهم ظلموک زوجتک وخادمک والسفلة** اس عبارت کے ساتھ اس حدیث کے معنیٰ یہ ہیں "تین ایسے ہیں اگرتو ان پر ظلم نہیں کرے گا وہ تجھ پر ظلم کریں گے ۔ تیری زوجہ ، خدمتگذار اور حقیر و پست لوگ "یہاں ایک واو چھپنے سے رہ گیا ہے جیساکہ تحف (العقول) میں ہے اور صحیح حدیث یہ ہے **ثلاثة وان تظلهم ظلموک .....** : " واو " کے ساتھ حدیث کے معنیٰ یہ ہیں "تین ایسے ہیں اگرچہ تو ان پر ظلم نہیں کرے گا وہ تجھ پر ظلم کریں گے ......" اور کبھی ایک سطر یا شعر کا ایک مصرع گرجاتا ہے ایسے میں معنیٰ اور مفہوم قابل فہم نہیں رہتا تو بحث و تحقیق کرنے والا لفظ کے پیچ و خم میں پھنس جاتا ہے مختلف قسم کی تاویلات اور تفسیرات میں سرگرداں ہوتاہے اور نہایت مشقت کے بعد اس ناقص عبارت کے لئے کوئی نہ کوئی مفہوم اور معنیٰ تلاش کرلیتاہے جبکہ اس کا نفس ہنوز مطمئن نہیں ہوتا ۔ اس کی ایک مثال کتاب " معادن الحکمہ " کے مؤلف نے حکمین (ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص) کی خدمت کے بارے میں امیرالمومنینؑ کا ایک مرقومہ اپنے شیعوں کے نام اپنی کتاب میں اسطرح سے ذکر کیا ہے ۔ **فنبذا مافی الکتاب و خالفا مافی القرآن وکانا اهله** اس کے معنیٰ یوں ہیں " پس ان دونوں نے جو کچھ کتاب خدا میں تھا اسکو پھینک دیا اور قرآن میں جو کچھ تھا اسکی مخالفت کی اور وہ دونوں اسی کے اہل تھے " اس آخری فقرے کے معنیٰ کے سلسلے میں مؤلف نے پرتکلف توجیہ اور تاویل پیش کی ہے اور کہا ہے اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ دونوں اپنے گمان میں اہل قرآن تھے یا نادان لوگوں کی نظرمیں وہ اہل قرآن تھے یا وہ دونوں قرآن کی مخالفت کرنے کے اہل تھے ۔ حالانکہ اس مرقومہ شریفہ کی ایک سطر مؤلف کتاب سے چھوٹ گئی ہے ۔ اور صحیح عبارت دوسری کتابوں کے مطابق یوں ہے **وخالفا مافی الکتاب واتبعا هوا هما بغیر هدی من الله نجنبهما الله السداد واهویٰ بهما فی غمرة الضلال وکانا اهل ذلک** " یعنی ان دونوں نے کتاب خدا میں جو کچھ تھا اس کی مخالفت کی اور اللہ کی ہدایت سے ہٹ کر اپنی خواہشات کی پیروی کی پس اللہ نے ان دونوں کو ہدایت اور راستی سے کنارہ کش کردیا اور انہیں گمراہی میں پھینکدیا اور وہ دونوں اسی کے اہل اور اسی قابل تھے " ۔

حافظ اپنی کتاب حیوان جلد ۱ ص ۶۴ طبع بیروت میں کہتا ہے " اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک مؤلف کتاب ایک غلطی کی اصلاح کرنا یا ایک چھوٹے ہوئے لفظ کو اپنے مقام پر لگانا چاہتا ہے مگر اس کمی اور نقص کو دور کرکے کلام کو متصل و مربوط بنانے سے دس ورق اس لفظ کی تفسیر و تشریح میں لکھنا اسے زیادہ آسان نظر آتا ہے ۔

اور کہا گیا ہے کہ " اگر کسی کتاب کی نقل بنائی جائے اور اس کی اصل سے مطابقت نہ کی جائے پھر دوبارہ اس نقل سے ایک اور نقل بنائی جائے اور اس کی اصل سے مطابقت نہ کی جائے تو وہ کتاب بالکل اصل سے اجنبی لگے گی "

اور یہی واضح حق ہے اور حق اتنا روشن ہوتا ہے کہ اسے ثابت کرنے کے لئے زیادہ دلائل کی ضرورت نہیں ہوتی ۔

مؤلف کے اساتذہ اور شاگرد

شیخ صدوقؒ قدس سرہ نے اہم محدثین میں سے کافی بڑی تعداد سے روایات نقل کی ہیں ۔ ان محدثین کی تعداد ۲۵۰ تک پہنچ جاتی ہے اس سلسلے میں کتاب " معانی الاخبار " کی تمہید کی طرف رجوع کریں تو آپ ان کے اسماء گرامی اور حالات سے واقف ہوجائیں گے ۔

اسی طرح علم و فضل کے بہت سے علم برداروں نے ان سے احادیث نقل کی ہیں جن کی تعداد بیس (۲۰) تک پہنچتی ہے ۔ اس سلسلے میں کتاب **من لا یحضرہ الفقیہ** کے مقدمے کی طرف بھی رجوع کریں جو آپ کو ان بزرگوں سے واقف کرائے گا جنہیں آپ شاید نہیں جانتے ۔

وفات اور دفن گاہ (روضہ)

ماخوذ از مقدمہ معانی الاخبار بقلم استاد شیخ عبدالرحیم ربانی دام ظلہ

وہ (خدا ان کی روح کو پاکیزہ بنادے) ۳۸۱ ھ ق کو وفات پاگئے ۔ ان کی عمر اس وقت ستر اور کچھ سال تھی ۔ ان کی قبر عبدالعظیم حسنیؑ کی قبر کے نزدیک شہر " رے " میں " طغرلیہ " نامی باغ کے نزدیک ایک نہایت عالیشان روضہ میں موجود ہے ۔ اس روضہ کے اوپر ایک بلند و بالا قبہ بنا ہوا ہے لوگ وہاں کی زیارت کرتے ہیں اور اسے متبرک سمجھتے ہیں اس روضہ کی تعمیر تو فتح علی شاہ قاچار نے تقریباً ۱۲۳۸ ہجری میں کی ۔ اور یہ اس کرامت کے ظاہر ہونے کے بعد تھا جو لوگوں کے درمیان مشہور ہوگئی اور بادشاہ اس کی ملکہ اور حکومتی اراکین پر اس کی حقانیت ثابت ہوگئی ۔ اسکی تفصیل بزرگان کی ایک جماعت نے نقل کی ہے جیسے خوانساری نے اپنی کتاب روضات میں ، تنکا بنی نے " قصص العلماء " میں مامقانی نے " تنقیح المقال " میں خراسانی نے " منتخب التواریخ " میں ، قمی نے " فوائد الرضویہ " میں اور دوسروں نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے ۔ خوانساری فرماتے ہیں " ان کی کرامات میں سے ایک جو موجودہ دور میں ظاہر ہوئی اور صاحبان بصیرت میں سے کثیر تعداد نے اپنی آنکھوں سے دیکھی اور دور دراز کے لوگوں نے بھی دیکھ لی وہ یہ ہے کہ ان کا روضہ شریف جو کہ شہر " رے " کے گوشے میں خراب شدہ علاقہ میں واقع تھا میں بارش کی بہتات کی وجہ سے ایک شگاف پڑگیا جب لوگوں نے اس کی تعمیر کی غرض سے اس شگاف کے بارے میں غور کیا تو اس شگاف کے راستے وہ ایک تہ خانے میں پہنچ گئے جو کہ آپ کی دفنگاہ تھا وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک نہایت پاکیزہ و خوبصورت جسد نیم برہنہ لیکن شرمگاہ مستور لحیم و شحیم ہے ناخونوں پر خضاب کے آثار ہیں اور اس کے اطراف میں ان کے خاک خوردہ کفن کے دھاگے

بتیوں کی طرح پڑے ہوئے ہیں ۔ یہ خبر تہران شہر میں پھیل گئی اور بات فتح علی شاہ قاچار اس دور کے بادشاہ ناصرالدین شاہ کے پردادا کے کانوں تک پہنچ گئی ۔ اور یہ تقریباً ۱۲۳۸ھ کی بات ہے ۔ پس بادشاہ نیک اندیش بذات خود اس واقعہ کو بچشم خود دیکھنے کے لئے حاضر ہوئے اور اپنے ملک کے بزرگوں اور علماء کو اس تہ خانے میں بھیجدیا اور یہ فیصلہ اس لئے کیاگیا کہ ان کی مقتدر حکومت کے اراکین نے حکومت کی مصلحت کے برخلاف جانا کہ بادشاہ بذات خود اس تہ خانے میں داخل ہوجائیں ۔ لیکن اس واقعہ کی خبر دینے والوں کی کثرت نے ان پر اس کی سچائی اور صدق کو عین الیقین کے مرحلہ تک پہنچادیا ۔ پس بادشاہ نے اس شگاف کو پر کرنے اور اس روضہ کی تعمیر نو کرنے اور روضہ کو بہترین زینوں کے ساتھ آراستہ کرنے کا حکم صادر کردیا ۔ اور میں بذات خود اس واقعہ کے بعض عینی شاہدوں سے ملاقات کرچکا ہوں ۔ ہمارے بعض بزرگ اساتذہ جو دین و دنیا کے سردار تھے اس حکایت اور واقعہ کو نقل کرتے تھے ۔

مامقانی نے اس واقعہ کو عدل و سچائی اور امانت کے پیکر سید ابراہیم لواسانی تہرانی قدس سرہ کی کتاب تنقیح المقال جلد ۳ صفحہ ۱۵۵ سے نقل کیا ہے ۔

کمال الدین و تمام النعمہ

یہ کتاب اپنے موضوع میں نہایت رسا اور اپنے باب میں ممتاز ہے اور اس موضوع میں اس کتاب سے زیادہ کامل تر، شیریں تر اور پر کشش تر کوئی اور کتاب دیکھی نہیں گئی ہے ۔ علماء متقدمین اور متاخرین میں سے کسی کی تالیف بھی اس کتاب کی مانند نہیں ہے جبکہ اس موضوع میں نہایت فکر انگیز اور گہری کتابیں کثرت سے لکھی گئی ہیں ۔ نہ ہی اس کتاب کے مؤلف کی تیز فہمی اور سمجھ بوجھ ان میں ہے ۔ ان کے محکم آراء اس میں چمکتے نظر آتے ہیں اور اس کے صفحات میں ان کے علوم کی بجلیاں چمکتی ہوئی نظر آتی ہیں ۔ علم میں ان کی برتری اور دسترسی پر ان کی خوش بیانی اور تمہید کی خوش اسلوبی دلالت کرتی ہیں ۔ اس کتاب میں امامؑ غائب کی شخصیت ، آپؑ کے وجود ، آپؑ کی غیبت اور جو کچھ آپؑ سے متعلق ہے کے بارے میں تجزیہ و تحلیل کے ساتھ بحث کرتے ہیں ۔ اور یہ سب کچھ معصومینؑ سے وارد احادیث کے ذریعہ ثابت کئے گئے ہیں ۔ اس میں امامؑ کے مخالفین اور منکرین سے مقابلہ کرتے ہیں اور ان کے شبہات اور شک اندازیوں کو روشن براہین اور محکم دلائل کے ذریعہ باطل قرار دیتے ہیں ۔ منکرین کی رد میں طویل بحث کی ہے اور اس میں آپؑ کی امامت اور غیبت کو ثابت کرنے کے سلسلے میں ہمہ گیر بحث کی ہے ۔ اور دلائل سے ہمکنار مدعا کو قرآن کی آیات اور پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؑ کی برگزیدہ عترت کی احادیث سے پائیدار ترین بناکر پیش کرتے ہیں اس کتاب میں انہوں نے اس موضوع کے بارے میں جو کچھ نقل ہوا ہے اور لوگوں کے درمیان شہرت پاگیا ہے خواہ وہ صحیح ہو یا ضعیف ، حسن ہو یا غیر حسن سب کو جمع کیا ہے ۔ لیکن مقام استدلال میں صحیح ، اجماعی اور متواتر احادیث کا ہی

سہارا لیا ہے۔

اس کتاب میں انہوں نے ایک سے زیادہ مقامات پر جیسا کہ صفحہ ۵۰۱ اور ۶۰۶ میں روایات کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے " یہ حدیث اور اس جیسی احادیث جو معمرین وغیرہ سے منقول ہیں ان چیزوں میں شامل نہیں ہیں جن کے ذریعے غیبت کی صحت ثابت کی جائے کیوں کہ غیبت کی سچائی اور درستی میرے نزدیک پیغمبرؐ خدا اور ائمہؑ کی ان احادیث اور روایات سے ثابت ہے جس طرح احادیث سے دین اسلام، اس کی شریعت اور اس کے احکام ثابت ہیں۔

اس کتاب کی طباعتیں

یہ کتاب دو بار ایران میں طبع حجری کے ساتھ چھپی اور ایک بار طبع حروفی کے ساتھ نجف اشرف میں چھاپی گئی اور ایک بار ترجمہ کے ساتھ چھاپی گئی اور یہ ساری طباعتیں نقص، تحریف اور غلطیوں سے بھری ہوئی ہیں اور ان کی ایک سطر پر بھی اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

کتاب کی تصحیح میں جن اصولوں پر تکیہ کیا گیا

کتاب کی تصحیح اور اس کے تقابل میں ہم نے اس کے سات قلمی نسخوں پر اعتماد کیا اور اب ہم آپ کو ہر ایک کے بارے میں بتائیں گے۔

۱۔ قیمتی قلمی نسخہ جس کی لال روشنائی کے ساتھ تصحیح کی گئی ہے حاشیہ سے پُر ہے۔ جس میں سے اکثر رجال کے بارے میں ہے۔ یہ نسخہ ۴۵۱ صفحات پر مشتمل ہے ہر صفحہ میں ۲۰ سطور اور اسکا سائز ۲۰ X ۱۵ سینٹی میٹر ہے۔ دو جزء ہیں جبکہ جلد ایک ہے۔ اس کے جزء اول کے اختتام کی تاریخ شب پنجشنبہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۰۷۹ ھ ق ہے اور دوسرے جزء کا خاتمہ بروز اتوار ۹ رجب المرجب ۱۰۸۱ ھ ق ہوا ہے۔ اس کے کاتب ابو طالب محمد بن ہاشم بن عبداللہ الحسینی فتال ہیں اس قلمی نسخہ کا چھ نسخوں کے ساتھ موازنہ کیا گیا ہے۔ کاتب نے موازنہ کی تاریخ ۱۰۸۱ ھ لکھی ہے۔ جیسا کہ اس کی پشت پر یوں تحریر ہے۔

"وہ نسخے جن کے ساتھ اس نسخے کا موازنہ کیا گیا ہے۔"

۲۔ نفیس تصحیح شدہ قلمی نسخہ جس کی کتابت مختلف ہے۔ ایک نسخہ سے نقل کیا گیا ہے اور اسی کے ساتھ موازنہ کیا ہے۔ اس کی کتابت اور موازنہ سے فراغت کی تاریخ جمعرات کی سہ پہر ۴ صفر المظفر ۹۶۰ ھ ہے یہ ۶۸۷ صفحات اور ہر صفحہ ۱۹ سطور پر مشتمل ہے اور اس کا سائز ۲۰ X ۱۵ سینٹی میٹر ہے۔ یہ ایک ہی جلد ہے لیکن دو حصوں پر مشتمل ہے

اس کے کاتب جیسا کہ اس کے دونوں حصوں کی پشت پر تحریر ہے ابراہیم بن محمد الحسینی ہیں ۔ اس کے اول سے ایک ورقہ گر گیا ہے ۔

۳ ۔ قیمتی قلمی نسخہ جو حصہ اول کے آخر سے کتاب کے خاتمہ تک ہے اس کا دوسرا حصہ ۲۶۵ صفحات ، ہر صفحہ ۲۱ سطروں میں اور سائز ۲۱ X ۱۲ سینٹی میٹر ہے ۔ اس کا کاتب فضل اللہ بن حسین تائینی ہے ۔ اس کی تاریخ ماہ جمادی الآخر ۱۰۷۸ ھ ق ہے ۔

یہ تینوں نسخے اس عمومی لائبریری کے ہیں جس کو آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی دام ظلہ نے قائم کیا ہے ۔

۴ ۔ ایک نفیس تصحیح شدہ اور اعراب سے مزین نسخہ جو حاشیوں سے پُر ہے یہ ایک جلد میں دو حصوں پر مشتمل ہے یہ نسخہ عالم ، کامل ، فاضل میرزا حسن مصطفوی تبریزی دام مجدہ ساکن تہران کی لائبریری کا ہے یہ پانچسو (۵۰۰) صفحات اور ہر صفحہ ۲۵ سطور پر مشتمل ہے اور ۳۲ X ۱۸ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے ۔ اس کا کاتب ، تصحیح کنندہ ، موازنہ کرنے والا اور حاشیہ لکھنے والا ابن صفی الدین محمد احمد حسینی قمی ہے ۔ تاریخ فراغت بروز اتوار ۱۴ محرم الحرام ۱۰۹۰ ھ اس کے شروع اور درمیان کے کچھ اوراق گر چکے ہیں ۔

۵ ۔ نہایت قیمتی قدیمی نسخہ جس پر تاریخ درج نہیں ہے ۔ یہ عالم کامل محقق ماہر شیخ عبدالرحیم ربانی شیرازی ساکن قم مقدسہ کی کتابوں کے خزینے کا حصہ ہے ۔ یہ ایک جلد میں تاریخ اور کاتب کے نام کے بغیر ہے ۔ ۱۲۷ صفحات ، ۱۳ سطروں اور ۲۶ X ۵ ، ۱۹ سینٹی میٹر میں ہے اس کے اول سے ایک ورقہ اور درمیان سے چند اوراق غائب ہیں ۔

۶ ۔ نفیس نسخہ نستعلیق رسم الخط میں ہے اور یہ کتاب علل الشرائع کے ساتھ ایک جلد میں ہے ۔ یہ ہمارے عظیم استاد سید جلال الدین ارموی جو محدث کے نام سے مشہور ہیں کی لائبریری سے متعلق ہے یہ ۲۶۶ صفحات ۲۶ سطروں میں اور ۳۰ X ۲۰ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے ۔ اس کی تاریخ ماہ شعبان المعظم ۱۰۶۹ ھ ہے اس کی کتابت کا ذکر نہیں ہے ۔

۷ ۔ نہایت قیمتی طلائی نسخہ جو خط نستعلیق سے مزین ہے اس کے عناوین لال روشنائی سے لکھے گئے ہیں یہ فاضل صاحب ذکاوت حاجی باقر ترقی ، خدا انہیں ہمیشہ تائیدات سے ہمکنار رکھے کے خزینہ کتب میں سے ہے ۔ یہ ایک جلد میں دو حصوں پر مشتمل ہے ۔ ۵۳۲ صفحات ۱۸ سطروں میں ۲۴ X ۱۵ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے ۔ اس کا کاتب محمد معصوم انجو حسنی حسینی ہیں ۔ اس کے جزاول پر یہ تاریخ لکھی ہوئی ہے : بروز بدھ ماہ رجب المرجب ۱۰۵۴ ھ اور جزدوم پر روز سنیچر ۱۸ ماہ رمضان المبارک ۱۰۵۴ ھ لکھا ہے ۔

ایک مطبوعہ نسخہ اور بھی ہے جو ہمارے استاد جناب ربانی صاحب کا ہے ۔

اس کے کاتب جیسا کہ اس کے دونوں حصوں کی پشت پر تحریر ہے ابراہیم بن محمد الحسینی ہیں ۔ اس کے اول سے ایک ورقہ گر گیا ہے ۔

۳ ۔ قیمتی قلمی نسخہ جو حصہ اول کے آخر سے کتاب کے خاتمہ تک ہے اس کا دوسرا حصہ ۲۶۵ صفحات ، ہر صفحہ ۲۱ سطروں میں اور سائز ۲۱ X ۱۲ سینٹی میٹر ہے ۔ اس کا کاتب فضل اللہ بن حسین تائینی ہے ۔ اس کی تاریخ ماہ جمادی الآخر ۱۰۷۸ ھ ق ہے ۔

یہ تینوں نسخے اس عمومی لائبریری کے ہیں جس کو آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی دام ظلہ نے قائم کیا ہے ۔

۴ ۔ ایک نفیس تصحیح شدہ اور اعراب سے مزین نسخہ جو حاشیوں سے پُر ہے یہ ایک جلد میں دو حصوں پر مشتمل ہے یہ نسخہ عالم ، کامل ، فاضل میرزا حسن مصطفوی تبریزی دام مجدہ ساکن تہران کی لائبریری کا ہے یہ پانچسو (۵۰۰) صفحات اور ہر صفحہ ۲۵ سطور پر مشتمل ہے اور ۳۲ X ۱۸ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے ۔ اس کا کاتب ، تصحیح کنندہ ، موازنہ کرنے والا اور حاشیہ لکھنے والا ابن صفی الدین محمد احمد حسینی قمی ہے ۔ تاریخ فراغت بروز اتوار ۱۴ محرم الحرام ۱۰۹۰ ھ اس کے شروع اور درمیان کے کچھ اوراق گر چکے ہیں ۔

۵ ۔ نہایت قیمتی قدیمی نسخہ جس پر تاریخ درج نہیں ہے ۔ یہ عالم کامل محقق ماہر شیخ عبدالرحیم ربانی شیرازی ساکن قم مقدسہ کی کتابوں کے خزینے کا حصہ ہے ۔ یہ ایک جلد میں تاریخ اور کاتب کے نام کے بغیر ہے ۔ ۱۷ صفحات ، ۱۳ سطروں اور ۲۶ X ۱۹.۵ سینٹی میٹر میں ہے اس کے اول سے ایک ورقہ اور درمیان سے چند اوراق غائب ہیں ۔

۶ ۔ نفیس نسخہ نستعلیق رسم الخط میں ہے اور یہ کتاب علل الشرائع کے ساتھ ایک جلد میں ہے ۔ یہ ہمارے عظیم استاد سید جلال الدین ارموی جو محدث کے نام سے مشہور ہیں کی لائبریری سے متعلق ہے یہ ۲۶۶ صفحات ۲۶ سطروں میں اور ۳۰ X ۲۰ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے ۔ اس کی تاریخ ماہ شعبان المعظم ۱۰۶۹ ھ ہے اس کی کتابت کا ذکر نہیں ہے ۔

۷ ۔ نہایت قیمتی طلائی نسخہ جو خط نستعلیق سے مزین ہے اس کے عناوین لال روشنائی سے لکھے گئے ہیں یہ فاضل صاحب ذکاوت حاجی باقر ترقی ،خدا انہیں ہمیشہ تائیدات سے ہمکنار رکھے کے خزینہ کتب میں سے ہے ۔ یہ ایک جلد میں دو حصوں پر مشتمل ہے ۔ ۵۳۲ صفحات ۱۸ سطروں میں ۲۴ X ۱۵ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے ۔ اس کا کاتب محمد معصوم انجو حسنی حسینی ہیں ۔ اس کے جز اول پر یہ تاریخ لکھی ہوئی ہے : بروز بدھ ماہ رجب المرجب ۱۰۵۴ ھ اور جز دوم پر روز سینچر ۱۸ ماہ رمضان المبارک ۱۰۵۴ ھ لکھا ہے ۔

ایک مطبوعہ نسخہ اور بھی ہے جو ہمارے استاد جناب ربانی صاحب کا ہے ۔

تصحیح اور تحقیق میں میری (علی اکبر غفاری کی) کاوش

آگاہ ہوں کہ میں نے سب سے پہلے اس کے اصلی متون پہلا نسخہ، چوتھا نسخہ اور پانچویں نسخے کی طرف رجوع کیا پھر اس کو اس مطبوعہ نسخہ کے ساتھ موازنہ کیا جس کا ذکر میں نے سب سے آخر میں کیا ہے اور جس کا موازنہ بعض فضلاء کی کوششوں سے ایک قلمی نسخہ کے ساتھ کیا گیا۔ پھر میں نے باقی نسخوں کے اختلافی مواد کی طرف رجوع کیا اس سلسلے میں بحار الانوار نیا ایڈیشن حروفی طبع کی طرف بھی کثرت سے رجوع کیا۔ اور ان اصلی متون کے مطابق اس کتاب کو صحیح اور مکمل پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

لیکن سابقہ مطبوعہ نسخے خواہ وہ حجری طبع ہو یا حروفی۔ خواہ وہ ترجمہ شدہ ہوں یا غیر ترجمہ شدہ یہ نہایت ناقابل اعتماد، تحریفات، غلطیوں، لفظی خطاؤں اور نقص سے پُر ہیں ان کی ایک سطر پر بھی مجھے اعتماد نہیں ہے۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مؤلف کا مقدمہ جو کتاب کے ایک بڑے حصہ پر مشتمل ہے، گو کہ ایک خالص علم کلام کی بحث ہے لیکن علم کلام کے ماہرین کی روش سے ہٹ کر ہے اور نسخوں میں اس بارے میں کافی اختلاف ہے۔ اس حصہ کی تصحیح کے سلسلے میں میرے جلیل القدر استاد سید ابوالحسن مرتضوی موسوی دام ظلہٗ العالی نے میری مدد کی ہے۔ میں ان کے حسن تعاون اور مدد کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

صرف اس حصہ کے لئے میں نے ہر موضوع کا ایک عنوان قرار دیا ہے تاکہ پڑھنے والا اس ہدف اور غرض سے آگاہ ہو جائے جو اس میں موجود ہے اور موضوع کو پہچاننے کے لئے ایک راہ بن سکے اور یہ اس لئے کیا گیا تاکہ بحث و تحقیق کرنے والوں کا وقت کتاب کے موضوعات اور اغراض کو تلاش کرنے میں ضائع نہ ہو جائے۔

رجال احادیث کے صحیح طور پر تحریر کرنے کے سلسلے میں ان نسخوں میں جہاں بھی مجھے خطا اور غلطی کا احساس ہوا وہاں میں نے تصحیح کی اور حاشیہ کتاب میں اس کا تذکرہ کیا تاکہ علم رجال سے ناواقف بعض لوگ اس کو دیکھ کر مجھ پر غلطی اور بے توجہی کا الزام نہ لگائیں جبکہ میں حق پر ہوں۔

کتاب کی تحقیق کی بات تو ایسی ہے کہ اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ شہود و عیاں سے سب پر واضح ہے۔ پس اے معزز قاری اس کتاب کو پیش کرنے کے سلسلے میں میری کاوشوں کے اس نتیجہ کو کم تر نہ سمجھیں خدائے پاک و منزہ ہی جانتا ہے کہ میں نے اس کی ترتیب میں کتنی زحمتیں اٹھائی ہیں اور اس کی غلطیوں کو صحیح کرنے میں کتنی مشقتیں اٹھائی ہیں۔ لہذا اگر کسی سہو کا مورد آئے تو مصحح کو سرزنش کرنے میں عجلت سے کام نہ لیں۔ کیونکہ

اس نے تو اس کو نکھار نے میں اپنی کوشش مبذول کی ہے لیکن طباعت کی غلطیاں تو ایسی ہیں کہ اس سے بچاؤ نہیں ہے۔اور اس سلسلے میں اس طباعت کے ایک صفحہ کو اس سے قبل چھپنے والی کتابوں سے مقابلہ کرنا اس بات کے لئے کافی ہے کہ آپ حقیقت سے آگاہ ہوجائیں اور جو زحمتیں میں نے اٹھائی ہیں اس کا آپ کو احساس ہوجائے۔

خاتمہ میں خدائے پاک و منزہ کی بارگاہ میں تضرع سے معمور دستِ سوال دراز کرتا ہوں اور اس سے اس کی قبولیت کا طلبگار ہوں بے شک وہ بہترین عطا کرنے والا اور اکرم ترین مسئول ہے۔

دین و علم کا خادم

علی اکبر غفاری

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علیٰ محمد وآلہ الطاہرین

ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو یکہ و یکتا اور فرد ہے ۔ بے نیاز ، حیّ ، قادر ، علیم و حکیم ہے ۔ وہ مخلوقات کی صفت سے پاک ، برتر اور بالاتر ہے ۔ صاحب جلالت و اکرام اور فضل و مقام ہے اٹل مشیت اور کامل ارادہ کا مالک ہے اس جیسا کوئی نہیں ۔ اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے ۔ آنکھیں اس کے ادراک سے قاصر ہیں اور وہ آنکھوں کو درک کرلیتا ہے اور وہ مہربان اور نہایت باخبر ہے ۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا اور لاشریک ہے ۔ ہر چیز کا خالق ہر چیز کا مالک ہر چیز کا مقرر کرنے والا ، ہر چیز کو عدم سے وجود میں لانے والا اور ہر چیز کا پروردگار ہے ۔ اور یہ کہ وہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور فیصلہ کرنے میں عدل کرتا ہے اور قسط پر حکم کرتا ہے ۔ عدل و احسان اور ذی القربیٰ کے حق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے اور فحشاء و منکر اور ظلم سے منع کرتا ہے ۔ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں دیتا اور اس کی طاقت سے بڑھ کر اس پر بوجھ نہیں ڈالتا اور اسی کے پاس حجتِ بالغہ ہے ۔ اگر وہ چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت کردے ۔ دارالسلام کی طرف لوگوں کو پکارتا ہے ۔ اور جسے چاہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کردیتا ہے ۔

عقوبت اور سزا دینے میں جلد بازی نہیں کرتا اور حجت اور برہان کی وضاحت کرنے اور اپنی نشانیاں اور تنبیہ پیش کئے بغیر عذاب نہیں دیتا ۔ اپنے بندوں سے ان موارد میں عبادت اور بندگی نہیں مانگتا جنہیں ان کے لئے بیان نہیں کیا ہے اور انہیں اس کی اطاعت کرنے کا حکم نہیں دیتا جس کو اس نے ان کے لئے منصوب نہیں کیا ہے ۔ اور اپنی اطاعت کے سلسلے میں انہیں ان کے حال و اختیار اور رائے پر نہیں چھوڑا ہے اور اپنی خلافت کے سلسلے میں انہیں اختراع و ایجاد کرنے کا اختیار نہیں دیا ہے ۔ بہت ہی بلند ہے اس کی ذات ان باتوں سے ۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندہ ، رسول اور امین ہیں ۔ اور آپؐ نے اپنے رب کی طرف سے کماحقہ تبلیغ کی ہے ۔ اور اس کی سبیل اور راہ کی طرف حکمت اور نیک موعظہ کے ذریعہ دعوت دی ہے ۔ اور کتاب پر عمل کیا ہے اور اس کے اتباع کرنے کا حکم دیا ہے ۔ اور اس کے ساتھ اور اپنے بعد ائمہ اطہار صلوات اللہ علیہم کے ساتھ متمسک رہنے کی وصیت کی ہے ۔ اور یہ کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے جب تک آپؐ کے حضور حوض کوثر پر وارد نہ ہوں ۔ اور مسلمانوں کا ان دونوں کو تھامے رکھنا واضح دلیل کی بنیاد پر راہ مستقیم کی اساس پر اور روشن دین پر مبنی ہے ۔ جس کی شب دن کی مانند اور باطن ظاہر جیسا ہے ۔ اور کوئی ایسا برہان اور کوئی ایسی حجت آپ نے نہیں چھوڑی جس کی راہ نہ بتائی ہو اور مسلمانوں کے لئے اس پر دلیل قائم نہ کی ہو تاکہ رسولوں کے بھیجنے

کے بعد لوگوں کے لئے اللہ کے حضور کوئی ایسی حجت و دلیل اور قابل قبول عذر باقی نہ رہے ۔ تاکہ جو ہلاکت پائے وہ بھی دلیل واضح کے بعد ہی ہلاک ہو اور جو زندگی پائے وہ بھی روشن دلیل سے زندگی پائے ۔

اور گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً کوئی انسان مومن یا مومنہ نہیں بن سکتا جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی امر میں فیصلہ کریں اور وہ اس امر میں اپنا اختیار اور مرضی اپنائے ۔ اور بے شک اللہ جو چاہے خلق کرتا ہے اور جو چاہے اختیار کرتا ہے ۔ اور وہ لوگ ایمان لا ہی نہیں سکتے جب تک رسولؐ کو اپنے تنازعات میں حاکم اور فیصلہ کرنے والا نہ بنادیں اور اس کے بعد جو کچھ آپؐ نے فیصلہ کیا اس پر ان کے نفسوں میں تنگی نہ ہو اور اس کے سامنے اس طرح سر تسلیم خم کریں جو تسلیم کرنے کا حق ہے اور یقیناً جو شخص کسی حرام کو حلال اور کسی حلال کو حرام کردے یا کسی سنت کو بدل دے یا کسی واجب کو کم کردے یا کسی شرعی حکم کو بدل دے یا کوئی بدعت ایجاد کرے تاکہ اس کے ذریعے اس کی پیروی ہوجائے اور لوگوں کے رخ اس طرف موڑ دے تو اس نے اپنے آپ کو خدا کا شریک قرار دیا ہے اور جس نے ایسے شخص کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کے علاوہ ایک اور پروردگار کے ہونے کا دعویٰ کردیا اور وہ خدا کے غضب کا مستحق ٹھہرا اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کی منزل اور ٹھکانا بہت ہی برا ہے ۔ اس کے اعمال ضائع کئے گئے اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا ۔ اور درود ہو محمدؐ اور آپؐ کی پاکیزہ آل پر ۔

شیخ فقیہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی اس کتاب کے مصنف نے کہا (خدا اپنی اطاعت میں ان کی مدد کرے) مجھے اس کتاب کو تالیف کرنے پر جس چیز نے آمادہ کیا وہ یہ ہے کہ جب میں (امام) علی بن موسیٰ الرضا صلوات اللہ علیہ کی زیارت کے شرف سے سرفراز ہوا تو میں نیشاپور واپس آیا اور وہاں ٹھہرا ۔ میں نے دیکھا (شیعوں میں سے) میرے پاس آنے جانے والوں کی اکثریت کو غیبت کے موضوع نے حیران کر رکھا ہے ۔ اور حضرت قائم علیہ السلام کے بارے میں ان کے دلوں میں شبہ داخل ہوگیا ہے اور صحیح نظریات اور معیاروں کو تسلیم کرنے کی راہ سے ہٹ گئے ہیں ۔ پس انہیں حق کی طرف ہدایت کرنے اور صحیح راستہ کی طرف پلٹانے کے لئے میں نے پیغمبر خداؐ اور ائمہ صلوات اللہ علیہم سے منقول روایت کے ذریعہ اپنی کوششیں شروع کردیں یہاں تک کہ بخارا سے فضل و علم اور ذکاوت کے مالک ایک بزرگ ہمارے پاس قم میں تشریف لائے ۔ ان کی دیانت ، مضبوط رائے اور روش کی درستگی کی بناء پر مجھے ان سے ملاقات کی بہت تمنا تھی اور ان کے دیدار کا میں بہت مشتاق تھا ۔ اور وہ شیخ نجم الدین ابو سعید محمد بن الحسن بن محمد بن احمد بن علی بن صلت قمی تھے خدا ان کی توفیق کو جاری رکھے ۔ میں اور میرے والد ان کے جد محمد بن احمد بن علی بن صلت (خدا ان کی روح کو پاکیزہ بنادے) سے روایت نقل کرتے تھے اور ان کے علم و عمل، زہد و فضیلت اور عبادت کے بارے میں بتاتے تھے ۔ احمد بن محمد بن عیسیٰ اپنی تمام فضیلتوں اور بزرگیوں کے ساتھ ابو طالب عبداللہ ابن صلت قمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے اور عبداللہ بن صلت باقی رہے یہاں تک کہ محمد بن الحسن صفار سے

ان کی ملاقات ہوئی اور ان سے روایت نقل کی ۔ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے رفیع و اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھنے والے ان شیخ سے ملاقات کرائی تو میں نے اس ملاقات کو آسان بنانے اور ان کی اخوت سے مجھے سرفراز کرنے اور ان کی محبت اور خلوص سے نواز نے پر ان کا شکر ادا کیا ۔ ایک دن انہوں نے مجھ سے بات چیت کے دوران ایک ایسے آدمی سے اپنی ملاقات کے بارے میں بتایا جو بخارا کے بڑے فلاسفر اور منطقین میں سے تھا اور حضرت قائم علیہ السلام کے بارے میں اس کے ایک قول کو نقل کیا جس نے آپؑ کے بارے میں حیرت اور شک و شبہ میں ڈالدیا تھا آپؑ کی غیبت کے طولانی ہونے اور آپؑ کے بارے میں اخبار منقطع ہونے کی بناء پر ۔ پس میں نے آپؑ کے وجود کے بارے میں کچھ حقائق بیان کئے اور آپؑ کی غیبت کے بارے میں پیغمبر خداؐ اور ائمہ علیہم السلام سے کچھ روایت نقل کیں جس سے ان کے نفس کو سکون ملا اور ان کے دل میں جو شک و شبہ اور تردد داخل ہوا تھا وہ زائل ہو گیا ۔ اور جو کچھ روایاتِ صحیح میں سے انہوں نے مجھ سے سنا اس کو بغور سنا اور تہ دل سے تسلیم کرلیا ۔ اور مجھ سے درخواست کی کہ میں اس بارے میں (ان کے لئے) ایک کتاب تصنیف کروں ۔ میں نے ان کی اس درخواست کو مان لیا اور ان سے وعدہ کیا کہ جب اللہ تعالیٰ میرے لئے اپنے وطن اور قرار گاہ " رے " کی طرف لوٹنے میں آسانی کردے تو میں روایات میں سے جو کچھ چاہتا ہوں ان کو یکجا کروں گا ۔

ایک رات جب کہ میں اپنے اہل و عیال و برادران اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں ، جن کو میں اپنے پیچھے چھوڑ آیا تھا کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور خواب دیکھا کہ گویا میں مکہ میں بیت اللہ الحرام کا طواف کر رہا ہوں اور ساتویں شوط کے ساتھ میں حجراسود کے قریب ہوں اور اس کے پاس پہنچ کر اسے بوسہ دے رہا ہوں اور یہ کہہ رہا ہوں " میں نے اپنی امانت ادا کردی اور عہد و میثاق پوری کردی تاکہ تو عہد پر وفا کرنے پر گواہ بنے " لتنے میں ہمارے آقا صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ کے کعبہ کے دروازے پر اسیتادہ حالت میں دیدار سے شرفیاب ہوتا ہوں ۔ دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے اور فکر و پریشانی کی حالت میں آپؑ میرے چہرے سے میری دلی کیفیت سے باخبر ہوجاتے ہیں ۔ میں نے آپؑ کو سلام کیا آپؑ نے مجھ کو سلام کا جواب دیا اور پھر فرمایا کیوں غیبت کے بارے میں ایک کتاب تصنیف نہیں کرتے تاکہ تمہارے ہم و غم کو دور کردے ؟ میں نے عرض کیا اے فرزندِ رسولِ خدا میں نے غیبت کے بارے میں کئی کتابیں تصنیف کی ہیں ۔ آپؑ نے فرمایا اس روش پر نہیں میں حکم دیتا ہوں تمہیں کہ اب ایک ایسی کتاب تصنیف کرو غیبت کے بارے میں اور اس میں انبیاء علیہم السلام کی غیبتوں کا ذکر کرو ۔ اس کے بعد آپ صلوات اللہ علیہ تشریف لے گئے ۔ اب جو نیند سے میں چونکا تو طلوع فجر تک دعا و گریہ و زاری اور تفرع میں گزارا ۔ جب صبح ہو گئی تو ولیِ خدا اور اس کی حجت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کتاب کی تالیف کا آغاز کردیا ۔ درحالیکہ خدا سے مدد چاہتا ہوں اس پر توکل اور بھروسہ کرتا ہوں اور اپنی کوتاہی پر استغفار کرتا ہوں ۔ اور میری توفیق صرف اللہ کی جانب سے ہے اسی پر میرا

کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کرے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے۔" اور اگر خلافت کا معاملہ نبوت ہی ہوتا تو اس آیت کی رُو سے اللہ عزوجل پر واجب ہوتا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی مبعوث فرماتا اور اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد صحیح نہ ہوتا کہ **و خاتم النبیین** (سورۃ احزاب آیت ۴۰) اور (محمدؐ) تمام نبیوں کا خاتم ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل کا وعدہ غیرِ نبوت کے بارے میں ہے اور ثابت ہوا کہ خلافت ایک صورت میں نبوت سے مختلف ہے اور کبھی کوئی غیر نبی خلیفہ بن سکتا ہے لیکن نبی سوائے خلیفہ کے نہیں ہو سکتا۔

ایک اور معنیٰ یہ ہے کہ اللہ عزوجل اپنی مخلوقات کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دے کر منافق کے نفاق اور مخلص کے خلوص کو ظاہر کرنا چاہتا تھا جیسا کہ زمانہ اور خبر نے ان دونوں کے چہروں سے پردہ ہٹا دیا ان دونوں سے مراد خدا کے ملائکہ اور شیطان ہیں۔ اور اگر یہ معنیٰ لئے جائیں کہ امام اور پیشوا کو چننے کا اختیار اس کے سپرد کر دیا جاتا جس کے دل میں برائی اور کھوٹ ہے تو زمانہ اس کو بے نقاب نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس صورت میں منافق اسی کو چن لے گا جو اس کے نفس، اس کی اطاعت کرنے اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ پس اس صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ دلوں میں مخفی اور پوشیدہ نفاق، خلوص یا حسد اور دوسری پوشیدہ بیماریوں تک پہنچ جائیں۔ ایک اور بات یہ ہے کہ الفاظ اور کلمات متکلم اور مخاطب کے رتبے کے اعتبار سے برتری اور فضیلت حاصل کرتے ہیں۔ ایک آدمی کا اپنے غلام سے بات کرنا اس بات سے بالکل مختلف ہوتا ہے جو وہ اپنے مولا سے کرتا ہے۔ یہاں مخاطب اللہ عزوجل ہے اور سامعین اس کے ملائکہ اول سے آخر تک ہیں۔ اور عمومیت رکھنے والے ایک لفظ میں ایک عمومیت رکھنے والی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے جس طرح ایک خصوصیت رکھنے والے لفظ کی مصلحت بھی خاص ہوتی ہے۔ اور عمومیت رکھنے والی شے کا ثواب اس چیز کے ثواب سے زیادہ عظیم ہے جو خاص ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر توحید پر ایمان لانا جو تمام مخلوقات خدا پر مشتمل ہے یہ فریضہ حج، زکاۃ اور شریعت کے دوسرے ابواب سے مختلف ہے کیونکہ یہ چیزیں خاص ہیں۔ پس اللہ عزوجل کا یہ ارشاد کہ "جب تمہارے پروردگار نے ملائکہ سے کہا بے شک میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس میں توحید کے معانی میں ایک معنیٰ مضمر ہے کیونکہ یہاں پر بھی لفظ کو عموم ہی لایا گیا ہے۔ اور جب ایک لفظ معنیٰ میں دوسرے لفظ کے قریب ہوجائے تو اگر دونوں کے معنیٰ ایک ہوں تو جو ایک لفظ کا لازمہ ہوگا وہ دوسرے کا بھی لازمہ ہوگا۔ یہاں اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ اس کی مخلوقات میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اس کی وحدانیت کا اقرار کریں گے اور اس کی اطاعت کریں گے اور اس گروہ کے ایسے دشمن بھی ہوں گے جو ان پر الزامات لگائیں گے اور ان کی حرمت کو پامال کریں گے اور خدائے عزوجل انہیں بزور اور جبراً روک لیتا تو خلقت کی حکمت پوری نہ ہوتی اور جبر و اکراہ ثابت ہوجاتا اور یوں ثواب و عقاب اور عبادات کا تصور بھی باطل ہوجاتا۔

اورجب یہ صورت ناممکن ہوئی تو ضروری ہوا کہ وہ اپنے اولیاء اور دوستوں کا دفاع اس صورت سے کرے کہ جس سے عبادات اور ثواب کا تصور باطل نہ ہوجائے اور وہ صورت حدود کا قائم کرنا تھی۔جیسے اعضاء کا قطع کرنا، پھانسی پر چڑھانا، قتل کرنا، قید کردینا اور حقوق کو لے لینا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ " سلطان اور حاکم جتنا قرآن منع کرتا ہے اس سے زیادہ منع نہیں کرتا۔ اور اس بات کی طرف اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **لاانتم اشد رھبة فی صدورھم من اللہ** (سورۃ حشر آیت ۱۳) " (مومنوں) تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں خدا سے بڑھ کر ہے " پس ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک خلیفہ منصوب کرے جو دشمنوں کے ہاتھوں کو اپنے دوستوں تک پہنچنے سے روک لے اور وہ اس طرح سے کہ اس کے ساتھ ولایت اور سرپرستی پر کوئی اعتراض نہ آئے کیونکہ ولایت اسے نہیں ملتی جس نے حقوق سے غفلت برتی ہو اور واجبات کو ادا نہ کیا ہو اور عقلی لحاظ سے اس کا معزول کرنا ضروری ہو۔ اور اللہ تعالیٰ ایسی بات سے بہت بلند و بالا ہے۔ اور خلیفہ ایک مشترک معنیٰ رکھنے والا اسم ہے اس لئے کہ اگر کوئی شخص ایک مسجد بنالے اور اس میں اذان نہ دے بلکہ اس میں ایک شخص کو مؤذن معین کرلے تو یہ شخص مؤذن ہی کہلائے گا لیکن اگر اس میں کچھ دن خود اذان دے پھر اس میں ایک شخص کو مؤذن مقرر کرلے تو دوسرا شخص اس کا خلیفہ اور جانشین کہلائے گا۔یہی صورت معقولات اور معارف کے بارے میں بھی جاری ہوجاتی ہے مثلاً جب صاحب دیوان خراج یہ کہے کہ یہ شخص میرا جانشین ہوگا تو وہ شخص صرف خراج کی وصولیابی میں اس کا جانشین ہوگا قاصد (کے ذریعے) اور ظلم سے لی جانے والی چیزوں کی وصولیابی میں نہیں۔ کہ یہی بات قاصد اور ظلم سے لی جانے والی چیزوں کے لینے والے کے بارے میں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ خلیفہ مشترک اسماء میں سے ہے۔ اور اللہ کی صفات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے مظالم کے سلسلے میں اپنے دوستوں کے لئے عدل و انصاف فراہم کرے۔ پس اس سلسلے میں اپنے خلیفہ کو اختیار سپرد کردیا۔ اس بناء پر خلافت اور جانشینی کا معنیٰ اس منتخب پر اطلاق ہوا اور معبود اور الوہیت میں شریک ہونے کا معنیٰ درست نہیں۔ اور اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا۔ **یاابلیس مامنعک ان تسجد لما خلقت** (سورۃ ص آیت ۷۵) " اے ابلیس کس چیز نے تجھے روکا کہ تو اس کو سجدہ نہ کرے جسے میں نے خلق کیا " اس کے بعد ارشاد ہوا **بیدی استکبرت** جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے (پیدا کیا) تو نے تکبر کیا اور اس سے بہانہ اور عذر ختم ہوجاتا ہے اور یہ وہم و گمان رفع ہوجاتا ہے کہ وہ ایسا خلیفہ ہے جو اللہ کی وحدانیت میں اس کا شریک بنا ہے۔ پس اللہ کا ارشاد یہ تھا کہ " تمہیں یہ معلوم ہونے کے بعد کہ اس کو اللہ نے خلق کیا ہے تو کس چیز نے سجدہ کرنے سے باز رکھا۔ اور پھر کہا " **بیدی استکبرت** " یہ لغت میں کبھی نعمت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور اس پر اللہ کی دو نعمتیں ایسی تھیں جس نے بہت سی نعمتوں کو سمیٹ لیا تھا۔ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے۔ **واسبغ علیکم نعمه ظاھرة و باطنة** (سورۃ لقمان آیت ۲۰) " اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کردیں۔ اور دو نعمتیں ایسی تھیں کہ انہوں نے اتنی نعمتوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا کہ

وہ ناقابل شمار ہیں۔ پھر اس پر طرز تحکم کو سخت کرلیا **بیدی استکبرت** جیسا کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ تم میری ہی تلوار سے مجھ سے جنگ کرتے ہو۔ اور میرے تیر سے مجھ پر وار کرتے ہو۔ اور یہ طرز گفتار قبیح اور برا بھلا کہنے میں زیادہ بلیغ اور رسا ہے۔ پس اللہ عزوجل کا یہ ارشاد " اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں ایک متشابہ کلام ہے اور اس کی تشابہ کی ایک صورت یہ ہے کہ جاہل کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ عزوجل ان باتوں میں جو اس پر مشتبہ ہوجاتی ہیں اپنی مخلوق کے ساتھ مشورہ کرتا ہے اور صاحب دلیل جبکہ وہ اللہ کے افعال کے محکم ہونے اور اس کی جلالت پر دلیل رکھتا ہے کے نزدیک اللہ کی ذات اس سے بلند و بالا ہے کہ اس پر کوئی بات مشتبہ ہوجائے یا کوئی صورت اس کو عاجز بنادے۔ کیوں کہ وہ ذات ایسی ہے کہ آسمانوں اور زمین پر کوئی شے اسے عاجز اور ناتواں نہیں کرسکتی۔ پس اس آیت متشابہ کو سمجھنے کی راہ وہی راہ ہے جو اس جیسی دوسری متشابہ آیات کے لئے متعین ہے یعنی ان کو محکم آیات کی طرف پلٹایا جائے گا جس سے یقین حاصل ہوجائے اور نادان اور کفر والحاد کی طرف جانے والوں کے لئے کوئی بہانہ نہ رہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ " جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں " اس معنیٰ پر دلالت کرتا ہے کہ وہ انہیں ایک عظیم اطاعت جو توحید سے منسلک ہے کی طرف ہدایت کررہا ہے۔ جس کے ذریعہ اللہ عزوجل سے ہر قسم کی خواہشات نفس کی پیروی، ظلم، حقوق کا ضائع ہونا اور ہر وہ چیز جس سے ولایت غیر صحیح ہو کی نفی ہوجائے۔ پس اس صورت میں حجت کامل ہوجاتی ہے اور کسی کے لئے حق سے غفلت برتنے کی صورت میں کوئی عذر اور بہانہ باقی نہیں رہتا۔

ایک اور بات یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ جان لے کہ اس کا ایک بندہ اطاعتوں میں سے ایک چیز میں اپنی مرضی کے ساتھ عبادت کرتا ہے، تاکہ اس کے ذریعہ بندگی حاصل ہو اور ثواب کا مستحق ٹھہرے اور اللہ اس سلسلے میں چشم پوشی اختیار کرے۔ ایسی صورت میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پھر تو مخلوقاتِ اول سے آخر تک کے تمام حقوق کے سلسلے میں بھی اللہ تعالیٰ کی چشم پوشی کا امکان موجود ہے جبکہ اللہ اس چیز سے بلند و بالاتر ہے۔ پس حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ذمہ دار کے لئے عظیم ثواب ہے اور جب کوئی غور و فکر کرنے والا اس پر فکر کرے گا اس کے بعض جزیات تک پہنچ جائے گا کیونکہ اس کی عظمت اور شان کی بلندی کی وجہ سے رب تک پہنچنا ناممکن ہے۔ اور ان میں سے ایک معنیٰ جو اس کا ایک جزء ہے وہ یہ کہ امام عادل کے سبب سے چیونٹی، مچھر اور تمام حیوانات بھی سعادت سے ہمکنار ہوجاتے ہیں اور اس پر دلالت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد **وماارسلنک الارحمة للعالمین** (سورۃ انبیاء آیت ۱۰۷) " اور ہم نے نہیں بھیجا آپؐ کو مگر عالمین کے لئے رحمت بناکر " اور اس قول کی تائید کرتا ہے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد جو حضرت نوحؑ کی داستان میں ہے **فقلت استغفروا ربکم انه کان غفاراً. یرسل السمآء علیکم مدراراً** (سورۃ نوح آیت ۱۰۔۱۱) " پس آپؑ نے کہا اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ بہت مغفرت

کرنے والا ہے ۔ وہ آسمان سے تم پر مینہ برسائے گا ۔ اور مینہ اور بارش سے انسان اور ہر حیوان بہرہ مند ہوتا ہے ۔ اور یہ اللہ کے دین کی طرف دعوت کرنے والے اور حق اللہ کی طرف ہدایت کرنے والوں کے سبب سے نازل ہوتا ہے ۔ پس ثواب اور نوازش اپنی مقدار سے ہے اور عقوبت اور سزا بھی اس کے ساتھ عناد اور سرکشی کرنے والوں کے لئے اپنے حساب سے ہے ۔ اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ امام کی احتیاج اس لئے ہے تاکہ کائنات باقی رہے ۔

اس کتاب میں، میں نے اس معنیٰ کی طرف اشارہ کرنے والی روایات کو اس باب میں نقل کیا ہے جس کا عنوان ہے " وہ سبب اور علت جس کی وجہ سے وجود امام کی طرف احتیاج ہے "۔

خدائے عزوجل کے سوا کسی کو بھی خلیفہ چننے کا اختیار نہیں ہے

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد **واذ قال ربک للملائکہ انی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ** ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۰) " اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں " یہاں " جاعل " پر تنوین ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے مخصوص کردیا ہے ۔ اور اسی کے ساتھ اس کا ارشاد ہے **انی خالقٌ بشراً من طین** (سورۃ ص آیت ۷۱) " اور میں گارے سے بشر بنانے والا ہوں " یہاں بھی " خالق " کو تنوین کے ساتھ لایا ہے اور اس کو اپنے لئے صفت قرار دیا ہے ۔ اس بناء پر جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اپنے لئے امام اور پیشوا انتخاب کرنے کا حق رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ پہلے گارے سے ایک بشر بھی پیدا کرے ۔ پس جب یہ چیز اس کے لئے ممکن نہیں ہے تو دوسرا بھی اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہے ۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی منبع سے ہیں ۔

ایک اور معنیٰ یہ ہے کہ ملائکہ اپنی فضیلت ، برتری اور عصمت کے باوجود امام کے انتخاب کے لئے اہلیت نہیں رکھتے یہاں تک کہ اس امر عظیم کو اللہ تعالیٰ ہی نے سرانجام دیا اور اس کے ذریعہ اپنی تمام مخلوقات پر یہ حجت قائم کردی کہ دیکھو انتخاب امام میں تمہارے لئے کوئی سبیل اور راہ نہیں ہے ۔ اس لئے کہ ملائکہ کے لئے اپنے خلوص ، صفا ، وفاداری اور عصمت کے باوجود اس سلسلے میں کوئی راہ اور سبیل نہیں ہے ۔ جبکہ آیات کثیرہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح کی ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے **بل عباد مکرمون لایسبقونہ بالقول وھم بامرہٖ یعملون** (سورۃ انبیاء آیت ۲۶ ۔ ۲۷) " بلکہ وہ مکرم بندگان ہیں قول میں اس پر سبقت نہیں لیتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور دوسری جگہ ارشاد ہے **لایعصون اللہ ماامرھم ویفعلون مایومرون** (سورۃ تحریم آیت ۔ ۶) " جو کچھ اللہ حکم دیتا ہے اس میں نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ انہیں حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں "

اور پھر انسان کے اندر نقص عقل اور نادانی اور جہالت کے ہوتے ہوئے وہ کس طرح اس عظیم کام کو صحیح طور پر انجام دے سکتا ہے ۔ دیکھئے امامت کے علاوہ احکام جیسے نماز ، زکوۃ ، حج وغیرہ کے سلسلے میں بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز

اس کی مرضی اور منشاء پر نہیں چھوڑی ہے تو یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ تمام احکام اور تمام حقائق کی جامع سب سے اہم چیز کو ان کے سپرد کردے۔

ہر زمانہ میں ایک ہی خلیفہ کی ضرورت

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں "خلیفہ" اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک ہی خلیفہ ہوگا اور اس سے ان لوگوں کا یہ قول باطل ثابت ہو جاتا ہے جو بات کرتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں کئی اماموں کا ہونا ممکن ہے۔ جبکہ اللہ نے صرف ایک ہی پر اکتفا کیا ہے۔ اور اگر ان لوگوں کی وہ دلیل صحیح ہوتی جو چند اماموں کے ہونے پر انہوں نے قائم کی ہے تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی ایک پر اکتفا نہ کرتا اور ہمارا دعویٰ ان کے دعویٰ کے مقابلہ میں ہے اور قرآن ہمارے دعویٰ کو ترجیح دے رہا ہے نہ کہ ان کے قول کو۔ اور اگر دو کلام ایک دوسرے کے مد مقابل میں ہوں اور قرآن ان میں سے ایک کو ترجیح دے تو ترجیح پانے والا قول ہی قابل تسلیم ہے۔

وجودِ خلیفہ کی ضرورت

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں "**واذ قال ربک للملائکہ** (سورۃ بقرہ آیت ۳۰) " اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا" جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو خطاب کیا ہے جہاں ارشاد فرماتا ہے **ربک** " یعنی تیرے پروردگار نے " یہ بہترین دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس معنیٰ کو آپ کی امامت میں قیامت تک جاری رکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے زمین امت محمدیؐ کے لئے خدا کی حجت سے کبھی خالی نہیں رہتی اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں **ربک** یعنی "تیرے پروردگار" کہنے کی کوئی حکمت اور مصلحت نہ ہوتی اور ضروری ہوتا کہ وہ لفظ **ربھم** یعنی ان (ملائکہ) کے پروردگار استعمال کرتا اور جو حکمت اللہ تعالیٰ گذشتہ نسلوں کے لئے اختیار کرتا ہے وہی حکمت بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے بھی انتخاب کرتا ہے۔ اور اس کی حکمت اور مصلحت میں زمانے کے گزرنے اور گردش ایام کی وجہ سے تبدیلی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ ذات عزوجل عدل و حکمت والی ہے اس کا اپنی کسی مخلوق کے ساتھ کوئی خاص نسبت اور رشتہ نہیں ہے اور وہ اس سے پاک اور منزہ ہے۔

عصمتِ امام کی ضرورت

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد " اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا بے شک میں زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہوں" کے لئے ایک معنی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بناتا مگر اس کو جس کے باطن اور اندرون میں

طہارت اور پاکیزگی ہو ، تاکہ وہ خیانت سے دور رہے ۔ کیونکہ اگر کسی ایسے کو انتخاب کرے جس کا اندرون پاک اور طاہر نہ ہو تو اس نے (نعوذباللہ) اپنی مخلوقات کے ساتھ خیانت کی ۔ جیسے اگر کوئی دلالی کرنے والا کسی تاجر کو کوئی قلی دیدے اور وہ قلی اس کے ساتھ خیانت کرے تو اس صورت میں دلالی کرنے والا خائن ہوگا پس کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرے جبکہ اس کا ارشاد ہے ۔ اور اس کا قول حق ہے ۔ **ان اللہ لایھدی کیدالخائنین** ۔ (سورۃ یوسف آیت ۵۲) " بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کے مکر کو چلنے نہیں دیتا " اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ادب تعلیم فرما رہا ہے اپنے اس قول کے توسط سے کہ **ولا تکن للخائنین خصیماً** ۔ (سورۃ نساء آیت ۱۰۵) " اور دغابازوں کی حمایت میں کبھی بحث نہ کرنا پس کیوں کر اور کیسے ممکن ہے کہ وہ اس کام کو کر ڈالے جسے خود نہیں کرتا ہے ۔ جبکہ اس نے یہود کو ان کے نفاق کے سبب سے برا بھلا کہا ہے ۔ اور ارشاد فرمایا ہے ۔ **اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتب . افلاتعقلون** ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۴۴) " کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھلا دیتے ہو جبکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے "

اور اللہ تعالیٰ کے قول میں " اور جب تمہارے پروردگار نے ملائکہ سے کہا " میں زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہوں " غیبت امام علیہ السلام کے بارے میں ایک محکم دلیل ہے اور وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا " میں زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہوں " اس کلام کے ساتھ ایک چیز کو واجب قرار دیا اور وہ یہ ہے کہ سب کے سب اس کی اطاعت کے معتقد ہوجائیں ۔ اور دشمن خدا " شیطان " نے اس لفظ سے نفاق کو اپنے دل میں جگہ دی اور اسے پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ اسی کی وجہ سے وہ منافق بن گیا اور یہ تھا کہ جب بھی اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا جائے میں اس کی مخالفت کروں گا ۔ پس اس کا نفاق بدترین نفاق تھا کیونکہ وہ پیٹھ پیچھے کا نفاق ہے ۔ اس بناء پر وہ تمام منافقین میں سب سے زیادہ ذلیل و خوار ہوگیا ۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کو اس (خلافت قائم کرنے) کے بارے میں بتایا تو ان کے دلوں میں اس کی اطاعت پر اعتقاد تھا اور وہ اس کے مشتاق تھے اور اسی کو اپنے دل میں پنہاں کئے ہوئے تھے بالکل اس چیز کے متضاد جو شیطان اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھا ۔ اس بناء پر ملائکہ کے رتبے اور درجات میں دسیوں گنا اضافہ ہوگیا جتنا دشمنِ خدا کو ذلت اور حقارت کی مذلت سے دوچار ہونا پڑا ۔ پس پیٹھ پیچھے کی اطاعت اور اتباع زیادہ ثواب اور مدح و تعریف کا باعث ہے ۔ کیونکہ ایسی اطاعت شبہ اور مغالطہ سے دور ہے ۔ اور اسی لئے رسولِ خداؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا " جو شخص اپنے بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے دعا کرے تو آسمان سے ایک فرشتہ اسے ندا دیتا ہے کہ تیرے لئے بھی اس کی مثل ہوگی "

اور اللہ تعالیٰ نے تاکید کی ہے اپنے دین کی ایمان بالغیب پر اور کہا ہے **ھدی للمتقین . الذین**

یومنون بالغیب ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۲ ۔ ۳) "(قرآن) ہدایت ہے متقین کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں"۔ پس غیب پر ایمان لانا صاحب ایمان کے لئے عظیم ترین ثواب کا باعث ہے کیونکہ ایسا ایمان ہر قسم کے عیب و شک و شبہ سے خالی ہے اس لئے کہ خلیفہ کی بیعت اس وقت جب وہ سامنے ہو تو بیعت کرنے والے کے بارے میں یہ وہم و گمان ہوتا ہے کہ شاید یہ اس کی اطاعت کسی مفاد یا مال کی خاطر کر رہا ہے یا قتل وغیرہ کے خوف سے ایسا کر رہا ہے جیسا کہ دنیا والے اپنے اپنے بادشاہوں کی اطاعت اسی بناء پر کرتے ہیں جبکہ غیب پر ایمان لے آنا ان تمام باتوں سے محفوظ اور مبرا ہے اور ان جیسے عیبوں سے پاک ہے ۔ اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے **فلما راوا باسنا قالوا امنا باللہ وحدہ وکفرنا بما کنا بہ مشرکین ۔ فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راوا باسنا** ۔ (سورۃ مومن آیت ۸۴ ۔ ۸۵) "پس جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو کہنے لگے ہم خدائے یکتا پر ایمان لے آئے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے اس سے نامعتقد ہوئے لیکن جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے تو ان کے ایمان نے ان کو کوئی نفع نہیں دیا" اور جب اطاعت گزار بندوں کو ایمان بالغیب حاصل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کو بھی ثواب سے محروم نہیں رکھا ۔ روایت میں آیا ہے کہ فرشتوں سے اللہ تعالیٰ کا یہ کلام حضرت آدمؑ کی خلقت سے سات سو سال پہلے ہوا تھا ۔

اور اس مدت میں ملائکہ کو اطاعت کا ثواب اپنے اپنے حساب سے ملتا رہا ہے ۔ اور اگر کوئی شخص اس روایت کا اور اس میں مذکورہ مدت کا منکر ہو جائے تو اس صورت میں اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ ایک لمحہ کے لئے غیب کا قائل ہو جائے اور ایک لمحہ بھی مصلحت اور حکمت سے خالی نہیں رہتا ۔ اب جہاں ایک لمحہ اور ساعت میں ایک حکمت اور مصلحت ہو وہاں دو لمحوں اور دو ساعتوں میں دو حکمتیں ہیں اسی طرح لمحات اور ساعات میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں ۔ اور جتنا وقت اور مدت میں اضافہ ہوتا جائے گا اتنا ہی ثواب میں اضافہ ہوتا جائے گا اور جتنا ثواب میں زیادتی ہوگی اتنا ہی اللہ کی رحمت سے پردے اٹھ جائیں گے اور اس کی عظمت اور جلالت پر دلالت کرے گی ۔ اس بناء پر یہ روایت بالکل صحیح ہے کیونکہ اس میں حکمت اور ثواب کی تائید ہے اور حجت کی تبلیغ ہے ۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا میں زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہوں ۔ کئی پہلوؤں اور صورتوں سے امام علیہ السلام کی غیبت پر دلائل موجود ہیں ۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ وجود سے قبل کی غیبت اپنی نوعیت میں سب سے کامل غیبت ہے کیونکہ ملائکہ نے اس سے قبل کسی خلیفہ کو نہیں دیکھا تھا ، لیکن ہم نے بہت سے خلفاء کو دیکھا ہے جن کے بارے میں قرآن نے ہمیں بتایا ہے اور روایات بھی متواتر ہیں جس سے یہ مشاہدہ کی صورت تک پہنچ چکی ہے ۔ اور ملائکہ نے ایک کو بھی نہیں دیکھا تھا پس اس بناء پر اس وقت کی غیبت اپنی نوعیت میں سے سب سے اکمل و اعلیٰ تھی دوسری بات یہ ہے کہ وہ

غیبت اللہ ہی کی طرف سے تھی اور موجودہ غیبت کا سبب اللہ کے دشمن ہیں ۔ پس جب اس غیبت کی بناء پر جو کہ اللہ کی جانب سے تھی اس کے فرشتے اطاعت گزار اور عبادت گزار بن سکتے ہیں تو اس غیبت کے بارے میں جو کہ اللہ کے دشمنوں کی وجہ سے ہے کہ بارے میں کیسا گمان اور خیال ہونا چاہیئے ۔ اور امام کی غیبت میں ایک خالص عبادت موجود ہے جبکہ اس غیبت میں موجود نہیں تھی اور یہ اس لئے کہ امام غائب علیہ السلام اپنے حق کے سلسلے میں مغلوب، مجبور اور مزاحمت کے شکار ہیں جنہیں بزور مغلوب کیا گیا ہے اور دشمنان خدا کی طرف سے ان کے پیروکاروں پر خونریزی، غارتِ اموال، احکامِ الہیٰ کا معطل کرنا، یتیموں پر ظلم و ستم کرنا، صدقات کو تبدیل کرنا اور ان جیسے مظالم جو پوشیدہ نہیں ہیں ڈھائے جارہے ہیں ۔ اور جو شخص آپؑ کی حجت اور ولایت پر ایمان لے آیا تو وہ آپؑ کے ساتھ اجر اور جہاد میں شریک ہے اور جس نے آپ کے دشمنوں سے بیزاری اور برائت کی ۔ اور آپ کے دوستوں کے لئے آپؑ کے دشمنوں سے بیزاری اور برائت میں اجر و ثواب ہے اور آپ کے دوستوں کی آپ سے دوستی اور ولایت کا اجر ملائکہ کے اپنے اس امام غائب جو عدم سے وجود میں نہیں آیا تھا پر ایمان لانے کے اجر سے بہت زیادہ ہے ۔ اور اللہ نے حضرت آدمؑ کی خبر اس لئے دی تھی تاکہ ان کی توقیر اور تعظیم ہوجائے اور ملائکہ ان کی فرمانبرداری کریں اور ان کی اطاعت کا ارادہ کرلیں ۔

اس کی مثال ہمارے پاس عرف عام میں یوں ہے کہ ایک بادشاہ اپنے دوستوں کے پاس ایک خط یا ایلچی اس پیغام کے ساتھ بھیجتا ہے کہ میں تمہارے پاس آنے والا ہوں تاکہ وہ لوگ اس کے استقبال کے لئے تیار ہوجائیں اور اپنے اپنے تحائف اس کے سامنے پیش کریں ۔ اس طرح کہ اس کی خدمت کرنے میں کوتاہی کا ہر قسم کا عذر ان کے لئے باقی نہ رہے ۔

اسی طرح اللہ عزوجل نے خلیفہ کی جلالت اور مرتبت کو آشکار کرنے کے لئے اس کے تذکرہ سے خلقت کی ابتداء کی ۔ اب خلیفہ کا معاملہ بعد میں آنے والوں کے لئے بالکل ویسا ہی ہے جیسا پہلے والوں کے لئے تھا ۔ پس جب بھی اس نے اپنے کسی خلیفہ کو اس دنیا سے اٹھایا اپنی مخلوقات کو اس کے بعد آنے والے خلیفہ کی پہچان ضرور کرائی ۔ اور اس بات کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے کہ **افمن کان علی بینة من ربه و یتلوه شاهد منه** ۔ (سورۃ ھود آیت ۱۷) "بھلا جو لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے بینہ (روشن دلیل) رکھتے ہوں اور ایک گواہ اس کی جانب سے اس کے بعد آئے گا ۔" یہاں پروردگار کی طرف سے بینہ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور وہ گواہ جو اس کے بعد آئے گا سے مراد امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے **و من قبله کتب موسیٰ اماماً و رحمة** ۔ (سورۃ ھود آیت ۱۷) " اور اس سے قبل موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت ہے " اور وہ کلام اور قول جو کتاب موسیٰ میں اس معنی پر مکمل طور پر بعینہ دلالت کرتا ہے ۔ یہ ہے **و وعدنا موسیٰ ثلثین لیلة و اتممنها بعشر فتم میقات ربه اربعین لیلة و قال موسیٰ لا خیه**

ھٰرون اخلفنی فی قومی و اصلح و لا تتبع سبیل المفسدین ۔ (سورۃ اعراف آیت ۱۴۲) " اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کی میعاد مقرر کی اور دس راتیں ملا کر اسے پورا کردیا اور اس کے پروردگار کی چالیس رات کی میعاد پوری ہو گئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا میرے بعد تم میری قوم میں میرے جانشین ہو ان کی اصلاح کرتے رہنا اور شریروں کے رستے نہ چلنا ۔"

ملائکہ کو آدم کو سجدہ کرنے کے خدائی حکم کا راز

اللہ عزوجل نے ملائکہ کو آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم ان کی تعظیم کرانے کی خاطر دیا جب انہیں ان لوگوں کی آنکھوں سے غائب رکھا ۔ اور اللہ عزوجل نے انہیں آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم اس وقت دیا جب اپنی حجتوں کی مقدس ارواح کو ان کے صلب میں ودیعت کردیا ۔ پس وہ سجدہ اللہ کے لئے عبادت کے طور پر، آدم کے لئے اطاعت کے طور پر اور ان ارواح کے لئے جو ان کے صلب میں تھیں تعظیم کے طور پر تھا ۔ پس ابلیس نے حسد کی بناء پر آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کردیا کیونکہ آدمؑ کے صلب کو اللہ نے اپنی حجتوں کی امانت گاہ قرار دیا اور اس کے صلب میں ایسا قرار نہیں دیا ۔ پس اپنے حسد اور انکار کی وجہ سے راہ کفر اختیار کی اور اپنے پروردگار کے حکم کو ماننے کے راستے سے ہٹ گیا ۔ اور اس بناء پر جوارِ رب سے مطرود اور بھگایا گیا اس پر لعنت کی گئی اور اسے رجیم (ملعون) نام دیا گیا ۔ کیونکہ اس نے غیبت کا انکار کردیا ۔ اور اس نے آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کے لئے یہ بہانہ پیش کردیا کہ انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین ۔ (سورۃ اعراف آیت ۱۲) " میں اس سے بہتر ہوں تونے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو گارے سے پیدا کیا ہے "۔ پس جو کچھ اس کی قدرتِ بصارت سے پوشیدہ تھا اس کا انکار کردیا اور اس کی تصدیق نہیں کی ۔ اور آدمؑ کا ظاہری بدن جو اس کے لئے قابل مشاہدہ تھا کو بہانہ اور دلیل بنایا ۔ اور اس بات کا انکار کیا کہ اس کے صلب میں کوئی موجود ہے ۔ اور اس پر ایمان نہیں لے آیا کہ آدمؑ کو ملائکہ کے لئے صرف قبلہ بنایا گیا تھا اور فرشتوں کو ان کو سجدہ کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا تھا تاکہ ان ہستیوں کی تعظیم عمل میں آئے جو ان کے صلب میں تھیں ۔ پس اس شخص کی مثال جو حضرت قائم علیہ السلام پر ان کی غیبت کے دنوں میں ایمان لے آتا ہے ان فرشتوں کی مثال ہے جنہوں نے آدم کو سجدہ کرنے کے ذریعے اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی ۔

اور اس شخص کی مثال جو حضرت قائم علیہ السلام کی غیبت کے دنوں میں آپ کے وجود کا انکار کرے شیطان اور ابلیس کی مثال ہے جس نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا ۔ حضرت امام جعفر بن محمد (صادق) علیہما السلام سے اسی طرح روایت کی گئی ہے ۔ اور اس روایت کو بتایا ہمیں محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں کہا کہ بتایا ہمیں محمد بن ابو عبداللہ الکوفی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل برمکی سے انہوں نے جعفر بن عبداللہ الکوفی سے

انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے محمد بن زیاد سے انہوں نے ایمن بن محرز سے انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی تمام حجتوں کے نام بتائے اس کے بعد انہیں جبکہ وہ بصورت ارواح تھے ملائکہ کے سامنے پیش کردیا اور کہا مجھے بتاؤ ان لوگوں کے نام اگر تم سچے ہو اس بات میں کہ تم ہی زمین پر خلیفہ بننے کے آدم علیہ السلام سے زیادہ سزاوار ہو کیونکہ تم تسبیح و تقدیس کرتے ہو۔ انہوں نے کہا پاک و منزہ ہے تیری ذات ہمیں کوئی علم ہی نہیں مگر وہ کچھ جو تو نے ہمیں سکھایا ہے بے شک تو ہی علیم و حکیم ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم بتاؤ انہیں ان لوگوں کے اسماء۔ پس جب آدمؑ نے انہیں بتایا تو وہ ان ہستیوں کی اللہ کے نزدیک عظیم رتبہ اور منزلت سے واقف ہوگئے اور یہ جان گئے کہ وہ لوگ ہی زمین پر اللہ کے خلیفے اور جانشین بننے اور اس کی مخلوقات کے لئے حجت قرار پانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس کے بعد اللہ نے ان ہستیوں کو فرشتوں کی نظروں سے مخفی کردیا اور انہیں ان کی ولایت اور حجت کا حکم دے دیا اور ان سے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہوں اور جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

بتایا ہمیں اس بارے میں احمد بن الحسن القطان نے انہوں نے کہا بتایا ہمیں حسین بن علی السکری نے انہوں نے کہا ہمیں بتایا محمد بن زکریا جوہری نے انہوں نے کہا بتایا ہمیں جعفر بن محمد بن عمارہ نے اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے اور انہوں نے امام جعفر صادق بن محمد علیہما السلام سے روایت کرتے ہوئے۔

اور یہ اللہ عزوجل کا غیبت پر ملائکہ کو فرمانبردار بنانا ہے۔ اور آیت کی ابتداء خلیفہ کی بات سے ہوئی اور جب اس کی انتہا بھی اس کی مانند ہو تو کلام میں ایک ترتیب اور نظم پایا جاتا ہے اور نظم میں حجت اور برہان پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام بتائے جیسا کہ مخالفین کہتے ہیں تو لامحالہ ائمہ علیہم السلام کے نام بھی اس میں شامل ہیں۔ پس جو کچھ ہم نے پہلے کہا تھا اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔ اور اس بات پر سب سے صحیح ترین دلیل یہ ہے کہ جب ملائکہ کو آدم کو سجدہ کرنے کی راہنمائی کی گئی تو لامحالہ اس سے انہیں عبادت مل گئی اور جب یہ عبادت ملی تو حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں وہ کچھ بھی حاصل ہوجائے جو اس کے درجے میں ہے چاہے وہ اسی وقت ہو یا دوسرے اوقات میں ہو کیونکہ اوقات کی تبدیلی سے حکمت میں تبدیلی نہیں آتی نہ ہی حجت بدلتی ہے۔ ان میں اول آخر کی طرح اور آخر اول کی طرح ہے۔ حکمت الہیٰ میں یہ ناممکن ہے کہ وہ ثواب کی کسی قسم سے انہیں محروم رکھے اور ائمہ کے فیض و فضل و کرم میں سے کسی چیز کے بارے میں ان کے ساتھ بخل برتے۔ کیونکہ وہ سب کے سب برابر ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ تمام انبیاء کے بارے میں جب کوئی شخص ان میں سے ایک پر ایمان لے آئے یا ان میں سے ایک گروہ پر ایمان لے آئے اور صرف ایک کا انکار کرے تو اس کا ایمان قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہی بعینہ ائمہ علیہم السلام کے بارے میں ہے اول سے آخر تک سب ایک ہیں اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "ہمارے آخر کا منکر

ایسا ہے جیسا کہ وہ ہمارے اول کا بھی منکر ہے" اور آپؑ نے فرمایا "اگر کوئی شخص زندوں میں سے ایک کا منکر ہوجائے تو وہ تمام اموات کا بھی منکر ہے۔"

اس بارے میں اپنے مقام پر اسی کتاب میں روایت کو سند کے ساتھ ذکر کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں "اور آدم کو تمام اسماء سکھائے" سے مراد ائمہ علیہم السلام کے اسماء ہیں اور اسماء کے بہت سے معانی ہیں اور اس کے معانی میں کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہیں ہے۔ اور اسماء کے اور کوئی وصف دوسرے سے اولیٰ اور برتر نہیں ہے۔ پس یہاں اسماء کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اول سے آخر تک ائمہ علیہم السلام کے تمام اوصاف بتادیئے۔ اور ان کے اوصاف میں سے علم و حلم، تقویٰ، شجاعت، عصمت، سخاوت اور وفاء ہے۔ اور کتاب خدا نے انہیں اوصاف کی نظیر انبیاء علیہم السلام کے اسماء کے ساتھ ذکر کی ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔ **واذکر فی الکتب ابراھیم۔ انه کان صدیقاً نبیاً۔** (سورۃ مریم آیت ۴۱) "اور کتاب میں ابراہیمؑ کو یاد کرو بیشک وہ نہایت سچے نبی تھے"۔

واذکر فی الکتب اسمعیل انه کان صادق الوعد و کان رسولاً نبیاً۔ وکان یامر اھله بالصلوٰۃ والزکوٰۃ و کان عندربه مرضیاً۔ واذکر فی الکتب ادریس انه کان صدیقاً نبیاً و رفعنه مکاناً علیاً۔ (سورۃ مریم آیت ۵۴ تا ۵۷) "اور کتاب میں اسماعیلؑ کا بھی ذکر کرو وہ وعدہ کے سچے اور ہمارے فرستادہ نبی تھے اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا کرتے تھے اور اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے۔ اور کتاب میں ادریسؑ کا ذکر کرو وہ بھی نہایت سچے نبی تھے اور ہم نے ان کو اونچی جگہ اٹھالیا تھا۔"

واذکر فی الکتب موسیٰ انه کان مخلصاً و کان رسولاً نبیاً۔ ونادینه من جانب الطور الایمن و قربنه نجیاً۔ ووھبنا له من رحمتنا اخاه ھرون نبیاً۔ (سورۃ مریم آیت ۵۱ تا ۵۳) "اور کتاب میں موسیٰؑ کا ذکر کرو وہ بے شک مخلص اور نبی مرسل تھے اور ہم نے ان کو طور کی داہنی طرف سے پکارا اور باتیں کرنے کے لئے نزدیک بلایا اور اپنی مہربانی سے ان کو ان کا بھائی ہارون نبی عطا کیا۔"

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی تعریف و تمجید ان چیزوں کے ذریعے کی ہے۔ پسندیدہ خصلتیں اور پاکیزہ اخلاق ان میں موجود تھے۔ اور یہ ان کے اوصاف اور اسماء ہیں اسی طرح اللہ عزوجل نے آدمؑ کو تمام اسماء سکھائے۔

اور اس میں حکمت یہ بھی ہے کہ اسماء سے واقف ہونے اور فرمانبرداری کے عوامل سے آگاہ ہونے کا راستہ صرف اور صرف سننا ہے۔ عقل اس بات کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ اگر کوئی عاقل نزدیک یا دور سے ایک آدمی کو آتے ہوئے دیکھ لے تو اپنی عقل کے ذریعے اس کے نام سے واقف نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے لئے سوائے سماعت کے راستے کے اور کوئی راہ نہیں ہے۔ پس اللہ عزوجل نے بھی خلیفہ کے سلسلے میں عمدہ وسیلہ کو سماعت اور سننا قرار دیا ہے

اور اسی لئے اس نے مخلوقات کے اس سلسلے میں اختیار اور انتخاب کو باطل قرار دیا ہے کیونکہ انتخاب کرنا آراء کے ذریعے ہوتا ہے ۔ اور خلیفہ کی بات اسماء کی بنیاد پر ہے اور اسماء سماعت کی راہ سے ہی قابل شناخت ہیں ۔ پس اس بناء پر امام کے سلسلے میں ہمارا راستہ ہی صحیح ہے کیونکہ ہم نص اور تعین کے ذریعے اطاعت کو ثابت کرتے ہیں ۔ اور تعین اور اشارہ کی بات اللہ کے اس قول میں مضمر ہے کہ **ثم عرضهم علی الملٰئِكة** ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۱) " پھر انہیں ملائکہ کے سامنے پیش کردیا " اور پیش کرنا وجودِ عینی اور اشارہ پر مبنی ہے ۔ اور اسم سماعت پر مبنی ہے تو یوں اشارہ اور نص دونوں کے معنی صحیح ثابت ہوئے ۔

اور لفظ عرض (سامنا کرنا) جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں موجود ہے " پھر انہیں ملائکہ کے سامنے پیش کردیا " کے دو معنی ہیں ایک تو یہ ہے ان کو بذات خود اور صورت میں دکھانا جیسا کہ ہم نے ذر اور اخذ میثاق کے باب کی روایات میں اس کا ذکر کیا ہے ۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے انؑ کو صفت اور نسبت کی راہ سے ملائکہ کے سامنے کردیا جیسا کہ ہمارے مخالفین کا ایک گروہ کا قول ہے ۔ ان دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کا ملائکہ کو ایمان بالغیب لانے کے امر کے معنی حاصل ہوجاتے ہیں ۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ اور کہا کہ **انبئونی باسماء هولاء ان کنتم صادقین** ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۱) " اگر سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ " بہت سی حکمت آمیز باتیں ہیں ۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو یہ اہلیت اور صلاحیت عطا کی کہ وہ ملائکہ کو ائمہ کے اسماء کی تعلیم دیں اور ملائکہ کو اس کا اہل اور قابل قرار دیا کہ وہ آدمؑ سے ان کے اسماء سیکھ لیں پس اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو سکھایا اور آدمؑ نے ملائکہ کو سکھایا ۔ پس آدمؑ کا درجہ استاد اور معلم کا ہے اور فرشتوں کا درجہ شاگرد اور متعلم کا ہے ۔ اور یہ وہ معنی ہے جس کی صراحت قرآن نے کی ہے ۔

اور ملائکہ کا یہ قول **سبحانک لاعلم لنا الا ماعلمتنا انک انت العلیم الحکیم** (سورۃ بقرہ آیت ۳۲) " پاک ومنزہ ہے تیری ذات ہمیں کوئی علم نہیں سوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے اور تو ہی بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے ۔ " اس بات پر بہترین دلیل اور واضح حجت ہے کہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ائمہ کے اسماء اور اوصاف کے بارے میں کچھ کہے مگر یہ کہ وہ اللہ عزوجل کی طرف سے تعلیم کردہ ہو ۔ اور اگر یہ بات کسی کے لئے جائز ہوتی تو اس سلسلہ میں ملائکہ کے لئے زیادہ جائز ہوتی ۔ اور جب انہوں نے خدا کی تسبیح کی تو ان کی تسبیح اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس میں اپنی طرف سے کچھ کہنا توحید کے منافی ہے ۔ کیونکہ تسبیح کا مطلب اللہ عزوجل کی تنزیہ اور اس کو ہر عیب اور نقص سے پاک گردانتا ہے اور قرآن میں تنزیہ کا کوئی ایسا مورد نہیں ہے مگر یہ کہ وہ کسی منکر، ملحد اور توحید کو باطل قرار دینے اور اس میں اعتراض کرنے کے درپے شخص کی بات کے بعد ہی آیا ہے ۔ پس فرشتوں نے اپنی

لاعلمی کے اظہار کے سلسلے میں غرور نہیں کیا اور کہا " ہمیں کوئی علم نہیں " پس جس شخص نے اس چیز کے بارے میں جسے وہ نہیں جانتا اپنے آپ کو عالم ظاہر کردیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اس موقف کے ذریعہ اس پر حجت قائم کردے گا اور وہی دنیا اور آخرت میں اس کے خلاف اللہ کے گواہ اور شاہد ہوں گے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ان کی ناتوانی اور لاعلمیت کے اعتراف کے بعد اس قابل بنا دیا کہ انہیں زبانِ آدمؑ کے ذریعہ صاحب علم بنا دے ۔ اور ارشاد فرمایا **یا آدم انبئھم باسماء ھم** ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۳) " اے آدمؑ انہیں ان کے اسما سے آگاہ کرو "۔

ایک آدمی نے شہر سلام (بغداد) میں مجھ سے کہا ۔ غیبت (قائمؑ) طول پکڑ چکی ہے اور حیرانگی شدت پا چکی ہے ۔ اور مدت کے طویل ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ اطاعت کے عقیدہ سے پھر گئے ہیں تو بتایئے یہ کیا ہے ؟

میں نے اس سے کہا " سابقہ امتوں کی سنتیں اس امت میں ہو بہو اور ایک ایک کرکے جاری ہوجائیں گی جیسا کہ رسول خداؐ سے ایک سے زیادہ روایات میں منقول ہے ۔ اور حضرت موسیٰؑ اپنے پروردگار کے میقات پر چلے گئے تاکہ تیس راتوں کے بعد اپنی قوم کی طرف واپس پلٹیں پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں دس کا اضافہ کردیا اور میقات پروردگار چالیس راتوں میں پوری ہوگئی ۔ مقررہ مدت سے دس دن کی تاخیر اور زیادہ ہونے کو موسیٰؑ کی امت نے اس کوتاہ عرصہ کو بہت زیادہ گردانا اور ان کے دل سخت ہوگئے اور وہ اپنے پروردگار اور حضرت موسیٰؑ کے حکم سے پھر گئے اور ان کے جانشین حضرت ھارونؑ کی نافرمانی کی ، انہیں کمزور بنایا اور قریب تھا کہ انہیں قتل کردیں ۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بیل کی آواز دینے والے ایک بچھڑے کے پتلے کی عبادت کی ۔ اور سامری نے ان سے کہا "یہی تمہارا معبود اور موسیٰؑ کا معبود ہے " اور حضرت ھارونؑ انہیں نصیحت کرتے رہے اور انہیں اس بچھڑے کی عبادت سے منع کرتے رہے ۔ اور فرمایا **ولقد قال لھم ھٰرون من قبل یقوم انما فتنتم بہ و ان ربکم الرحمن فاتبعونی واطیعوا امری ۔ قالوالن نبرح علیہ عکفین حتیٰ یرجع الینا موسیٰ** ۔ (سورۃ طٰہٰ آیت ۹۰ ۔ ۹۱) " لوگوں اس سے صرف تمہاری آزمائش کی گئی ہے اور تمہارا پروردگار تو خدا ہے تو میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو وہ کہنے لگے کہ جب تک موسیٰؑ ہمارے پاس واپس نہ آئیں ہم تو اس پر قائم رہیں گے " **ولما رجع موسیٰ الیٰ قومہ غضبان اسفا قال بئسما خلفتمونی من بعدی اعجلتم امر ربکم والقی الالواح و اخذ براس اخیہ یجرہ الیہ** ۔ (سورۃ اعراف آیت ۱۵۰) "اور جب موسیٰؑ اپنی قوم میں نہایت غصے اور افسوس کی حالت میں واپس آئے تو کہنے لگے تم نے میرے بعد بہت ہی بد اطواری کی ۔ کیا تم نے اپنے پروردگار کے حکم میں جلدی کی اور تختیاں ڈالدیں اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے " اور اس کی داستان بہت ہی مشہور ہے پس یہ تعجب انگیز نہیں ہے کہ اس امت کے جاہل لوگ بھی ہمارے امام زمانہؑ کی مدت غیبت کو طولانی گردانیں اور بغیر کسی بصیرت اور دلیل کے اس چیز سے منہ پھیر لیں جس کے وہ معتقد ہوچکے تھے ۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے درس عبرت حاصل

نہ کریں جہاں ارشاد فرماتا ہے الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ و مانزل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیرمنھم فاسقون ۔ (سورۃ حدید آیت ۱۶) " کیا ابھی تک مؤمنوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد کرنے کے وقت اور جو حق سے نازل ہوا ہے اس کے سننے کے وقت ان کے دل نرم ہوجائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جن کو پہلے کتابیں دی گئی تھیں پھر ان پر طویل زمانہ گزر گیا تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں "۔

پس اس آدمی نے کہا " اس (یعنی حضرت قائمؑ) کے بارے میں اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں کیا نازل فرمایا " میں نے کہا " اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے آلم ذلک الکتب لا ریب فیه ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۱ تا ۳) وہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک ہی نہیں اور ہدایت ہے متقین کے لئے جو غیب پر ایمان لے آتے ہیں " یعنی حضرت قائمؑ اور ان کی غیبت پر ایمان لے آتے ہیں ۔

محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمتہ اللہ علیہ نے ہمیں بتایا اور کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن یحیٰ العطار نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا احمد بن محمد عیسیٰ نے ۔ انہوں نے عمر بن عبدالعزیز سے انہوں نے ایک سے زیادہ افراد سے انہوں نے داؤد ابن کثیر الرقی سے انہوں نے حضرت ابو عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں کہ ، ہدایت ہے متقین کے لئے جو لوگ غیب پر ایمان لے آتے ہیں آپؑ نے فرمایا " اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت قائمؑ کے قیام کا اقرار کرتے ہیں اور اسے حق سمجھتے ہیں ۔

ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن موسیٰؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن ابو عبداللہ الکوفی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا موسیٰ بن عمران النخعی نے اپنے چچا حسین بن یزید سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے یحیٰ بن ابو القاسم سے انہوں نے کہا میں نے جعفرؑ صادق بن محمدؑ سے سوال کیا اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں کہ آلم ذلک الکتب لا ریب فیه ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۱ تا ۳) " وہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک ہی نہیں اور ہدایت ہے متقین کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں " عزوجل کے اس قول کے بارے میں کہ آلم وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ھدایت ہے متقین کے لئے جو غیب پر ایمان لے آتے ہیں ۔ آپؑ نے فرمایا " متقین علی علیہ السلام کے شیعہ ہیں اور غیب سے مراد حجت غائب ہیں ۔ اور اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ ویقولون لولا انزل علیه آیة من ربه فقل انما الغیب للہ فانتظر وا انی معکم من المنتظرین (سورۃ یونس آیت ۲۰) " اور وہ کہتے ہیں کیوں اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی نازل نہیں ہوتی ۔ کہہ دو کہ غیب تو خدا ہی کا ہے سو تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار

کرنے والوں میں سے ہوں"۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ بتادیا کہ غیب ہی اس کی نشانی ہے اور غیب ہی حجت ہے اور اس کی تصدیق اس آیت سے ہوتی ہے کہ جہاں ارشاد الٰہی ہے کہ **و جعلنا ابن مریم و امه آیة**۔ (سورۃ مومنون آیت ۵۰) "اور ہم نے مریم کے بیٹے اور اسکی ماں کو نشانی قرار دیا یعنی انہیں حجت قرار دیا۔

ہم سے بیان کیا ہمارے والدؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن الحسین ابن ابی الخطابؒ سے انہوں نے ابن محبوب سے انہوں نے علی بن رناب سے انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ سے کہ آپؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں کہ " **یوم یاتی بعض آیات ربک لاینفع نفساً ایمانها لم تکن آمنت من قبل**"۔ (سورۃ انعام آیت ۱۵۹) "ایک دن تمہارے پروردگار کی بعض نشانیاں آئیں گی تو کسی کا ایمان اس وقت فائدہ نہیں پہنچائے گا جو اس سے قبل ایمان نہ لایا ہو"۔ آپؑ نے فرمایا آیات اور نشانیوں سے مراد ائمہ ہیں اور وہ آیت اور نشانی جس کا انتظار کیا جارہاہے وہ حضرت قائمؑ ہیں۔ پس اس دن کسی انسان کا ایمان اسے فائدہ نہیں پہنچائے گا جو اس سے قبل کہ وہ بوسیلہ تلوار قیام کریں ان پر ایمان نہ لے آیا ہو اگرچہ ان سے قبل ان کے آباء طاہرینؑ پر ایمان کیوں نہ لایا ہو۔

اور اللہ عزوجل نے حضرت یوسفؑ کو غیب کا نام دیا جب ان کی داستان اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنائی۔ اور ارشاد فرمایا **ذلک من انباء الغیب نوحیه الیک وماکنت لدیهم اذ اجمعوا امرهم وهم یمکرون** (سورۃ یوسف آیت ۱۰۲) "اور یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپؑ پر وحی کرتے ہیں اور آپؑ ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے (برادران یوسفؑ نے) اپنی بات پر اتفاق کیا تھا"۔ مخالفین میں سے ایک نے اس آیت کے بارے میں مجھ سے بات کی اور کہا: اللہ عزوجل کے اس ارشاد " وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں " سے مراد دوبارہ زندہ کرنا اور قیامت کے حالات ہیں۔ میں نے اس سے کہا: تم نے اپنی اس تاویل میں جہالت سے کام لیا اور اپنے کلام میں گمراہی اختیار کی۔ کیا یہود و نصاریٰ اور بہت سے مشرک اور مخالفینِ دینِ اسلام فرقے قیامت پر اور حشر و نشر، حساب و کتاب، ثواب و عتاب پر ایمان نہیں رکھتے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مومنین کی تعریف ایک ایسی صفت سے کرے جس میں ان کے ساتھ کفر و الحاد کے فرقے شریک ہوں بلکہ اللہ عزوجل نے ان کی تعریف و تمجید ایک ایسی بات سے کی ہے جو انہی کے ساتھ مختص ہے اور ان کے علاوہ کوئی بھی ان کا شریک نہیں ہے۔

حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی معرفت کا واجب ہونا

کسی ایمان والے کا ایمان صحیح نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ اس کے حال سے آگاہ اور واقف ہوجائے جس پر وہ ایمان لا چکا ہے ۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ **الا من شھد بالحق و ھم یعلمون** . (سورۃ زخرف آیت ۸۶) "مگر جو لوگ سمجھ بوجھ کر حق بات کی گواہی دیں" بنا براین اللہ نے لوگوں کی گواہی کی صحت کو قبول نہیں کیا مگر ان کے علم و معرفت کے بعد ۔ پس اسی طرح حضرت مہدی قائم علیہ السلام پر ایمان لانے والے کا ایمان اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا جب تک وہ آپؑ کے متعلق آپؑ کی غیبت کے بارے میں جاننے والا نہ ہو ۔ اور وہ یہ کہ ائمہ علیہم السلام نے آپؑ کی غیبت کی خبر دی ہے اور ان سے منقول روایات میں اس غیبت کے واقع ہونے کو اپنے شیعوں سے بیان فرمایا ہے اور یہ چیزیں کتابوں میں محفوظ ہوگئیں اور کم و بیش غیبت کے واقع ہونے سے دوسو سال قبل کی تالیف شدہ کتابوں میں ثبت و تحریر ہوگئیں ۔ ائمہؑ کے پیروکاروں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے اپنی کتابوں اور روایات میں اس کا تذکرہ نہ کیا ہو اور اپنی تصنیفات میں اس کو ثبت نہ کیا ہو ۔ اور یہ وہ کتابیں ہیں جو شیعیان آل محمدؐ کے نزدیک " اصول" کے نام سے پہچانی جاتی ہیں اور جو غیبت سے مذکورہ عرصہ سے قبل مدون اور محفوظ کرلی گئی ہیں ۔ اور میں نے غیبت کے بارے میں مستند روایات میں سے جو کچھ میرے علم میں آتی تھیں ان کو اس کتاب میں اپنے اپنے مقام پر ذکر کیا ہے ۔

اب ان کتابوں کے مؤلفین کی حالت دو صورتوں سے خالی نہیں ہے یا تو اس وقت جو غیبت واقع ہوئی اس کے بارے میں وہ قبل ازوقت از خود جان گئے اور اس کو اپنی تصنیفات میں اور کتابوں میں لکھ ڈالا جو کہ اصلِ عقل و علم کے نزدیک ناممکن چیز ہے ۔ یا انہوں نے اپنی کتابوں میں ایک جھوٹی پیش گوئی کی بنیاد ڈالی اور پھر اچانک ان کی اس جھوٹی پیش گوئی نے بعینہٖ حقیقت کا جامہ پہن لیا اور جو کچھ ان سب نے ایک دوسرے سے دور ہونے ، نظریات کے مختلف ہونے اور ملکوں کے الگ الگ ہونے کے باوجود گھڑلیا تھا وہ وقوع پذیر ہوا یہ صورت بھی پہلی صورت کی طرح بالکل محال ہے ۔ بنابراین اس بارے میں اس کے سوا کوئی صورت باقی نہیں رہتی کہ ان مؤلفین نے اپنے ائمہؑ جو رسول خداؐ کی وصیت کے محافظ ہیں سے غیب کے تذکرے اور اس کے ایک مقام کے بعد دوسرے مقام اور دیگر مقامات پر وقوع پذیر ہونے کو جس طرح انہوں نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے اور اپنے اصول میں ترتیب و تالیف دی ، اخذ کیا اور اس کو محفوظ کرلیا ۔ پس اسطرح اور ان جیسی دلیلوں سے حق غالب آیا اور باطل مٹ گیا باطل کو تو مٹنا ہی ہے ۔

اور ہمارے دشمنوں اور مخالفین نے جو گمراہ کن ارادے رکھتے ہیں حضرت قائم امامؑ کی غیبت کے بارے میں حق کو ٹھکرانے اور اس کے ساتھ دشمنی کرنے اور اس کی حقانیت پر مشاہدے کی حد تک دیکھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے پردے ڈالنے کا ارادہ کر لیا تاکہ اس طریقہ سے حقیقت ان لوگوں پر مشتبہ ہوجائے جن کی اس بارے میں معرفت مضبوط نہیں اور بصیرت مستحکم نہیں ۔

غیبت کا اثبات اور اس کی حکمت

پس کہوں گا ۔ اور توفیق اللہ کی جانب سے ہے ۔ جب غیبت ہمارے امام زمانہؑ کے لئے واقع ہوئی اس کی حکمت اور مصلحت ثابت ، اس کی حقانیت آشکار اور اس کی دلیل غالب ہے کیونکہ ہم نے اللہ عزوجل کی حکمت کے آثار اور اس کی تدبیر کی صحت کو گذشتہ زمانے میں اسکی سابقہ حجتوں کے رھبران گمراہی کے بارے میں دیکھا ہے اور جان لیا ہے کہ خالی زمانوں میں سرکش لوگ ابھرتے ہیں اور فرعون صفتوں کو غلبہ ملتا ہے ۔ بالکل ویسا ہی جیسا کہ ہمارے زمانے میں ہورہاہے کہ رھبران کفر، جھوٹ ، ظلم اور بہتان کے ذریعہ غالب ہیں ۔ اور وہ اس طرح کہ ہمارے مخالفین نے ہم سے امام زمانہؑ کے وجود کے بارے میں دوسرے گزشتہ ائمہ کی مانند دلیل کا مطالبہ کیاہے ۔ وہ کہتے ہیں " تمہارے بقول ہمارے نبیؐ کی وفات کے بعد سے گیارہ امام گذرے ہیں جن میں سے ہر ایک موجود تھے اور اپنے نام اور ذات سے خاص و عام میں پہچانے جاتے تھے اور اگر وہ اس طرح نہ ہوں تو اس صورت میں تمہارے گذرے زمانے کے ائمہ میں تمہاری دلیل اور تمہارا عقیدہ باطل ہے جس طرح تمہارے اس زمانے کے امام کے بارے میں ہے کہ وہ موجود نہیں ہیں اور ان کا وجود ثابت کرنا بہت ہی مشکل ہے ۔ اس کے جواب میں ، میں یہ کہوں گا اور سب توفیق صرف اللہ کی جانب سے ہے ۔ ہمارے مخالفین ہر زمانے میں گمراہ رہنماؤں کی باطل ادوارِ حکومت میں خدا کی حجتوں کے بارے میں اللہ کی حکمت کے آثار کو نہیں جانتے اور حق کے موارد اور سیدھے راستے سے غافل ہیں کیونکہ یہ ثابت ہوگیاہے کہ باطل کی حکمرانی کے دوران اللہ کی حجتوں کا اپنے اپنے مقام میں ظہور کرنا ممکنہ صورت میں اور اہل زمان کی مصلحت کے مطابق انجام پاتا ہے ۔ پس بنابرایں حجت خدا کا خاص و عام کے درمیان موجود ہونا اولیاء کی تدبیر ہے ۔ پس اگر حالات دوستداروں کی کارسازی کے لئے حجت خدا کے عوام و خواص کے درمیان موجود رہنے کیلئے سازگار ہوں تو اس صورت میں حجت کا ظہور لازمی ہوگا اور اگر دوستداروں کے امور کو چلانے کے لئے حجت خدا کے خواص و عوام میں موجود ہونا ممکن نہ ہو اور اس کا مخفی رہنا حکمت کے لوازمات میں سے ہو اور تدبیر کا تقاضا ہو تو اللہ تعالیٰ معینہ مدت کے آنے تک اس کو مخفی رکھے گا ۔ جیساکہ ہم نے اس سے قبل اللہ کی حجتوں حضرت آدم علیہ السلام کی وفات سے لے کر موجودہ دور تک دیکھا ہے ان میں سے بعض مخفی اور بعض ظاہر تھے اس سلسلے میں روایات نقل ہوچکی ہیں اور کتاب خدا نے بھی ہمیں بتایا ہے ۔

بیان کیا مجھ سے اس بارے میں میرے والدؒ نے ۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا احمد بن محمد بن خالد البرقی نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے اسحاق بن جریر سے انہوں نے عبدالحمید ابن ابی دیلم سے انہوں نے کہا کہ امام جعفر بن محمد الصادقؑ نے فرمایا " اے عبدالحمید اللہ کے کچھ رسول اعلانیہ اور ظاہر ہیں اور کچھ رسول مخفی اور پنہاں میں پس جب بھی تم اس سے ظاہر

رسول کے حق کا واسطہ دیکر سوال کرو تو اس سے مخفیٰ اور پنہاں رسولوں کے حق کا بھی واسطہ دیکر سوال کیا کرو۔"

اور کتاب خدا سے اس کی تصدیق ہوتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے **ورسلاً قد قصصنھم علیک من قبل و رسلاً لم نقصصھم علیک و کلم اللہ موسیٰ تکلیماً۔** (سورۃ نساء آیت ۱۶۴) "اور کچھ رسول وہ ہیں جن کی سرگزشت ہم نے پہلے تمہیں بتادی اور کچھ رسول ایسے بھی ہیں جن کی داستان ہم نے تمہیں نہیں بتائی اور اللہ نے موسیٰ سے تکلم کیا جس طرح تکلم کرنے کا حق ہے۔ حضرت آدمؑ سے حضرت ابراہیمؑ کے ظہور کے وقت تک اللہ کی حجتیں اسی طرح سے وصیوں کی صورت میں ظاہر اور پوشیدہ رہیں اور جب حضرت ابراہیمؑ کے وجود کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو چھپا رکھا اور ان کی ولادت کو پنہاں کردیا۔ کیونکہ ان کے زمانے میں حجت کے ظہور کے امکانات نہیں تھے اور حضرت ابراہیمؑ نے نمرود کی بادشاہت میں اپنے کام کو چھپا رکھا اور اپنی ذات کو ظاہر نہیں کیا۔ اور نمرود حضرت ابراہیمؑ کی تلاش میں رعیت اور اہل مملکت کے ہر نوزائیدہ بچوں کو قتل کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے آپ کو ظاہر کردیا اور اپنے کام کا آشکار کیا۔ اور یہ اس وقت جب غیبت انتہا کو پہنچی اور ان پر واجب اور ضروری ہوگیا اس چیز کا اظہار کرنا جس کا انہوں نے اظہار کرنا تھا تاکہ اللہ کی مشیت اور اس کا ارادہ حجت کے اثبات اور تکمیل دین کے سلسلے میں پورا ہوجائے۔ اور جب حضرت ابراہیمؑ کی وفات کا وقت آیا تو ان کے بھی بہت سے وصی تھے جو اللہ عزوجل کی طرف سے اس کی زمین پر حجت تھے جو وصیت کے وارث تھے یہ بھی کچھ ظاہر بظاہر اور کچھ پنہاں اور مخفیٰ تھے۔ اور یہ سلسلہ حضرت موسیٰ کے وجود کے وقت تک جاری رہا۔ اس وقت فرعون حضرت موسیٰ کی تلاش میں بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچوں کو قتل کیا کرتا تھا جن کی کہانی مشہور ہوگئی تھی اور ان کے آنے کی خبر پھیل گئی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی پیدائش کو مستور رکھا اس کے بعد ان کی والدہ نے انہیں دریا کے حوالے کردیا جیساکہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں اس کی خبر دی ہے۔ **فالتقطہ ال فرعون۔** (سورۃ قصص آیت ۸) "پھر فرعون کے لوگوں نے انہیں اٹھالیا" اور حضرت موسیٰ فرعون کے دامن میں ہی پرورش پارہے تھے اور فرعون ان کو پہچانتا نہیں تھا۔ اور دوسری طرف فرعون انہی کی تلاش میں بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کراتا تھا۔ اور اس کے بعد انہوں نے اپنی دعوت کا اظہار کردیا اور اپنے آپ کو متعارف کرایا اور ان کی سرگزشت وہی ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں بیان کی ہے۔ اور جب حضرت موسیٰ کی وفات کا وقت آگیا تو ان کے بھی بہت سے وصی تھے جو اللہ کی حجت تھے کچھ ظاہر اور کچھ پنہاں اور مخفیٰ اور یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ کے وقتِ ظہور تک جاری رہا۔

پھر حضرت عیسیٰ اپنی پیدائش کے وقت ہی ظاہر اور آشکار ہوگئے۔ انہوں نے اپنی ذات کو مخفیٰ نہیں رکھا کیونکہ ان کا زمانہ ہی ایسا تھا کہ اس زمانہ میں حجت کے اسی انداز میں ظاہر ہونے کے امکانات موجود تھے۔

اس کے بعد ان کے بھی اوصیاء تھے جو اللہ کی حجت تھے اسی طرح اعلانیہ اور مخفیانہ طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے وقت ظہور تک موجود رہے۔ اللہ عزوجل قرآن کریم میں اپنے نبی سے ارشاد فرما رہا ہے **مایقال لک الاماقد قیل للرسل من قبلک** (سورۃ فصلت آیت ۴۳) "تجھے وہی کہتے ہیں جو تجھ سے پہلے سب رسولوں سے کہہ چکے ہیں۔" اور آپؐ سے کچھ نہیں کہا جائے گا مگر وہ جو ہم نے آپ سے قبل کے رسولوں کو کہا تھا۔ پھر اللہ عزوجل نے فرمایا۔ **سنة من قد ارسلنا قبلک من رسلنا** (سورۃ اسراء آیت ۷۷) "ان کی سنت جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا ہمارے رسولوں میں سے"۔ پس ان باتوں میں سے جو آپؐ سے کہی گئی تھیں اور آپؐ سے پہلے آنے والے رسولوں کی سنتیں جو آپ کے لئے بھی لازم قرار پائی تھیں میں سے ایک آپؐ کے لئے اوصیاء مقرر کرنا ہے جس طرح آپؐ سے پہلے آنے والوں کے لئے اوصیاء مقرر کئے گئے تھے۔ بنابرایں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے اوصیاء مقرر کئے اور یہ بتا دیا کہ حضرت مہدی علیہ السلام تمام ائمہ علیہم السلام کے خاتم ہوں گے اور وہ زمین کو قسط و عدل سے بھر دیں گے جس طرح ظلم و جور سے بھری ہوئی ہو گی۔ اس کو پوری امت نے آپؐ سے روایت کیا ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپؑ کے ظہور کے وقت نازل ہوں گے اور آپؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ پس تمام اوصیاء کی پیدائش اور مقامات یکے بعد دیگرے حضرت صاحب الزمان علیہ السلام جن کا انتظار قسط و عدل کی خاطر ہو رہا ہے کی ولادت تک محفوظ کرلی گئیں۔ جس طرح حکمت اور مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ جن حجتوں کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کے وجود غائب رہے۔

اس ملت کے افراد کے خاص و عام میں یہ بات مشہور اور مسلمہ ہے کہ ہمارے امام زمانہ علیہ السلام کے والد حضرت امام حسن ابن علی علیہما السلام کے زمانے کا طاغوت آپؑ کی وفات تک آپؑ کی سخت نگرانی کررہا تھا۔ اور جب آپ علیہ السلام وفات پاگئے تو ان کے متعلقین اہل خانہ پر نگرانی کی جانے لگی اور ان کے مقربین کو قید کردیا گیا اور آپؑ کے نومولود (امام زمانہ) کی سخت تلاش کی جانے لگی۔ اور آپؑ کے اوپر موکل اور نگرانی کرنے والوں میں سے ایک آپؑ کا چچا جعفر (کذاب) تھا جو آپؑ کے والد حضرت امام حسن بن علی العسکری علیہما السلام کا بھائی تھا جس نے اپنے لئے امامت کا دعویٰ کردیا تھا اور یہ امید کرتا تھا کہ امامت کے لئے اس کی آرزو اس کے بھتیجے حضرت صاحب الزماں علیہ السلام کی موجودگی میں پوری ہوجائے۔ اس بناء پر آپؑ کی غیبت میں بھی وہی سنت جاری ہوگئی جو سنتیں ان حجتہائے خدا کے بارے میں جاری ہوئی تھیں جن کا ہم نے ذکر کیا تھا۔ اور آپؑ کی غیبت میں یہی حکمت پوشیدہ ہے جو ان کی غیبت میں پوشیدہ تھی۔

ایک اعتراض کا جواب

ہمارے دشمنوں کا ایک اعتراض یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ کیوں آپ لوگ ان چیزوں کو ائمہ کیلئے ضروری سمجھتے ہیں جو انبیاء کے لئے ضروری ہیں ۔ اور آپ نے یہ بھی انکار نہیں کیا ہے کہ یہ چیزیں انبیاء کے لئے ممکن ہیں اور ائمہ کے لئے ناممکن ۔ درحالیکہ ائمہ انبیاء جیسے نہیں ہیں اس لئے کہ یہ ممکن نہیں کہ ائمہ کا حال انبیاء کے حال جیسا ہو ۔ پس ہمارے لئے ایک مطمئن کرنے والی دلیل پیش کریں کہ وہ چیزیں ائمہ میں ہونا ممکن ہیں جو جن کا انبیاء اور رسولوں میں ہونا ممکن ہے جنہیں آپ لوگوں نے ائمہ کے مشابہ قرار دیا درحالیکہ وہ انبیاء اور رسولوں کے مشابہ نہیں ہیں کیونکہ ہر شکل کا اپنی جیسی شکل اور ہر مثل کا اپنے جیسے مثل سے موازنہ ہوتا ہے پس بنا برایں اس بارے میں تمہارا دعویٰ ثابت ہرگز نہیں ہوگا اور ائمہ کے حال کو انبیاء علیہم السلام کے حال کے ساتھ تشبیہ دینے کے سلسلے میں تمہارا قیاس صحیح نہیں مگر یہ کہ اس پر کوئی مطمئن کنندہ دلیل موجود ہو ۔

اس کے جواب میں کہتا ہوں اور اللہ سے ہدایت کا طالب ہوں ۔ ہمارے دشمن نے جس چیز میں ہم سے معارضہ کیا ہے اس میں جہالت اور نادانی سے کام لیا ہے ۔ اور اگر یہ لوگ تشخیص دینے والے ، غوروفکر اور سوچ و بچار والے ہوتے اور اس کے ساتھ اپنے بزرگوں اور اپنے گزشتہ اسلاف کے بارے میں ہٹ دھرمی اور تعصب کو چھوڑ دیتے تو یقیناً جان لیتے کہ جو کچھ انبیاء کے بارے میں ممکن حالات متصور ہیں اس کا ہو بہو ائمہ کے لئے ہونا ضروری اور واجب ہے ۔ اور وہ اس طرح کہ انبیاء ائمہ کی اصل بنیاد اور ان کا سرچشمہ ہیں اور انبیاء کے جانشین ان کے اوصیاء اور اللہ کی حجت کو قائم رکھنے والے ہیں ان لوگوں پر جو انبیاء کے بعد موجود ہوتے ہیں تاکہ اللہ کی حجتیں اور اس کے حدود اور شرائع باطل نہ ہوں جب تک بندوں پر تکلیف باقی ہے اور حکم کی تعمیل ان پر لازم ہے ۔ ممکن نہیں ہے کہ ائمہ اللہ کی حجت ہوں کیونکہ وہ نبی نہیں ہیں نہ ہی انبیاء جیسے ہیں ۔ اور یہ کہنا بھی ممکن ہوتا کہ اس بناء پر انہیں ائمہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ انبیاء ہی ائمہ تھے اور یہ لوگ تو نبی نہیں ہیں تاکہ انبیاء کی طرح ائمہ کہلا سکیں ۔ اور ان کے لئے یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ جو کچھ رسول خدا فرماتے تھے جیسے جہاد ، امربالمعروف ونہی عن المنکر اور دیگر شریعت کے ابواب یہ لوگ ان کو قائم کریں ۔ کیونکہ نہ تو یہ رسول کے مانند ہیں نہ بذات خود رسول ہیں ۔ اور اسی طرح کے نامعقول اور ناممکن اعتراضات بہت ہی زیادہ ہیں جن کے ذکر سے کتاب طولانی ہوجائے گی ۔ پس جب یہ سارے اعتراضات نامعقول اور باطل ثابت ہوئے تو ہمارے مخالفین کا یہ تعارض اور مزاحمت بھی بذات خود باطل ہوئی ۔

اس کے علاوہ اب ہم ان تمام باتوں کے باوجود انبیاء اور ائمہ کے درمیان شباہت کے واضح اور روشن ہونے کی وضاحت کریں گے ۔ اور اس کے ساتھ خلق خدا پر ان کا حجت ہونا ثابت ہوجائے گا جس طرح انبیاء بندگان خدا پر اس کی

حجت ہیں ۔ اور ان کی اطاعت اس طرح فرض اور لازم ہے جس طرح انبیاء کی اطاعت فرض و لازم ہے ۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے ۔ **اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و الی الا مر منکم** (سورۃ نساء آیت ۵۹) " اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحبان امر ہیں " ۔

پس صاحبان امر، رسول کے بعد آپ کے اوصیاء اور ائمہ ہی تو ہیں جن کی اطاعت اور فرمانبرداری کو اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کا ہم پلہ قرار دیا اور بندوں پر واجب قرار دیا ان کے بارے میں اس فرض کو جس کو اس نے واجب قرار دیا تھا رسول کے بارے میں ۔ جس طرح اس نے بندوں پر واجب قرار دیا رسول کی اطاعت کو اسی طریقہ سے جس طرح اس نے اپنی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے ۔ اس کا ارشاد ہے ۔ " اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی ۔ " اس کے بعد ارشاد فرمایا ۔ **من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ** (سورۃ نساء آیت ۸۰) " جس نے اطاعت کی رسول کی تو اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی ہے ۔ "

اور جب ائمہ علیہم السلام ان لوگوں پر اللہ کی حجت ہیں جنہوں نے فرمان رسولؐ کو رد نہیں کیا اور آپؐ کو نہیں دیکھا اور آپؐ کے بعد دنیا میں آئے جس طرح رسول خود حجت تھے ان لوگوں کیلئے جو آپؐ کے زمانے میں تو موجود تھے لیکن آپؐ کی زیارت نہیں کی تھی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت جس طرح لازم اور فرض ہے اسی طرح ائمہ علیہم السلام کی اطاعت فرض اور لازم ہے ۔ بنابرایں دونوں ایک ہی جیسے ہیں اور جو شباہت ہم نے بتائی تھی وہ صحیح اور درست ثابت ہوئی ۔ اور رسول اللہ ائمہؑ سے افضل ہیں مگر حجت ہونے میں نام، کام اور فرض میں ایک جیسے ہیں ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض رسولوں کو ائمہ کا نام دیا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے ۔ **انی جاعلک للناس اماما** (سورۃ بقرہ آیت ۱۲۴) "یقیناً میں تمہیں لوگوں کا امام قرار دینے والا ہوں" ۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ اس نے انبیاء اور رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت اور برتری عطا کی ہے ۔ ارشاد ہورہا ہے **تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض ۔ منھم من کلم اللّٰہ** ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۲۵۳) " وہ فرستادے جنہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور انہی میں سے کچھ کے ساتھ اللہ نے کلام فرمایا" اور فرمایا ۔ **ولقد فضلنا بعض النبین علی بعض** ۔ (سورۃ اسراء آیت ۵۵) "اور یقیناً ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت اور برتری دی ہے" ۔

پس تمام انبیاء نبوت میں تو ایک جیسے ہیں اگرچہ ان میں سے بعض دوسرے بعض سے افضل ہیں بالکل ویسی ہی ہے انبیاء اور ان کے اوصیاء کے درمیان شباہت اور مماثلت کی صورت ۔ جس نے ائمہ کے حال کو انبیاء کے حال کے ساتھ موازنہ کیا اور انبیاء کے فعل اور اعمال کے ذریعہ ائمہ کے اعمال اور فعل پر دلیل قائم کی تو اس نے بالکل درست موازنہ کیا اور اس کا استدلال بالکل صحیح ہے کیونکہ ہم نے پہلے ہی بیان کیا کہ انبیاء اور اوصیاء میں شباہت موجود ہے ۔

شباہت کے اثبات کی دوسری دلیل

ایک اور دلیل اس حقیقت پر جو انبیاء اور اوصیاء کے درمیان شباہت کے بارے میں ہم نے تشریح کی یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے ۔ **لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة** (سورۃ احزاب آیت ۲۱) "اور تمہارے لئے ہے رسول خدا میں ایک اچھا نمونہ ہے"۔ اور فرمایا ۔ **و ماآتکم الرسول فخذوه و مانهکم عنه فانتهوا** ۔ (سورۃ حشر آیت ۷) "جو کچھ رسول تمہیں دیدے وہ تم لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے اجتناب کرو"۔

بنا برایں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت سے راہنمائی حاصل کریں اور اپنے امور کو اس شکل و صورت میں چلائیں جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چلایا تھا خواہ وہ فعل ہو یا قول ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین میں سے ایک فرمان جو ہماری اس بات کی حقانیت کو ثابت کرتا ہے جو کہ ہم نے انبیاء اور ائمہ کے درمیان شباہت کے وجود کے بارے میں کہی تھی یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا "علیؑ کی منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے ہے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے"۔ پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتادیا کہ علی علیہ السلام تو نبی نہیں ہیں لیکن آپؐ نے ان کو ہارون سے تشبیہ دی جبکہ ہارون نبی اور رسول تھے ۔ (اور) اسی طرح آپؐ نے علیؑ کو بعض دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی تشبیہ دی ہے۔

بیان کیا مجھ سے محمد بن موسی المتوکل رحمتہ اللہ علیہ نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین السعد آبادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبداللہ البرقی نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد محمد بن خالد سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالملک بن ہارون بن عنترہ الشیبانی نے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے انہوں نے عبداللہ بن عباس سے انہوں نے کہا: ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے آپؐ نے فرمایا"جو شخص آدمؑ کو ان کے علم میں اور نوحؑ کو ان کی صلح جوئی میں اور ابراہیمؑ کو ان کے حلم میں اور موسیٰؑ کو ان کی ذہانت میں اور داؤد کو ان کے زہد میں دیکھنا چاہتا ہے تو اس کی طرف دیکھ لے"۔ عبداللہ بن عباس کہتے ہیں جب ہم نے اس طرف دیکھا جس طرف آپؐ نے اشارہ فرمایا تو ہم نے دیکھا کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہماری طرف آرہے ہیں جبکہ اپنے قدموں کو بلند لیکن بغیر غرور وتکبر کے اٹھا رہے ہیں ۔ پس جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ائمہ علیہم السلام میں سے ایک کو انبیاء اور رسولوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے تو یہ دلیل قانع کنندہ اور مطمئن کرنے والی ہے ۔ اور یہ ثابت ہے کہ ہمارے امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے (انبیاء) جن کی غیبت واقع ہوئی ہے سے شباہت رکھتی ہے ۔ اور یہ کہ ہمارے امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت طاغوتوں کی وجہ سے واقع ہوئی ہے اور شاید اس

رہیں گے ۔ رسول خدا ؟ آپؐ نے فرمایا تیس سال۔ تحقیق موسیٰ کے وصی یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے بعد تیس سال زندہ رہے اور ان کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ صفرا بنت شعیب نے بغاوت کی اور یہ کہا کہ میں زیادہ حقدار ہوں تم سے اس امر کے بارے میں ۔ پس انہوں نے اس کے ساتھ جنگ کی اور اس کے ماننے والوں کو قتل کردیا اور اس عورت کو اسیر اور قیدی بنا لیا لیکن اس کے ساتھ اچھا اور نیک سلوک کیا ۔ اور تحقیق ابوبکر کی بیٹی بھی علیؑ کے خلاف بغاوت کرے گی ۔ ایسی ایسی جگہ پر اور اس کے ساتھ میری امت میں سے ایک ہزار آدمی ہوں گے اور وہ علیؑ کے ساتھ جنگ کرے گی اور علیؑ اس کے جنگجوؤں کو قتل کریں گے اور اس کو قیدی بنائیں گے اور اس کے ساتھ نیک سلوک کریں گے اور اسی کے بارے میں اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی ہے ۔ **وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی** ۔ (سورۃ احزاب آیت ۳۳) "اور اپنے گھروں میں نچلی بیٹھی رہو اور اگلے زمانہ جاہلیت کی طرح اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو"۔

یہاں اشارہ صفراء بنت شعیب کی سیرت کی طرف ہے ۔ پس یہ مشابہت ائمہ اور انبیاء کے درمیان اسم وصفت اور مدح و عمل میں ثابت ہوچکی ہے ۔ اس لئے ہر وہ چیز جو انبیاء کے لئے ممکن ہے اس کا ہو بہو ویسا ہی ائمہ کے بارے میں جاری ہونا ممکن ہے ۔ اور اگر حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت کی وجہ سے ان کے وجود کا اس لئے انکار کرنا صحیح ہو کہ ان سے ماقبل آنے والے ائمہ میں سے کسی کے لئے غیبت واقع نہیں ہوئی تھی تو یہ بات لازم آتی ہے کہ ہم حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی بھی غیبت کی وجہ سے ان کی نبوت کا انکار کردیں کیونکہ تمام انبیاء کے لئے ایسا واقعہ پیش نہیں آیا ہے ۔ پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ان کی غیبت کی وجہ سے نشانہ اعتراض نہیں بنتی اور ان کی نبوت ان کی غیبت کے وقوع کے باوجود صحیح اور مسلم ہے جس طرح دوسرے انبیاء جن کے لئے کوئی غیبت واقع نہیں ہوئی ہے کی نبوت صحیح اور مسلم ہے اسی طرح حضرت امام زمانہؑ کی امامت آپؑ کی غیبت کے باوجود صحیح اور مسلم ہے جس طرح آپؑ سے پہلے آنے والے ائمہ کی امامت ان کی غیبت کے بغیر صحیح اور مسلم ہے ۔

اور جس طرح یہ ممکن ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دامن میں پرورش پائیں اور وہ ان کو نہ پہچانے اور ان کی تلاش میں بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کراتا رہے ۔ بالکل ویسے ہی یہ ممکن اور صحیح ہے کہ ہمارے امام زمانہ لوگوں کے درمیان موجود ہوں ، ان کے اجتماعات میں شرکت کریں ، ان کے بازاروں میں چلیں اور لوگ آپؑ کو نہ پہچانتے ہوں یہاں تک کہ مشیت الہیٰ میں یہ سلسلہ انتہا کو پہنچے ۔

امام جعفر بن محمد صادق علیہما السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ۔ قائمؑ میں ایک سنت موسیٰ کی ، ایک سنت یوسفؑ کی ، ایک سنت عیسیٰؑ کی ، ایک سنت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے ۔ پس موسیٰ کی سنت یہ ہے کہ ڈرے سہمے ہوئے تھے اور یوسفؑ کی سنت یہ تھی کہ ان کے بھائی ان کی بیعت کررہے تھے اور ان سے باتیں

کررہے تھے جبکہ وہ انہیں نہیں پہچان رہے تھے اور عیسیٰ کی سنت سیاحت ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت تلوار ہے۔

جواب اعتراض

مزید اعتراض جو ہمارے مخالفین نے ہم پر کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں اس کا انکار تمہارے لئے ممکن نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت کی طرح تمہارے امام کیلئے بھی غیبت ثابت ہوجائے اور اسی طرح دوسرے ائمہ کیلئے جن کی غیبت واقع ہوئی تھی مگر حضرت موسیٰ کی پیروی کسی پر لازم اور واجب تھی ہی نہیں جب تک کہ انہوں نے اپنی دعوت کا اظہار نہ کیا اور اپنے آپ کو نہ پہچنوایا اسی طرح تمہارے امام کی اطاعت اور اس کا حجت ہونا لازم نہیں ہے کیونکہ ان کی جگہ اور وہ خود مخفی اور پوشیدہ ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی دعوت کا اظہار کریں اور اپنے نفس اور ذات کو پہچنوائیں اس وقت ان کی حجت لازم قرار پاتی ہے اور اطاعت واجب ہوجاتی ہے اور جو عرصہ غیبت کے پردے میں گزاریں اس میں ان کی حجت لازم نہیں اور اطاعت واجب نہیں ہے۔

اس کے جواب میں کہتا ہوں اور اللہ سے مدد چاہتا ہوں۔ ہمارے مخالفین اس بات سے غافل ہیں کہ اللہ کی حجتوں کا بحالت ظہور یا غیبت حجت قرار پانا کس طرح لازم آتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی کتاب میں حجت تمام کردی ہے اور انہیں بے لگام نہیں چھوڑا ہے۔ لیکن وہ لوگ ویسے ہی ہیں جیسا کہ ارشاد اللہ عزوجل ہے **افلا یتدبرون القران ام علی قلوب اقفالھا** (سورۃ محمدؐ آیت ۲۴) "کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر اور سوچ بچار نہیں کرتے یا دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں"۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں ہمیں بتایا ہے کہ ان کے کچھ شیعہ اور پیروکار تھے جو ان کے امر سے واقف تھے ان کی ولایت سے متمسک تھے اور ان کی دعوت اور پکار کے منتظر تھے اور یہ ان کی دعوت کے اعلان سے قبل کی بات ہے اور اس سے پہلے ہے کہ وہ اپنے آپ کو پہچنوائیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ **و دخل المدینۃ علی حین غفلۃ من اھلھا فوجد فیھا رجلین یقتتلٰن ھذا من شیعتہ و ھذا من عدوہ**۔ (سورۃ قصص آیت ۱۵) "اور ایک دن موسیٰ شہر میں ایسے وقت میں آئے کہ وہاں کے لوگ نیند کی غفلت میں پڑے ہوئے تھے تو دیکھا کہ وہاں دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں یہ ایک تو ان کے پیروکاروں میں سے تھا اور وہ دوسرا ان کے دشمنوں میں سے"۔

اور اللہ تعالیٰ موسیٰ کے پیروکاروں کی زبانی ارشاد فرمارہا ہے۔ **قالوا اوذینا من قبل ان تاتینا و من بعد ماجئتنا**۔ (سورۃ اعراف آیت ۱۲۹) "وہ کہنے لگے تمہارے آنے کے قبل ہی سے اور تمہارے آنے کے بعد بھی ہم کو تو برابر تکلیف ہی پہنچ رہی ہے"۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتادیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے کچھ پیروکار اس سے پہلے تھے کہ

وہ اپنی نبوت کا اظہار کریں ۔ اور اس سے قبل کہ وہ اپنی دعوت کا اعلان کریں وہ انہیں پہچانتے تھے اور موسیٰ بھی انہیں پہچانتے تھے اور وہ ایسے موسیٰ کی ولایت کے قائل تھے جو دعوت لے کر اٹھے گا درحالانکہ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ فلاں شخص (جس کا نام موسیٰ ہے) وہی موسیٰ ہے ۔ حضرت موسیٰؑ کی نبوت اس وقت ظاہر اور اعلانیہ ہو گئی جب وہ حضرت شعیبؑ کے پاس سے اپنے اہل وعیال کے ساتھ برسوں بعد واپس چلے ان برسوں میں حضرت شعیبؑ کے بھیڑ بکریوں کی گلہ بانی کرتے تھے اس وجہ سے ان کی زوجہ ان پر حلال ہو گئی اور شہر میں داخل ہونے اور وہاں دو آدمیوں کو لڑتے پانے کا واقعہ شعیبؑ کی طرف جانے سے پہلے کی بات ہے ۔ اسی طرح ہم نے پایا ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کچھ اقوام اور گروہ آپؑ کی ولادت سے قبل اور آپؑ کی ولادت کے بعد آپ کے امر سے واقف تھے ۔ اور آپؑ کے مکانِ ظہور اور آپؑ کے مقامِ ہجرت سے بھی آگاہ تھے اور یہ اس سے قبل کہ آپؑ اپنی نبوت کا اظہار کردیں اور اپنی دعوت کا اعلان کریں ۔ اس ضمن میں سلمان فارسی رحمہ اللہ علیہ ، قیس بن ساعدہ ایادی ، تبع الملک ، عبدالمطلب ، ابو طالب ، سیف بن ذی یزن ، راہب بحیری ، سفر شام کے دوران ملاقات کرنے والے راہب ، ابی موہب راہب ، سطیح کاھن ، یوسف یہودی ، ابو حواش الحبر جو شام سے آئے تھے ، زید بن عمرو بن نفیل اور ان جیسے بہت سے لوگوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی صفت اور اوصاف، نامِ مبارک اور نسب کے ساتھ آپؑ کی ولادت سے قبل اور بعد میں پہچان لیا تھا ۔ اور اس سلسلے میں روایات عامہ اور خاصہ دونوں کے پاس موجود ہیں ۔ اور میں نے ان روایات کو اسناد کے ساتھ اس کتاب میں اپنے مقام پر ذکر کیا ہے ۔ پس حجتِ خدا میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ مومنین نے ان کے وقتِ پیدائش کو یاد نہ رکھا ہو اور ہر عصر اور زمانہ میں ان کے والدین اور ان کے سلسلہ نسب کو نہ پہچانا ہو تاکہ اللہ کی حجتوں کے بارے میں ان کے ظہور اور غیبت کے دوران ان لوگوں پر کوئی بات مشتبہ اور مشکوک نہ رہ جائے اور منکرین ، گمراہ اور ناشکر گزار لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا تو ان کے پاس اپنے امر کے بارے میں کوئی علم نہ رہا ۔ بالکل اسی طرح ہمارے امام زمانہؑ کے بارے میں ہے کہ آپ کے مومن دوستداران جو اہل معرفت اور علم ہیں نے آپؑ کے وقت اور زمانہ کو یاد رکھا اور آپؑ کی علامتوں کو پہچانا اور آپؑ کے زمانہ کے آثار اور شواہد کو جان لیا اور آپ کے وجود میں آنے اور وقت پیدائش اور نسب سے واقف ہوگئے ۔ پس یہ لوگ آپؑ کے سلسلے میں یقین پر ہیں چاہے آپؑ غیبت میں ہوں یا ظاہر ہوں ۔ اور (اس زمانے کے) منکرین اور ہٹ دھرم لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا اور ہمارے امام زمانہؑ کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا ۔ **یوم یاتی بعض ایت ربک لاینفع نفساً ایما نھا لم تکن امنت من قبل** ۔ (سورۃ انعام آیت ۱۵۹) " ایک ایسا دن آئے گا جس میں تمہارے رب کی نشانیاں آئیں گی تو کسی نفس کو اس کا ایمان فائدہ نہیں پہنچائے گا جو اس سے قبل ایمان نہ لے آیا ہو " ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا تو آپؑ نے فرمایا نشانیاں ائمہ ہیں اور جس

آیت اور نشانی کا انتظار کیا جارہا ہے وہ قائم مہدی علیہ السلام ہیں ۔ پس جب وہ قیام فرمائیں گے تو کسی نفس کا ایمان لانا اس وقت قبول نہیں ہوگا جو آپ کے تلوار کے ساتھ قیام کرنے سے پہلے ایمان نہ لے آیا ہو چاہے آپؑ سے پہلے آپ کے آباء طاہرین علیہم السلام پر ایمان کیوں نہ رکھتا ہو ۔ اس کے متعلق ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے ، انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے علی بن ابراھیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر اور حسن بن محبوب سے اور انہوں نے علی ابن رئاب وغیرہ سے کہ امام جعفر صادق بن محمد علیہما السلام نے یہ روایت کی ۔

اس کی تصدیق اور تائید (یعنی نشانیوں اور آیات سے مراد حجتہائے خدا ہیں) اللہ تعالیٰ کی کتاب سے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ **وجعلنا ابن مریم وامه آیة** ۔ (سورۃ مومنون آیت ۵۰) "ہم نے مریم کے بیٹے کو اور اس کی ماں کو نشانی قرار دیا" یعنی انہیں حجت قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے جہاں حضرت عزیرؑ کو ایک سو (۱۰۰) سال موت دینے کے بعد جب دوبارہ زندہ کردیا تو فرمایا **وانظرالی حمارک ولنجعلک آیة للناس** (سورۃ بقرہ آیت ۲۵۹) "پس تم دیکھو اپنے گدھے کو اور ہم نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تاکہ تمہیں لوگوں کے لئے نشانی قرار دیں" ۔ یعنی حجت قرار دیں پس اللہ عزوجل نے ان کو اپنی مخلوقات پر حجت قرار دیا اور انہیں نشانی کا نام دیا ۔ اور چونکہ لوگوں کے نزدیک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حجتِ خدا کی غیبت کا معاملہ بالکل مسلم اور درست متصور تھا اس لئے بہت سے لوگوں نے غیبت کو نامناسب مقامات پر جعل کرنے کی کوشش کی ان میں سب سے پہلے عمر بن الخطاب ہیں جنہوں نے اس وقت جب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض ہوئی تو یہ کہا "خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرے نہیں ہے بلکہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ غائب ہوئے ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے غائب ہوئے تھے اور یقیناً آپ اپنی غیبت کے بعد تم پر ظہور فرمائیں گے" ۔

مجھ سے بیان کیا احمد بن محمد بن صقر سنار نے جو کہ عادل ہیں ۔ انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا ابو جعفر محمد بن العباس ابن بسام نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا ابو جعفر محمد بن یزداد نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا نصر بن سیار بن داؤد اشعری نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا محمد بن عبدربہ اور عبداللہ بن خالد السلولی نے ان دونوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو مشعرنجیح المدنی نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا محمد بن قیس اور محمد بن کعب القرظی اور عمارۃ بن غزیہ اور سعید بن ابی سعید المقبری اور عبداللہ بن ابی ملیکہ نے اور ان کے علاوہ اہل مدینہ کے بعض بزرگوں نے کہا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پاگئے تو عمر بن الخطابؓ یہ کہتے ہوئے آئے کہ خدا کی قسم محمدؐ مرے نہیں ہیں بلکہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ غائب ہوئے ہیں جس طرح موسیٰ اپنی قوم سے غائب ہوئے تھے اور یقیناً وہ عنقریب ظاہر ہونگے اپنی غیبت کے بعد اور اس بات کو وہ اس قدر دھراتے رہے کہ لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ ان کی عقل زائل

ہو گئی ہے۔ پھر ابو بکرؓ ان کے پاس آئے جبکہ لوگ عمرؓ کی اس بات سے تعجب اور حیرت کرتے ہوئے ان کے اردگرد جمع ہو گئے تھے ابو بکرؓ نے کہا اے عمرؓ توقف کرو اور جس چیز کی تم قسم کھا رہے ہو اس سے رک جاؤ۔ یقیناً اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے **انک میت وانھم میتون**۔ (سورۃ زمر آیت ۳۰) "اے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم بھی مرجاؤ گے اور وہ بھی مرجائیں گے۔"

عمرؓ نے کہا۔ کیا سچ مچ یہ آیت کتاب خدا میں ہے اے ابو بکرؓ؟ انہوں نے کہا ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً محمدؐ نے موت کا مزہ چکھ لیا ہے۔ حالت یہ تھی کہ عمرؓ پورے قرآن کو پڑھ نہیں چکا تھا یا یاد نہیں کیا تھا۔

کیسانیہ فرقہ:

اس کے بعد کیسانیہ فرقہ نے اس بارے میں غلطی کی یہاں تک کہ انہوں نے محمد بن حنفیہ قدس اللہ روحہ کیلئے غیبت کا دعویٰ کر ڈالا اور سید بن محمد حمیری رضی اللہ عنہ نے اس عقیدہ کو اپنایا اور اس سلسلے میں یہ اشعار کہے۔

أَلا إِنَّ الائمّة من قریش ولاة الأمر اربعة سواء

آگاہ رہو یقیناً قریش میں سے جو ائمہ ہیں وہ چار صاحبان امر، جو سب سب کے برابر ہیں

عليٌّ والثلاثة مِن بنيه هُم أسباطنا و الأوصياء

علیؑ اور ان کے تینوں فرزند وہی ہمارے اسباط اور اوصیاء ہیں

فسبطٌ سبط إيمان وبرٍّ وسبطٌ قد حوته کربلاء

ایک سبط وہ ہے جو مجسمہ ایمان اور نیکی ہے اور ایک سبط وہ ہے جسے کربلاء نے اپنے دہن میں لیا

وسبطٌ لایذوق الموت حتّیٰ یقود الجیش یقدمه اللّواء

اور ایک سبط وہ ہے جو موت کا ذائقہ نہیں چکھے گا یہاں تک کہ ایک لشکر کی قیادت کرے جس کے آگے آگے پرچم ہوگا

یغیب فلایُری عنّا زماناً برضوی عنده عسلٌ و ماء

وہ غائب ہوگا ایک زمانے تک اور ہمیں دکھائی نہیں دے گا اور رضویٰ میں اس کے پاس شہد اور پانی ہوگا

اور انہی کے بارے میں سید رحمہ اللہ علیہ نے یہ اشعار بھی کہے ہیں۔

أیا شعب رضوی مالمن بک لایُری فحتّی متی یخفی وأنت قریبٌ

اے درہ رضویٰ کیوں وہ دکھائی نہیں دے رہا ہے جو تیرے یہاں ہے اور کب تک مخفی رہے گا جبکہ تو قریب ہے

فلوغاب عنّاعمر نوح لایقنت منّا النّفوس بأنّه سیؤوب
اگرچہ وہ نوح کی عمر کے برابر ہم سے غائب رہیں مایوس نہیں ہوں گے ہمارے دل اس بات سے کہ وہ واپس آئیں گے

اور سید نے ان کے بارے میں یہ بھی اشعار کہے ہیں۔

ألاحیّ المقیم بشعب رضوی واھدله بمنزله السّلاما
اے درہ رضویٰ میں مقیم بستی والو اے اس کی منزل میں سلام کا تحفہ پیش کرو

وقل : یا ابن الوصیِّ فدتک نفسی أطلت بذلک الجَبَل المقاما
اور کہو : اے وصی کے فرزند میری جان تم پر فدا ہو آپ نے اس پہاڑی پر اپنے قیام کو طول دیا

فمرَّ بمعشر والوک مِنّا وسمّوک الخلیفۃ و الا ماما
اب ہم میں سے جو تم سے محبت رکھتے ہیں ان کے پاس آؤ جنہوں نے آپ کو خلیفہ اور امام کا نام دیا

فما ذاق ابن خولۃ طعم موت ولا وارت له أرض عظاما
خولہ کے بیٹے نے موت کا مزا ابھی تک نہیں چکھا ہے نہ ہی زمین نے اس کی ہڈیوں کو چھپایا ہے۔

موصوف سید غیبت کے معاملہ میں گمراہ ہی رہے اور اس کو محمد بن حنیفہ کے ساتھ متعلق سمجھتے رہے یہاں تک کہ امام جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام سے ان کی ملاقات ہوئی اس دوران آپؑ کے اندر امامت کی علامات اور وصایت کی نشانیوں کو پایا اور آپؑ سے غیبت کے بارے میں سوال کیا آپؑ نے فرمایا کہ یہ حق ہے لیکن یہ ائمہ علیہم السلام میں سے بارہویں فرد پر واقع ہوگی اور محمد بن حنیفہ کی موت کی آپؑ نے سید کو خبر دی اور اپنے پدربزرگوار (امام محمد باقرؑ) کو ان کے دفن ہونے کا گواہ بتایا۔ پس سید اپنی سابقہ باتوں سے پلٹ گئے اور اپنے عقیدہ سے توبہ کی اور حق کے واضح اور روشن ہونے کے بعد اس کی طرف واپس پلٹے اور امامت سے قریب ہوتے گئے۔

مجھ سے بیان کیا عبدالواحد بن محمد العطار نیشاپوریؒ نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے علی بن محمد قتیبہ نیشاپوری نے روایت کرتے ہوئے حمدان بن سلیمان سے انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے حیان السراج سے انہوں نے کہا: میں نے سید بن محمد حمری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: میں پہلے غلو کی باتیں کرتا تھا اور محمد بن علیؑ ابن حنیفہ کی غیبت پر اعتقاد رکھتا تھا اور یوں ایک عرصہ تک اس گمراہی اور ضلالت میں گزاری پس اللہ تعالیٰ نے جعفر بن محمد صادقؑ کے توسط سے مجھ پر احسان فرمایا اور مجھے جہنم کی آگ سے بچالیا۔ اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت

فرمائی۔ اس کے بعد میں نے آپؑ سے سوال کیا کہ میں نے آپؑ کے اندر ان علامات اور نشانیوں کو پایا جن سے آپؑ کا مجھ پر اور اپنے زمانہ کے تمام لوگوں پر خدا کی حجت ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ اور آپؑ ہی وہ امام ہیں جن کی اطاعت اللہ نے فرض قرار دی ہے اور پیروی کو واجب قرار دیا ہے کہ اے فرزند رسولؐ غیبت کے بارے میں آپؑ کے آباء طاہرین علیہم السلام سے کچھ روایات پہنچ چکی ہیں اور اس کے واقع ہونے کو صحیح قرار دیا گیا ہے تو فرمائیے یہ غیبت کس پر واقع ہوگی؟ آپؑ نے فرمایا: بے شک یہ غیبت میری نسل میں سے چھٹے فرزند پر واقع ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ائمہ ھدیٰ میں سے بارہویں امام ہوں گے جن میں سب سے اول امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؑ اور آخر قائم بالحق زمین خدا پر بقیتہ اللہ اور صاحب الزماں ہونگے خدا کی قسم اگر آپؑ کی غیبت عمر نوحؑ کے برابر طولانی ہوجائے تو وہ دنیا سے اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک ظہور نہیں فرمائیں گے اور زمین کو قسط اور عدل سے پُر نہیں کریں گے جس طرح ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ سید نے کہا جب میں نے اپنے مولا جعفرؑ بن محمد الصادقؑ سے یہ سن لیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپؑ کے سامنے توبہ کی اور وہ قصیدہ کہہ ڈالا جس کی ابتداء یہ ہے۔

فلمّا رایت الناس فی الذین قدغووا	تجعفرت باسم اللّٰہ فیمن تجعفروا
جب میں نے دیکھا کہ لوگ دین کے سلسلے میں گمراہ ہورہے ہیں	تو میں اللہ کے نام کے ساتھ جعفری بننے والوں کے ساتھ جعفری بن گیا
ونادیت باسم اللّٰہ و اللّٰہ اکبر	وایقنت انّ اللّٰہ یعفو و یغفر
اور میں نے اللہ کا نام لے کر پکارا اور اللہ ہی بزرگ و برتر ہے	اور مجھے یقین ہوا کہ بے شک اللہ عفو اور درگزر کرتا ہے
و دنت بدین اللّٰہ ماکنت دیناً	بہ ونہانی سید الناس جعفر
اور میں نے دین خدا کو اپنا لیا اس کے بدلے جس کو میں نے اپنا دین بنایا تھا	اور جس سے تمام لوگوں کے مولا جعفرؑ نے مجھے منع کیا تھا
فقلت : فھبنی قد تھوّدت برھۃ	واِلّا فدینی دین من یتنصّر
اور میں نے کہا فرض کرو ایک عرصہ میں یہودی بنا رہا	یا میرا دین ان کا دین تھا جو نصاریٰ ہیں
وانّی الی الرّحمن من ذاک تائب	وانّی قداسلمت و اللّٰہ اکبر
اور میں رحمن کی بارگاہ میں اس سے توبہ کرنے والا ہوں	اور میں یقیناً اسلام قبول کرتا ہوں اور اللہ ہی بڑا ہے

فلست بغال ما حییت و راجع — الی ماعلیه کنت اخفی و اظهر

اور جب تک زندہ ہوں غلو نہیں کروں گا نہ میں پلٹوں گا — اس چیز کی طرف جس کو چھپاتا اور ظاہر کرتا رہتا تھا

ولا قائل حیّ برضویٰ محمد — وان عاب جهّال مقالی و اکثروا

نہ ہی اس بات کا قائل ہوں کہ رضویٰ میں محمد ہیں — اگرچہ جاہل لوگ مجھے برا بھلا کہیں اور اس میں زیادتی کریں

ولکنّه ممّن مضی لسبیله — علی افضل الحالات یقفی و یخبر

مگر وہ (محمد بن حنفیہ) ان میں سے ہیں جو گزر گئے — بہترین حالات کے ساتھ ، پاک و پاکیزوں کے ساتھ

مع الطّیّبین الطّاهرین الا ولی لهم — من المصطفی فرع زکی و عنصر

پاک وپاکیزہ ہستیوں کے ساتھ ۔ — جو حضور اکرمؐ کے پاکیزہ نسل سے ہیں

اس قصیدہ کے آخر تک (یہ بہت ہی طولانی ہے) اور اس کے بعد میں نے ایک اور قصیدہ کہا ہے ۔

أیا راکباً نحو المدینة جسرة — عذافرة بطوی بها کل سبسب

اے مدینہ کی طرف دلیری کے ساتھ جانے والے سوار — جو شیر کی طرح بیابانوں کو طے کر رہے ہو

اذا ما هداک الله عاینت جعفراً — فقل لولیّ الله و ابن المهذّب

جب اللہ تجھے ہدایت دے اور تم جعفرؑ کو دیکھو — پس اس خدا کے دوست اور مہذب کے فرزند سے کہو

الا یا أمین الله و ابن امینه — اتوب الی الرحمن ثم تاوّبی

اے خدا کے امین کے فرزند اور خدا کے امین — میں بارگاہ خدائے رحمن میں توبہ کرتا ہوں پھر پلٹتا ہوں

الیک من الامر الذی کنت مطنباً — احارب فیه جاهداً کل معرب

تمہاری طرف اس امر سے جس میں مبالغہ کر رہا تھا — جنگ کروں گا اس میں مجاہدانہ طریقے سے ہر اس شخص سے جو غیر مہذب ہوگا

وما کان قولی فی ابن خولة مطنباً — معاندة منی لنسل المطیّب

فرزند خولہ کے بارے میں میرا مبالغہ آمیز قول — پاک و پاکیزہ ذریت کے عناد اور دشمنی پر مبنی نہیں تھا

ولکن روینا عن وصی محمّد — وما کان فیما قال بالمتکذّب

لیکن ہمیں محمدؐ کے وصی سے روایت ملی ہے — اور جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ جھوٹ پر مبنی نہیں ہے

بانّ ولیّ الامر یفقد لایری	ستیراً کفعل الخائف المترقّب
کہ صاحب امر پوشیدہ رہیں گے اور دیکھے نہیں جائیں گے	اس طرح چھپے ہونگے جیسے کوئی ڈرا سہما شخص ہے
فتنقسم اموال الفقید کانّماً	تغیّبه بین الصفیح المنصّب
اس فقید اور غائب کے اموال اس طرح تقسیم ہونگے جیسے	اس کی غیبت آسمان کی بلندیوں پر ہوئی ہے
فیمکث حیناً ثم ینبع نبعة	کنبعة جدی من الافق کوکب
ایک زمانہ وہ ٹھہریں گے اور اس کے بعد اس طرح ظاہر ہونگے	جیسے برج جدی افق پر ابھرتا ہے
یسیر بنصر اللّٰہ من بیت ربّه	علی سودد منه وامر مسبّب
اللہ کی نصرت اور مدد کے ساتھ اپنے پروردگار کے گھر سے چلیں گے	اور اسی کی طرف سے عطا کی ہوئی سرداری اور حکم مسبب کے ساتھ
یسیر الی اعدائه بلوائه	فیقتلهم قتلا کحرّان مغضب
وہ بڑھیں گے اپنے دشمنوں کی طرف اپنے پرچم کے ساتھ	پس انہیں اس طرح مار ڈالیں گے جس طرح بے قابو اور غضبناک گھوڑے قتل کرتے ہیں
فلمّا روی انّ ابن خولة غائب	صرفنا الیه قولنا لم نکذّب
جب خبر دی گئی کہ خولہ کے فرزند غائب ہیں	ہم نے اپنے کلام کا رخ ان کی طرف پلٹ دیا اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا
وقلنا هو المهدی والقائم الذی	یعیش به من عدله کلّ مجدب
اور ہم نے کہا یہ وہی مہدی اور قائم ہیں جن	کے عدل و انصاف کی بدولت ہر تشنہ کو زندگی ملے گی
فان قلت لا فالحق قولک والذی	امرت فحتم غیر ما متعصّب
پس اگر تو نے اس کا انکار کیا تو تیرا قول حق ہے	جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے وہ حتمی ہے اور اس میں تعصب نہیں ہے
واشهد ربّی ان قولک حجّة	علی الناس طرّاً من مطیع و مذنب
اور اپنے پروردگار کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ تیرا قول حجت ہے	تمام لوگوں پر چاہے وہ اطاعت گزار ہوں یا گناہ گار

بانّ ولیّ الامر والقائمَ الذی تطلّع نفسی نحوہ بتطرّب

یہ کہ صاحب امر اور وہ قائم جس پر میرا دل وجد میں آتا ہے

له غیبةٌ لا بدّ من ان یغیبها فصلّی علیه الله من متغیّب

اس کے لئے ایسی غیبت ہے کہ اس کے لئے غائب ہونا ضروری ہے اور اللہ نے اس غائب پر اپنی رحمت نازل فرمائی ہے

فیمکث حیناً ثمّ یظهر حینه فیملک من فی شرقها والمغرّب

کچھ عرصہ اور ٹھہریں گے پھر اپنے وقت پر ظاہر ہونگے اس کے بعد مشرق اور مغرب والوں پر حکومت کریں گے

بذاک ادین الله سرّاً و جهرة ولست وان عوتبت فیه بمعتب

اسی پر میرا عقیدہ و ایمان ہے خواہ ظاہر ہوں خواہ چھپے ہوئے اور اگرچہ اس میں میری سرزنش کی جائے لیکن سرزنش قبول نہیں کروں گا

حیان سراج جو اس حدیث کا راوی ہے وہ فرقہ کیسانیہ میں سے تھا پس جب بھی محمد بن حنفیہ کی موت واقع ہونا درست ثابت ہو جائے تو وہ اخبار اور روایات جن میں ان کی غیبت کے وقوع کی خبر دی گئی ہے کا غلط ہونا خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔

ان روایات میں سے بعض جو کہ محمد بن حنفیہؓ کی وفات سے متعلق ہیں

ان میں سے ایک وہ ہے جو محمد بن عصام رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا محمد بن یعقوب کلینی نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا قاسم بن علاء نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا اسماعیل بن علی قزوینی نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا علی بن اسماعیل نے روایت کرتے ہوئے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن مختار سے انہوں نے کہا حیان سراج ایک دفعہ جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپؑ نے فرمایا اے حیان تمہارے ساتھی محمد بن حنفیہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں اس نے عرض کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور رزق پا رہے ہیں۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ میرے والد علیہ السلام نے مجھ سے بیان کیا کہ آپؑ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اس کی بیماری میں عیادت کی اور اس کی موت کے بعد اس کی آنکھوں کو بند کر دیا اور اس کو قبر میں داخل کر دیا اور اس کی عورتوں کو دوسروں کے عقد میں دیدیا اور اس کی میراث تقسیم کی۔ اس نے کہا۔ اے

ابو عبداللہ محمد بن حنفیہ کی مثال اس امت میں عیسیٰ بن مریمؑ کی مثال ہے لوگوں پر ان کا معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اس کا معاملہ اس کے دوستوں پر مشتبہ ہوا ہے یا اس کے دشمنوں پر؟ اس نے عرض کیا۔ اس کے دشمنوں پر۔ آپؑ نے فرمایا۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ابو جعفر بن علی باقر علیہما السلام اپنے چچا محمد بن حنفیہ کے دشمن تھے۔ اس نے عرض کیا۔ نہیں۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اے حیان تم لوگوں نے اللہ کی نشانیوں سے منہ پھیر لیا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے **سنجزی الذین یصدفون عن ایتنا سوء العذاب بما کانوا یصدفون** ۔ (سورۃ انعام آیت ۱۵۸)"جلد ہی ہم ان لوگوں کو جو ہماری ~~آیات اور~~ نشانیوں سے پھر گئے ہیں بدترین عذاب کی پاداش دیں گے اس کے سبب سے کہ وہ پھر جاتے ہیں"۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا محمد بن حنفیہ اس وقت تک نہیں مرے جب تک انہوں نے علی بن الحسین علیہما السلام کی امامت کا اقرار نہ کیا۔ اور ان کی وفات سنہ ۸۴ ہجری میں واقع ہوئی۔

مجھ سے بیان کیا میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ سے انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے عبدالصمد بن محمد سے انہوں نے حنان بن سدیر سے انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا۔ میں محمد بن حنفیہ کے پاس پہنچا اس وقت جب ان کی زبان بند ہو گئی تھی تو میں نے انہیں وصیت کرنے کا حکم دیا تو وہ بول نہ سکے آپؑ نے فرمایا پھر میں نے حکم دیا کہ تانبے کا ایک برتن لایا جائے جس میں عام طور پر ہاتھ دھوئے جاتے ہیں اس میں ریت ڈالدی گئی پس اس کو ان کے قریب رکھا گیا میں نے ان سے کہا۔ اپنے ہاتھ سے اس پر لکھو امام فرماتے ہیں تب انہوں نے اپنی وصیت اپنے ہاتھ سے اس ریت پر لکھنی شروع کر دی اور میں نے اس کو ایک کاغذ (صحیفہ) پر نقل کر لیا۔

غیبت کے بارے میں ناووسی اور واقفی فرقوں کے قول کا باطل ہونا

اس کے بعد ناووسی فرقہ غیبت کے معاملہ میں غلطی کا مرتکب ہوا جبکہ غیبت کا ایک حجتِ خدا پر واقع ہونا ان کے پاس ثابت ہو چکا تھا لیکن مورد کے بارے میں جہالت اور نادانی کی بناء پر وہ امام جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے تھے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو آپ علیہ السلام کی وفات اور کاظم غیظ (غصہ کو پی جانے والے) اور حلیم و بردبار ہستی امام ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے امرِ امامت سنبھالنے کے ساتھ ہی باطل ثابت کر دیا۔

اسی طرح واقفیہ فرقے نے امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے بارے میں ایسا ہی دعویٰ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپؑ

کی وفات اور آپؑ کے روضہ کے مقام کو ظاہر کر کے اور حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے آپؑ کے بعد امرِامامت سنبھالنے اور آپؑ کی امامت کی نشانیوں کو ظاہر ہونے اور اس کے ساتھ آپؑ کے آباء طاہرین سے نص اور روایاتِ صحیحہ کے وارد ہونے کے ذریعے ان کے قول کے باطل ہونے کو ثابت کردیا۔

بعض روایات جو امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی وفات کے بارے میں ہیں

ان روایات میں سے ایک وہ ہے جسے مجھ سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عمّار نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد قطعی نے انہوں نے حسن بن علی نخّاس عدل سے انہوں نے حسن بن عبدالواحد خزاز سے انہوں نے علی بن جعفر سے انہوں نے عمر بن واقد سے انہوں نے کہا۔ سندی بن شاھک نے ایک رات مجھے بلا بھیجا جبکہ میں بغداد میں رہتا تھا مجھے خوف لاحق ہوا کہ کہیں وہ مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ تو نہیں رکھتا اس لئے اپنے اہل و عیال کو وصیت کی اور کہا انا للّٰہ و انا الیہ راجعون اور اس کے بعد میں اس کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس نے مجھے آتے ہوئے دیکھا تو کہا۔ اے ابو حفص شاید ہم نے تمہیں خوفزدہ اور مرعوب کردیا تھا میں نے کہا ہاں پھر اس نے کہا اے ابو حفص کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے میں نے کہا نہیں اس نے کہا کیا تم موسیٰ بن جعفرؑ کو جانتے ہو میں نے کہا ہاں خدا کی قسم میں انہیں پہچانتا ہوں۔ اور میرے اور ان کے درمیان ایک عرصہ سے دوستی چلی آرہی ہے۔ اس نے کہا: یہاں بغداد میں کون لوگ انہیں پہچانتے ہیں جن کی بات معتبر اور قابل قبول ہے؟ میں نے بعض گروہوں کا نام لیا اور اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ آپؑ وفات پاچکے ہیں۔ اس کے بعد اس نے ان کو بلا بھیجا اور انہیں حاضر کردیا گیا جس طرح مجھے حاضر کیا گیا تھا۔ پھر ان سے کہا: کیا تم لوگ ان لوگوں کو جانتے ہو جو موسیٰ بن جعفرؑ کو پہچانتے ہیں۔ ان لوگوں نے ایک گروہ کا نام لیا پھر انہیں بلا بھیجا اور یوں صبح تک پچاس مرد سے زیادہ اس گھر میں جمع ہوگئے جو موسیٰ کاظمؑ کو پہچانتے تھے اور ان کی صحبت سے شرفیاب ہوتے تھے۔ وہ کہتے ہیں: اس کے بعد سندی اٹھا اور اندر چلا گیا اور ہم نے نماز پڑھی۔ اب اس کا منشی ہاتھ میں ایک لمبا صحیفہ لے کر آیا اس پر ہمارے نام، پتے اور پیشے لکھ لئے اس کے بعد وہ سندی کے پاس گیا۔ وہ کہتے ہیں اس کے بعد سندی نکلا اور اپنے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے کہا اے ابا حفص اٹھ کھڑے ہوجاؤ پس میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میرے ساتھی بھی اٹھ گئے اور ہم (جیل میں) داخل ہوگئے۔ اس نے مجھ سے کہا: اے ابا حفص موسیٰ ابن جعفرؑ کے چہرے (مبارک) سے کپڑا ہٹاؤ۔ میں نے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ آپؑ وفات پاچکے ہیں پس میں رویا اور میں نے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون کہا اس کے بعد اس نے اس گروہ سے کہا: ان کو دیکھو پس ایک ایک کر کے سب

آگے بڑھے اور آپؑ کی زیارت کی ۔ پھر اس نے کہا سب لوگ یہ گواہی دیتے ہو کہ یقیناً یہی موسیٰ بن جعفر بن محمدؑ ہیں سب نے کہا: ہاں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ ہیں ۔ پھر اس نے ایک غلام سے کہا: اے غلام ان کی شرم گاہ پر کوئی رومال ڈالدو اور ان کے جسم کو برہنہ کردو ۔ پس اس نے ایساہی کیا ۔ پھر ہم سے کہا: کیا تم ان کے جسم پر کوئی ایسی چیز دیکھ رہے ہو جس کو تم برا سمجھتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں ہم ان پر کوئی ایسی چیز نہیں دیکھ رہے ہیں اور ہم صرف یہ دیکھ رہے ہیں کہ آپؑ وفات پاچکے ہیں ۔ اس نے کہا: پس تم یہاں سے نہیں جاؤگے جب تک تم انہیں غسل نہیں دوگے اور میں انہیں کفن پہنا کے دفن نہ کردوں ۔ وہ کہتے ہیں پس ہم وہیں رکے رہے جب تک آپؑ کو غسل و کفن دے کر آپؑ کا جنازہ اٹھایا نہیں گیا پھر سندی بن شاھک نے ان پر نماز پڑھی اور ہم نے آپؑ کو دفن کیا اور اپنے گھروں کو واپس لوٹے ۔ پس عمر بن واقد کہتا ہے: کوئی بھی موسیٰ بن جعفرؑ کے بارے میں مجھ سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے ۔ پس تم لوگ یہ کیسے کہہ رہے ہو کہ وہ زندہ ہیں جبکہ میں انہیں دفن کرچکا ہوں ۔

ہم سے بیان کیا عبدالوحد بن محمد العطارؒ نے اس نے کہا کہ بیان کیا ہم سے علی بن محمد بن قتیبہ نے انہوں نے حمدان بن سلیمان نیشاپوری سے انہوں نے حسن بن عبداللہ صیرافی سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے کہا: موسیٰؑ بن جعفرؑ سندی بن شاھک کے ہاتھوں وفات پاگئے اس کے بعد آپؑ کو ایک تابوت پر اٹھایا گیا اور یہ اعلان کردیا کہ یہ رافضیوں کے امام ہیں پس تم پہچان لو ۔ جب آپؑ کے تابوت کو فوجیوں کے درمیان لایا گیا تو اس کو چار آدمیوں نے اٹھایا اور یہ آواز دینے لگے : آگاہ ہوجاؤ! لوگوں جو خبیث کے خبیث بیٹے موسیٰؑ بن جعفرؑ کو دیکھنا چاہے تو وہ باہر نکلے پس سلیمان بن ابو جعفر اپنے محل سے نہر کی طرف نکلا تو چیخ و پکار اور شور و غل سن لیا اس نے اپنے بیٹوں اور غلاموں سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: سندی بن شاھک موسیٰؑ بن جعفرؑ کے جنازے پر شور و غل کررہا ہے ۔ پس اس نے اپنے بیٹوں اور غلاموں سے کہا: قریب ہے کہ نہر کے مغربی حصہ میں بھی اس جنازے کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے گا پس اگر وہ وہاں سے گزرے تو تم لوگ غلاموں کے ساتھ نیچے اترو اور جنازے کو ان کے ہاتھوں سے لے لو ۔ اور اگر وہ منع کریں تو تم انہیں مارو اور انہیں منتشر کردو وہ کہتے ہیں جب جنازہ کو لے کر وہ وہاں سے گزرے تو یہ لوگ ان کی طرف بڑھے اور جنازے کو ان کے ہاتھ سے لے لیا اور انہیں مارا پیٹا اور ان کو منتشر کردیا اور جنازہ کو ایک چوراہے پر رکھا اور کچھ پکارنے والے یوں پکارنے لگے آگاہ ہوجاؤ! جو شخص طیب و پاک کے فرزند طیب موسیٰؑ بن جعفرؑ کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ باہر نکلے پس لوگ حاضر ہوگئے اور آپؑ کو غسل دیا ، حنوط کیا ، اور آپؑ کی تکفین ایک ایسے کفن سے کی گئی کہ جس میں ڈھائی ہزار دینار کی قیمت کی ایک یمنی چادر تھی جس پر پورا قرآن لکھا ہوا تھا ۔ پس وہ برہنہ پا آپؑ کے جنازے پر آیا اور پیچھے اس حالت میں چلا کہ ماتمی لباس پہنے ہوئے اور گریبان چاک کئے ہوئے تھا اور قریش کی قبور تک آیا اور آپ علیہ السلام کو وہاں دفن کردیا اور رشید (ہارون) کو یہ خبر لکھ کر بھیجدی ۔ پس اس نے سلیمان بن ابی جعفر کو یہ لکھا ۔ اے

چچا تم نے صلہ رحم کیا خدا تمہیں جزائے خیر دے۔خدا کی قسم جو کچھ سندی بن شاہک ، لعنۃ اللہ علیہ نے کیا ہے وہ ہمارے حکم سے نہیں کیا ہے۔

ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد ہمدانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد ابراہیم بن ھاشم سے انہوں نے محمد بن صدقہ عنبری سے انہوں نے کہا جب ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام وفات پاگئے تو ہارون الرشید نے طالبیہ کے بزرگوں ، عباسی سرداروں اور تمام اہل مملکت اور حکام کو جمع کیا اور ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے جسد کو سامنے کردیا اور کہا یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں جو طبعی موت مرے ہیں اور میرے اور ان کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں تھی جس کیلئے مجھے بارگاہ الٰہی میں توبہ کرنے کی ضرورت پڑے یعنی ان کو قتل کرنے کی سازش۔ پس ان کو آکر دیکھو پس آپؑ کے شیعوں میں سے ستر آدمی داخل ہوئے اور انہوں نے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو دیکھا جبکہ ان پر زخم ، زہر یا گلا دبانے کا کوئی اثر نہیں تھا اور آپ کے ہاتھوں پر مہندی کے اثرات تھے پس سلیمان بن ابو جعفر نے آپؑ کے جسد کو اٹھا لیا اور آپ کے غسل و تکفین کا ذمہ لے لیا اور آپ کے جنازے میں برہنہ پا اور بغیر عمامہ کے برہنہ سر چلا۔

ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ علیہ نے انہوں نے کہا بیان کیا ہم سے حسین بن محمد بن عامر نے روایت کرتے ہوئے معلی بن محمد بصری سے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا علی بن رباط نے انہوں نے کہا میں نے علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے عرض کیا ہمارے پاس ایک ایسا مرد ہے جو یہ کہتا ہے کہ آپؑ کے والد بزرگوار علیہ السلام زندہ ہیں جبکہ آپؑ اس بارے میں بہتر جانتے ہیں ؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا **سبحان اللہ** رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو مرگئے جبکہ موسیٰ بن جعفرؑ نہیں مرے ہیں۔ہاں خدا کی قسم بے شک وہ مرے ہیں اور ان کے اموال تقسیم کئے گئے اور ان کی کنیزوں نے دوسروں سے نکاح کیا۔

واقفہ فرقہ کا دعویٰ غیبت (امام) عسکری علیہ السلام کے بارے میں

پھر واقفہ فرقہ نے حسن بن علی بن محمد علیہما السلام کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ غیبت ان پر واقع ہوئی ہے۔ اور یہ اس لئے تھا کہ غیبت کا معاملہ ان کے نزدیک صحیح تھا لیکن مورد کے بارے میں وہ نادانی کر گئے اور آپؑ ہی کو مہدی قائم سمجھتے رہے پس جب آپ علیہ السلام کی وفات ثابت ہو گئی تو آپؑ کے بارے میں ان کا نظریہ باطل ہو گیا۔ اور صحیح روایات سے جن کا ذکر ہم نے اس کتاب میں کیا ہے یہ ثابت ہو گیا کہ غیبت آپؑ کے فرزند کے ذریعے واقع ہوئی ہے نہ کہ آپؑ کے ذریعے۔

حضرت امام حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ عسکری کی وفات کے ثبوت میں بعض روایات

ان میں سے ایک وہ ہے جسے ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہما نے ۔ ان دونوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ان لوگوں نے جو حسن بن علی بن محمد العسکری علیہم السلام کی وفات اور آپؑ کی تدفین میں حاضر تھے اور جن کی تعداد کو شمار نہیں کیا جاسکتا اور یہ ناممکن ہے کہ وہ سب کے سب جھوٹ پر متفق ہوجائیں ۔ اور اس کے بعد ہم ماہ شعبان سنہ ۲۷۸ (ہجری) میں یعنی ابو محمد حسن بن علی عسکری علیہما السلام کی وفات کے اٹھارہ سال یا اس سے زیادہ کے بعد احمد بن عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان کے دربار میں پہنچے وہ ان دنوں بادشاہ کی طرف سے ضلع قم میں ٹیکس جمع کرنے پر مامور تھا ۔ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ناصبی اور ان (اہلبیتؑ) کے ساتھ بہت زیادہ دشمنی رکھنے والا تھا ۔ وہاں آل ابو طالب میں سے جو لوگ سرمن رائے (سامراء) میں مقیم تھے ان کے عقیدے ، مسلک ، نیکی اور بادشاہ کے نزدیک ان کی منزلت کے بارے میں بات چھڑ گئی تو احمد بن عبیداللہ نے کہا میں نے علوی خاندان میں سے سرمن رائے (سامراء) میں کسی کو نہیں دیکھا نہ ہی پہچانا جو حسن بن علی بن محمد بن علی الرضا علیہم السلام کی طرح ہو ۔ نہ ہی کسی ایسے شخص کے بارے میں سنا جو آپؑ کی طرح سیرت ، سکون ، پاکدامنی ، ذہانت کی بدولت اپنے اہل بیت اور بادشاہ اور تمام بنی ہاشم کے نزدیک صاحب عزت ہو ۔ نہ ہی اس بات میں کہ وہ لوگ اپنے عمر رسیدہ اور ذی قدروں پر آپ کو ترجیح دینے میں آپ کی طرح ہوں اسی طرح فوج کے سردار ، وزراء ، دربار کے کاتب اور عوام الناس بھی ۔ ایک دن میں اپنے والد کے سرہانے کھڑا تھا وہ دن ان لوگوں کے ساتھ دربار لگانے کا دن تھا اتنے میں انکے دربان آئے اور ان سے کہا کہ ابن الرضاؑ دروازے پر کھڑے ہیں ۔ انہوں نے بلند آواز سے کہا کہ انہیں اجازت دے دیں پس ایک ایسا مرد داخل ہوا جو گندم گوں جن کی پتلی بڑی اور چوڑی تھی خوبصورت قد ، حسین چہرہ ، بہترین جسم اور نوجوان تھے وہ جلالت اور ہیبت کے مالک تھے ۔ جب میرے والد کی نظر ان پر پڑی تو وہ اٹھے اور ان کی جانب چند قدم چلے اور میرے علم میں نہیں ہے کہ انہوں نے اس طرح کا سلوک بنی ہاشم میں سے یا فوج کے سرداروں میں سے یا ولی عہدوں میں سے کبھی کسی کے ساتھ کیا ہو ۔ جب وہ ان کے قریب پہنچے تو انہیں گلے لگایا ان کے چہرے اور ان کے دونوں پہلوؤں کو بوسہ دیا اور ان کے ہاتھ کو پکڑ کر انہیں اس جائے نماز پر بیٹھا دیا جس پر وہ خود بیٹھے ہوئے تھے ۔ اور خود ان کے پاس بیٹھ گئے جبکہ اپنا چہرہ ان کی جانب کیا ہوا تھا اور ان سے باتیں کرنے لگے اور ان کو کنیت سے پکارتے رہے اور بار بار یہ کہتے تھے کہ میری جان اور میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں ۔ حالانکہ میں اس منظر سے بہت متعجب ہوا تھا اتنے میں دربان داخل ہوئے اور کہنے لگے کہ موفق آیا ہے ۔ (موفق : خلیفہ معتمد علی اللہ احمد بن المتوکل کا بھائی اور اس کی فوج کا سردار تھا) اور جب بھی موفق کا میرے والد کے پاس آنا ہوتا تھا

تو یہ معمول تھا کہ اس کے دربان اور اس کے خاص سرداران فوج پہلے داخل ہوجاتے اور گھر کے دروازے سے لے کر میرے والد کے دربار تک صف لگائے کھڑے ہوجاتے تھے یہاں تک کہ وہ دربار میں داخل ہوجائے اور جب تک وہ داخل نہ ہوجاتا وہ ایسے ہی کھڑے رہتے تھے میرے والد لاپرواہی کے ساتھ ان کے (امام عسکریؑ) سامنے بیٹھے رہے اور باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ اپنے خاص غلاموں کی طرف دیکھا پھر ان سے کہا اگر آپ چاہیں تو تشریف لے جایئے خدا مجھے آپ پر قربان کردے اے ابو محمد! پھر اپنے غلاموں سے مخاطب ہوئے کہ ان کو صف میں کھڑے لوگوں کے پیچھے لے جاؤ تاکہ امیر یعنی موفق انہیں دیکھ نہ لے۔ پس وہ کھڑے ہوگئے اور میرے والد بھی کھڑے ہوگئے اور ان کے ساتھ گلے ملے اور چہرے کا بوسہ لیا اور وہ چلے گئے۔ میں نے اپنے والد کے دربان اور غلاموں سے پوچھا۔ تمہیں ہلاکت ہو یہ کون ہیں جن کے ساتھ میرے والد نے ایسا سلوک کیا؟ انہوں نے کہا یہ علوی خاندان کا ایک مرد ہے جن کو حسن بن علی کہا جاتا ہے اور ابن الرضا کے نام سے پہچانے جاتے ہیں پس میرے تعجب میں اور اضافہ ہوگیا۔ پس وہ پورا دن ان کے بارے میں اور اپنے والد اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا کے بارے میں بے چین اور مضطرب رہا یہاں تک کہ رات آگئی ان کی عادت یہ تھی کہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد امور مملکت سے متعلق جن باتوں کی ضرورت تھی اور جو کچھ بادشاہ کو پیش کرنے ہوتے تھے پر نظر ڈالنے کیلئے بیٹھ جاتے تھے جب انہوں نے نماز پڑھ لی اور دوسرے کاموں سے فارغ ہوگئے تو میں ان کے پاس گیا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔ اے احمد کیا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟ میں نے کہا ہاں اے بابا اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کے بارے میں آپ سے سوال کروں گا؟ انہوں نے کہا۔ اے میرے بیٹے میں نے تجھے اجازت دے دی اب جو تو پسند کرتا ہے مجھ سے کہو میں نے ان سے کہا اے بابا وہ مرد کون تھا جو صبح آپ کے پاس آیا تھا اور آپ نے تکریم و تجلیل اور احترام کا سلوک ان کے ساتھ کیا اور آپ بار بار اپنے آپ کو اور اپنے والدین کو ان پر قربان ہونے کی تمنا کررہے تھے۔ انہوں نے کہا اے بیٹا وہ رافضیوں کے امام ہیں۔ وہ ابن الرضا ہیں پھر ایک لمحہ خاموش رہے اور اس کے بعد بولے۔ اے بیٹا اگر خلافت بنی العباس کے خلفاء سے زائل ہوجائے تو بنی ہاشم میں سے کوئی بھی اس کا مستحق نہیں ہوگا سوائے ان کے۔ یہ تو اپنی فضیلت، پاکدامنی، وقار، تسلط بر نفس، زہد، عبادت، خوش اخلاقی اور نیکی کی بناء پر اس کے مستحق ہیں۔ اگر تو ان کے پدر بزرگوار کو دیکھتا تو انہیں بھی ایک جلیل القدر ذہین، نہایت نیک اور فاضل مرد پاتا۔ اپنے بابا سے ان کے بارے میں یہ سنکر میری بے چینی اور فکر مندی اور باپ کے خلاف غم وغصہ میں اضافہ ہوا اب اس کے بعد میرے پاس سوائے اس کے کوئی اور مقصد نہیں تھا کہ میں ان کے بارے میں پوچھوں، ان کے بارے میں تحقیق کروں پس میں نے بنی ہاشم سے اور قائدین فوج، کاتبین، قاضیوں فقہاء سے اور تمام لوگوں میں سے جس سے بھی ان کے بارے میں پوچھا میں نے یہی پایا کہ وہ ان کے نزدیک نہایت معزز اور مکرم اور اعلیٰ مقام اور حسن کلام والے ہیں اور وہ لوگ ان کو ان کے گھر والوں اور بزرگوں اور سب پر ترجیح

دیتے ہیں اور ہر ایک یہی کہتا ہے وہ رافضیوں کے امام ہیں پس ان کی منزلت میری نگاہ میں عظیم ہو گئی کیونکہ میں نے نہیں پایا ان کے کسی دوست یا دشمن کو مگر یہ کہ وہ ان کے بارے میں اچھی باتیں کرتا اور ان کی مدحت کرتا تھا۔

اس دوران اہل دربار میں بعض اشعرین نے ان سے کہا اے ابابکر ان کے بھائی جعفر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو اس نے کہا جعفر کون ہے جس کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت ہو یا اس کا ان کے ساتھ موازنہ کیا جائے۔ یقیناً جعفر علی الاعلان فسق و فجور کرنے والا، لاپرواہ اور بدترین شرابی ہے۔ اس جیسا آدمی میں نے کم ہی دیکھا ہے جو اپنی عزت کو پامال کرنے والا ہو۔

وہ احمق شرابی ہے، احساس حقارت میں گرفتار ہے اور نہایت ہلکی عقل کا ہے۔ خدا کی قسم حسن بن علی علیہما السلام کی وفات کے وقت جب وہ بادشاہ اور اس کے ساتھیوں پر وارد ہوا تو مجھے بالکل اس سے حیرت نہیں ہوئی اور یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس طرح کرے گا۔ ہوا یہ تھا کہ جب وہ (امام) بیمار ہو گئے اس نے میرے والد کے پاس آدمی بھیجا کہ ابن الرضا بیمار ہو گئے ہیں۔ پس اسی لمحہ وہ سوار ہو گئے اور دارالخلافہ کی طرف چل پڑے پھر نہایت عجلت میں واپس آ گئے جبکہ ان کے ساتھ امیرالمومنین کے پانچ نوکر تھے سب کے سب اس کے معتمد اور خواص تھے ان میں سے ایک نحریر تھا۔ اور انہیں حکم دیا کہ وہ حسن بن علی علیہما السلام کے گھر پر پہرہ دیں اور ان کے حال چال سے باخبر رہیں اور اطباء کے ایک گروہ کو بلا بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مسلسل ان کے پاس آتے جاتے رہیں اور صبح و شام ان کی دیکھ بھال کرتے رہیں۔ اس کے دو دن کے بعد ایک آدمی یہ خبر لے کر آیا کہ وہ نہایت ضعیف اور کمزور ہو چکے ہیں تو وہ ان کے پاس جانے کیلئے چل پڑے یہاں تک کہ صبح تک ان کے پاس رہے پھر اطباء کو حکم دیا کہ وہ ان کے پاس رہیں۔ اس کے بعد قاضی القضات (چیف جسٹس) کو بلا بھیجا وہ دربار میں حاضر ہوا تو اسے حکم دیا کہ وہ ان کے اصحاب میں دس آدمی جن کی دیانت، امانتداری اور پرہیزگاری، قابل اعتماد ہو، کا انتخاب کرے۔ پس انہیں حاضر کیا گیا اور انہیں (امام) حسن (عسکری) علیہ السلام کے گھر بھیجا گیا اور انہیں حکم دیا گیا کہ دن رات وہ وہیں رہیں۔ یعنی وہ وہاں رکے رہے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام وفات پا گئے۔ اور یہ ۲۶۰ھ ماہ ربیع الاول کے چند دن گزرنے کے بعد کی بات ہے۔ پس پورے سرمن رائے (سامراء) میں یہ پکار تھی کہ ابن الرضا فوت ہو گئے بادشاہ نے ان کے گھر تفتیش کیلئے آدمی بھیجے تاکہ وہ ایک ایک کمرہ کی تفتیش کریں۔ اور وہاں ہر چیز پر ان لوگوں نے مہر لگادی اس دوران ان لوگوں نے ان کے وارث اور بیٹے کو دیکھنا چاہا پس ایسی عورتوں کو لے کر آئے جو حاملہ عورت کی تشخیص کر سکتی تھیں پس وہ عورتیں آپ کی کنیزوں پر وارد ہوئیں انہوں نے ان کا معائنہ کیا ان میں سے بعض نے یہ بتایا کہ وہاں ایک کنیز ایسی ہے جو حاملہ ہے چنانچہ اس کو لانے کا حکم دیا گیا پس اس کو ایک کمرہ میں رکھ دیا گیا اور اس پر نحریر نامی خادم اور اس کے ساتھی اور چند عورتوں کو نگران قرار دیا گیا۔ پھر اس کے بعد آپ کی رسومات کی ادائیگی کیلئے تیاری شروع ہو گئی۔ تمام بازاروں کو

بند کردیا گیا۔ میرے والد اور دیگر بنی ہاشم کے افراد، فوج کے قائدین اور دربار کے کاتب اور تمام لوگ آپ کی تشیع جنازے میں شریک ہوئے پس اس دن سرمن رائی (سامراء) میں قیامت جیسا منظر برپا تھا۔ جب وہ رسوبات سے فارغ ہوگئے تو بادشاہ نے ابو عیسیٰ ابن متوکل کو بلا بھیجا اور ان سے کہا گیا کہ وہ نماز جنازہ ادا کریں۔ پس جب جنازے کو نماز کیلئے رکھا گیا تو ابو عیسیٰ اس سے نزدیک ہوئے اور آپؑ کے چہرے سے کفن ہٹا کر بنی ہاشم کے افراد، یعنی علوی اور عباسی خاندان کے افراد فوج کے قائدین، دربار کے کاتب، تمام قاضیوں، فقہاء اور معتبرینِ قوم کے سامنے پیش کیا اور کہنے لگا۔ یہ حسن بن علی بن محمد بن الرضا ہیں جو اپنے بستر پر طبعی موت مرے ہیں اور امیرالمومنین کے نوکروں اور خادموں اور ان کے قابل اعتماد لوگوں سے فلاں فلاں اور اطباء میں سے فلاں فلاں اور قاضیوں میں سے فلاں فلاں اس وقت موجود تھے۔ یہ کہہ کر انہوں نے ان کے چہرے کو ڈھانپ دیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور پانچ تکبیریں کہیں پھر جنازے کو اٹھانے کا حکم دیا گیا پس ان کے گھر سے جنازہ اٹھالیا گیا اور وہاں دفن کردیا گیا جہاں ان کے والد دفن کئے گئے تھے۔

جب دفن کے بعد لوگ منتشر ہوگئے تو سلطان اور اس کے ساتھی ان کے فرزند اور بیٹے کی تلاش میں بے چین ہوگئے۔ اور گھروں پر چھاپہ مارا گیا۔ پھر ان کی میراث کو تقسیم کرنے کے سلسلے میں توقف کیا گیا۔ اور وہ کنیز جس کے بارے میں حاملہ ہونے کا شبہ اور وہم انہیں لاحق ہوگیا تھا اس کی دو سال سے زیادہ نگرانی وہی لوگ کرتے رہے جو اس کام پر مامور کئے گئے تھے اس کے بعد ان کی میراث کو ان کی والدہ اور انکے بھائی جعفر کے درمیان تقسیم کیا گیا تو ان کی والدہ نے میراث کے بارے میں وصیت کا دعویٰ کیا اور یہ بات قاضی کے پاس ثابت ہوگئی۔ اور بادشاہ اس بہانہ ان کے بیٹے کی تلاش میں مسلسل رہا۔ میراث کی تقسیم کے بعد جعفر میرے والد کے پاس آئے اور ان سے کہا مجھے میرے والد اور میرے بھائی کا درجہ اور مقام دے دو میں ہر سال بیس ہزار دینار تم کو پہنچاؤں گا تو میرے والد نے اسے ڈانٹ پلائی اور کہا جا بے وقوف اور احمق کہ بادشاہ، خدا اسے عزت دے ان لوگوں پر تلوار اور کوڑے برسائے جو یہ گمان رکھتے تھے کہ تیرا والد اور تیرا بھائی امام ہیں تاکہ اس طرح انہیں اس بات سے پلٹا دے تو وہ اس بات پر قادر نہ ہوا اور وہ انہیں ان دونوں کے بارے میں اس عقیدہ اور نظریہ سے روگرداں نہ کرسکا اور اپنی سی کوشش بھی کرڈالی کہ تمہارے باپ اور بھائی کو اس مرتبہ اور منزلت سے ہٹا دے پس وہ ایسا نہ کرسکا۔ اگر تم اپنے باپ اور بھائی کے پیروکاروں کے نزدیک امام ہو تو تمہیں اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ بادشاہ یا کوئی اور تمہیں ایسا رتبہ اور مقام دیدے۔ اور اگر ایسا رتبہ اور منزلت تمہیں ان کے پاس حاصل نہیں ہے تو ہمارے ذریعے بھی تمہیں یہ چیز حاصل نہیں ہوگی۔ (میرے والد) نے اس کے بعد اسے پست اور بے حیثیت قرار دیا اور حکم دیا کہ دوبارہ اسے دربار میں آنے سے منع کیا جائے پس اسے میرے والد کے پاس آنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی یہاں تک کہ میرے والد مرگئے اور ہم وہاں سے نکل گئے۔

صورتحال ویسی کی ویسی رہی اور بادشاہ آج تک حسن بن علی علیہما السلام کے بیٹے کی تلاش میں لگا ہوا ہے۔

پس موت کے واقع ہونے میں اس سے بالاتر اور کوئی چیز ہے؟ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ آنکھوں دیکھے کو مسترد کریں اور اس کو جھٹلائیں۔ اور بادشاہ ان کے بیٹے کی تلاش میں اس لئے باز نہیں آتا تھا کیونکہ اس کے کان میں یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ ان کا کوئی بیٹا ہو چکا ہے۔ اور وہ اپنے والد کی وفات سے چند سال پہلے پیدا ہوا ہے اور انہوں نے اپنے اصحاب کے سامنے بیٹے کو پیش کر کے ان سے کہا ہے کہ یہ میرے بعد تمہارا امام ہوگا اور تم پر میرا جانشین ہوگا پس اس کی اطاعت کرو اور میرے بعد متفرق نہ ہونا اگر ایسا کرو گے تو اپنے دین کے بارے میں ہلاکت میں پڑ جاؤ گے اور یہ بھی کہ تم لوگ اس کے بعد ان کو نہ دیکھو گے۔ پھر انہیں غائب کر دیا اور ان کو ظاہر نہیں کیا اسی لئے بادشاہ اس کی تلاش سے باز نہیں آتا تھا۔

اور مروی ہے کہ اس امر (غیبت) کا مالک وہی ہے جس کی ولادت لوگوں پر مخفی اور پوشیدہ ہوگئی اور وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگئے تاکہ جب وہ ظہور کریں تو ان کی گردن پر کسی کی بیعت نہ ہو اور وہ وہی ہیں جن کی وراثت تقسیم ہوگی جبکہ وہ خود زندہ ہونگے۔ اور میں نے اس سلسلے میں روایت کو اس کتاب میں اپنے مقام پر سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس روایت کو بیان کرنے سے ہماری مراد یہ تھی کہ ہم حسن بن علی علیہما السلام کی موت کے واقع ہونے کو ثابت کریں۔ پس جب غیبت کے واقع ہونے کے سلسلے میں محمد بن حنفیہ، امام جعفر بن محمد الصادق، امام موسیٰ بن جعفر اور امام حسن بن عسکری علیہم السلام کے بارے میں جو کچھ دعویٰ کیا گیا تھا وہ غلط اور باطل ثابت ہوا اور وہ اس طرح کہ ان کی وفات کا وقوع پایہ ثبوت کو پہنچا تو ثابت ہوا کہ یہ غیبت ان پر واقع ہوئی ہے جن کے بارے میں پیغمبرِ خدا اور گیارہ ائمہ علیہم الصلوۃ والسلام نے نص اور صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور وہ حجۃ بن الحسن بن علی بن محمد العسکری علیہم السلام ہیں اور میں نے اس بارے میں روایات کو سند کے ساتھ اس کتاب میں آپ صلوات اللہ علیہ کے بارے میں بیان شدہ نصوص کے ابواب میں ذکر کیا ہے۔

حضرت قائم علیہ السلام کے بارے میں ہم سے سوال کرنے والا ان دو باتوں سے خالی نہیں ہے یا تو وہ ہمارے گیارہ اماموں علیہم السلام کو ماننے والا ہے یا ان کے امامت کا قائل نہیں ہے؟ اگر وہ ان کی امامت کا قائل ہے تو اس کے لئے ضروری اور واجب ہے کہ بارہویں امام کی امامت کا بھی قائل ہوجائے کیونکہ آپؑ کے پدران جو ائمہ علیہم السلام ہیں کی طرف سے آپ کے نام اور نسب کے متعلق نصوص موجود ہیں۔ اور ان کے شیعوں کا بھی اس بات پر اجماع ہے کہ وہ امام ہیں اور وہی قائم ہیں جو اپنی طویل غیبت کے بعد ظہور فرمائیں گے اور زمین کو عدل و قسط سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ اور اگر پوچھنے والا گیارہ اماموں کو ماننے والوں میں سے نہ ہو تو ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم بارہویں قائم امام علیہ السلام کے بارے میں اس کو کوئی جواب دیں بلکہ اس کے اور ہمارے

درمیان آپؑ کے گیارہ آباء جو ائمہ علیہم السلام ہیں کی امامت کو ثابت کرنے کے بارے میں بات ہوگی اور یہ اس طرح ہے جیسے اگر کوئی یہودی ہم سے پوچھے کہ کیوں ظہر کی نماز چار رکعت، عصر کی چار رکعت، عشاء کی چار رکعت، صبح کی دو رکعت اور مغرب کی تین رکعتیں ہوگئیں؟ تو ہم پر اس بارے میں کوئی جواب دینا ضروری نہیں ہے بلکہ ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم اس سے کہیں کہ تم تو اس نبی کی نبوت کے منکر ہو جس نے یہ نمازیں اور ان کی رکعتوں کی تعداد ہم تک پہنچائی ہے پس تم ہم سے اس کی نبوت کے بارے میں بات کرو اگر نبوت ثابت نہیں ہوگی تو یہ نمازیں بھی ثابت نہیں ہونگی اور اسکے بارے میں پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے اور اگر ان کی نبوت ثابت ہوگئی تو تمہیں ان نمازوں کا انہی تعداد کے ساتھ فرض ہونے کا اقرار کرنا پڑے گا کیونکہ ان کو لانے والے کی درستگی ثابت ہوچکی ہے اور اس کی امت کا بھی اس پر اتفاق رائے ہے خواہ تم اس بارے میں علت کو جانو یا نہ جانو اور یہی جواب ہو بہو حضرت قائم علیہ السلام کے بارے میں پوچھنے والے کے لئے ہے۔

ایک اعتراض کا جواب

کبھی حکمت کے آثار سے نابلد ملت کے مفاد میں اور صحیح تدبیر سے غافل اعتراض کرنے والا یہ اعتراض کرے کہ غیبت تمہارے زمانہ کے امام کے ذریعے کیوں واقع ہوئی اور کیوں ان کے گزشتہ آباء جن کو تم ائمہ گمان کرتے ہو کے ذریعے واقع نہیں ہوئی؟ حالانکہ ہم آل محمد علیہم السلام کے شیعوں کو اس زمانے میں بہتر حالت میں پاتے ہیں اور ان کی زندگی فراخی میں ہے بہ نسبت بنی امیہ کے زمانے کے جب کہ اس دوران ان کو اس بات پر مجبور کیا جارہا تھا کہ وہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے بیزاری کا اظہار کریں اور اسی طرح کے ناگوار حالات جیسے قتل اور دھمکی سے دو چار تھے۔ اور وہ ان حالات میں محفوظ اور سلامتی کے ساتھ ہیں اور ان کے پیروکار زیادہ ہورہے ہیں اور ان کے انصار کثرت پارہے ہیں اور حکومتوں کے اکابرین اور بادشاہوں کے قرابتداروں کے ان سے محبت کی وجہ سے ان کے نام ظاہر اور آشکار ہیں۔

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں۔ اور اللہ ہی سے توفیق ملتی ہے۔ یقیناً جہالت غافلوں اور جھٹلانے والوں اور شک و شبہ میں مبتلا لوگوں سے زائل نہیں ہوتی۔ ہماری گزشتہ گفتگو میں یہ بات گزر گئی کہ اللہ کی حجتوں علیہم السلام کا ظہور اور ان کا پوشیدہ ہونا حکمت کے مطابق ہوتا ہے اور یہ اہل ایمان کے لئے امکان اور تدبیر کے حساب سے ہوتا ہے۔ اور جب معاملہ ایسا ہے تو صاحبان رائے اور تمیز یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت معاملہ، اگرچہ صورتحال ویسی ہے جیسی بیان کی گئی، گزشتہ ائمہ علیہم السلام کے زمانوں سے زیادہ سخت اور شدید ہے اور وہ اس طرح کہ گزشتہ ائمہ ہر وقت اپنے شیعوں اور اپنی ولایت کے ماننے والوں اور لوگوں میں سے جو ان کی طرف مائل تھے کو خفیہ طور پر یہ بات بتاتے

بنایا جاتا۔ پھر تو ان کے دشمن ان کو مہلت ہی نہیں دیتے اور انتظار بھی نہیں کرتے۔ جیسے فرعون کا فعل بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے کے سلسلے میں اور وجہ یہ تھی کہ ان کے پیروکاروں سے یہ بات ظاہر ہو گئی اور ان کے درمیان پھیل گئی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام ان میں سے ہوں گے اور فرعون اور اس کی حکومت کی نابودی انہی کے ہاتھوں ہوگی۔ اور اس طرح اس سے قبل نمرود کا کام اپنی رعیت اور اہل مملکت کے بچوں کو ابراہیم علیہ السلام کی تلاش میں قتل کرنے کے سلسلے میں جب ان کی پیدائش کے وقت کی خبر پھیل گئی اور یہ بات منتشر ہو گئی کہ نمرود اور اس کی اہل مملکت اور دین انہی کے ہاتھوں نابود ہوں گے۔ اس طرح امام حسن بن علی (ہمارے امام زمانہ کے والد گرامی) علیہما السلام کی وفات کے زمانے کے طاغوت کا حال ہے کہ وہ ان کے فرزند کی تلاش میں رہا اور ان کے گھر کی نگرانی کی گئی اور ان کی کنیزوں کو حبس میں رکھا گیا اور اس بات کا انتظار کیا گیا کہ جو کچھ ان کے پیٹ میں ہے وہ ظاہر ہو جائے۔ پس اگر ان کے ارادوں اور نیت میں یہ بات نہ ہوتی جو ہم نے حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے بارے میں بتائی ہے تو وہ کبھی ایسا اقدام نہ کرتے۔ درحالیکہ امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے پیچھے اپنے اہل وعیال اور اپنے فرزند کو چھوڑ گئے تھے۔ جبکہ وہ لوگ یہ جانتے تھے کہ ان کے مذہب اور دین کے مطابق بیٹا اور والدین کی موجودگی میں سوائے شوہر اور بیوی کے کوئی اور شخص میراث کا مستحق نہیں ہوتا۔ پس ہرگز اس کے علاوہ کوئی اور بات کسی عاقل کے ذہن میں آسکتی ہے اور نہ ہی اس کے بغیر وہ کچھ اور سمجھ سکتا ہے اس کے علاوہ تدبیر اور حکمت صحیح کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ظہور اور غیبت کی مدت اپنی انتہا کو پہنچ جانی چاہیے۔ پس اگر یہ بات ہے تو غیبت واقع ہوتی ہے اور امام ان سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔ اور وہ ان کی جگہ سے ناواقف ہیں۔ اس حالت میں ان کے شیعوں میں سے کوئی شخص ان کے معاملہ میں کوئی بات پھیلا دیتا ہے جیسا کہ پہلے ہم نے بیان کیا ہے۔ درحالیکہ وہ پوشیدگی کی حالت میں ہیں ایسے میں زمانہ کے طاغوت یا عوام میں سے ایک فتنہ پرور جماعت ان کی پوشیدگی کے بارے میں وارد شدہ چیزوں اور ذکر شدہ روایات کی بناء پر جستجو اور تلاش میں نکل کھڑی ہوتی ہے تو اسے کوئی ایسی حقیقت ہاتھ نہیں آتی جس کی طرف اشارہ کر کے کہا جاسکے کہ یہ وہی ہے نہ ہی کوئی ایسا شبہ نظر آتا ہے جو اس سے متعلق ہو تو یہ جماعت منتشر ہو جائے گی اور فتنہ خاموش ہو جائے گا اور غصہ ختم ہو جائے گا۔ پس ایسی صورت میں ان کے شیعوں کے خلاف اور نہ ہی ان سے متعلق چیزوں کے خلاف ان کے دشمنوں کے پاس اقدام کرنے کا بہانہ ہوگا۔ اور نہ ہی کوئی راہ ہوگی۔ اور ایسے میں دشمنی اور عداوت کی آگ بجھ جائے گی اور دشمنی سے وہ جماعت باز آجائے گی یوں ان کے حالات ظاہر ہو جائیں گے ان پر جو ان کے بارے میں غور وفکر کرتے ہیں اور ان کے معاملہ میں سوچنے والے پر وضاحت ہو جائے گی اور ان کے مسلک اور راہ کے بارے میں ایک مؤمن اور مفکر شخص تحقیق کرے گا پس وہ شخص جو جہل کے میدان میں سرگردان تھا حجت خدا کے دوستوں سے ملحق ہو جائے گا اور ان پر ظالموں کے حق پر پردہ ڈالنے کی سازشیں حق کے بارے میں غور وفکر کے دوران روشن دلائل اور شواہد کے ذریعے

کشف ہوجائے گی جس طرح ہماری اس کتاب میں غور وفکر کرنے والے پر واضح اور کشف ہوجائیں گی جبکہ وہ نجات کا خواہاں، گمراہی کے راستوں سے بھاگنے والا اور ان سے ملحق ہونے والا ہو جن کو اللہ کی طرف سے نیکی اس سے قبل عنایت ہو چکی ہو اور یوں وہ گمراہی پر ہدایت کو ترجیح دیتا ہو۔

دوسرے اعتراض کا جواب

اور ان چیزوں میں سے جن کے بارے میں حق سے عناد رکھنے والوں نے سوال کیا ہے وہ یہ ہے کہ تم ہمیں بتاؤ کہ کیا اس وقت کا امام اپنی امامت کا دعوی کرتا ہے یا کوئی ایسا دعویٰ نہیں کرتا ؟ اور ہم ان کے پاس جائیں گے اور ان سے اپنے دین کے راستوں کے بارے میں سوال کریں گے اگر وہ ہمیں جواب دیں اور امامت کا دعویٰ بھی کریں تو ہم جان لیں گے کہ وہ امام ہیں اور اگر وہ امامت کا دعویٰ نہیں کرتے اور ہمیں ہمارے سوالوں کا کوئی جواب بھی نہیں دیتے جب ہم ان کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ اور دوسرے لوگ جو امام نہیں ہیں ایک ہی جیسے ہوں گے۔

ان کے جواب میں کہا گیا ہے کہ ہمارے زمانہ کے سچے اور صادق امام کے بارے میں ان سے پہلے گزرنے والوں نے اشارہ کیا ہے اور انہیں اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اس بات کا دعویٰ کریں کہ وہ امام ہیں مگر یہ کہ وہ اس بات کو یاد دہانی یا تاکید کیلئے کہیں۔ لیکن اس طرح دعویٰ کریں کہ اس کے بعد انہیں دلیل لانے کی ضرورت پڑے ایسا نہیں ہے۔ کیوں ان سے قبل کے صدق گو نے ان پر نص کی ہے اور ان کے امر کو روشن اور واضح کردیا ہے۔ اور دعویٰ کرنے کی ضرورت سے انہیں بے نیاز کردیا ہے۔ اور اس بارے میں ہمارا قول اس قول کی طرح ہے جو ہم علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر نص کی ہے اور وہ اس بات سے بے نیاز تھے کہ اپنی ذات کیلئے امامت کا دعویٰ کرتے پھریں۔ رہی یہ بات کہ وہ تمہارے دین کے معاملات کا جواب دیں تو اگر تم ان کے پاس رشد وہدایت حاصل کرنے اور علم پانے کی غرض سے اور ان کے مقام و منزلت کی معرفت کے ساتھ اور ان کی امامت کا اقرار کرتے ہوئے جاؤ گے تو وہ تمہیں ضرور پہنچوائیں گے اور تعلیم دیں گے اور اگر تم ان کے پاس دشمنی کے ساتھ جاؤ گے اور اس تاک میں کہ ان کے دشمنوں سے ان کے بارے میں چغلی کرو گے اور حق کے دشمنوں کے پاس ان کی بدی چاہتے ہوئے ان کے گرد جمع ہوگے اور دین کے پوشیدہ معاملوں کو پہچاننے کے بعد اس کو فاش کرنے کی غرض سے جاؤ گے تو وہ تمہیں جواب نہیں دیں گے کیونکہ وہ تم سے اپنی جان کے بارے میں خوف رکھتے ہیں۔ اگر یہ اس اعتراض کا جواب کسی کو قائل کرنے کیلئے کافی نہیں ہے تو ہم سوال کا رخ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف موڑ دیں گے کہ جب وہ غار میں چھپے ہوئے تھے تو اگر لوگ انہیں دین کے بارے میں پوچھنا چاہتے تو کیا وہ ان سے ملاقات کرسکتے تھے اور کیا وہ ان تک پہنچ جاتے یا نہیں۔ اگر ان کا پہنچنا ممکن تھا تو ان کا غار میں روپوش ہونا

غلط اور باطل ثابت ہوگا اور اگر وہ وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تو تمہاری بیان کردہ وجہ اور دلیل کی بناء پر ان کا ہونا اور نہ ہونا اس دنیا میں برابر ہے ۔ اگر تم یہ کہو گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روپوش ہونا عارضی تھا ؟ تو کہا جائے گا کہ اسی طرح امام علیہ السلام کا اس وقت روپوش رہنا عارضی ہے ۔ اگر تم لوگ یہ کہو گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد ظاہر ہوئے (یعنی غار سے نکلے) اور اپنی نبوت کا دعویٰ کیا ہم جواب میں کہیں گے اس سے کیا فرق پڑتا ہے کیا غار سے نکلنے اور ظاہر ہونے سے پہلے وہ نبی نہیں تھے یعنی اس دوران جب وہ غار میں روپوش تھے لیکن ان کی نبوت میں کوئی کمی نہیں آئی ۔ اسی طرح امام کے بارے میں بھی ہے کہ وہ امام ہیں اگرچہ اپنی امامت کو ان لوگوں سے چھپا رہے ہیں جن سے اپنی زندگی اور نفس کے متعلق خوف لاحق ہے ۔ اور ان سے کہا جائے گا ۔ تمہارا کیا خیال ہے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فاضل ترین اور ان میں سے سچائی میں مقدم ترین لوگوں کے بارے میں جب مشرکوں کے کسی گروہ سے ان کی ملاقات ہوتی اور وہ ذات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں ہوتے لیکن وہ آپؐ کو نہیں پہچانتے تو اصحاب سے پوچھتے کہ کیا وہ یہ شخص ہیں ؟ جبکہ آپؐ ان کے سامنے ہوتے ۔ یا وہ کیسے روپوش ہوئے یا وہ کہاں ہیں ؟ تو وہ لوگ کہتے کہ ہم ان کی جگہ کو نہیں پہچانتے یا یہ وہ شخص نہیں ہیں ۔ کیا خیال ہے کہ وہ اصحاب جھوٹے اور قابل مذمت اور سچ سے رخ موڑنے والے اور ناپسندیدہ تھے یا نہیں ؟ اگر تم یہ کہتے ہو کہ وہ جھوٹے تھے تو تم دین اسلام سے خارج ہوئے کیونکہ تم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹا قرار دیا اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ ایسی بات نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنے کلام میں تحریف کردی اور الفاظ سے ایسے معانی مراد لئے کہ ان کی بات جھوٹ ہونے سے نکل گئی اگرچہ اس کا ظاہر جھوٹ ہو ؟ پس اس بنا پر وہ قابل مذمت نہیں ہیں بلکہ وہ پسندیدہ ہیں کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قتل ہونے کو دفع کردیا ۔

ان کے جواب میں کہا جائے گا اسی طرح امام کے بارے میں بھی ہے اگر وہ یہ کہیں کہ میں امام نہیں ہوں اور اپنے دشمنوں کو ان کے سوالوں کا جواب نہ دیں تو ان کی امامت زائل نہیں ہوئی کیونکہ وہ اپنے نفس کے بارے میں خوفزدہ ہیں ۔ اور اگر ان کا اپنے دشمنوں کے سامنے خوف کی حالت میں اپنے امام ہونے سے انکار کرنا اس بات کا موجب ہے کہ ان کی امامت باطل ہوجائے تو یہاں بھی اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب میں سچا ہونا باطل ثابت ہوجائے گا اور اگر یہ چیز صحابہ کی صداقت پر کوئی آنچ نہیں آنے دیتی تو یہاں امام کا اپنی امامت کو پوشیدہ رکھنا بھی ان کی امامت کو زائل نہیں کرتا ۔ اور ان دونوں پر کوئی فرق نہیں ہے ۔ اور اگر کوئی مسلمان شخص ایسے کافروں کے ہاتھوں اسیر ہوجائے جو مسلمانوں کو قتل کرتے ہوں تو اس حالت میں اگر اس شخص سے پوچھا جائے کیا تم مسلمان ہو ؟ اور اس نے کہا نہیں تو یہ بات اس کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے والے نہیں ہے ۔ اس طرح امام اگر اپنے دشمنوں کے سامنے اور جن سے اپنی ذات کے بارے میں خوف رکھتا ہے اپنی امامت کا انکار کرے تو یہ بات اس کو امامت سے خارج

نہیں کرے گی۔

اگر وہ یہ اعتراض کریں کہ ایک مسلمان کو دنیا میں لوگوں کو تعلیم دینے اور حدود نافذ کرنے کے لئے قرار نہیں دیا گیا ہے اس لئے ان دونوں کے احکام مختلف اور جدا ہیں پس امام پر ضروری ہے کہ وہ اپنی ذات کو کبھی پوشیدہ نہ رکھے ان سے کہا جائے گا ہم نے یہ نہیں کہا امام اپنی ذات کو تمام لوگوں سے پوشیدہ اور مخفی رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے انہیں منصوب کردیا ہے اور اپنے بندوں کو ان کے مقام اور منزلت اس سچے امام کے قول جو ان سے پہلے آئے ہیں اور ان کی طرف سے منصوب کئے گئے ہیں کے ذریعے سے پہنچوائی ہے۔ ہم نے توصرف یہ کہا ہے کہ یقیناً امام اپنے دشمنوں کے سامنے اس بات کا اقرار نہیں کرتے اور وہ بھی اس ڈر سے کہ کہیں وہ انہیں قتل نہ کر ڈالیں۔ لیکن یہ بات کہ وہ پوشیدہ رہیں تمام مخلوقات سے یہ بات نہیں ہے کیونکہ تمام لوگ اگر ان سے پوچھا جائے کہ امامیہ فرقے کا امام کون ہے تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ فلاں بن فلاں ہیں۔ اور یہ پوری امت کے نزدیک مشہور ہے۔ ہم نے بات صرف اس بارے میں کی تھی کہ آیا وہ اپنے دشمنوں کے سامنے بھی اقرار کرتے ہیں یا اقرار نہیں کرتے۔ اور اس سلسلے میں ہم تمہارے لئے غار میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روپوش ہونا تقابل کے طور پر لائے درحالیکہ آپ مبعوث ہوچکے تھے آپ کے ساتھ معجزات بھی تھے اور ایک نئی شریعت کے ساتھ آئے تھے اور سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کرچکے تھے اور ہم نے تمہیں دکھا دیا کہ جب وہ خوفزدہ ہوجائیں تو ان کے لئے یہ ممکن اور جائز ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے سامنے اپنے امام ہونے کا انکار کردیں اور ان کے سوالات کا کوئی جواب نہ دیں اور یہ بات انہیں امام ہونے سے خارج نہیں کرتی اور ان دونوں موارد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر وہ یہ اعتراض کریں کہ اگر تم یہ جائز سمجھتے ہو امام کے لئے کہ وہ خوف کی صورت میں اپنے دشمنوں کے سامنے اپنی امامت کا انکار کریں تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بھی یہ جائز ہے کہ وہ اپنے دشمنوں سے خوف کی صورت میں اپنی نبوت کا انکار کردیں؟ ان سے کہا جائے گا اہل حق میں سے ایک گروہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام کے درمیان فرق کا قائل ہے اور وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی رسالت کی طرف دعوت دینے والے اور بذاتِ خود لوگوں کے سامنے اس کو بیان اور واضح کرنے والے ہیں پس اگر وہ نبوت کا انکار کریں اور تقیہ کی وجہ سے اس کو چھپائیں تو حجت باطل ہوجائے گی اور ان کی طرف سے بیان کرنے والا کوئی اور نہیں ہوگا جبکہ امام کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجت پوری کردی ہے ان کی امامت کے معاملے کو واضح کردیا ہے۔ پس اگر وہ خاموش ہوجائیں یا انکار کریں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معاملے میں بات پوری کردی ہے۔ لیکن ہمارا یہ جواب نہیں ہے۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ تقیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم بالکل ایک ہی جیسا ہے جب وہ اللہ کے حکم کو ظاہر کرچکے ہوں اور اس کی رسالت کو پہنچا چکے ہوں اور معجزات کو دکھا چکے ہوں۔ لیکن ان باتوں سے پہلے جائز نہیں ہے۔ اور صلح حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیفہ سے اپنا نام مٹا دیا جب سہل بن

عمرو اور حفص بن الاحنف نے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا اور حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ اس کو مٹاؤ اور لکھو ؟ یہ وہ ہے جس پر مصالحت کی محمد بن عبداللہ نے ۔ پس یہ بات آپؐ کی نبوت کے لئے مضر نہیں ہوئی جبکہ اس سے قبل دلائل محکم اس بات پر ثابت ہو چکے تھے ۔ اسی طرح اللہ عزوجل نے عمار کے اس عذر کو قبول کیا جب مشرکین نے انہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب و شتم کرنے پر مجبور کیا اور اس کے بغیر وہ ان کو قتل کرنا چاہتے تھے تو انہوں نے رسول کی شان میں سب کیا ۔ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس لوٹے تو آپؐ نے فرمایا "اے عمار کامیاب و رستگار ہو چکے ہو ؟" عرض کیا "میں رستگار نہیں ہوا کیونکہ میں نے آپؐ کو سب کیا ہے اے رسول خدا" آپؐ نے فرمایا "کیا اس وقت تمہارا دل ایمان پر مطمئن نہیں تھا" انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول بس اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ نازل ہوا ۔ **الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالا یمان** ۔ (سورۃ نحل آیت ۱۰۶) "مگر وہ جس کو مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے ۔" اور یہ بات شریعت کے منافی ہے کہ ایک مقام پر اس کی اجازت دے اور دوسرے مقام پر اس سے منع کرے ۔ اور جب امام کیلئے اپنی امامت کا انکار کرنا جائز ہوا تو یہ بھی ان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی ذات کو پوشیدہ رکھیں جب بھی حکمت ان کی روپوشی اور غیبت کی متقاضی ہو ۔ اور اگر ایک دن کسی بناء پر ان کی غیبت جائز ہوئی تو ایک سال بھی جائز ہو سکتی ہے اور اگر ایک سال جائز ہو سکتی ہے تو سو سال بھی جائز ہو سکتی ہے اور اگر ایک سو سال جائز ہو سکتی ہے تو اس سے زیادہ بھی غائب رہنا جائز ہو سکتا ہے یہاں تک کہ حکمت ان کے ظہور کی متقاضی ہو جس طرح ان کی غیبت کو ضروری قرار دے چکی تھی ۔ اور نہیں ہے کوئی طاقت مگر اللہ کے ذریعے سے ۔

اور ہم کہتے ہیں اس کے ساتھ امام کے ساتھ روپوشی اور ظہور میں سے جو کچھ بھی پیش آتا ہے وہ نہیں آتا مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ایک عہد کے وسیلے سے آتا ہے جیسا کہ اس بارے میں ہمارے ائمہ علیہم السلام کی طرف سے روایات وارد ہوئی ہیں ۔

ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن المتوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے عبدالسلام بن صالح الہروی سے انہوں نے ابوالحسن علیؑ بن موسیٰؑ الرضا سے انہوں نے اپنے والد بزرگوارؑ سے انہوں نے اپنے آباء طاہرین سے انہوں نے علی علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بشارت دینے والا بنا کر بھیجا ہے یقیناً میرے فرزندوں میں سے امام قائم غائب ہو جائے گا میری جانب سے ایک عہد کی بناء پر یہاں تک کہ اکثر لوگ یہ کہیں گے کہ اللہ کو آل محمدؐ سے کیا کام ہے ۔ اور کچھ دوسرے ان کی ولادت کے متعلق شک کریں گے بس جو شخص ان کے زمانہ میں پہنچ تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے دین کا دامن تھامے رکھے اور اپنے شک کی بناء پر شیطان کیلئے کوئی راستہ نہ قرار دے نہیں

تو وہ اس کو میری ملت اور راہ سے ہٹا دے گا اور میرے دین سے خارج کردے گا اور اس سے قبل تمہارے ماں باپ (آدمؑ و حواؑ) کو جنت سے نکال چکا ہے۔ اور یقیناً اللہ عزوجل نے شیاطین کو ان لوگوں کا سرپرست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے ہیں۔

ابن بشار کے اعتراضات

ابوالحسن علی بن احمد بن بشار نے غیبت کے خلاف باتیں کی ہیں اور ابو جعفر محمد بن عبدالرحمن بن قتیبہ رازی نے اس کو جواب دیا ہے۔ علی بن احمد بن بشار کی ہمارے خلاف غیبت کے بارے میں باتوں میں سے ایک یہ ہے جسے اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ وہ کہتا ہے: میں کہتا ہوں: یقیناً تمام اہل باطل جس چیز کے لئے دعویٰ کرتے ہیں اور اس سے تمسک کرتے ہیں اور جس پر قائم ہیں اور اس سے وابستہ ہیں اس بات سے بے نیاز ہیں کہ اس کے وجود کو ثابت کریں کیونکہ وہ بذات خود موجود ہیں اور اس کی موجودگی ثابت ہے۔ اور یہ لوگ یعنی ہمارے ساتھی (شیعہ) محتاج اور دست نگر ہیں اس چیز کی طرف جس سے بے نیاز ہے ہر اہل باطل جن کے لئے اطاعت کے فرض کو ثابت کرنے پر مجبور ہوں۔ پس یہ لوگ اس بات کی طرف نیازمند ہیں جن سے تمام اہل باطل بے نیاز ہیں اور ان لوگوں نے ایک اور خاص بات میں اختلاف کیا جس کی وجہ سے وہ اور بھی زیادہ باطل کی طرف چلے گئے۔ اور یوں وہ سارے اہل باطل کے مقابلے میں پست ہوگئے کیونکہ باطل کی کثرت انحطاط اور پستی لاتی ہے اور خیر اور سچائی کی کثرت بلندی عطا کرتی ہے اور ساری تعریفیں پروردگار عالمین کے لئے مختص ہیں اس کے بعد اس نے کہا: اور میں ایسی بات کہوں گا جس میں تم ہماری طرف سے زیادہ انصاف پاؤ گے اگرچہ یہ بات ہم پر واجب نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ بات بالکل واضح اور معلوم ہے کہ ہر مدعی اور مدعیٰ علیہ کا حق پر ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور ہر وہ شخص جو مدعی سے اپنے دعویٰ کی صحت اور درستی کو ثابت کرنے کا سوال کرتا ہے وہ منصف ہی ہوتا ہے۔ اور اس گروہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسی ہستی ہے جس کی امامت کا معاملہ ان پر صحیح ثابت ہوا ہے اور لوگوں پر اس کی پیروی اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا واجب قرار پایا ہے۔ اور ہم اس گروہ کے اس دعویٰ کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنے آپ کا باطل پر ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات نہایت ناممکن ہے۔ لیکن اس شرط پر کہ وہ جس کے لئے امامت کا دعویٰ کر رہے ہیں اس کا وجود اور ذات ہمیں دکھائیں اس صورت میں ہم ان سے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے بھی نہیں کہیں گے۔ پس اگر ہماری اس بات میں انصاف سے بھی بڑھ کر بات ہے تو ہم نے اپنا وعدہ پورا کردیا ہے۔ پس اگر وہ ہمارا مطالبہ پورا کرسکے تو انہوں نے ہماری بات کو باطل قرار دیا اور اگر اس بات سے عاجز اور ناتواں رہے تو یہ بات واضح ہوگئی جو ہم نے ان کے بارے میں کی تھی کہ وہ ہر اہل باطل سے جو اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے میں عاجز ہے زیادہ عاجز اور ناتواں ہیں۔ اور یہ لوگ

باطل کی ہر قسم میں ایک خاص بات کے ساتھ بھی مخصوص ہیں جس کی وجہ سے وہ تمام اھل باطل سے پست تر ہو گئے ہیں کیونکہ گذشتہ ہر باطل والا اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے سلسلے میں اس بات کا حق رکھتا ہے کہ جس کے لئے وہ دعویٰ کر رہے ہیں اس کے وجود کو پیش کریں ۔ اور یہ لوگ اس بات سے بھی عاجز ہیں جس پر ہر اھل باطل قادر ہے ۔ مگر یہ کہ ہم اس بات کی طرف پلٹیں جو وہ کہتے ہیں کہ : بات یہ ہے کہ اللہ عزّوجل کی حجت جس کے ذریعہ واجب قرار پائے اس کا ہونا ضروری ہے ۔ ہاں اس کا موجود ہونا ضروری ہے چہ جائے کہ اس کا صرف ہونا (عقلی طور پر) ضروری ہو ۔ پس تم لوگ اس کے وجود کو پیش کرو ہمیں تمہارے دعویٰ کی ضرورت نہیں ہے ۔

اور مجھے بتایا گیا ابو جعفر بن ابو غانم کے بارے میں کہ انہوں نے بعض پوچھنے والوں کے اس سوال کہ : کس کے ذریعہ تم ان لوگوں کے سامنے اپنے مدعیٰ کو جہاں تم اور تم لوگ کہتے ہو کہ " اس خاندان سے ایک شخص کا ہونا ضروری ہے " ثابت کروگے ۔ اس نے کہا : میں ان سے کہوں گا کہ یہ جعفر ہے ؟ بڑی عجیب بات ہے کہ یہ شخص لوگوں کی بات کو اس بات سے غلط ثابت کر رہا ہے جس سے خود اس کا دامن پاک نہیں ہے ۔ ایک بزرگ اس علاقہ میں رہتے تھے وہ کہتے تھے کہ : میں ان لوگوں کو " لابدیہ " کا نام دیتا ہوں ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی پناہ گاہ اور مضبوط ستون نہیں ہے مگر یہ کہ وہ یہ کہیں کہ ضروری ہے اور اس سے ناچار ہیں کہ اس کا ہونا جس کا کائنات میں کوئی وجود ہی نہیں ہے ۔ پس اس نے ان کا نام ہی یہ رکھا ۔ اور ہم بھی ان کو یہی نام دیتے ہیں یہ لوگ ہر اس گروہ سے بھی الگ اور جدا ہیں جو ناچاری کے نام پر کسی کے سامنے جھک جاتے ہیں ۔ بت پرستوں میں سے ایک گروہ جن کو " بد " کہا جاتا تھا وہ بھی کسی وجود رکھنے والی چیز کے سامنے جھکے اگرچہ وہ اہل باطل تھے جبکہ یہ لوگ ایک ایسے عدم سے مربوط ہو گئے جو بالکل نہیں ہے اور باطل محض ہے اور یہ حقیقتاً لابدیہ کہنے کے قابل ہیں ۔ یعنی وہ اس بات سے ناچار ہیں کہ وہ اس کے سامنے جھک جائیں کیونکہ ہر وہ جس کی اطاعت کی جائے وہ درحقیقت معبود ہی ہوتا ہے ۔ اور یوں ہماری یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ باطل کی ہر قسم میں سے ایک خاص قسم کے ساتھ مختص ہیں جس کی وجہ سے وہ زیادہ پستی میں گرے ہوئے ہیں ۔ الحمد للہ ۔

پھر وہ کہتا ہے : ہم اس کتاب کا خاتمہ اس بات سے کرتے ہیں کہ : ہمارا مناظرہ اور ہماری بات اس سے ہے جو اس سے پہلے ہم سے یہ اتفاق رائے رکھے کہ اس خاندان (اہلبیت) سے ایک امام قائم کا ہونا ضروری ہے ۔ جس کے ذریعے خدا کی حجت ہم پر واجب ہو جائے اور جس کے ذریعے خلق خدا کا فقر اور فاقہ ختم ہو جائے ، اور جو شخص اس بات میں ہم سے اتفاق نہیں رکھتا وہ ہماری کتاب کو دیکھنے سے خارج ہے ۔ چہ جائے کہ ہم اس سے یہ مطالبہ کریں ۔ اور ہم کہتے ہیں ہر اس شخص سے جو ہمارے ساتھ مذکورہ بات میں اتفاق رائے رکھتا ہے اور ہم سے پہلے اس بات کا قائل ہے کہ : دیکھیں ہمارا اور آپ کا اس بات پر اتفاق ہو جائے کہ کسی گھر کا ایک کمرہ اس کے بغیر خالی نہیں ہے کہ اس میں ایک

چراغ اور روشنی موجود ہے ۔ پھر ہم اس گھر میں داخل ہوگئے اور ہم نے وہاں ایک کمرے کے علاوہ کوئی اور نہیں پایا اس بناء پر ضروری ہوا اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس گھر میں ایک چراغ موجود ہے ۔ **والحمد للّٰہ رب العالمین**

ابو جعفر محمد بن عبدالرحمٰن بن قبہ رازی نے اس کا جواب دیا ہے ۔ انہوں نے کہا ہے (اور توفیق اللہ سے ہے):

دعویٰ میں اسراف کرنا اور مخالف پر جھوٹ باندھنا ان چیزوں میں سے نہیں ہے جن سے حجت ثابت ہوجائے اور اگر ایسا ہی ہوتا تو اختلاف کرنے والوں کے درمیان جھگڑا ہی ختم ہوجاتا ہے اور ہر شخص اپنے مخالف کے بارے میں جو برا نظریہ اس کے ذہن میں آتا ہے اسی پر اعتماد کر بیٹھے گا ۔ جبکہ اختلاف اور تضاد کی وجہ سے لوگوں میں مباحثہ اور مناظرہ کی بنیاد رکھی گئی ہے اور انصاف کرنا وہ بہترین کردار ہے جو اہل دین اپناتے ہیں اور ابوالحسن کا قول نہ ہماری پناہ گاہ ہے جس کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں نہ کوئی درست قول ہے جس کی طرف ہم مائل ہوجائیں نہ ہی کوئی سند اور ستون ہے جس سے ہم ان کے قول کو حجت سمجھ کر تمسک کریں ۔ کیونکہ ان کا یہ دعویٰ دلیل و برھان سے خالی ہے ۔ اور جب کوئی دعویٰ برحان و دلیل سے الگ ہو تو وہ صاحبان عقل و فکر کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوتا اور ہم یہ کہنے سے ناتوانی کا احساس نہیں کرتے کہ: ہاں ہمارے پاس الحمدللہ وہ ذات ہے جس کی طرح ہم رجوع کرتے ہیں اور ان کے حکم پر چلتے ہیں جن کا حجت ہونا ثابت ہو چکا ہے اور اس کے دلائل روشن ہوچکے ہیں ۔ اگرچہ یہ پوچھیں گے کہ وہ کہاں ہیں ہمیں بتادیں ؟ تو ہم کہیں گے ۔ کس طرح تم یہ چاہتے ہو کہ ہم انہیں تمہیں دکھا دیں ۔ کیا تم ہم سے یہ چاہتے ہو کہ ہم انہیں حکم دیں کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر تمہاری طرف آجائیں اور خود کو تمہارے سامنے پیش کریں یا تم یہ مطالبہ کر رہے ہو کہ ہم ان کے لئے ایک گھر بنائیں اور ہم انہیں اس میں منتقل کریں اور تمام مشرق و مغرب والوں کو اس سے باخبر کریں ۔ اگر تم یہ چاہتے ہو تو ہم اس بات پر قادر نہیں ہیں اور نہ ہی ان پر یہ کام کرنا لازم اور ضروری ہے ۔ اور اگر تم یہ کہو گے : تو پھر کس طرح تم ان کی حجت کو ہم پر لازم قرار دیتے ہو اور ان کی امامت کو واجب ٹھہراتے ہو ؟ ہم کہیں گے ہم یہ اقرار کرتے ہیں کہ ابوالحسن علی بن محمد عسکریؑ کے فرزندوں میں سے ایک رجل اور مرد کا ہونا ضروری ہے جن کے ذریعے سے اللہ کی حجت ہم پر لازم ہوجائے ہم نے تمہیں اس کی طرف راہنمائی کی تاکہ تم اگر صاحب انصاف ہو اور سب سے پہلی چیز جو ہم اور تم دونوں پر واجب ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس بات سے تجاوز نہ کریں جس پر صاحبان غور و فکر راضی ہوئے ہیں اور اس کو بروئے کار لائے ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص اس کی مخالفت کرے تو بے شک اس نے علماء کی روش چھوڑ دی ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم کسی ایسے فرع اور شاخ کے بارے میں بات ہی نہیں کرتے جس کی اصل (جڑ) ثابت نہ ہو اور یہ رجل اور ہستی جن کے وجود کے تم منکر ہو اس کے لئے اپنے پدر کے بعد حق ثابت کیا جاتا ہے اور تم وہ گروہ ہو جو ان کے پدر کے وجود کے متعلق ہم سے کوئی اختلاف نہیں رکھتے ہو ۔ پس یہ بات کوئی معنیٰ نہیں رکھتی کہ تم ان کے والد کے لئے حق امامت کے بارے میں غور و فکر کرنے کو ترک کردو ۔ پس اگر حق ان کے

والد کے لئے ثابت ہوجائے تو اس صورت میں تمہارے ہی اقرار کے مطابق یہ بات ثابت ہوجاتی ہے اور اگر ان کے والد کے لئے کوئی حق ثابت نہیں ہوتا تو اس صورت میں معاملہ کا رخ تمہارے قول کی طرف مڑجاتا ہے ۔ اور ہم باطل پر ہیں ۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ حق کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے اور باطل کمزور سے کمزور ہوتا جاتا ہے ۔ اگرچہ اہل باطل اس کو آراستہ و پیراستہ کر کے پیش کیوں نہ کریں ۔ ان کے والد کے معاملہ کے صحیح ہونے پر دلیل یہ ہے کہ ہم اور تم اس بات پر اتفاق رائے رکھتے ہیں کہ ابوالحسنؑ کے بیٹوں میں سے کسی ایک مرد کا ہونا ضروری ہے جس کے ذریعے حجتِ خدا ثابت ہوجائے اور مخلوقات اور بندگان کے لئے کوئی عذر اور بہانہ باقی نہ رہے اور اس رجل اور مرد کو حجت ہونا لازم ہوگا ہر اھل اسلام پر خواہ وہ ان سے دور ہی کیوں نہ ہو۔جس طرح لازم ہے اس شخص پر جس نے انہیں دیکھا ہو اور مشاہدہ کیا ہو ۔ اور ہم اور بندگان میں سے اکثر ایسے لوگ ہیں جن پر حجت لازم قرار پائی ہے بغیر مشاہدہ کے ۔ پس ہمیں غور کرنا پڑے گا اس وجہ اور دلیل کے بارے میں جس کی بناء پر ہم پر حجت لازم ہوچکی ہے کہ وہ کیا ہے ؟ پھر یہ دیکھنا پڑے گا کہ ان دونوں فرزندوں میں سے جن کے سوا ابوالحسن (امام علی نقیؑ) کا کوئی وارث نہیں ہے کون اس بات کی اہلیت رکھتا ہے ۔ پس ان میں سے جو بھی اولیٰ اور برتر ہوگا وہی حجت اور امام ہوگا اور اس بات کو زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں ہے ۔ پھر ہم اس بات پر سوچیں گے کہ کس دلیل اور وجہ کی بناء پر حجت لازم قرار پاتی ہے ان اشخاص پر جو رسولؐ اور اماموںؑ سے دور ہیں ۔ پس اس کا جواب تو یہ ہے کہ ان روایات سے ثابت ہے جو حجت کو لازم قرار دیتے ہیں اور ان روایاتؒ کی تعداد اور کیفیت ایسی ہے کہ اس کی نقل کرنے والوں پر سے جھوٹ پر اتفاق کرنے کی تہمت اور الزام رفع ہوجاتا ہے ۔ اور ان روایات کا ان سب کے مل کر گھڑنے کے بہتان کو زائل کردیتا ہے ۔ پھر ہم تحقیق کرتے ہیں تو یہ پاتے ہیں کہ نقل کرنے والے خود دو گروہ ہیں ان میں سے ایک یہ گمان رکھتا ہے کہ گذشتہ امام نے حسن العسکریؑ پر نص کیا ہے اور ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور وصیت اور ان کے بڑے فرزند ہونے کی خاصیت کے ساتھ بعض دلائل کا بھی تذکرہ کرتے ہیں اور علائم اور نشانیاں بھی بتاتے ہیں ۔ اور ہم نے دیکھا کہ دوسرا گروہ ایسی ہی باتیں جعفر کے بارے میں ذکر کرتا ہے ۔

اب ہم دیکھتے ہیں تو یہ پاتے ہیں کہ جعفر کے بارے میں روایات نقل کرنے والی جماعت بہت کم تعداد میں ہے اور ایک چھوٹی جماعت اور قلیل گروہ کے بارے میں یہ کہنا ممکن ہے کہ انہوں نے روایتیں گھڑنے پر اتفاق رائے کیا ہے ایک دوسرے سے ملے ہیں اور ایک دوسرے کو خط و کتابت کے ذریعے اس بات سے آگاہ کیا ہے ۔ پس ان کی منقولہ روایتیں شبہ کے موقع پر واقع ہوگئیں نہ کہ حجت کا مقام انہیں حاصل ہوا اور خدا کی حجتیں شبہوں کے ذریعے ثابت نہیں ہوتیں ۔ اور دوسرے فریق کی روایات پر ہم نے نظر ڈالی تو ہم نے یہ پایا کہ یہ ایسے کئی گروہ ہیں جو ایک دوسرے سے دور دراز علاقوں میں الگ تھلگ ہیں ۔ اور ان کے مقاصد الگ الگ ہیں اور ان کے آراء اور نظریات مختلف ہیں ۔ پس

جھوٹ کا صادر ہونا ان سے ممکن ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے سے دور دور ہیں اور نہ ہی اتفاق رائے یا ایک دوسرے کو خط و کتابت کرنا یا لکھنے ہونا تاکہ کسی روایت کو جعل کریں اور گھڑلیں ان کے حق میں صحیح ہو سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ان سے منقول روایتیں ہی صحیح ہے اور حق پر یہی لوگ ہیں کیونکہ اگر ہم ان کی نقل شدہ روایات کو ان کے مذکورہ خصوصیات کے ساتھ جھٹلائیں اور باطل قرار دیں تو روئے زمین پر کوئی بھی روایت یا نقل ہونے والی خبر صحیح نہیں ہوسکتی۔ پس غور کرو۔ خدا تمہیں اپنی توفیقات سے نوازے۔ پس ان دونوں گروہوں کے بارے میں تم حق کو اس میں پاؤگے جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔ اور روایات کو باطل قرار دینے میں اسلام کی نابودی مضمر ہے اور اخبار کو صحیح قرار دینے میں ہماری روایات کا صحیح ہونا ثابت ہوجاتاہے۔ اور اس میں ہماری بات کی صحت کی دلیل موجود ہے۔

والحمد للہ رب العالمین۔

اور پھر آپ نے دیکھا کہ جعفریہ فرقہ والے خود اس بارے میں اختلاف رکھتے ہیں کہ جعفر کی امامت کس بناء پر واجب قرار پائی ہے۔ پس ان میں سے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ وہ اپنے بھائی محمد کے بعد امام ہیں۔ اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ اپنے بھائی حسن العسکریؑ کے بعد امام ہیں۔ اور ہم نے دیکھا ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے موقف پر ڈٹاہواہے جبکہ ہم نے ان کے گذشتگان اور اپنے اسلاف کو دیکھاہے کہ انہوں نے اس حادثہ کے واقع ہونے سے قبل ہی ایسی روایات نقل کی ہیں جو حسن العسکریؑ کی امامت پر دلالت کرتی ہیں اور وہ یہ ہے جو امام ابو عبداللہ (جعفر صادقؑ) سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا "جب تین نام یعنی محمد، علی اور حسن ایک دوسرے کے بعد آجائیں تو چوتھا قائمؑ ہوگا" اور ان جیسی روایات جن میں سے ایک یہ ہے جو امام حسن عسکریؑ کی امامت کو ثابت کرتی ہے۔ اور امام حسنؑ (عسکری) اور جعفر کے سوا کوئی تیسرا نہیں ہے۔ پس اگر امام حسن عسکری کے زمانے میں جعفر کیلئے حجت ثابت نہ ہوجائے ان لوگوں پر جنہوں نے اس کو دیکھا جبکہ امام وہ ہوتا ہے جس کیلئے حجت ثابت ہوجائے اس پر جس نے اس کو دیکھا ہے اور جس نے اس کو نہیں دیکھا ہے تو معلوم ہوا اس وقت امامت حسن العسکریؑ کیلئے ثابت ہے۔ پس جب امام حسن عسکریؑ کیلئے امامت ثابت ہوگئی اور جعفر تمہارے نزدیک وہ ہے جس سے بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے اور امام کبھی دوسرے امام سے بیزاری اور برائت کا اظہار نہیں کیا کرتا اب حسن (عسکریؑ) تو وفات پاگئے پس اس بناء پر تمہارے اور ہمارے دونوں کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ ایک مرد کا ہونا ضروری ہے جو حسن علیہ السلام کا فرزند ہو جس کے توسط سے خدا کی حجت ثابت ہوجائے۔ پس اس بنا پر ثابت ہوا کہ حسن کیلئے ایک بیٹا ہے جو قائم علیہ السلام ہیں۔

میں کہوں اے ابا جعفر۔ خدا تمہیں سعادتمند بنا دے۔ ابوالحسن، اعزہ اللہ سے کہ محمد بن عبدالرحمن کہتا ہے کہ ہم نے جس کے بارے میں دعویٰ امامت کیا ہے اس کا وجود ہم نے تمہارے سامنے پیش کردیا پس اب کہاں بھاگو گے؟ کیا تم اپنے باطل پر ہونے کا اقرار کرتے ہو جیسا کہ تم نے ہم سے وعدہ کیا ہے یا یہ کہ تمہاری خواہش نفس تمہیں اس

بات سے روک دیتی ہے ۔ اس صورت میں تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مصداق بنو گے ۔ **ان کثیراً لیضلون باھوا ئھم بغیر علم** ۔ (سورۃ انعام آیت ۱۲۰) " اور یقیناً بہت سے ایسے ہیں جو اپنی مذموم خواہشات کی وجہ سے علم و یقین کے بغیر گمراہ ہوجاتے ہیں ۔ "

" اہل حق کو " لابدیہ " کا نام دینا ان کے اس قول کی بناء پر کہ ؟ لابد اور ضروری ہے ایک ہستی کا ہونا تاکہ اس کے توسط سے خدا کی حجت لازم قرار پائے بڑی عجیب بات ہے۔کیا خود ابوالحسن یہ نہیں کہتا کہ ضروری اور لابد ہے اس کا ہونا جس کے ذریعے خدا کی حجت واجب قرار پائے ؟ اور کیوں نہیں کہتے وہ درحالیکہ انہوں نے ہماری طرف سے حکایت کرتے ہوئے کہا ہے " ہاں لابد اور ضروری ہے اس کا وجود چہ جائیکہ اس کا ہونا " پس اگر وہ اس بات کا قائل ہے تو وہ اور اس کے ساتھی بھی لابدیہ میں سے ہیں اور اس صورت میں اس نے اپنے آپ کو اس نام سے موسوم کیا ہے اور اپنے ہم مسلکوں کی برائی ظاہر کی ہے اور اگر وہ اس بات کا قائل نہیں ہے تو اس صورت میں ہمیں اس کی اس مثال کا جو اس نے کسی گھر کے کمرے میں چراغ کی صورت میں دی تھی کا جواب دینے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی ۔ اور ایسی ہی بری صورتحال سے دوچار ہوتے ہیں تمام وہ اشخاص جو اولیاء اللہ سے دشمنی رکھتے ہیں اپنی ہی برائی کر بیٹھتے ہیں جبکہ اپنے خیال میں وہ اپنے مخالف کی برائی بیان کررہے ہوتے ہیں ۔ اور ساری تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو اپنے دلائل اور نشانیوں کے ذریعے حق کی تائید کرنے والا ہے اور ہم ان لوگوں کو " بدیہ " کا نام دیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ بد کے بندے ہیں اور اس کے سامنے جھک رہے ہیں جو نہ تو سنتا ہے نہ کچھ دیکھتا ہے اور انہیں کسی چیز سے بے نیاز نہیں کرتا ۔ اور یہی حال ان لوگوں کا ہے ۔ اور ہم کہتے ہیں اے ابوالحسن خدا تمہیں ہدایت دے ۔ یہ (امام زمانہ) جن و انس پر اللہ کی حجت ہیں اور جن کا خلقِ خدا پر حجت ہونا ثابت نہیں ہوا مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتانے اور بیان کرنے سے آپؑ نے اپنی ذات کو غار میں مخفی رکھا تاکہ ان کے مقام روپوشی سے سوائے پانچ اشخاص کے وہ لوگ باخبر نہ ہوجائیں جن پر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے ذریعے اپنی حجت قائم کی ۔ اگر یہ اعتراض کرو گے کہ یہ غیبت ایک ظہور کے بعد ہے اور اس کے بعد ہے کہ ان کہ بستر پر ان کا کوئی جانشین موجود ہے ، اس کا جواب ہم یوں دیں گے کہ ہم ان کے ظہور یا اپنا جانشین مقرر کرنے کو اپنی دلیل قرار نہیں دے رہے ہیں اس کیلئے جو یہ نہیں جانتا کہ خود کیا کہہ رہا ہے ۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ کیا ان کا حجت ہونا ثابت نہیں ہوتا اس دوران جب وہ غیبت کی حالت میں ہیں اس شخص پر جو ان کے مقام اور جگہ کو کسی وجہ سے نہیں جانتا۔یہاں آپ کو اثبات میں جواب دینا پڑے گا ۔ تو ہم یہ کہیں گے کہ ہم بھی امام کے حجت ہونے کو ثابت کرتے ہیں اگرچہ وہ کسی وجہ سے غائب ہوں ؟ مگر ان دونوں میں کیا فرق ہے ؟ اور یہ امامؑ بھی غائب نہیں ہوئے ہیں جب تک ان کے آباء طاہرین علیہم السلام نے اپنے شیعوں کے کانوں کو اس بات سے نہ بھر دیا کہ ان کی غیبت واقع ضرور ہوگی اور انہیں یہ بتادیا کہ ان کی غیبت کے دوران انہیں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیئے اور کیسا عمل کرنا چاہیئے پس اگر

آپ ان کی ولادت کے بارے میں بات کریں گے تو ہم جواب دیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے مسئلہ کو لے لیں فرعون جس سختی سے ان کی تلاش میں تھا اور جو کچھ اس سلسلے میں اس نے عورتوں اور بچوں کے ساتھ کیا اس کے باوجود وہ زندہ رہے یہاں تک کہ اللہ نے انہیں ظاہر ہونے کی اجازت دے دی ۔ اور امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ان کے وصف میں ، میرے باپ اس پر قربان وہ میرا شبیہ ہے اور میرے جد بزرگوار کا ہمنام ہے اور موسیٰ بن عمران کا بھی شبیہ ہے "۔

ہم ایک اور دلیل تمہیں دیتے ہیں اے ابوالحسن کیا تم یہ اقرار کرتے ہو کہ شیعوں نے غیبت کے بارے میں روایات نقل کی ہیں ۔ اگر وہ کہے نہیں تو ہم ان روایات کو اس کے سامنے پیش کریں گے ۔ اور اگر کہے ہاں تو ہم اس کو کہیں گے کہ جب لوگوں کا امام غائب ہوگا تو ان کی حالت کیسی ہوگی ؟ اور غیبت کے دوران کس طرح ان پر حجت لازم قرار پائے گی ۔ اگر وہ یہ کہے کہ اس صورت میں وہ اپنا ایک جانشین مقرر کرے گا ۔ پس ہم یہ کہیں گے کہ تمہارے اور ہمارے دونوں کے نزدیک یہ بات مسلّم ہے کہ امام کا جانشین بھی امام ہی ہوسکتا ہے پس وہ جانشین ہی جب کوئی امام موجود ہو تو اس صورت میں غیبت کوئی معنیٰ نہیں رکھتی اور اگر اس کے علاوہ اس غیبت کے متعلق کوئی دلیل پیش کرے تو وہ ہماری ہی دلیل اور حجت جیسی ہوگی اور اس میں کوئی فرق اور فاصل نہ ہوگا اور ایک دلیل جو جعفر کے معاملے کی خرابی کو واضح کرتی ہے کہ وہ ہے فارس بن حاتم لعنۃ اللہ علیہ سے موالات رکھنا اور اس کو پاک قرار دینا ہے درحالیکہ اس کا باپ اس سے بیزاری اور برائت کرچکا تھا ۔ اور یہ بات شہروں میں پھیل گئی جس کی وجہ سے مخالفین بھی اس کی اس حالت سے باخبر ہوگئے چہ جائیکہ دوست ۔

اور دلیلوں میں سے ایک اس کے معاملے کی خرابی پر اس کا مدد طلب کرنا جن سے اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سے ارث حاصل کرنے کے لئے مدد لی ۔ درحالیکہ شیعوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس کے آباء طاہرین علیہم السلام کا اتفاق ہے کہ ماں کی موجودگی میں بھائی کو حق ارث نہیں ہوتا ۔ اور دلیلوں میں سے ایک جو اس کے معاملے کی خرابی کو ظاہر کرتی ہے اس کا یہ کہنا کہ میں اپنے بھائی محمد کے بعد امام ہوں ۔ کاش میں یہ جان سکتا کہ کس وقت اس کے بھائی کی امامت ثابت ہوتی ہے درحالیکہ وہ اپنے پدربزرگوار سے پہلے وفات پاگئے تھے ۔ تو کس طرح ایسے شخص کے خلیفہ کی امامت ثابت ہوسکتی ہے ۔ اور کیا ہی عجیب بات ہے کہ اگر محمد اپنا جانشین بنانے لگیں اور اپنے بعد امام مقرر کریں جبکہ ان کے والد زندہ اور قائم ہوں ۔ اور وہ خود خدا کی حجت اور امام ہوں تو اس صورت میں ان کے والد کا کیا کام ہے ؟ اور کب سے ایسی روایت ائمہ اور ان کے فرزندوں کے درمیان رائج ہوگئی ہے ۔ تاکہ ہم اس کو آپ سے مان لیں ۔ پس آپ ہمیں بتادیں وہ چیز جس کی بناء پر محمد کی امامت واجب ہوجاتی ہے تاکہ ہمارے سامنے اس کے جانشین کی امامت بھی ثابت ہوجائے اور حمد ہے خدا کیلئے جس نے حق کو مضبوط اور طاقتور قرار دیا اور باطل کو کمزور اور

زائل ہونے والا قرار دیا۔

اور جو کچھ ابن ابی غانم رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ پس ان کی باتوں سے ہمارے نزدیک جعفر کی امامت ثابت نہیں ہوتی بلکہ وہ پوچھنے والے کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ اس خاندان کے افراد نیست و نابود نہیں ہوئے ہیں کہ ان میں سے کوئی فرد ہمیں نہ ملے۔

لیکن اس کا یہ کہنا کہ " ہر وہ جس کی اطاعت کی جائے وہ معبود ہے۔" یہ بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ ہم خدا کے سوا کسی کو معبود نہیں جانتے جبکہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں ان کی بندگی نہیں کرتے۔

لیکن ان کا کہنا ہے " اب ہم اس کتاب کا خاتمہ اس بات سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بحث کرتے اور مخاطب قرار دیتے ہیں اس کو جو اس بات سے متفق ہو کہ اس خاندان کے افراد میں سے ایک امام کا قائم ہونا ضروری ہے جس کے ذریعے حجتِ خدا واجب اور لازم قرار پائے اور یہ بھی درست ہے کہ اس کمرہ میں ایک ہی چراغ ہے اور ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ہم اس میں داخل ہوجائیں۔ خدا آپ کو توفیق دے۔ ہم اس کی مخالفت نہیں کرتے اور یہ ضروری ہے کہ اس خاندان سے ایک امام قائم ہو تاکہ حجتِ خدا اس کے واسطے سے واجب اور لازم قرار پائے بلکہ ہمارا اعتراض اور مخالفت اس بارے میں ہے کہ وہ امام کس طرح قیام اور ظہور کرے گا اور کیونکر غائب ہوگا۔

اور وہ جو مثال انہوں نے کمرہ اور روشنی کی دی تھی وہ تو صرف ایک ناکام سی آرزو ہے اور کہا گیا ہے کہ تمنا اور آرزو مفلسوں کا سرمایہ ہے۔ اب ہم ایک مثال حقیقت پر مبنی پیش کریں گے جس میں نہ ہم اپنے کسی مخالف پر دباؤ ڈالیں گے اور نہ ہی کسی دشمن سے ناانصافی کریں گے بلکہ ہمارا مقصد اس میں صرف حق کو پانا ہوگا۔ پس ہم کہتے ہیں ہم اور ہمارے مخالفین اس بات پر متفق ہیں کہ فلاں شخص وفات پاگیا ہے اور اس کے دو لڑکے ہیں اور اس کا ایک ہی گھر ہے اور فرض کرلیں کہ اس گھر کا مستحق ان دونوں میں سے وہ ٹہرتا ہے جو اپنے ایک ہاتھ سے ایک ہزار رطل بوجھ اٹھالے اور یہ کہ وہ گھر اسی شخص کی اولاد کے پاس رہے گا جو اس بوجھ کو اٹھانے والا ہوگا اور فرض کرلیں ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ان میں سے ایک اٹھانے پر قادر ہوگا اور دوسرا اس سے عاجز اور ناتواں رہے گا۔ پھر ہمیں ضرورت پڑی کہ یہ جان لیں کہ ان دونوں میں سے کون بوجھ کو اٹھانے والا قرار پاچکا ہے۔ اس کو جاننے کیلئے ہم ان کی جگہ کی طرف چل پڑے لیکن ایک روکنے والے نے ہمیں ان دونوں کو دیکھنے سے روکدیا مگر ہم نے بہت سے لوگوں کے گروہ کو دیکھا جو مختلف دور دراز علاقوں میں رہتے ہیں جو ایک دوسرے سے دور ہیں اور وہ گواہی دے رہے ہیں کہ انہوں نے خود دیکھا کہ ان دونوں میں سے بڑے بیٹے نے بوجھ کو اٹھالیا اور دوسری طرف ایک قلیل جماعت اور گروہ کو دیکھا جو ایک جگہ پر جمع تھے وہ گواہی دینے لگے کہ چھوٹے بیٹے نے اس کام کو انجام دیا۔ اس کے ساتھ اس گروہ کے پاس کوئی ایسی خاص دلیل بھی نہیں تھی جس کو وہ پیش کرتے۔ اس صورت میں یہ حکم عقل اور تقاضائے انصاف اور جو کچھ لوگوں میں معمول

ہے اور جو تجربہ سے ثابت ہے کے برخلاف ہے کہ ہم ان کثیر گروہوں کی گواہی کو تو مسترد کردیں اور اس قلیل جماعت ں گواہی کو قبول کریں ۔ بلکہ جھوٹ باندھنے کی تہمت اس قلیل گروہ پر عائد ہوگی اور کثیر جماعت اس الزام سے دور وگی ۔

اگر ہمارے مخالفین یہ کہیں کہ پس تم کیا کہتے ہو سلمان و ابوذر وعمار مقداد کی گواہی کے بارے میں جو وہ یرالمومنین علیہ السلام کے حق میں دے چکے تھے اور اس کثیر گروہ اور اس بڑی تعداد کی گواہی کے بارے میں جو سرے کے بارے میں دے چکے تھے ان میں کونسا صحیح اور درست ہے ؟

ہم کہیں گے " امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے اصحاب لپنے مد مقابل کے مقابلہ میں کچھ ور کے ساتھ مختص تھے اور وہ خصوصیات انہیں کیلئے تھی اگر تم ایسی ہی خصوصیات یا اس سے نزدیک خصوصیات کو پنے لئے ثابت کرو تو ہم تمہیں حق پر مانتے ہیں ۔ سب سے پہلی خصوصیت تو یہ تھی کہ خود آپؑ کے دشمن آپ کی برتری ، کیزگی اور علم کے معترف تھے ۔ یہ بات ہماری روایات کے ساتھ ان کی طرف سے منقولہ روایات میں ہے کہ حضور لی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دوستی اور محبت رکھتا ہے اس کے ساتھ جو اِن (علیؑ) سے محبت رکھے اور منی رکھتا ہے اس کے ساتھ جو اِن سے دشمنی اور عداوت رکھتا ہے پس اس بناء پر ان کے سوا کسی کی پیروی جائز نہیں ہے ۔ اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان کے دشمنوں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ نبی خدا صلی اللہ یہ وآلہ وسلم نے ایک مخصوص شخص کی طرف امام ہونے کا عندیہ دیا ہے یا اسے بندگانِ خدا کیلئے حجت مقرر کیا ہے ۔ ۔ جیسا کہ آپ کو بھی معلوم ہے کہ انہوں نے اسے خود لپنے لئے منصوب کیا ہے اس بناء پر کہ انہیں اس بات کا تیار حاصل ہے ۔ اور تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ان کے دشمن امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اصحاب ں سے ایک کے بارے میں یہ گواہی دیتے تھے کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے کیونکہ خود آپؐ ارشاد فرما چکے تھے کہ سمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی ایسا صاحب زبان نہیں ہے جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو " اس بناء پر صرف اکیلے ان گواہی کو ان تمام کی گواہی پر برتری حاصل ہے ۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے دشمنوں نے بھی انہی روایات کو ں کیا ہے جنہیں ان کے دوستوں نے کیا ہے اور جس سے حجت لازم قرار پائی ہے ۔ لیکن اس سے وہ تاویل کی خرابی کے عث پھر گئے ہیں ۔ اور پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ ان کے دشمنوں نے روایت نقل کی ہے کہ حسن اور حسین جوانان ت کے سردار ہیں اور یہ بھی روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " جو جان بوجھ کر میری طرف ئی جھوٹ منسوب کرے تو جہنم کو اپنا ٹھکانا قرار دے " ۔ پس جب ان دونوں نے لپنے پدر بزرگوار کے حق میں گواہی ں اور یہ بھی درست ہے کہ وہ دونوں رسولؐ کی گواہی کے مطابق اہل جنت میں سے ہیں تو ان کو سچا ماننا واجب قرار یا ۔ کیونکہ اگر وہ اس بات میں جھوٹے ہوں تو اہل بہشت میں سے نہیں ہونگے بلکہ اہل دوزخ میں ہوں گے اور وہ

دونوں ہستیاں اس بات سے منزہ ہیں کیونکہ وہ دونوں پاک وپاکیزہ، طیب اور سچے ہیں۔ اب جعفر کذاب کو امام ماننے والے ان کے لئے کچھ ایسی خصوصیات کو بیان کریں جو ان کے مخالفین میں پائی نہیں جاتیں تاکہ ان کی بات کو قبول کیا جاسکے۔ اس کے بغیر ایک خبر متواتر کو جو کہ نقل اور ناقل دونوں لحاظ سے ہر قسم کے الزام سے مبرا ہے کو ترک کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی اس خبراور روایت کو قبول کرنا کوئی معنی رکھتا ہے جن کے نقل کرنے والے جھوٹ پر متفق ہونے کے الزام سے بری نہیں ہیں۔ جبکہ ان کے ساتھ کوئی ایسی خصوصیت بھی نہیں جس کے ذریعے ان کا مدعیٰ ثابت ہوجائے۔ اور ایسا فعل صرف ایک سرگردان اور گمراہ ہی سے سرزد ہوسکتا ہے۔ پس غور کرو۔ خدا تمہیں سعادت نصیب فرمائے۔ جو کچھ میں نے تمہارے لئے لکھا ہے اور جس کے بارے میں ایک غوروفکر کرنے والا اپنے دین کے معاملے میں غوروفکر کرتا ہے اور قیامت کے بارے میں کفر و انکار کے عواقب سے خوف اور ڈر کی نگاہ سے غوروفکر کرتا ہے موفق قرار پاؤ ان شاء اللہ تعالیٰ خدا تمہاری عمر کو طول دے اور تمہیں قوت اور تائید عنایت فرمائے اور تمہیں ثابت قدم قرار دے اور تمہیں اہل حق میں سے قرار دے اور اس کی طرف ہدایت کرے اور تمہیں ان لوگوں میں سے قرار نہ دے جن کی کوششیں دنیا کے زندگی میں بے کار ہوگئیں جبکہ وہ خود یہ اچھا گمان کررہے تھے اور ان میں سے بھی قرار نہ دے جنکو شیطان اپنے مکر و فریب، دھوکہ اور گمراہ کرنے کے ذریعے سے لغزش میں مبتلا کردیتا ہے۔

اور بعض امامیہ نے ابو جعفر بن قبہ کے نام ایک خط لکھا ہے جس میں وہ چند مسائل کے متعلق ان سے سوال کرتے ہیں پس اس کے جواب میں آیا ہے۔"لیکن تمہارا قول، خدا تمہاری تائید کرے، جو تم معتزلہ کی زبانی نقل کررہے ہو کہ وہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ امامیہ یہ گمان رکھتے ہیں کہ امام کے بارے میں نص ہونا عقلی لحاظ سے واجب ہے تو اس بات میں دو احتمال اور امکان موجود ہیں اگر وہ اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ یہ چیز اللہ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کی آمد اور شریعتوں کے آنے سے پہلے عقلی لحاظ سے واجب ہے تو یہ غلط ہے۔ اور اگر اس سے مراد وہ یہ لیتے ہیں کہ انسانوں کی عقل اس بات کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی آمد کے بعد امام کا ہونا ضروری ہے تو یقینی اور عقلی دلائل کے ذریعے وہ یہ جان گئے ہیں اور اس روایت اور خبر کے ذریعے سمجھ گئے ہیں جو اس ہستی سے منقول ہے جس کی امامت کے وہ قائل ہیں"۔

اور معتزلہ کا یہ قول " کہ ہم نے یقین کے ساتھ جان لیا ہے کہ حسن بن علی علیہما السلام وفات پاگئے جبکہ انہوں نے کسی کی امامت پر نص قائم نہیں کی تو ان کی یہ بات ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی مخالفت کی جائے گی اور وہ لوگ اس بات کے محتاج ہوں گے کہ اپنے دعویٰ کے درست ہونے پر دلیل قائم کریں۔ اور وہ کونسی چیز ہے جو انہیں اپنے دعویٰ میں اپنے ان مخالفین سے ممتاز کردیتی ہے جو اس بارے میں اس بات پر یقین رکھتے ہیں جو ان کے اس دعویٰ کے بالکل برعکس اور ضد ہے۔

اور دلائل میں سے ایک جو حسن بن علی علیہما السلام کی امامت کے ثبوت پر نص کے بارے میں ہے اور شیعوں
روایات ان ہستیوں سے جن کی تصدیق کرنا اور ان کو سچا بتا کر دلائل کے ذریعے سے جواب قرار دینا ہے یہ ہے کہ
وفات نہیں پاتا یا اپنے بعد کسی کی امامت پر واضح اشارہ نہیں کرتا جیساکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا
کیونکہ لوگ ہر زمانے میں ایک ایسی ہستی کی طرف محتاج ہیں جس کی باتیں اور خبریں متضاد اور ایک دوسرے کو
جھٹلانے والی نہ ہوں جیساکہ امت کی روایات اور اخبار ہمارے مخالفین کے پاس مختلف ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو
جھٹلاتی ہیں ۔ اور امام کو ایسا ہونا چاہیئے کہ جو وہ حکم دیں تو ان کے حکم کی تعمیل ہوجائے اور کوئی ان سے برتر اور اولیٰ
نہ ہو ۔ وہ نہ سہو و غلطی کرتا ہو اور نہ خطا ۔ اور اسے عالم ہونا چاہیئے تاکہ لوگوں کو ان چیزوں کی تعلیم دے جس سے
جاہل ہیں اور ایسا عادل ہونا چاہیئے جو حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے اور جو ہستی ان صفات کی حامل ہو ضروری
ہے کہ خود خداوند علام الغیوب اس کے بارے میں نص قائم کرے اس کی زبان سے جس کے ذریعے وہ اپنی حجت تمام
کرے جب کہ اس کی ظاہری خلقت میں کوئی ایسی بات نہ ہو جو اس کی عصمت پر دلالت کرتی ہو ۔

اگر معتزلہ ہم پر یہ اعتراض کریں کہ یہ تو تمہارے دعوے ہیں جن کی درستگی ثابت کرنے کے لئے تمہیں دلیل
قائم کرنا پڑے گی تو ہم کہیں گے ہاں دلائل کا ہونا ضروری ہے ان باتوں کے درست ہونے کے بارے میں جن کا ہم نے
دعویٰ کیا ہے ۔ اور تم لوگوں نے ہم سے ایک فرع کے بارے میں پوچھا ہے اور فرع کے درست ہونے پر اشارہ نہیں
مگر یہ کہ اس کے اصل کے درست ہونے پر دلیل قائم ہوجائے ۔ اور ہمارے اصول کے درست ہونے پر دلائل ہماری
کتابوں میں موجود ہیں اور اس کی مثال یوں ہے کہ کیا پوچھنے والا ہم سے شریعتوں کی درستگی اور حق ہونے کے بارے
میں دلیل مانگے تو اس صورت میں ہم اس بات کی طرف محتاج ہوں گے کہ ہم وحی کے درست ہونے ، نبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی نبوت کے برحق ہونے اور آپؐ کی طرف سے اس شریعت کے حکم پر فرمان جاری ہونے کو صحیح ثابت کریں ۔
اس سے پہلے ہمیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ اللہ عزوجل ایک ہے اور مصلحتوں کا جاننے والا ہے اور یہ اس بات کے بعد
ہے کہ ہم عالم اور کائنات کے حادث ہونے پر دلیل قائم کریں ۔ اور ہوبہو اسی قسم کا سوال ہم سے انہوں نے پوچھا ہے ۔
جب میں نے اس سوال کے مقصد اور غرض کے بارے میں غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان کی غرض و غایت نہایت
بیہودہ ہے ۔ اور وہ یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر حسن ابن علی علیہما السلام نے جن کی امامت کے تم دعویدار ہو ان کی امامت
پر نص قائم کی ہے تو غیبت کا معاملہ باطل ثابت ہوگا ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً غیبت ، عدم اور نیستی کا نام نہیں کبھی انسان ایک ایسی سرزمین کی طرف جاتا ہے
جہاں وہ معروف اور مشہور ہے اور لوگ اسے دیکھ رہے ہوتے ہیں اور اس وقت دوسرے شہر اور سرزمین سے وہ غائب
ہوتا ہے ۔ اسی طرح کبھی انسان ایک گروہ کی نظروں سے غائب ہوتا ہے لیکن دوسرے گروہ سے غائب نہیں ہوتا ۔ اور

کبھی اپنے دشمنوں سے مخفی ہوتا ہے اپنے دوستوں سے نہیں ہوتا۔ پس کہا جاتا ہے کہ وہ غائب اور مستور اور روپوش ہے اور حضرت حجت کے بارے میں غائب جو کہا جاتا ہے وہ اس لئے ہے کہ وہ اپنے دشمنوں سے اور اپنے ان دوستوں سے جو انکے راز کو چھپا کر رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے غائب ہیں۔ اور یہ بھی کہ وہ اپنے آباء طاہرین علیہم السلام کی طرح خاصہ اور عامہ اور اپنے دوستوں پر ظاہر نہیں ہیں۔ اس کے باوجود ان کی موجودگی اور وجود اور ان کے امرونہی کو نقل کرتے ہیں اور وہ ہمارے نزدیک وہ ایسے لوگ ہیں جن کے نقل سے حجت لازم قرار پاتی ہے جب کہ ان کی کثرت اور ان کے مقاصد کا مختلف ہونا اور ان کے خبر دینے سے قبول کرنا ضروری قرار پانے کی وجہ سے ہر قسم کا عذر منقطع ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں نے یہ بات نقل کی ہے جیساکہ آپؑ کے آباء طاہرین علیہم السلام کی امامت کے بارے میں نقل کیا ہے۔ اگرچہ ان کے مخالفین نے اس بارے میں ان کی مخالفت کی ہے۔ جس طرح مسلمانوں کے بیان کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دوسری نشانیاں سوائے قرآن کے ثابت ہوجاتی ہیں اگرچہ ان کے دشمن اہل کتاب، مجوس زنادقہ اور دھریہ میں سے اس کی مخالفت کیوں نہ کریں اور ان نشانیوں کا انکار کیوں نہ کریں۔ اور یہ مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو تم جیسے آدمی پر مشتبہ ہوجائے جبکہ میں تمہارے غوروفکر کی خوبی کو جانتا ہوں۔

لیکن ان کا یہ کہنا کہ جب وہ ظہور کریں گے تو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ یہ وہی محمد بن الحسن بن علی علیہم السلام ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل ان کے دوستوں کے بیان کرنے سے ممکن ہوگا جن کے بیان کرنے سے حجت واجب ہوجاتی ہے جس طرح آپؑ کی امامت انہی لوگوں کے بیان کرنے کی بناء پر ہمارے نزدیک ثابت ہوچکی ہے۔

ایک اور جواب یہ ہے " ایسا بھی ممکن ہے کہ وہ ایک معجزہ ظاہر کردیں جو اس بات پر دلالت کرے کہ یہ وہی ہیں اور یہ دوسرا جواب ہی وہ چیز ہے جس پر ہم اعتقاد کرتے ہیں اور اپنے مخالفین کو جواب کی صورت میں پیش کرتے ہیں اگرچہ پہلا جواب ہی صحیح ہے۔ لیکن معتزلہ کا یہ قول کہ پس کیوں شوریٰ کے دن علی ابن ابی طالبؑ نے اپنے مخالفین کے سامنے معجزہ دکھا کر دلیل قائم نہیں کی۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ یقیناً انبیاء اور خدا کی حجتیں علیہم السلام دلائل اور براہین میں سے صرف اسی کو ظاہر کرتے ہیں جو اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق ہو اور جس کو اللہ اپنے بندوں کیلئے مفید اور مصلحت آمیز قرار دے۔ پس اگر دلیل اور حجت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اور نص سے ان کے بارے میں ثابت ہوجائے تو اس صورت میں وہ معجزات دکھانے سے بے نیاز اور مستغنی ہیں۔ ہاں اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یقیناً معجزوں کا دکھانا اس وقت اور اس صورتحال میں زیادہ بہتر تھا تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے تمہاری اس بات کے درست ہونے پر دلیل کیا ہے اور یہ بھی کہ مخالف اس بات کا بھی منکر نہ ہوگا کہ ان کا معجزہ دکھانا شاید قرین مصلحت نہ ہو اور یہ کہ اللہ عزوجل اگر ان کے ہاتھوں کوئی معجزہ اس وقت دکھا دے تو وہ اس کے بعد زیادہ کفر کے مرتکب ہوجائیں گے اور ان کے خلاف جادو اور ٹونے کا الزام لگائیں گے۔ اور جب یہ بات قرین امکان ہو تو یہ بات

ت نہیں ہوتی کہ اس وقت معجزہ دکھانا بہتر تھا۔

اور اگر معتزلہ یہ کہے : پس تم کس بناء پر یہ سمجھتے ہو کہ جن کیلئے تم امامت کے دعویدار ہو انہیں خود کو حسن
ن علی علیہما السلام کے فرزند ثابت کرنے کیلئے معجزہ قائم کرنا بہتر ہے۔ ہم ان سے کہیں گے ہم تو یقین نہیں رکھتے کہ
ں حالت میں معجزہ دکھانا ضروری ہے بلکہ ہم اس کو امکانی صورت سمجھتے ہیں۔ مگر یہ کہ معجزے کے علاوہ کوئی اور
یل موجود نہ ہو تو اس صورت میں حجت کے اثبات کے لئے اس کا ہونا ناگزیر ہے۔ اور جب یہ ناگزیر ہو تو معلوم ہوا
۔ یہ ضروری اور واجب ہے اور جب معلوم ہوا کہ واجب ہے تو معلوم ہوا کہ یہ بہتر اور مصلحت کی بناء پر ہے نہ کہ فساد
ر خرابی کی بناء پر۔ اور ہم یہ جانتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے کبھی معجزات دکھائے ہیں اور کبھی نہیں۔ انہیں ہر
ز ہر وقت ہر لمحہ اور ہر آن اور ہر اس شخص کے سامنے جو ان سے دلیل مانگتا ہو تاکہ اسلام میں وارد ہوجائے نہیں
کھایا ہے بلکہ کبھی دکھایا اور کبھی نہیں اس وجہ سے کہ جسے اللہ عزوجل بہتر سمجھتا تھا۔ اور اللہ عزوجل نے مشرکین
ے بارے میں حکایت کی ہے کہ انہوں نے نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ آسمان کی طرف پرواز
ریں اور آسمان کو ان پر ٹکڑے کرکے گرادیں یا ان پر ایسی کتاب نازل کریں جس کو وہ پڑھیں وغیرہ جو آیت میں
ذکور ہے۔ پس آپؐ نے ان میں کوئی بھی کام انجام نہیں دیا۔ اور آپؐ سے سوال کیا کہ وہ قصی بن کلاب کو ان کے
لئے زندہ کردیں اور ان کے شہر سے تہامہ کی پہاڑیوں کو دور کردیں پس آپؐ نے ان کی اس بات کو قبول نہیں کیا۔
گرچہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کے علاوہ دیگر معجزات لوگوں کے لئے ظاہر کئے۔ اور بالکل ایسا ہی ہے اس
ا معاملہ جو معتزلہ نے پوچھا ہے۔ اور ان سے کہا جائے گا جیساکہ انہوں نے ہم سے کہا ہے یہ کہ ہم نے واضح ترین دلائل
ھی پیش کئے ہیں اور روشن ترین دلائل بھی جن کے سلسلے میں معجزات کی تکرار اور دلیلوں کی کثرت سے مدد لی گئی ہے۔

لیکن معتزلہ کا یہ قول کہ اس دلیل میں اس بات سے مدد لی گئی ہے جس میں تاویل کا احتمال ہے۔ پس کہا
جائے گا ہمارے نزدیک شوریٰ والوں کے سامنے جو دلیل قائم کی گئی ہے وہ نہیں مگر نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
جو کچھ نص میں آیا تھا اسی کی مدد سے کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ سرداران ایسے نہیں تھے جو حقیقت سے ناواقف ہوں اور ان
کو ہم دوسروں یعنی تابعین کے ساتھ ایک صف میں نہیں رکھ سکتے۔ اب ہم اسی بات کو معتزلہ کی طرف پلٹائیں گے اور
ان سے کہا جائے گا کہ اللہ عزوجل نے انبیاء میں جن کو مبعوث فرمایا ہے اس تعداد کے کئی گنا کیوں مبعوث نہیں کئے ؟
اور کیوں ہر گاؤں میں اور ہر زمانہ میں ایک یا ایک سے زیادہ نبی مبعوث نہیں کیا۔ یہاں تک کہ قیامت برپا ہوجائے
اور کیوں قرآن کے معانی کو بیان اور واضح نہیں کیا تاکہ اس میں کوئی شک کرنے والا شک نہ کرے اور کہیں اس کو
اس طرح چھوڑا کہ اس میں تاویل کا امکان باقی رہا۔ اور یہ مسائل ایسے ہیں جن کا جواب دینا ان پر ضروری ہے۔

یہاں تک ابن جعفر بن قبہ رحمتہ اللہ علیہ کا کلام تھا۔

زیدیہ فرقہ کے رد میں مشائخ میں سے ایک کا کلام

ان کے علاوہ فرقہ امامیہ کے بزرگ متکلمین میں سے ایک نے کہا ہے: ہمارے اکثر مخالفین اس موضوع میں ہم سے ایسے مسائل کے بارے میں سوال کرتے ہیں درحالیکہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ جان لیں کہ صاحب الزماں علیہ السلام کی غیبت کا قائل ہونا اس بات پر مبنی ہے کہ ہم ان کے آباء طاہرین علیہم السلام کی امامت کے قائل ہوجائیں اور آپؑ کے آباء طاہرین علیہم السلام کی امامت کا قائل ہونا اس بات پر مبنی ہے کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کریں اور ان کی امامت اور پیشوائی کو مان لیں۔ کیونکہ یہ ایک شرع سے متعلق موضوع ہے اور یہ خالص عقلی موضوع نہیں ہے اور شرعی معاملات میں گفتگو کتاب اور سنت پر مبنی ہونی چاہیئے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے **فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ و الرسول۔** (سورۃ نساء آیت ۵۹) "اگر تم کسی چیز میں (یعنی شرعیات میں) اختلافات اور جھگڑا کرو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف پلٹا دو"۔

پس جب بھی کتاب و سنت اور عقلی دلیل ایک بات کی درستگی کی گواہی دیں تو اس صورت میں ہماری بات پسندیدہ ہوگی۔ اور ہم کہتے ہیں کہ زیدیہ اور امامیہ کے تمام گروہ اس بات پر متفق ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: بے شک میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑے جارہا ہوں خدا کی کتاب اور میری عترت اور اہلبیتؑ اور یہ دونوں میرے بعد میرے جانشین ہونگے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہونگے۔ اور فریقین نے اس حدیث کو صحیح اور درست قبول کیا ہے۔ اسی بناء پر یہ ماننا ضروری ہے کہ کتاب کے ساتھ عترت میں سے ایک ایسا فرد ہو جو تنزیل اور تاویل کے بارے میں علم یقین رکھتا ہو اور اللہ عزوجل کی مراد سے لوگوں کو باخبر کرتا ہو۔ جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی معانی اور مراد سے باخبر کرتے تھے۔ اور اس کی معرفت اس طریقہ سے نہ ہو کہ وہ تاویل کتاب استنباط اور استخراج کے ذریعے کرے جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت نہ استخراج سے تھی نہ استنباط سے اور نہ استدلال سے نہ ہی اس بناء پر جس پر لغت اور زبان یا لوگوں کے درمیان گفتگو اور بات چیت کے اصول جاری ہیں بلکہ وہ اس طرح مراد خدا بتا دیتے تھے اور اللہ کی جانب سے بیان فرماتے تھے کہ آپؑ کے ارشاد کے ساتھ ہی لوگوں پر حجت لازم ہوجاتی تھی۔ اسی طرح ضروری ہے کہ عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب سے معرفت یقین اور بصیرت کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ اللہ عزوجل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتبعنی۔** (سورۃ یوسف آیت ۱۰۸) "اور کہہ دیجئے یہ میرا راستہ ہے اللہ کی

طرف دعوت دیتا ہوں پوری بصیرت کے ساتھ میں اور جو میری پیروی کرنے والے ہیں۔

پس ان کے پیروکار ان کے خاندان اور ذریت اور عترت میں سے ہیں اور یہ وہی ہیں جو اللہ عزوجل کی جانب سے یقین معرفت اور بصیرت کے ساتھ اس کی کتاب سے اس کی مراد بیان کریں گے اور جب اللہ عزوجل کی طرف سے اس کی مراد کی خبر دینے والا ظاہر اور آشکار نہ ہو تو ہم پر واجب ہوگا کہ ہم یہ عقیدہ رکھیں کہ کتاب کبھی بھی اس حال سے خالی نہیں ہوگی کہ عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ایک ہستی سے وابستہ ہوگی جو تاویل و تنزیل کی معرفت رکھتی ہو۔ کیونکہ حدیث اس بات کو ضروری اور لازم قرار دیتی ہے۔

علماء امامیہ نے کہا ہے " اللہ عزوجل نے کہا **ان اللّٰہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض**۔ (سورۃ آل عمران آیت ۳۳) " بے شک اللہ نے آدم و نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو عالمین پر منتخب کیا ہے بعض کی اولاد کو بعض سے ہو۔"

پس اس آیت میں عمومیت کی بناء پر لازم قرار پاتا ہے کہ آل ابراہیم میں سے اب تک اور ہمیشہ کے لئے ایک منتخب اور برگزیدہ کا ہونا ضروری ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ عزوجل نے لوگوں کو اپنی اس کتاب میں دو صنفوں میں تقسیم کیا ہے ان میں سے ایک صنف کو برگزیدہ قرار دیا ہے ان میں انبیاء، رسولوں اور خلفاء علیہم السلام ہیں اور ایک صنف وہ ہے جس کو ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔ پس جب تک زمین پر ایسے لوگ ہوں جنہیں مدبر راہنمائی کرنے والے تعلیم دینے والے اور سدھارنے والے کی ضرورت ہوگی اس وقت تک ان کے مقابلہ میں آل ابراہیم میں سے ایک برگزیدہ کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ آل ابراہیم سے بعض اولاد بعض پر برگزیدہ ہو جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے " **ذریۃ بعضھا من بعض** " اور یہ بات درست اور ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیرالمومنین اور حسن و حسین صلوات اللہ علیہم آل ابراہیمؑ میں سے برگزیدہ تھے۔ اس آیت کی بناء پر حسین علیہ السلام کے بعد برگزیدہ ہستی کا ان کی ذریت میں سے ہونا ضروری ہے۔ اور اگر یہ ان کی ذریت میں سے نہ ہو تو اس صورت میں **ذریۃ بعضھا من بعض** صادق نہیں آئے گا اور یہ کہ ان میں سے کسی کے بطن سے نہ ہو۔ اور امامت امام حسن علیہ السلام سے ان کے بھائی حسین علیہ السلام کی طرف منتقل ہوگئی ہے۔ پس اس بناء پر انہی کی ذریت اور صلب میں سے ان کے جانشین کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہی اس آیت کے معنی ہیں **ذریۃ بعضھا من بعض واللّٰہ سمیع علیم** پس یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ اور دلالت کر رہی ہے جس کی طرف سنت اور حدیث نے دلالت کی ہے۔

"عترت میں سے امام غائب کے وجود پر استدلال جو ظاہر ہوگا اور زمین کو عدل سے بھر دے گا"

بعض علماء امامیہ نے کہا ہے ہم پر اور ہر اس عاقل پر جو اللہ اور اس کے رسول، قرآن اور تمام انبیاء جو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے آئے ہیں پر ایمان رکھنا لازم اور واجب ہے کہ وہ گزشتہ امتوں اور گزری ہوئی صدیوں کے بارے میں غور وفکر کرے۔ جب ہم اس بارے میں غور کرتے ہیں تو رسولوں اور گزشتہ امتوں کے حالات کو اپنے زمانے کی امت کی تشبیہ پاتے ہیں۔ اور وجہ شباہت یہ کہ ہر دین کی شان وشوکت اور قوت اپنے انبیاء علیہم السلام کے زمانے میں اس بات پر موقوف تھی کہ جب بھی امتیں ان رسولوں پر ایمان لائیں اور اس کے زمانے اور عصر میں پیروکاروں کی کثرت ہوئی۔ پس کوئی ایسی امت اپنے رسول کی اطاعت گزاری میں اس امت سے آگے نہیں تھی البتہ یہ اس کے بعد کہ جب اس امت کے رسول کا معاملہ مضبوط اور مستحکم ہوا کیونکہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جو انبیاء مرکز کی حیثیت رکھتے تھے جیسے نوحؑ وابراہیمؑ وموسیٰؑ وعیسیٰؑ علیہم السلام یہ وہی رسول ہیں جن کے آثار اور ان کی خبریں اور باتیں امتوں کے پاس موجود ہیں اور ہم نے دیکھا ان امتوں کی حالت کو کہ ان ادیان سے متمسک رہنے والوں کے اندر اپنے دین کے معاملے میں سستی آگئی کیونکہ انہوں نے بہت سی ایسی چیزوں کو چھوڑ دیا جن کی حفاظت کرنا اور ان پر پابند رہنا ان کے رسولوں کے دور میں اور ان کی وفات کے بعد بھی ان پر واجب قرار پایا تھا۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا بھی ارشاد ہے۔ **قدجاء کم رسولنا یبین لکم کثیراً مماکنتم تخفون من الکتاب ویعفواعن کثیر** ۔ (سورۃ مائدہ آیت ۱۵) "اور تحقیق آیا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول جو بیان کرتا ہے تم پر بہت سی ایسی چیزوں کو جسے کتاب میں سے تم چھپاتے تھے اور بہت سی چیزوں سے عفو اور در گذر کرتا ہے"

اللہ عزوجل نے ان امتوں کی حالت کو یوں ہی بیان فرمایا ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔ **فخلف من بعد هم خلف اضا عوا الصلوٰۃ واتبعو الشهوت فسوف یلقون غیاً** ۔ (سورۃ مریم آیت ۵۹) "پھر ان کے بعد کچھ ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نمازیں کھوئیں اور اپنی شہوتوں کی پیروی کرنے لگے پس جلد ہی یہ لوگ اپنی گمراہی کے خمیازے پائیں گے"۔

اور اللہ عزوجل نے اس امت کے بارے میں فرمایا۔ **ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیهم الا مدفقست قلوبهم** ۔ (سورۃ حدید آیت ۱۶) "اور وہ ان لوگوں کے سے نہ ہوجائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی تو جب ایک زمانہ طول پکڑا تو ان کے دل سخت ہوگئے"۔

اور روایت میں ہے کہ: یقیناً لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں ان کے درمیان اسلام میں سے سوائے

اس کے نام کے کچھ نہیں باقی رہے گا اور قرآن میں سے سوائے اس کے اسم اور نقش و نگار کے کچھ باقی نہیں رہے گا " اور نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " بے شک اسلام اجنبی اور غریب شروع ہوا ہے اور غریب ہی واپس پلٹے گا ۔ پس خوشا حال ہو ان غریبوں کا "۔ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں ان امتوں کے واسطے ایک رسول بھیجتا تھا تاکہ دین کے آداب و رسوم میں سے جو کچھ مٹ گیا ہو اس کو دوبارہ زندہ کردے اور پوری امت اس بات پر اتفاق رائے رکھتی ہے سوائے ایک گروہ کے جن کی مخالفت قابل التفات و توجہ نہیں ہے اور عقلی دلیلوں نے بھی دلالت کی ہے کہ اللہ عزوجل نے انبیاء اور رسولوں کا اختتام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ کردیا پس ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا ۔ اور ہم نے دیکھا اس امت کی حالت کو کہ وہ باطل کے لئے حق پر بلندی چاہتے ہیں اور گمراہی کے لئے حق پر غلبہ چاہتے ہیں ۔ یہاں تک کہ بہت سے لوگ اس گمان اور تجسس میں پڑگئے کہ آج کا دور اور زمانہ کفر کا دور ہے نہ کہ اسلام کا ۔ پھر اس کے بعد شریعت اسلام کے اصولوں میں سے جو ناگفتہ بہ حالت امامت پر گذری دوسری چیزوں پر نہیں گذری ہے ۔ کیونکہ یہ امت کہنے لگی کہ : شہادت اور قتل حسین علیہ السلام کے بعد ان کی قیادت کرنے کے لئے کوئی بھی امام عادل نہیں آیا نہ بنی امیہ میں سے اور نہ بنی عباس میں سے جن کے احکام اکثر خلق خدا پر نافذ کئے جاتے تھے ۔ اور ہم، زیدیہ اور عام معتزلہ اور اکثر مسلمان یہ کہتے ہیں کہ : یقیناً امام سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہوسکتا جس کا ظاہر عدل اور انصاف کا مظہر ہو ۔ اور امت کی حالت یہ تھی کہ وہ ظالم اور جابر لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی تھی جو ان کے اموال اور ان کی جان کے بارے میں حکم خدا سے ہٹ کر اپنے احکامات جاری کرتے تھے اور یوں فتنہ و فساد پرور لوگ اہل حق پر غالب آئے اور لوگوں میں یگانگت اور ایک ہی قول پر اتفاق کرنا معدوم ہوا پھر ہم نے دیکھا کہ امت کے مختلف طبقات اور گروہ سب کے سب ایک دوسرے کو کافر قرار دینے لگے اور ایک دوسرے سے بیزاری اور برائت کا اظہار کرنے لگے ۔

پھر ہم نے رسولؐ کی احادیث میں غور کیا تو دیکھا کہ ان میں یہ بات بھی وارد ہوئی ہے کہ بہ تحقیق زمین قسط و عدل سے پر ہوجائے گی جس طرح ظلم وجور سے پر ہوگئی ہوگی اور یہ آپؐ کی عترت میں سے ایک رجل اور مرد کے ذریعہ ہوگا ۔ پس یہ حدیث ہمیں اس بات کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ اس امت پر قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک زمین عدل و انصاف سے بھر نہ جائے ۔ چونکہ یہ دین جس میں نسخ اور تبدیلی ممکن نہیں ہے اس کا ایک ایسا ناصر اور مددگار ہوگا جس کی اللہ عزوجل تائید فرمائے گا جس طرح اس نے انبیاء اور رسولوں کو جب شریعتوں کی تجدید اور ظالموں کے کرتوتوں کو زائل کرنے کے لئے بھیجا تھا تو ان کی تائید کی تھی ۔ اس بناء پر ان دلائل کا ہونا ضروری ہے جو اس عظیم کام کو انجام دینے کے بارے میں ہیں ۔ ہم نے امت کے تمام مختلف اقوال کا علم حاصل کیا اور تمام فرقوں کے حالات کا کھوج لگایا تو ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ حق ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کو ماننے والوں کے ساتھ ہے نہ کہ امت کے دوسرے فرقوں کے ساتھ ۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس زمانہ کا امام وہ ہے جو ان میں سے بارہواں ہے اور وہ وہی ہیں جن کے

بارے میں رسول خداؐ نے خبر دی اور ان پر نص قائم فرمائی۔ اور عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ اس کتاب میں ہم ان روایات کو بیان کریں گے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ائمہ علیہم السلام کی تعداد کے بارے میں مروی ہیں اور یہ کہ وہ بارہ ہیں اور بارہویں امام قائمؑ پر آپؐ کی طرف سے نص ہے۔ اور ایسی روایات بھی جو آپؑ کے ظہور اور قیام بالسیف سے پہلے آپؑ کی غیبت سے متعلق ہیں۔

زیدیہ فرقہ کا پہلا اعتراض

بعض زیدیہ کا کہنا ہے کہ: وہ روایت جو اماموں کی تعداد کو بارہ بتاتی ہیں وہ ایک ایسی بات ہے جسے کچھ عرصہ پہلے امامیہ فرقے کے لوگوں نے گھڑ لیا ہے اور جھوٹی احادیث پیدا کی ہیں۔

ہم کہتے ہیں۔ اور توفیق صرف خدا سے ہے۔ یقیناً اس موضوع پر اخبار اور روایات بہت زیادہ ہیں اور اس سلسلے میں ہماری تکیہ گاہ اور اعتماد احادیث کو نقل کرنے والوں پر ہے۔ اور تحقیق ہمارے مخالفین میں سے جو حدیث بیان کرنے والے ہیں انہوں نے بھی اس سلسلے میں استفاضہ کی حد تک روایات نقل کی ہیں۔ عبداللہ بن مسعود کی احادیث میں سے ایک جسے بیان کیا ہے ہم سے احمد بن الحسن القطان معروف بہ ابی علی بن عبدربہ الرازی اور وہ اصحاب حدیث کے بزرگ مشائخ میں سے ہیں انہوں نے کہا: بیان کیا ہم سے ابو یزید محمد بن یحیٰ بن خلف بن یزید المروزی نے شہر رے میں ۳۰۲ھ کے ماہ ربیع الاول میں اسحاق بن ابراھیم حنظلی سے جو ۲۳۸ھ میں تھے اور اسحاق بن راھویہ کے نام سے مشہور تھے انہوں نے یحیٰ بن یحیٰ سے انہوں نے حشام سے انہوں نے مجالد سے انہوں نے شعبی سے انہوں نے مسروق سے انہوں نے کہا: ایک مرتبہ ہم عبداللہ بن مسعود کے پاس تھے اور اپنے مصاحف (قرآن) کے غلطیوں سے پاک ہونے کے بارے میں تصدیق کے لئے ان کے سامنے پیش کر رہے تھے اس دوران ایک جوان نے پوچھا: تمہارے نبیؐ نے تمہیں یہ بات بتائی ہے کہ اس کے بعد اس کے کتنے جانشین ہوں گے۔ اس نے کہا: تم تو بالکل کم عمر ہو اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کے بارے میں تم سے پہلے کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا ہے، اب میں تمہیں بتاتا ہوں۔ ہاں ہمارے نبیؐ نے ہمیں بتایا ہے کہ تحقیق ان کے بعد ان کے بارہ جانشین ہونگے اور یہ تعداد بنی اسرائیل کے نقباء کے برابر ہوگی۔

اس حدیث کی بعض اسناد کو ہم نے اس کتاب میں اور بعض دیگر کو ہماری دوسری کتاب بنام " النص علی الائمہ الاثناعشر علیہم السلام بالامامیہ " میں بیان کیا ہے اس طرح ہمارے مخالفین میں سے بعض اصحاب حدیث نے ظہور والی روایات استفاضہ کی حد تک نقل کی ہیں ان میں سے جابر بن سمرۃ کی روایت جسے ہم سے بیان کیا ہے احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری نے اور وہ اصحاب حدیث میں سے تھے انہوں نے کہا: مجھ سے بیان کیا ابو بکر بن ابی داؤد نے روایت کرتے ہوئے اسحاق بن ابراھیم بن شاذان سے انہوں نے الولید بن حشام سے انہوں نے محمد بن ذکوان سے انہوں نے

کہا مجھ سے بیان کیا میرے والد نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے ابن سیرین سے انہوں نے جابر بن سمرۃ السوائی سے انہوں نے کہا: ہم نبی خداؐ کے حضور شرفیاب تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اس امت کی سرپرستی بارہ کریں گے۔ انہوں نے کہا: پس لوگوں کا شور و غل بلند ہوا تو اس کے بعد مجھے کچھ سنائی نہیں دیا۔ میں نے اپنے والد سے کہا جو مجھ سے زیادہ رسول خداؐ سے نزدیک تھے کہ رسول اللہؐ نے کیا فرمایا تو انہوں نے کہا آپؐ نے فرمایا: سب کے سب قریش سے ہونگے اور سب ایسے ہوں گے جن کی مثل دیکھی نہیں جائے گی۔

اور میں نے اس حدیث کے مختلف اسناد کو بھی ذکر کیا ہے بعض نے روایت کی ہے "بارہ امیر ہونگے" اور بعض نے روایت کی ہے کہ بارہ جانشین ہونگے۔ پس یہ دلالت کرتی ہے کہ جو روایات امامیہ کے پاس ہیں جو نبی خداؐ اور ائمہؑ سے ائمہ اثنیٰ عشر کے بارے میں ہیں وہ صحیح روایات ہیں۔

زیدیہ کہتے ہیں: اگر رسول خداؐ نے اپنی امت کو بارہ اماموں کے نام پہچنوائے ہیں تو کیوں یہ امت ان سے ہٹ کر ادھر ادھر چلی گئی اور اس عظیم پامالی اور انحراف کا شکار ہو گئی۔ ہم ان سے کہیں گے: تم لوگ یہ کہتے ہو کہ رسولؐ نے علیؑ کو اپنا جانشین بنایا اور اپنے بعد آپؑ کو امام قرار دیا ان پر نص کیا اور ان کی طرف اشارہ کیا اور ان کے امر کو واضح اور روشن کردیا اور انہیں معروف و مشہور کردیا۔ اور اس امت کو کیا ہوگیا تھا جو علیؑ سے منہ موڑ گئی اور ان سے دور ہو گئی یہاں تک کہ آپؑ مدینہ سے ینبع (بعض نسخوں میں بقیع) کی طرف نکلے اور ان کے اوپر وہ کچھ گزرا جو گزر گیا۔ اور اگر تم یہ کہوگے کہ علیؑ کو رسول اللہؐ نے جانشین نہیں بنایا ہے تو ہم کہیں گے کہ تم کیوں اس کو اپنی کتابوں میں لکھ چکے ہو اور اس کے بارے میں گفتگو کر رہے ہو، لوگ حق سے پھر جاتے ہیں اگر چہ حق واضح اور روشن کیوں نہ ہو اور بیان سے منہ پھیر لیتے ہیں اگرچہ مفصل اور شرح کے ساتھ کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ لوگ توحید سے الحاد کی طرف جاتے ہیں اور اللہ عزوجل کے اس قول سے کہ۔ **لیس کمثلہ شیء** "نہیں ہے اس جیسا کوئی" اللہ کے لئے شبیہ اور مثل کے قائل ہوگئے ہیں۔

زیدیہ فرقہ کا دوسرا اعتراض

اور ان دلائل میں سے جو امامیہ کے دعویٰ کو جھٹلاتے ہیں یہ ہے کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ (امام) جعفر صادقؑ نے اسماعیل پر نص کی اور ان کی طرف ان کی زندگی میں امام ہونے کا اشارہ کیا پھر اس کے بعد اسماعیل ان کی زندگی میں ہی چل بسے پس انہوں نے کہا "اللہ تعالیٰ نے کسی شئے میں بداء نہیں کیا جیسا کہ میرے فرزند اسماعیل کے بارے میں کیا" پس اگر امام کے بارہ ہونے کی روایت صحیح ہوتی تو کم سے کم جعفر بن محمدؑ اس سے واقف ہوتے اور اپنے پیرو کاروں میں سے خاص خاص کو بتادیتے تاکہ نہ وہ غلطی کریں نہ یہ لوگ اس عظیم غلطی کے مرتکب ہوں۔

اس کے جواب میں ہم نے ان سے کہا: تم لوگ کس بنیاد پر یہ کہتے ہو کہ جعفر بن محمدؑ نے اسماعیل کی امامت پر نص کیا ہے۔ اور یہ کیسی روایت ہے۔ اور کس نے اس کو نقل کیا ہے اور کس نے اس کو مان لیا ہے؟ تو ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا بلکہ یہ ایک ایسی حکایت اور داستان تھی جسے اس گروہ نے گھڑ لیا جو اسماعیل کی امامت کے قائل ہیں۔ اور اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ کیونکہ ائمہ اثناعشر کے بارے میں جو روایات ہیں وہ خاص و عام (شیعہ اور سنی) دونوں نے نبیؐ اور ائمہؑ سے نقل کی ہیں۔ اور جو کچھ اس بارے میں ان سے منقول اور مروی ہیں ان کو میں نے اس کتاب میں نقل کیا ہے۔ لیکن آپؑ کا یہ ارشاد کہ "اللہ تعالیٰ نے کسی چیز میں بداء نہیں کیا جس طرح میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں کیا" پس اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ فرما رہے ہیں: کہ امر خدا میں سے کوئی ایسا امر مجھ پر ظاہر اور منکشف نہیں ہوا جس طرح میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں ہوا کہ اسے میری ہی زندگی میں موت دے دی تاکہ اس سے یہ معلوم رہے کہ وہ میرے بعد امام نہیں ہے۔ اور ہمارے عقیدے کی بنا پر جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ عزوجل کے لئے آج ایک ایسی چیز منکشف اور معلوم ہو جائے جس کو وہ گذشتہ کل نہیں جانتا تھا تو وہ کافر ہے اور اس سے بیزاری اور برائت کرنا واجب ہے جیسا کہ امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے۔

ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے انہوں نے محمد بن یحییٰ العطار سے انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو عبداللہ الرازی نے حسن بن الحسین لولوی سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے عمار سے انہوں نے ابی بصیر اور سماعہ سے انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ سے آپؑ نے فرمایا "جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ کے لئے آج کوئی چیز کشف ہو جاتی ہے جس کو وہ گذشتہ کل نہیں جانتا تھا تو اس سے بیزاری اور برائت کرو"۔

لیکن وہ بداء جو امامیہ کی طرف منسوب ہے اس پر عقیدہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا امر ہم سے پوشیدہ تھا جو ظاہر ہوا۔ عرب یہ کہتے ہیں "**بدالی شخص**" مجھ پر ایک شخص ظاہر ہوا "**لا بدا ندامة**" اس نے کوئی پشیمانی کا اظہار نہیں کیا۔ اور خدا کی ذات اس سے بہت ہی بلند و برتر ہے۔

اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ امام جعفر صادقؑ اسماعیل کی امامت پر نص قائم کریں جبکہ آپؑ اس کے بارے میں فرماتے تھے کہ وہ گنہگار ہے نہ مجھ سے شباہت رکھتا ہے اور نہ میرے آباء طاہرین میں سے کسی ایک کے ساتھ شباہت رکھتا ہے۔

ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن المتوکلؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ العطار نے نقل کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے انہوں نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حسن بن راشد سے انہوں نے کہا: میں نے ابا عبداللہ امام جعفر صادقؑ سے اسماعیل کے بارے میں پوچھا آپؑ نے فرمایا:

وہ معصیت کار ہے نہ مجھ سے شباہت رکھتا ہے نہ میرے آباء طاہرین میں سے کسی کے ساتھ شباہت رکھتا ہے۔

ہم سے بیان کیا حسن بن احمد بن ادریسؒ نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا میرے والد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے یعقوب بن یزید اور برقی سے انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے حماد سے انہوں نے عبید بن زرارہ سے انہوں نے کہا: میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں اسماعیل کا تذکرہ کیا: آپ نے فرمایا: خدا کی قسم نہ مجھ سے شباہت رکھتا ہے نہ میرے آباء طاہرین میں سے کسی کے ساتھ شباہت رکھتا ہے۔

ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن الولیدؒ نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عبدالجبار سے انہوں نے ابن ابی نجران سے انہوں نے حسین بن مختار سے انہوں نے ولید بن صبیح سے انہوں نے کہا: ایک مرد میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا: آؤ تاکہ تجھے رجل (امام) کا بیٹا دکھادوں۔ وہ کہتا ہے: میں اس کے ساتھ چل پڑا وہ کہتا ہے وہ مجھے ایک ایسی جماعت اور گروہ کے پاس لے کر آیا جو شراب پی رہے تھے ان میں اسماعیل بن جعفر بھی تھا۔ وہ کہتا ہے: میں وہاں سے مغموم نکلا پس میں حجراسود کے پاس آیا اتنے میں میں نے دیکھا اسماعیل بن جعفر کو جو خانہ خدا سے لپٹا ہوا تھا اور پردہ کعبہ اس کے آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا۔ وہ کہتا ہے: پس میں وہاں نکلا تو اچانک دیکھا اسماعیل اسی گروہ شرابی کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے میں واپس کعبہ کی طرف پلٹا تو دیکھا وہ پردہ خانہ خدا سے لپٹا ہوا ہے اور اس کے آنسوؤں سے وہ تر ہو چکا ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے یہ واقعہ ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ سے ذکر کیا تو آپؑ نے فرمایا: تحقیق میرے بیٹے پر ایک ایسا شیطان مسلط ہوا ہے جو اس کی شکل میں آتا ہے۔

اور روایت کی گئی ہے کہ شیطان ہرگز کسی نبی یا نبی کے وصی کی شکل اپنا نہیں سکتا۔ پس کیونکر ممکن ہے کہ آپؑ اس کی امامت پر نص کریں جبکہ اس کے متعلق آپؑ کا یہ صحیح ارشاد ہے۔

زیدیہ فرقہ کا تیسرا اعتراض

زیدیہ کہتے ہیں: کس دلیل سے تم اسماعیل کی امامت کو ٹھکراتے ہو اور فرقہ اسماعیلیہ جو اس کو امامت کا قائل ہے کے خلاف تمہارے دلیل اور حجت کیا ہے؟

ہم ان سے کہیں گے: اس کی امامت کے دعوے کو ہم ان روایات کے ذریعے ٹھکراتے ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور ان روایات کے واسطے سے جو ائمہ اثنیٰ عشر پر نص کی صورت میں وارد ہوئی ہیں اور ان روایات سے جو باپ کی زندگی ہی میں اس کی موت کے واقع ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

وہ روایات جو ائمہ اثنیٰ عشر پر بصورت نص وارد ہوئی ہیں ان کو ہم نے اسی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ وہ روایات جو اس کے باپ کی زندگی ہی میں مرنے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے جس کو مجھ سے بیان کیا

میرے والدؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے فضالہ بن ایوب اور حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے یونس بن یعقوب سے انہوں نے سعید بن عبداللہ الاعرج سے انہوں نے کہا: ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جب اسماعیل مرگیا تو میں نے حکم دیا کہ اس کے چہرے پر سے کپڑا ہٹا دیا جائے۔ پس میں نے اس کی پیشانی ٹھوڑی اور سینے کے اوپر کے حصے کا بوسہ لیا۔ اس کے بعد اس کے اوپر کپڑا ڈالنے کا حکم دیا پھر میں نے کہا: اس کے چہرے پر سے کپڑا ہٹالو تو دوبارہ میں نے اس کی پیشانی، ٹھوڑی اور سینے کے اوپر والے حصے کا بوسہ لیا پھر میں نے حکم دیا کہ اس پر کپڑا ڈالدیا جائے۔ پھر میں نے حکم دیا تو اسے غسل دیا گیا پھر میں اس کی لاش پہ آیا جبکہ اس کی تکفین ہو چکی تھی پس میں نے کہا اس کے چہرے کو ظاہر کرو۔ پھر میں نے اس کی پیشانی، ٹھوڑی اور سینے کے اوپر کے حصے کو بوسہ دیا۔

اس کتاب کا مصنف کہتا ہے: اس حدیث میں کئی فوائد ہیں ایک تو یہ ہے کہ میت کی پیشانی، ٹھوڑی اور اس کے سینے کے اوپر کے حصے کا اسے غسل دینے سے پہلے اور بعد میں بوسہ لینا جائز ہے۔ مگر یہ کہ جس نے میت کو مس کیا اس کو غسل دینے سے پہلے جبکہ اس کا جسم گرم ہو تو اس پر غسل مس میت واجب نہیں ہے اور اگر اس کے جسم کے ٹھنڈا ہونے کے بعد مس کرے تو اس پر غسل واجب ہے۔ اور اگر اس کو غسل کے بعد مس کرے تو اس پر کوئی غسل واجب نہیں ہے۔ پس اگر اس روایت میں یہ بات ہوتی کہ امام جعفر صادقؑ نے اس کے بعد غسل کیا یا نہیں کیا تو ہمیں اس سے یہ معلوم ہوجاتا کہ آپؑ نے اسے غسل سے پہلے گرمی کی حالت میں مس کیا ہے یا ٹھنڈا ہونے کے بعد مس کیا۔

اس روایت کا ایک اور فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میں نے حکم دیا اس کو غسل دیا جائے اور آپؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے اس کو غسل دیا اور اس حدیث میں وہ بات بھی ہے جو اسماعیل کی امامت کے غلط ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ چونکہ امامؑ کو سوائے امام کوئی اور غسل نہیں دیتا جب وہ موجود ہوں۔

ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ایوب بن نوح اور یعقوب بن یزید سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے محمد بن شعیب سے انہوں نے ابی کہمس سے وہ کہتے ہیں: میں اسماعیل کی موت کے وقت موجود تھا جبکہ ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ اس کے پاس تشریف فرما تھے جب اس کو موت آگئی تو آپؑ نے اس کے جبڑوں کو باندھ دیا اور ایک کپڑے سے اس کے چہرے کو ڈھک دیا پھر اس کے بعد حکم دیا اس کو تجہیز و تکفین کیا جائے۔ جب اس کام سے فارغ ہوئے تو اس کے کفن کو لانے کا حکم دیا اور کفن کے کنارے پر یہ لکھا "اسماعیل گواہی دیتا ہے کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے"

ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے

ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے اپنے بھائی علی بن مہزیار سے انہوں نے محمد بن ابی حمزہ سے انہوں نے محمد بن خالد کے غلام مرہ سے نقل کرتے ہوئے کہ انہوں نے کہا: جب اسماعیل وفات پاگئے تو ابو عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) قبر تک آئے اور آپؑ قبر کی ایک جانب بیٹھ گئے، قبر کے اندر نہیں اترے پھر آپؑ نے فرمایا: اور ایسا ہی رسول اللہؐ نے اپنے فرزند ابراہیم کے ساتھ کیا تھا۔

ہم سے بیان کیا محمد بن حسنؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے قاسم بن محمد سے انہوں نے حسین بن عمر سے انہوں نے بنی ہاشم کے ایک مرد سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا: جب اسماعیل مرگئے ابو عبداللہؑ امام جعفر صادقؑ ہمارے ساتھ آئے اور جنازے کے آگے پا برہنہ اور عبا کے بغیر چلنے لگے۔

ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے انہوں نے ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے اپنے بھائی علی بن مہزیار سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے جریر سے انہوں نے اسماعیل بن جابر اور ابو عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) کے چچا زاد بھائی ارقط سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ اسماعیل کی قبض روح کے وقت اس کے پاس تھے جب ارقط نے آپؑ کی بے تابی کو دیکھا تو عرض کیا: اے ابا عبداللہ یقیناً رسول اللہؐ بھی دنیا سے رحلت فرماگئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ آپؑ نے بے تابی چھوڑدی اور اس کے بعد فرمایا: تم نے سچ ہی کہا آج میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن یحییٰ عطارؒ نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن حاشم اور محمد بن حسین بن ابی خطاب سے انہوں نے عمرو بن عثمان ثقفی سے انہوں نے ابی کہمس سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا: میں اسماعیل ابن ابو عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) کی موت کے وقت حاضر تھا اس وقت میں نے دیکھا کہ ابا عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) سجدہ میں گئے اور دیر تک سجدہ کی حالت میں رہے۔ اس کے بعد آپؑ نے سر اٹھایا اور کچھ دیر اس کی طرف دیکھتے رہے۔ اور اس کے چہرے پر نظر ڈالے رکھی۔ راوی کہتا ہے اس کے بعد آپؑ پھر سجدہ میں گئے اور اب یہ سجدہ پہلے والے سجدے سے زیادہ طویل تھا۔ پھر اس کے بعد اپنا سر اٹھایا اس وقت اس کو موت آگئی تھی تو آپؑ نے اس کی آنکھیں بند کردیں اور دونوں جبڑوں کو مضبوطی سے باندھا اور ایک کپڑے سے اس کے چہرے کو ڈھک دیا پھر آپؑ کھڑے ہوگئے اور میں نے ان کے چہرے پر ایک ایسا تاثر دیکھا جس کو اللہ ہی جانتا ہے یہ کیا تاثر تھا۔ راوی کہتا ہے۔ پھر آپؑ کھڑے ہوئے اور اپنے کمرے میں چلے گئے اور چند لمحے وہاں رکے اور پھر دوبارہ ہماری طرف اسی حالت میں آئے کہ آپؑ نے بالوں کو تیل لگایا ہوا تھا اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا اور آپؑ کے تن کے کپڑے بدلے ہوئے تھے اور آپؑ کے چہرے کا حال بھی ویسا نہیں تھا جیسا کمرے میں داخل ہوتے وقت تھا پھر آپؑ نے

اس کی تجہیز و تکفین کے سلسلے میں لوگوں کو ہدایات دینا شروع کر دیں یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوئے تو اس کے کفن کو لانے کے لئے کہا اور اس کے کنارے پر عبارت لکھی: اسماعیل گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے ابوالحسن ظریف بن ناصح سے انہوں نے حسن ابن زید سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ابو عبداللہؑ کی ایک بیٹی مرگئی تو آپؑ اس پر ایک سال تک نوحہ اور گریہ کرتے رہے پھر اس کے بعد ایک اور بیٹا مرگیا تو آپؑ اس پر بھی ایک سال تک نوحہ و گریہ کرتے رہے پھر اس کے بعد اسماعیل مرگئے تو آپؑ سخت غمگین اور بے تاب ہوگئے اس کے بعد گریہ و بکا بند کردیا۔ راوی کہتا ہے: ابو عبداللہؑ سے پوچھا گیا: خدا آپؑ کی اصلاح فرمائے کیا آپؑ کے گھر میں اس طرح گریہ اور نوحہ برپا ہوتا ہے تو آپؑ نے فرمایا: رسول اللہؐ نے جب حمزہ اس دنیا سے چل بسے تو فرمایا حمزہ پر رونا چاہیئے کیونکہ ان پر گریہ کرنے والا کوئی نہیں۔

ہم سے بیان کیا محمد بن حسنؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حسن بن متیل دقاق (آٹا بیچنے والا) نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا یعقوب بن یزید نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے محمد بن عبداللہ کوفی سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا: جب اسماعیل ابن ابو عبداللہ (امام جعفرصادقؑ) کی وفات ہوئی تو ابو عبداللہؑ سخت بے تاب اور غمگین ہوگئے۔ راوی کہتا ہے: پھر جب اس کی آنکھوں کو بند کردیا اور ایک ایسی قمیص کو اپنے لئے منگوایا جو یا تو دھلی ہوئی تھی یا بالکل نئی تھی۔ پھر آپؑ نے اس کو زیب تن کیا پھر آپؑ کمرے سے نکلے اور اسماعیل کی تجہیز و تکفین کے سلسلے میں ہدایت کرنے لگے۔ راوی کہتا ہے آپؑ کے بعض اصحاب نے آپؑ سے عرض کیا: ہم آپؑ پر فدا ہوجائیں جب سے ہم نے آپؑ کی بے تابی اور بے قراری کو دیکھا تو ہمارا گمان یہ تھا کہ آپؑ سے ایک عرصہ تک ہم استفادہ نہیں کر سکیں گے اور آپؑ حالت تعزیت میں ہوں گے۔ آپؑ نے فرمایا: ہم اھل بیت اس وقت تک جزع اور بے قراری کا اظہار کرتے ہیں جب تک کہ مصیبت نازل نہیں ہوتی اور جب مصیبت نازل ہوجاتی ہے تو صبر کرلیتے ہیں۔

ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد دقاقؒ نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا محمد بن عبداللہ کوفی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل برمکی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حسین بن الہیثم نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبّاد بن یعقوب اسدی نے انہوں نے کہا بیان کیا ہم سے عنبسہ بن بجاد عابد نے انہوں نے کہا جب اسماعیل بن جعفر بن محمدؑ مرگئے اور ہم ان کے جنازے سے فارغ ہوگئے تو امام صادق جعفر بن محمدؑ بیٹھ گئے اور ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپؑ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: اے لوگو یقیناً یہ دنیا فراق اور جدائی کا گھر ہے یہ ناہموار مکان ہے، ہموار نہیں، مانوس کی فرقت ایک ایسا سوز ہے جس کو دفع نہیں کیا جاسکتا اور ایک ایسی تپش غم ہے جس کو رد

نہیں کیا جاسکتا اور لوگ ایک دوسرے کی مصیبت میں حسن تعزیت اور صحیح تفکر کے سلسلے میں ایک دوسرے پر فضیلت اور برتری رکھتے ہیں ۔ پس جس شخص کو اپنے بھائی کے غم میں گریہ و زاری نہ کرنا پڑے اس سے پہلے موت کا مزہ چکھے گا اس کے بعد امام ابو خراش ہذلی کے اس شعر کو بیان فرمایا جو اس نے اپنے بھائی کے مرثیہ اور غم میں کہا :

ولاتحسبي اني تناسيت عهده　　ولكن صبري يا امام جميل

اور یہ گمان نہ کرو کہ میں نے پیران برادری کو فراموش کردیا ہے ۔　　لیکن اے پہلے جانے والے میرا صبر جمیل ہے ۔

زیدیہ فرقہ کا چوتھا اعتراض

زیدیہ یہ کہتے ہیں : اگر اماموں کے بارہ ہونے کی روایت صحیح ہوتی تو لوگ امام جعفر صادقؑ کی امامت میں شک نہ کرتے یہاں تک کہ شیعوں میں سے ایک گروہ عبداللہ کی امامت کا قائل ہوگیا اور کچھ اسماعیل کی امامت کے معتقد ہوگئے اور کچھ حیران و سرگرداں رہے ۔ اور حالت یہاں تک پہنچی کہ شیعوں میں سے کچھ تو ایسے بھی تھے کہ جنہوں نے عبداللہ بن امام صادقؑ کا امتحان لیا اور جب انہوں نے اس میں وہ کچھ نہیں پایا جس کے وہ متلاشی تھے تو وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ اب کہاں جائیں؟ مرجئہ کی طرف یا حروریہ کی طرف اور موسیٰ بن جعفرؑ نے یہ سن لیا تو آپؑ نے ان سے کہا نہ مرجئہ کی طرف جاؤ نہ قدریہ کی طرف اور نہ حرویہ کی طرف بلکہ میری طرف آؤ ۔ پس یہ دیکھو کہ کتنی باتوں کی وجہ سے اماموں کے بارہ ہونے کی روایت اور خبر باطل قرار پاتی ہے ۔ ایک تو عبداللہ مسند امامت پر بیٹھا ہے اور دوسرا یہ کہ شیعہ اس کی طرف رخ کرتے ہیں اور تیسرا یہ کہ اس کے امتحان لینے کے بعد وہ حیرت اور سرگردانی میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور چوتھا یہ کہ وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کا امام موسیٰ بن جعفرؑ ہے اور حالت یہ ہے کہ (موسیٰ بن جعفرؑ) مجبور ہوجاتے ہیں کہ لوگوں کو اپنی طرف بلائیں ۔ اور اس دوران ان کا فقیہ زرارۃ ابن اعین اس حالت میں مرجاتا ہے کہ یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ جبکہ اس کے سینے پر ایک مصحف بھی ہے : بارالہا میں اس کی امامت کا قائل ہوں جس کی امامت اس مصحف سے ثابت ہے ۔

ہم ان کے جواب میں کہیں گے ۔ یقیناً یہ ساری باتیں گمراہ کن اور کذب آمیز ہیں اس لئے کہ ہم نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ تمام شیعوں نے اس زمانہ میں بارہ اماموں کے اسماء مبارک سے پہچان لیا بلکہ ہم نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبردی کہ آپؐ کے بعد امام بارہ ہونگے جو آپؐ کے جانشین ہونگے اور یہ کہ شیعہ علماء نے اس حدیث کو ان کے نام کے ساتھ نقل کیا ہے ۔ اور اس سے انکار بھی نہیں کہ شیعوں میں ایک دو یا اس سے زیادہ افراد ایسے بھی تھے جنہوں نے اس حدیث کو نہیں سنا ہے ۔ لیکن زرارۃ بن اعین کا معاملہ ایسا ہے کہ وہ اس سے قبل وفات

پاگئے کہ وہ شخص آجاتا جو انہیں خبر سے آگاہ کر دیتا اور انہوں نے موسیٰ بن جعفرؑ کی امامت پر نص کو نہیں سنا تھا۔ اور چونکہ خبر اور روایت ان تک پہنچی نہیں تھی اور یوں ان کا عذر قابل قبول تھا تو انہوں نے مصحف جو کہ قرآن ہے کو اپنے سینے پر رکھا اور کہا: بارالہا میں اس کی امامت کا قائل ہوں گا جس کی امامت یہ مصحف ثابت کر دے۔ اور کیا ایک متدین فقیہ اس وقت جب اس پر امر مشتبہ اور مورد اختلاف ہو تو اس کے علاوہ کچھ کرتا ہے جو زرارہ نے کیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: زرارہ بالیقین امام موسیٰ بن جعفرؑ اور ان کی امامت کے متعلق جانتے تھے اور انہوں نے اپنے بیٹے عبید کو امام موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا کہ کیا ان کے لئے جائز ہے کہ وہ آپؑ کی امامت کے متعلق جو کچھ جانتے ہیں اس کا اظہار کریں یا اس کو پوشیدہ رکھنے کے لئے تقیہ کا طریقہ استعمال کریں؟ اور یہ بات زرارۃ بن اعین کی شان پر منطبق اور ان کی معرفت کے مقام کے لئے قابل قبول ہے۔

ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر الہمدانیؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ابراہیم بن محمد الہمدانیؒ سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا میں نے امام رضاؑ سے عرض کیا: اے فرزند رسول خداؐ مجھے آگاہ کیجئے کیا زرارہ آپؑ کے والد بزرگوارؑ کے حق امامت سے واقف تھا؟ آپؑ نے فرمایا" ہاں" میں نے عرض کیا: پس کس لئے انہوں نے اپنے بیٹے عبید کو یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا کہ امام صادق جعفر بن محمدؑ نے کس کو اپنا وصی بنایا ہے؟ آپؑ نے فرمایا یقیناً زرارہ میرے والد بزرگوارؑ کے معاملہ سے اور میرے جد امجد کا میرے والد کی امامت پر نص اور واضح اشارہ کرنے کے بارے میں بھی جانتا تھا۔ اور یہ کہ جب اس کے بیٹے نے دیر کر دی تو زرارہ سے درخواست کی گئی کہ وہ میرے والدؑ کے بارے میں اپنی بات کا اظہار کریں۔ پس انہیں یہ بات اچھی نہیں لگی کہ میرے والد کے حکم کے بغیر اس سلسلے میں سبقت کریں اس لئے مصحف کو اٹھایا اور کہا: بارالہا میرا امام جعفر بن محمدؑ کے بیٹوں میں سے وہ ہے جس کی امامت کو یہ مصحف ثابت کر دے۔

اور یہ روایت جس کو زیدیہ نے بطور دلیل پیش کی ہے اس میں یہ بات نہیں ہے کہ زرارہ موسیٰ بن جعفرؑ کی امامت سے بے خبر تھا بلکہ اس میں یہ ثابت ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبید کو بھیجا تاکہ وہ کسی بات کے بارے میں سوال کرے۔

ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن یحیٰ عطار نے انہوں نے محمد بن احمد بن یحیٰ بن عمران اشعری سے انہوں نے احمد بن ہلال سے انہوں نے محمد بن عبداللہ بن زرارہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے کہا: جب زرارہ نے اپنے بیٹے عبید کو مدینہ کی طرف بھیجا تاکہ خبر کے بارے میں سوال کرے اور یہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) کی وفات کے بعد ہے پس جب ان پر حالت شدید اور سخت ہو گئی تو انہوں نے مصحف کو اٹھایا اور کہا "جس کی امامت کو یہ مصحف ثابت کرے گا وہی میرا امام ہے" اور یہ روایت اس بات کو لازم اور قطعی نہیں ٹھہراتی کہ

وہ معرفت نہیں رکھتے تھے۔ علاوہ بریں اس روایت کا راوی احمد بن ہلال ہے اور یہ شخص ہمارے مشائخ کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

ہم سے بیان کیا ہمارے استاد محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے کہا انہوں نے کہا، میں نے سنا کہ سعد بن عبداللہ یہ کہہ رہے تھے کہ: ہم نے نہیں دیکھا نہ ہی سنا کہ کوئی شیعہ مذہب تشیع سے ناصبیت کی طرف جائے سوائے احمد بن ہلال کے۔ اور ان لوگوں کا نظریہ ہے "کہ جو روایت صرف اور صرف احمد بن ہلال سے ہی منقول ہو اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اور ہم نے یہ جان لیا ہے کہ پیغمبر خدا اور ائمہ صلوات اللہ علیہم شفاعت نہیں کریں گے مگر اس کی جس کے دین کو اللہ پسندیدہ قرار دے۔ اور جو امام کی امامت میں شک کرے وہ دین خدا کے علاوہ کسی اور دین پر ہے۔ اور یہ مروی اور مذکور ہے کہ امام موسیٰ بن جعفرؑ قیامت کے دن اپنے پروردگار سے اس کو مانگیں گے۔

ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی الصہبان سے انہوں نے منصور بن العباس سے انہوں نے مروک بن عبید سے انہوں نے درست ابن ابی منصور واسطی سے انہوں نے ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفرؑ سے نقل کرتے ہوئے۔ راوی کہتا ہے آپؑ کے حضور میں زرارہ بن اعین کا ذکر آگیا۔ تو آپ نے فرمایا: واللہ میں قیامت کے دن اپنے پروردگار سے اس کو اپنے لئے مانگوں گا تو وہ اس کو مجھے عطا فرمائے گا، ہلاکت ہو تجھ پر یقیناً زرارہ بن اعین نے ہمارے دشمن سے خدا کی خاطر بغض و عداوت کی اور ہمارے دوستوں کو خدا کی خاطر چاہا اور ان سے محبت کی۔

ہم سے بیان کیا میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے انہوں نے کہا، ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس اور محمد بن یحییٰ عطار دونوں نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابو العباس فضل بن عبدالملک سے انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ آپؑ نے فرمایا چار افراد میرے لئے سب سے زیادہ محبوب ہیں خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ۔ بریدالعجلی اور زرارہ بن اعین اور محمد بن مسلم اور احول (محمد بن نعمان بجلی مومن طاق) یہ میرے لئے لوگوں میں سب سے محبوب تر ہیں۔

پس امام صادقؑ سے یہ ممکن نہیں کہ وہ زرارہ کے بارے میں یہ فرماتے کہ وہ لوگوں میں میرے لئے سب سے زیادہ محبوب ہیں جبکہ وہ موسیٰ بن جعفرؑ کی امامت کو نہیں جانتا ہو۔

زیدیہ فرقہ کا پانچواں اعتراض

زیدیہ کہتے ہیں: یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ انبیاء کے قول میں سے ہو کہ امام بارہ ہیں۔ کیوں کہ اس امت پر خدا کی حجت قیامت کے دن تک باقی رہے گی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بارہ میں سے گیارہ تو گزر گئے اور وفات پاگئے درحالیکہ امامیہ کا یہ گمان اور عقیدہ ہے کہ زمین کبھی بھی حجت سے خالی نہیں رہتی۔

اس کے جواب میں کہا جائے گا: اماموں کی تعداد یقیناً بارہ ہے اور بارہویں امام ہی وہ ذات ہیں جو زمین کو قسط اور عدل سے بھر دیں گے اور پھر اس کے بعد وہ ہوگا جو وہ بتائیں گے کہ ان کے بعد کوئی اور امام ہوگا یا قیامت برپا ہوگی اور ہم اس بارے میں سوائے اس کے کوئی اور اقرار نہیں کرتے کہ امام بارہ ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو بارہواں امام بتائے گا وہی اس کے بعد ہوجائے گا۔

ہم سے بیان کیا محمد بن ابراھیم بن اسحاقؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحییٰ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابراھیم بن فہد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عقبہ سے انہوں نے حسین بن حسن سے انہوں نے اسماعیل بن عمر سے انہوں نے عمر بن موسیٰ وجیہی سے انہوں نے منہال بن عمرو سے انہوں نے عبداللہ بن الحارث سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا: میں نے علی علیہ السلام سے عرض کیا: یا امیرالمومنین مجھے خبر دیجئے ان واقعات کے بارے میں جو آپؑ کے قائم کے بعد ظاہر ہوں گے۔ تو آپؑ نے فرمایا: اے ابن حارث یہ ایسی بات ہے جس کا ذکر کرنا انہی کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور رسول اللہؐ نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ میں اس بارے میں کسی کو کچھ نہ بتاؤں سوائے حسنؑ اور حسینؑ کے۔

ہم سے بیان کیا محمد بن ابراھیم بن اسحاقؒ نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا عبدالعزیز ابن یحییٰ الجلودی نے انہوں نے حسین بن معاذ سے انہوں نے قیس بن حفص سے انہوں نے یونس بن ارقم سے انہوں نے ابو سنان شیبانی سے انہوں نے ضحاک بن مزاحم سے انہوں نے نزال بن سبرہ سے انہوں نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے نقل کرتے ہوئے ایک ایسی حدیث میں جس میں دجال کے بارے میں ذکر ہے۔ اور اس کے آخر میں آپؑ فرماتے ہیں: مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ اس کے بعد کیا ہوگا کیونکہ میرے حبیبؐ نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ میں اس کے بارے میں کسی کو نہ بتاؤں سوائے اپنی عترت کے۔ نزال بن سبرہ نے کہا: میں نے صعصعہ ابن صوحان سے کہا: امیرالمومنینؑ نے اس قول سے کیا معنیٰ مراد لئے ہیں؟ تو صعصعہ نے کہا: اے ابن سبرہ بے شک وہ معنیٰ جس کے پیچھے عیسیٰ بن مریم نماز پڑھیں گے وہ میری عترت میں سے بارہویں ہونگے۔ حسین بن علیؑ کے نویں فرزند ہونگے اور وہ ایسا سورج ہوگا جو اپنے مغرب سے طلوع کریگا۔ رکن اور مقام کے پاس ظہور فرمائے گا۔ پس وہ زمین کو پاک کرے گا اور میزان کو عدل و انصاف پر قائم کرے گا۔ پس کوئی شخص دوسرے پر ظلم نہیں کرے گا۔ پھر امیرالمومنینؑ نے یہ بتایا کہ آپؑ کے حبیب رسول خداؐ

نے ان سے عہد لیا ہے کہ آپ کے بعد رونما ہونے والے حوادث کے بارے میں کسی کو نہیں بتائیں گے سوائے آپکی عترت میں سے اماموں کو۔

اور زیدیہ سے کہا جائے گا: کیا رسول اللہ کو آپ کے اس ارشاد میں کہ " ائمہ بارہ ہیں " جھٹلایا جاسکتا ہے۔ اگر وہ یہ کہیں کہ رسول اللہ نے یہ ارشاد فرمایا ہی نہیں ہے تو ان سے کہا جائے گا: اگر تمہارے لئے یہ ممکن ہو کہ اس روایت کو تم اس کی شہرت اور استفاضہ اور فرقہ ہائے امامیہ کی طرف سے اس کو قبول کرنے کے باوجود ٹھکراؤ پس تمہارے لئے یہ انکار بھی ممکن نہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ: رسول اللہ کا یہ ارشاد کہ: " **من کنت مولا** " حقیقت میں بھی آپ کا قول نہیں ہے۔

زیدیہ فرقہ کا چھٹا اعتراض

زیدیہ کہتے ہیں: جب امام حسن بن علی (عسکری) کا انتقال ہوا تو امامیہ فرقہ میں اختلاف پڑ گیا۔ پس کچھ لوگوں نے کہا کہ ان کا بیٹا سات سال کا ہے اور ان میں سے کسی نے کہا کہ وہ بچہ تھے یا شیرخوار تھے اب بات جو بھی ہو مذکورہ حالات میں وہ امامت اور امت کی ریاست کرے اور یہ کہ وہ سرزمین خدا پر اس کا جانشین ہو اور اس کے بندوں پر اس کا قیم اور سرپرست ہو۔ اور جب مسلمانوں پر جنگ طاری ہوجائے تو ان کی پناہ گاہوں اور ان کے لشکر کا تدبیر کرنے والا ہو اور ان کی طرف سے جنگ کرنے والا ہو اور ان کی سرحدوں کی حفاظت کرنے والا ہو اور ان کے حریم کا دفاع کرنے والا ہو۔ ان باتوں کی صلاحیت سے وہ عاری ہے کیوں کہ ایک شیرخوار بچہ یا طفل ایسے امور کی انجام دہی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور یہ خواہ ماضی میں ہو یا حال میں معمولات میں سے نہیں ہے کہ دشمنوں کا مقابلہ بچوں کے ساتھ کیا جائے جو نہ سواری اچھی طرح کرسکتے ہیں نہ زمین پر ٹہر سکتے ہیں اور نہ لگام پکڑنے سے واقف ہیں نہ ہی تلوار کی پیٹی کو اٹھا سکتے ہیں نہ نیزہ چلانے پر قادر ہیں اور نہ جنگ کی گرماگرمی میں دشمنوں پر حملہ کرنا ان کے بس کی بات ہے۔ درحالیکہ امام کے اوصاف میں سے ایک یہ ہے کہ اس کو تمام لوگوں سے زیادہ بہادر اور شجاع ہونا چاہیئے۔

جواب

جس نے بھی یہ بات کہی ہے اس سے کہا جائے گا: تم لوگوں نے اللہ عزوجل کی کتاب کو بھلا دیا ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو فرقہ امامیہ پر یہ الزام نہ لگاتے کہ وہ کتاب خدا کو یاد نہیں کرتے اور تم نے عیسیٰ کی کہانی کو فراموش کردیا ہے۔ آپ گہوارہ میں تھے جب آپ نے یہ کہا تھا: **انی عبداللہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیا**

وجعلنی مبارکا این ماکنت ۔ (سورۃ مریم آیت ۳۰/۳۱)" بے شک میں بندہ خدا ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی قرار دیا ہے اور مجھے بابرکت قرار دیا ہے جہاں بھی ہوں"۔

ہمیں جواب دو اے اعتراض کرنے والے اگر بنی اسرائیل ان پر ایمان لے آتے اور دشمن کی طرف سے ان پر کوئی ناگوار حادثہ پیش آتا تو حضرت مسیحؑ اس موقع پر کیا کرتے ۔ اور یہی بات حضرت یحییٰؑ کے بارے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایام طفولیت میں حکومت دے دی ۔ اگر یہ لوگ ان باتوں کا انکار کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کا انکار کردیا اور جو شخص اپنے دشمن کو شکست دینے پر قادر نہ ہو مگر یہ کہ وہ کتاب خدا کا انکار کرے تو اس کے قول کا باطل ہونا بالکل آشکار اور واضح ہے ۔

اور اس فصل کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ معاملہ جو انہوں نے بیان کیا ہے موجودہ زمانہ کے لوگوں کے ساتھ پیش آئے تو اللہ تعالیٰ قانون طبیعت اور معمولات کو ختم کردے گا اور ان کو ایک بالغ ، کامل ، شہسوار ، شجاع اور پہلوان مرد کی صورت میں قرار دیگا جو دشمنوں کا مقابلہ کرسکے ۔ اسلام کی حفاظت کرسکے اور اسلام کی سرحدوں سے دشمنوں کو دور بھگا سکے ۔ البتہ یہ جواب ابوالقاسم بلخی کے اعتراض پر بعض امامیہ نے دیا ہے ۔

زیدیہ فرقہ کا ساتواں اعتراض

زیدیہ کہتے ہیں : لوگ یقیناً اس مولود کے نسب کے سلسلے میں شک و شبہ میں مبتلا ہیں کیونکہ لوگوں میں سے اکثر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ حسن بن علی العسکریؑ کا کوئی نرینہ فرزند تھا ۔

انہیں یہ کہا جائے گا : بنی اسرائیل حضرت مسیحؑ کے بارے میں شک کرگئے اور حضرت مریم پر الزام لگایا جو انہوں نے کہا ہے : اے مریم تم نے بہت ہی برا کام کیا ہے ۔ پس حضرت مسیحؑ نے اپنی والدہ کی بے گناہی کے حق میں بات کی اور فرمایا یقیناً میں خدا کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے ۔ اور مجھے نبی قرار دیا ہے ۔ پس اہل عقل پر یہ معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل رسالت کی ادائیگی اور پہنچانے کے لئے نہ مجہول النسب کو منتخب کرتا ہے نہ غیر صاحب عزت و کرامت کو ۔ اسی طرح امامؑ کا معاملہ ہے کہ جب وہ ظہور فرمائیں گے تو آپؑ کے ساتھ ناقابل تردید نشانیاں ہوں گی اور واضح دلائل ہوں گے جن سے یہ معلوم ہوگا یہ ذات وہی ہستی ہے یہ لوگوں سے مختلف ہیں اور یہی حسنؑ بن علیؑ کے جانشین اور خلف ہیں ۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ : اس پر کیا دلیل ہے کہ حسنؑ بن علیؑ وفات پاگئے ؟ ان سے کہا جائے گا : وہ روایات جو آپؑ کی وفات کے بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ زیادہ واضح زیادہ مشہور اور زیادہ تعداد میں ہیں ان روایات سے جو ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کی وفات کے بارے میں وارد ہوئی تھیں کیونکہ ابوالحسن (امام کاظم) علیہ السلام دشمنوں کے ہاتھوں وفات پاگئے اور ابو محمد الحسن بن علی اپنے گھر میں اپنے بستر پر وفات پاگئے اور اس بارے میں وہ واقعات پیش آئے جو احادیث میں مذکور ہیں جن کو بطور سند میں نے اس کتاب میں پیش کیا ہے ۔

پس اگر ان میں سے کوئی کہنے والا یہ کہے: کیا تمہیں امام حسن (عسکری) کی والدہ اور جعفر کی میراث کے سلسلے میں تنازعہ کرنا اس بات کی طرف راہنمائی نہیں کرتا کہ ان کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ کیونکہ ہم ان جیسی باتوں سے یہ جان لیتے ہیں جو شخص مرگیا ہے اس کی کوئی پشت نہیں ہے اور جب اس کا کوئی بیٹا ظاہر نہ ہو اور اس کی میراث اور وراثت دوسرے وارثوں میں تقسیم کردیا جائے تو کیا سمجھ میں آتا ہے؟

تو اسے جواب دیا جائے گا: یہ حالت کثرت سے پائی جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے انبیاء، رسولوں اور اصفیاء کے بارے میں اللہ کی حکمت کبھی معمول کے مطابق ہوتی ہے۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ معمول سے ہٹ کر یہ عمل انجام دیتا ہے۔ پس ان کے معاملہ کو ہر حالت میں عام حالات پر منطبق نہیں کیا جاسکتا جس طرح حضرت مسیحؑ کے معاملے کو ہم عام حالات پر نہیں پاتے۔

وہ کہتا ہے: اگر یہ صحیح ہو کہ ان کی کوئی پشت کے ہونے کے بارے میں ہم گمان کریں تو کیوں یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ہم ہر اس شخص کے ظاہری طور پر پشت ہونے کے بارے میں اس کا کوئی فرزند ہونے کا گمان کریں۔

اس سے کہا جائے گا: ہم اس بات میں شک نہیں کرتے کہ امام حسن عسکریؑ کا ایک خلف اور پشت موجود ہے اور یہ حسنؑ و حسینؑ کے فرزندوں میں سے ان فضلا کی شہادت اور گواہی ہے جنہوں نے ان کے لئے فرزند ہونے کو ثابت کیا ہے۔ اور ساتھ ہی شیعوں میں سے بہت سے لوگ بھی شامل ہیں۔ کیونکہ وہ گواہی جس کا قبول کرنا ضروری ہے وہ وہ گواہی ہے جو کسی چیز کو ثابت کرتی ہو نہ کہ وہ گواہی جو کسی چیز کی نفی کرتی ہو چاہے نفی کرنے والوں کی تعداد ثابت کرنے والوں کی تعداد سے زیادہ کیوں نہ ہوں۔ اور ہم نے دیکھا ہے اس موضوع کے لئے جیسا کہ گذر گیا ایک مثال اور نمونہ اور وہ ہے حضرت موسیٰ کی داستان۔ کیونکہ جب اللہ سبحانہ نے بنی اسرائیل کو غلامی اور بندگی سے نجات دلانے کا ارادہ کیا اور اپنے دین کو ان کے ہاتھوں دوبارہ ترو تازہ، تجدید اور زندہ کرنا چاہتا تھا ان کی ماں کو وحی کی **فاذا خفت علیه فالقیه فی الیم ولاتخافی ولاتحزنی انا رآدوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین** (سورہ قصص آیت ۷) "پس جب تم اس کے متعلق خوف کھاؤ تو اس کو دریا میں ڈالدو اور اس سے نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ ہم بے شک اس کو تمہاری طرف لوٹانے والے ہیں اور اس کو مرسلین میں سے قرار دینے والے ہیں"

پس اگر اس وقت ان کے والد عمران وفات پاجاتے تو ان کی میراث کا حکم اور صورت حال ویسی ہی ہوتی جیسے امام حسن عسکریؑ کی میراث کی صورت حال اور حکم ہے اور اس میں کوئی ایسا اشارہ بھی نہیں ملتا کہ ان کا کوئی فرزند نہیں ہے۔

اور یہ حقیقت ہمارے مخالفین پر پوشیدہ رہی اس سے انہوں نے کہا: موسیٰ تو اس وقت حجتِ خدا نہیں تھے جبکہ ہمارے نزدیک امام اس وقت حجت تھے اور ہم نے (امام کی) ولادت اور غیبت کو (موسیٰ کی) ولادت اور غیبت سے تشبیہ دی ہے۔ یوسف کی غیبت تو سب سے زیادہ عجیب ہے ان کے والد ان کے بارے میں بے خبر ہیں جبکہ ان کے درمیان جو فاصلہ تھا

وہ ایسا نہیں تھا کہ طے نہ کیا جاسکے اور یہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اللہ عزوجل کی تدبیر اپنی مخلوقات اور بندوں کے بارے میں یہ تھی کہ ان کے بارے میں ان کے والد بے خبر رہیں۔ اور ان کے بھائیوں کا یہ حال ہے کہ وہ ان کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور وہ ان کو پہچان لیتے ہیں لیکن یہ لوگ انہیں نہیں پہچانتے۔

اور ہم نے آپؑ کی زندگی کے معاملہ کو اصحاب کہف کی داستان کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ یہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال اور مزید نو سال رہے جبکہ وہ سب زندہ رہے۔ اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ: یہ ایسے امور ہیں جو واقع تو ہوئے ہیں اور ہمارے پاس تمہاری باتوں کے صحیح ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

تو ان سے کہا جائے گا کہ ہم نے ان مثالوں کے ذریعہ اپنے نظریات کو حدودِ محال اور عدمِ امکان سے نکال کر حدِ امکان میں داخل کردیا اور ہم نے اپنے قول کی صحت پر دلائل قائم کئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کتاب خدا کبھی بھی عترت رسولؐ سے جدا نہیں ہے جو اس میں بیان شدہ حلال و حرام اور محکم و متشابہ کی پہچان کرائے بمعہ اس کے اس کتاب میں جو روایات ہم نے پیغمبرِ خدا اور ائمہؑ سے بمع ذکرِ سند تذکرہ کی ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ ان سے تمسک کیوں کر ممکن ہے؟ جبکہ ہم نہ ان کی قیام گاہ سے واقف ہیں اور نہ ہی کوئی شخص اس بات پر قادر ہے کہ انہیں ہمارے سامنے لاسکے؟ تو اس سے کہا جائے گا کہ: ہم اس طرح ان سے تمسک کرتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ وہ موجود ہیں اور ان کی امامت برحق ہے اور ساتھ ہی ان لوگوں سے تمسک کرتے ہیں جو شریف، نیک، فاضل اور سچے ہیں، آپؑ کی امامت کے قائل ہیں اور آپؑ کی ولادت اور ولایت کے برحق ہونے کو ثابت کرتے ہیں یعنی شیعوں میں سے وہ لوگ جو نبیؐ اور ائمہؑ کی جانب سے آپؑ کے نام گرامی اور نسب کے متعلق جو نصوص وارد ہوئے ہیں ان کی مکمل تصدیق کرتے ہیں۔ (اور یہ کہ) وہ کتاب (قرآن) و سنت کے عالم ہیں، خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا عرفان رکھتے ہیں اور محدثین کی طرف سے وارد شدہ مشتبہ احادیث کی نفی کرتے ہیں، قیاس کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور نبیؐ اور ائمہؑ کی طرف سے جو صحیح ارشادات وارد ہوئے ہیں ان کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے: اگر یہ صحیح ہو کہ ہم ان لوگوں سے تمسک کریں جن کے اوصاف آپؑ نے بیان کئے ہیں اور ہمارا یہ تمسک گویا امام غائب کے ساتھ تمسک شمار ہوگا پس کیوں جائز اور صحیح نہیں ہے کہ رسول خداؐ خود تو دنیا سے وفات پاجائیں لیکن اپنے پیچھے کسی کو جانشین نہ بنائیں؟ اور آپؐ کی امت عقلی، قرآنی اور سنت کے دلائل پر اکتفا کرے؟ اس کے جواب میں کہا جائے گا: خداوند عزوجل کے انتخاب کے سلسلے میں ہمیں دخل اندازی کا حق نہیں ہے بلکہ ہمارے اوپر یہ فرض ہے کہ وہ جو کچھ ہمیں حکم دیں ہم اس پر عمل کریں اور دلیلوں نے یہ دلالت کی ہے کہ یہ گیارہ ائمہ علیہم السلام جو گزر گئے کی اطاعت فرض ہے۔ اگر وہ بیٹھ جائیں اور سکوت اور خاموشی اختیار کریں تو ہم پر خاموشی اختیار کرنا واجب ہے اور ان کے ساتھ قیام کرنا اور اٹھ کھڑا ہونا واجب ہے جب وہ قیام کریں اور اٹھ کھڑے ہوں اور ان کے

کلام کو سنتا ہے جب وہ نطق اور بیان کریں ۔ پس ہم پر واجب ہے کہ ہم ہر وقت و ہر لمحہ وہ کام کریں جن کی طرف دلائل ہماری راہنمائی کرتے ہیں ۔

زیدیہ فرقہ کا آٹھواں اعتراض

بعض زیدیہ نے کہا فرقہ واقفہ وغیرہ کو تمہارے اس دعوے پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام وفات پاگئے اور تمہیں یہ آگاہی عرف ، عام حالات اور مشاہدہ کے ذریعے حاصل ہوگئی ہے ۔ اور وہ یہ کہ اللہ عزوجل نے حضرت مسیح علیہ السلام کی شان میں یہ بات بتا دی جہاں ارشاد فرمایا **وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم** ۔ (سورۂ نساء آیت ۱۵۷) اور انہوں نے نہ اس کو مارا نہ سولی چڑھایا بلکہ (یہودیوں کے لئے) ایک شخص کو ان کی شبیہ بنادیا گیا" ۔ پس اس بناء پر اس گروہ نے مشاہدہ اور عام حالات کے بناء پر یہ دیکھا کہ حضرت عیسیٰ سولی پر چڑھائے گئے اور مقتول ہوئے پس اس بناء پر یہ بات جتنے ائمہ کی غیبت کے بارے میں بعض لوگوں نے کہی ہے وہ بری اور نامعقول نہیں ہے ۔

اس کے جواب میں ان سے کہا جائے گا یہاں ائمہ علیہم السلام کی مثال حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی طرح نہیں ہے ۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کے بارے میں یہود نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ قتل کئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد **وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم** ۔ کے ذریعہ انہیں جھٹلا دیا کہ نہ مار ڈالا انہوں نے اس کو نہ ہی سولی پر چڑھایا بلکہ وہ اشتباہ میں پڑ گئے ۔ اور ہمارے ائمہ علیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی خبر وارد نہیں ہوئی ہے کہ وہ دوسروں پر مشتبہ ہوگئے ۔ ہاں یہ بات غلو کرنے والے گروہوں میں سے ایک گروہ نے کہی تھی ۔ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا کہ " یقیناً ان کی یہ اس سے رنگین ہوجائے گی " یعنی ڈاڑھی سر کے خون سے رنگین ہوجائے گی ۔ اور آپؑ کے بعد آنے والے ائمہ علیہم السلام نے بھی آپ کی شہادت کی خبر دی ہے ۔ اس طرح امام حسنؑ و حسینؑ کے بارے میں نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل سے نقل کرتے ہوئے خبر دی کہ وہ دونوں عنقریب قتل کئے جائیں گے اور ان دونوں نے بھی اپنے بارے میں یہ خبر دی ہے اور یہ کہ یہ بات ان کے بارے میں سچ ہو کر رہے گی ۔ اور ان دونوں کے بعد آنے والے ائمہ علیہم السلام نے بھی یعنی علیؑ بن الحسینؑ زین العابدین سے لے کر حسن عسکری علیہم السلام تک پہلے والے نے اپنے بعد آنے والے کے اوپر گزرنے والی باتوں کی خبر دی ہے اور بعد میں آنے والے نے اپنے سے پہلے والے پر گزرے ہوئے حالات کی خبر دی ہے ۔ پس ائمہ علیہم السلام کی وفات کی خبر دینے والے خود پیغمبر خدا اور ائمہ علیہم السلام میں ایک کے بعد دوسرے نے پے در پے خبر دی ہے ۔ اور قتل عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دینے

والے یہود تھے ۔ پس اس بناء پر ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ائمہ پر گزرے ہوئے حالات حقیقت اور صحت پر مبنی ہیں نہ کہ گمان اور شک و شبہ اور حیلہ پر ۔ کیونکہ ان کی اپنی موت پر خبر دینے والوں سے جھوٹ ناممکن ہے کیونکہ یہ سب کے سب معصوم ہیں جبکہ یہود سے جھوٹ کا صادر ہونا ممکن ہے ۔

مخالفین کے شبہات اور اس کا ازالہ

ہمارے مخالفین کہتے ہیں دنیا میں مروجہ حالات اور مشاہدات، غیبت کے بارے میں تمہارے عقیدہ کو غلط ثابت کرتے ہیں ۔ ہم ان سے یہی بات کہیں گے:

برہمہ[1] کے لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور نبوت کے آثار کے بارے میں مسلمانوں کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ تم میں سے سب کے سب نے ان نشانیوں اور معجزات کو نہیں دیکھا ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ تم اس کی پیروی کے مرتکب ہورہے ہو جس کی تقلید اور پیروی تم پر واجب نہیں ہے یا تم ایک ایسی خبر اور بات پر ایمان لے آئے ہو جس سے قیامت کے دن تمہارا عذر خدا کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوگا ۔ اس تعارض اور اشکال کی وجہ سے اکثر معتزلہ فرقے کے لوگ جیسا کہ ان کے بارے میں بتایا جاتا ہے یہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن کے علاوہ کوئی اور معجزہ نہیں ہے ۔ لیکن وہ شخص جو قرآن کے علاوہ آپ کے معجزات اور نبوت کی نشانیوں کے صحیح اور سچ ہونے کا اعتراف اور اقرار کرتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس موضوع کے بارے میں بات کرے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا صادر ہونا ممکن ہے ۔ کیونکہ وہ اس پر قادر ہے ۔ اور اس کے بعد بات کرے ان چیزوں کے وقوع پذیر ہونے کے بارے میں جن کی صحت اور درستی سے ہم بہت ہی کم روایت کرنے والوں کے ذریعے واقف ہوئے ہیں ۔

امامیہ کہتے ہیں ۔ اب ہم ان اخبار اور روایات کے صحیح ہونے کو ثابت کریں گے جو صرف ہمارے پاس ہیں اور ہمارے ائمہ علیہم السلام نے جن کا ذکر فرمایا ہے اور یہ دلالت کرتی ہیں کہ یہ چیز ممکن ہے اس وصف کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے ۔ اور دلائل عقلیہ اور قرآنیہ اور وہ روایات جو اہلسنت کے راویوں کے نزدیک قابل قبول اور مقبول ہیں کی بناء پر ان کا ہونا صحیح اور درست ہے ۔

اب مجادلہ کرنے والا یہ کہے گا کہ ہمارے مقابلے میں کوئی ایسی جماعت نہیں ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی ایسی روایت نقل کرتی جو اس روایت کے متضاد اور اس کو باطل قرار دینے والی ہو یا یہ دعویٰ کرتی ہو کہ ہمارا اول ہمارے آخر کی مانند نہیں ہے ؟

تو اس سے کہا جائے گا ۔ پھر تم نے برہمی کے اس قول کا انکار کیوں کیا جس نے تم سے کہا تھا کہ دنیا میں مروجہ

---

[1] وہ فرقہ جو اس بات کا معتقد ہے کہ اللہ کیلئے رسولوں کو مبعوث کرنا جائز نہیں ہے ۔

حالات اور مشاہدات اور قدرتی قوانین اس بات کو ناممکن قرار دیتے ہیں کہ ایک مسموم اور جلا ہوا ہاتھ بات چیت کر سکتا ہے اور کیونکر ممکن ہے کہ چاند کے ٹکڑے ہو جائیں اور اگر چاند کے ٹکڑے ہو جائیں تو کائنات کا نظم وضبط ختم ہو جائے گا۔ لیکن اس کا یہ کہنا ہے کہ ان کے مقابلہ میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس بات کی تردید کرے کہ ہمارا اول ہمارے آخر کی مانند نہیں ہے۔ اس بارے میں اس سے کہا جائے گا اس بات کی سختی سے تردید کی جائے گی پس اگر ان آیات اور نشانیوں کو بہت سے لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے تو اس کی سچائی کا حکم بالکل قرآن کی سچائی کے حکم کی طرح ہوگا پس اس طرح معلوم ہوا کہ جدلی صاحب مغالطہ کر رہے ہیں۔ کہ جس میں فرق نہیں ہونا چاہیے تھا اس میں فرق ڈال دیا ہے۔

جدلی کہتا ہے۔ کیا تم ہمارے قول کو یوں باطل قرار دیتے ہو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ اور آپؐ کی وفات کے بعد آپ کے پیروکاروں کی لاتعداد جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان معجزات اور نشانیوں کو دیکھا ہے جیسے بادل کا سایہ کرنا اور بوسیدہ ہاتھ کا بات کرنا اور درخت کے تنے کا آہ و زاری کرنا اور اسی قسم کے معجزات۔ یہ تو پوری امت کہتی ہے کہ یہ نشانیاں اور معجزات ایسے ہیں کہ اصل اور حقیقت میں اس کو بہت ہی کم لوگوں نے نقل کیا ہے۔ پس آپ نے یہ دعویٰ کیوں کیا کہ کوئی شخص تمہارے اس دعویٰ کو رد نہیں کر سکتا۔

جدلی کہتا ہے۔ جب یہ موضوع اس طرح ہو تو ہماری وہ روایات جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ ان روایات کی طرح ہیں جو حضرت موسیٰ کے اور حضرت مسیح کے معجزات کے متعلق ہیں جن کا نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے وہ مجوس اور براہمہ کی روایات اور اخبار کی طرح ہیں جو وہ اپنے آباواجداد اور گزشتگان کے ماضی کے بارے میں بتاتے ہیں۔ ہم جواب دیں گے۔ ہم نے یہ جان لیا کہ براہمہ فرقے کے لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد اور گزشتگان کی مثالیں موجود اور نظیریں قابل مشاہدہ ہیں اس لئے انہوں نے اس بات کو خوشی سے قبول کیا ہے۔ اور یہ بات ایسی ہے جس کا انکار ممکن نہیں ہے۔

جدلی کہتا ہے کہ اس فرقہ اور گروہ کے مقابلہ میں ایسی جماعتیں ہیں جن کو ان پر برتری حاصل ہے اور بعض جماعتیں اسی کی طرح روایت کرتی ہیں ان سے جو اپنی خبر کو اسناد کرتے ہیں ان کی طرف جن سے وہ روایت کرتے ہیں اور ان کی روایت نص کے لحاظ سے اس گروہ کے بالکل متضاد ہے۔ اس سے کہا جائے گا۔ وہ جماعتیں اور گروہ کون ہیں جنہیں برتری اور فضیلت حاصل ہے۔ اور یہ لوگ خدا کی زمین میں کس مقام پر رہتے ہیں۔ اور کہاں ان کی سکونت ہے کیا تم پر یہ لازم نہیں ہے کہ یہ جان لو کہ تمہاری یہ کتاب پڑھی جائے گی اور یہاں تک کہ جو فن جدل سے باخبر نہ ہو وہ بھی تمہارے اس مغالطہ کے استعمال کو سمجھ جائے گا۔

جدلی نے کہا۔ اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ کوئی بھی مسلمان اپنے آپ کو یہ اجازت دے کہ وہ روایات جو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے بارے میں ہیں ان کو ان روایات کی نظیر اور شبیہ قرار دے جو غیبت ابن الحسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام کو ثابت کرتی ہیں اور ان دونوں میں تواتر کا ایک جیسا ہونے کا دعویٰ کرے ۔ اور خدا سے ہی مدد طلب کی جائے گی ۔

اس سے کہا جائے گا کہ ہم نے یقیناً بیان کیا ہے اس وجہ اور علت کو جس کی وجہ سے ہم نے اس موضوع میں مشابہت کا دعویٰ کیا ہے ۔ اور ہم نے بتا دیا کہ وہ چیز جسے ہم خبر کا متواتر نام دیتے ہیں وہ خبر ہے جسے تین یا تین سے زیادہ لوگ نقل کریں ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے بارے میں جو روایات ہیں دراصل کم تعداد لوگوں نے روایت کی ہیں ۔ اور تمہارے اور ہمارے درمیان آزمائش اور مقابلہ اس میں ہے کہ ہم اصحاب حدیث کی طرف رجوع کریں اور ان سے یہ چاہیں کہ کس نے شق القمر اور بوسیدہ ہاتھ کے تکلم اور اس قسم کے معجزات کی روایات کو نقل کیا ہے ۔ پس اگر اس کیلئے یہ ممکن ہو کہ ان معجزات اور نشانیوں میں سے ہر ایک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں ایسے دس اشخاص جنہوں نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور مشاہدہ کیا ہے سے نقل کرے تو اس صورت میں اس کی بات ہی صحیح اور درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو موافق نے تو برابری کا دعویٰ اس طرح سے کیا ہے کہ جہاں وہ دونوں ایک جیسے ہوں اور ایک دوسرے کی نظیر ہوں ۔ **والحمدللہ** ۔

اور میں کہتا ہوں ۔ اور توفیق خدا ہی سے ہے ۔ ہم نے امام کے معصوم ہونے کا اقرار کیا ہے اور اس پر ہمارا عقیدہ بھی ہے ۔ اور عصمت ظاہری خلقت میں نہیں ہے جو دیکھی جائے اور قابل مشاہدہ ہو اور اگر ہم نے کسی بھی امام کی امامت کا اقرار کیا اور یہ انکار کیا کہ وہ معصوم ہیں تو گویا ہم نے ان کی امامت کا ہی اقرار نہیں کیا ہے ۔ پس جب یہ جائز اور صحیح اور ممکن ہو کہ ہم ہر امام کی اس چیز کا اقرار کریں جو ہماری نگاہوں سے غائب ہے تو یہ بھی جائز ہے کہ ہم اس امام کی امامت کا اقرار کریں جو ہماری نگاہوں سے غائب ہیں اور یہ غیبت بھی کسی نہ کسی حکمت اور مصلحت کی وجہ سے ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ ہی جانتا ہے ۔ چاہے ہم اس حکمت اور مصلحت کی تہہ تک پہنچ جائیں یا نہ پہنچیں اس میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ اور کہتا ہوں ۔ یقیناً آج ہمارے امام علیہ السلام کی غیبت کا حال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی حالت کی مانند ہے ۔ اور وہ اس طرح کہ آنحضرتؐ جب مکہ میں تھے تو مدینہ میں حاضر نہیں تھے اور جب مدینہ میں تھے تو مکہ میں نہیں تھے ۔ اور جب سفر میں تھے تو حضر میں نہیں تھے اور جب حضر میں تھے تو سفر میں نہیں تھے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام حالتوں میں ایک جگہ حاضر تھے اور دوسری جگہوں میں حاضر نہیں تھے اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجت ان لوگوں سے ساقط نہیں ہوئی جہاں آنحضرت غائب تھے اور حاضر نہیں تھے ۔ اسی طرح امام کی حجت ساقط نہیں ہوتی اگرچہ وہ ہم سے غائب کیوں نہ ہوں جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجت ان پر ساقط نہیں ہوئی جن کی نظروں سے آنحضرتؐ غائب تھے ۔ اسلام کے شرائط اور شرائع میں سے جس بات کو

لوگوں کیلئے سب سے زیادہ باعث بندگی قرار دیا ہے وہ غیبت امام کا اقرار ہے ۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنین کی تعریف غیب پر ایمان لانے پر پہلے کی ہے اس سے قبل کہ ان کی تعریف اس بات سے کرے کہ وہ نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے اور جو کچھ اللہ عزوجل نے اپنے نبی پر اور آپؐ سے قبل کے انبیاء صلوت اللہ علیہم اجمعین پر نازل کیا ہے اور روز قیامت اور آخرت پر ایمان لانے پر کی ہو ۔ پس ارشاد فرمایا ہے ۔ **ھدی للمتقین O الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ ومما رزقنھم ینفقون O والذین یومنون بمآ انزل الیک وما انزل من قبلک و بالاخرۃ ھم یوقنون O اولئک علیٰ ھدے من ربھم واولئک ھم المفلحون O** (سورۃ بقرہ آیت ۲ تا ۵) "یہ کتاب ہدایت ہے متقین کیلئے جو ایمان لے آتے ہیں غیب پر اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے رزق عطا کیا ہے اسے خرچ کرتے ہیں اور وہ جو ایمان لے آتے ہیں جو کچھ تم پر نازل کیا گیا اور جو کچھ تم سے قبل والوں پر نازل کیا گیا ۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی لوگ اپنے پروردگار کی جانب سے ہدایت یافتہ ہیں اور وہ لوگ رستگار اور سعادت اور فلاح پانے والے ہیں" ۔ اور یہ کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی اپنے اصحاب کے درمیان ہوتے تو آپؐ پر بے ہوشی طاری ہوجاتی اور آپؐ کا پسینہ جاری ہوجاتا اور جب آپؐ ہوش میں آتے تو ارشاد فرماتے اللہ عزوجل نے یہ فرمایا اور تمہیں یہ حکم دیا ہے اور اس چیز سے منع کیا ہے ۔ اور ہمارے اکثر مخالفین کہتے ہیں ۔ یہ بات صرف اس وقت تھی جب جبرئیل علیہ السلام آپؐ پر نازل ہوتے تھے ۔ پس امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا اس بے ہوشی کے بارے میں جو نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طاری ہوتی تھی کہ آیا یہ حالت صرف اور صرف جبرئیل علیہ السلام کے نزول کے وقت ہی پیش آتی تھی تو آپؐ نے فرمایا نہیں جبرئیل علیہ السلام جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور شرفیاب ہوتے تھے تو جب تک اجازت نہیں لیتے تھے داخل نہیں ہوتے تھے اور جب وہ داخل ہوجاتے تھے تو آپؐ کے سامنے اس طرح بیٹھ جاتے جس طرح ایک غلام اپنے آقا کے سامنے بیٹھ جاتا ہے ۔ اور وہ حالت صرف اس وقت طاری ہوتی تھی جب اللہ عزوجل بغیر کسی ترجمان اور واسطہ کے آپؐ سے مخاطب ہوتا تھا ۔

ہم سے یہ بیان کیا حسن بن احمد بن ادریس رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے جعفر بن محمد بن مالک سے انہوں نے محمد بن حسین بن زید سے انہوں نے حسین بن علوان سے انہوں نے عمرو بن ثابت سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام سے نقل کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا لوگوں نے یہ تو نہیں دیکھا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کرتا ہے اور مخاطب ہوتا ہے نہ ہی انہوں نے وحی کو دیکھا ہے جبکہ ان پر واجب قرار پایا ہے کہ وہ غیب کا اقرار کریں جس کا انہوں نے مشاہدہ نہیں کیا ہے ۔ اور اس سلسلے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کریں اور آپؐ کو سچا مانیں ۔ اور اللہ عزوجل نے اپنی محکم کتاب

میں ہمیں بتا دیا ہے کہ **مایلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید** (سورہ ق آیت ۱۸) " کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو کوئی بات منہ سے نکالے مگر یہ کہ ایک بالکل مستعد نگراں اس کے قریب ہوگا ۔" اور ارشاد رب العزت ہے ۔ **وان علیکم لحفظین O کراما کاتبین O یعلمون ماتفعلون O** (سورہ انفطار آیت ۱۰ تا ۱۲) " اور بے شک تم پر محافظ اور نگران ہیں ، بہت ہی کریم لکھنے والے ، جانتے ہیں جو کچھ تم انجام دیتے ہو ۔"

اور ہم نے نہ انہیں دیکھا ہے نہ مشاہدہ کیا ہے اور اگر ہم اس کی تصدیق نہ کریں تو اس صورت میں دائرہ اسلام سے خارج ہوں گے ۔ اللہ تعالیٰ کے قول کو مسترد کرنے والے ہوں گے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شیطان کے فریب سے بچے رہنے کا حکم دیا ہے ۔ اور ارشاد فرمایا ہے ۔ **یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطان کما اخرج ابویکم من الجنة** (سورہ اعراف آیت ۲۷) " اے آدم کے فرزندو ایسا کہیں نہ ہو کہ شیطان تمہیں فریب دے جس طرح تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوا دیا تھا ۔

ہم شیطان کو تو دیکھ نہیں رہے ہیں جبکہ ہم پر واجب ہے کہ اس کے وجود پر ایمان لے آئیں اور اس سے ہوشیار رہیں ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے مسئلہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میت سے کوئی سوال کیا جائے اور وہ صحیح اور درست جواب نہ دے تو منکر اور نکیر عذاب خدا کی ایک ضرب اسے ماریں گے اور اس ضربت سے سوائے ثقلین کے باقی جو کچھ خدا نے خلق فرمایا ہے وہ کانپ اٹھے گا ۔ اور ہم نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی ہے نہ مشاہدہ کیا ہے اور نہ سنا ہے ۔ اسی طرح ہمیں بتادیا گیا ہے اور نقل کیا گیا ہے آنحضرتؐ سے کہ آپؐ معراج پر تشریف لے گئے اور ہم نے نہیں دیکھا (اس میں سے) کچھ (نہ ہی مشاہدہ کیا اور نہ آپؐ کی زبان مبارک سے سنا) اور ہمیں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے (مومن) بھائی کی خدا کی مرضی کیلئے زیارت کی تو ستر ہزار فرشتے اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے اور یہ کہہ رہے ہوں گے سعادت مند ہو تم اور جنت تمہارے لئے خوشگوار ہو ۔ جبکہ ہم نہ انہیں دیکھ رہے ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کی بات کو سن رہے ہوتے ہیں اور اگر ان جیسی باتوں میں وارد شدہ روایات کو ہم تسلیم نہ کریں اور سچا نہ مانیں اور ان امور اسلام پر جو اس سے شباہت رکھتے ہیں ایمان نہ رکھیں تو یقیناً ہم ان امور کے منکرین میں شمار ہوں گے اور دائرہ اسلام سے خارج ہوں گے ۔

رکن الدولہ کے دربار میں مؤلف کا ایک ملحد سے مناظرہ

اور مجھ سے ملحدین میں سے ایک نے باسعادت امیر رکن الدولہ رضی اللہ عنہ کی محفل میں گفتگو کی اور اس نے
ھ سے کہا تمہارے امام پر واجب ہو گیا ہے کہ وہ خروج اور ظہور کریں کیونکہ روم والے مسلمانوں پر غلبہ پانے کے
زدیک پہنچ چکے ہیں ۔ میں نے اس سے کہا ۔ یقیناً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے دوران اہل کفر کی
عداد آج کی بہ نسبت زیادہ تھی اور اس وقت آنحضرتؐ نے حکم خدا سے اپنے امر کو چالیس سال تک چھپائے رکھا ۔ اور
س کے بعد ان پر ظاہر کر دیا جن پر آپؐ کا اعتماد تھا اور تین سال تک ناقابل اعتماد لوگوں سے پھر بھی چھپائے رکھا ۔
ور پھر کام یہاں تک پہنچا کہ کفار نے آپس میں معاہدہ کیا کہ وہ آنحضرتؐ ، بنی ہاشم اور آپ کی حمایت کرنے والوں کا
ائیکاٹ کریں ۔ پس وہ شعب (ابی طالب) میں چلے گئے اور اس میں تین سال تک رہے ۔ پس اگر کوئی کہنے والا اس
دوران یہ کہتا کہ کیوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خروج نہیں کرتے کیونکہ مشرکین مسلمانوں پر غلبہ کئے ہوئے ہیں ۔
تو اس صورت میں اس کے لئے ہمارا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ آنحضرتؐ جب شعب کی طرف نکلے تو اللہ
کے حکم سے نکلے اور اس کی اجازت سے غائب رہے اور جب اس نے ظہور اور خروج کا حکم دیا تو آپؐ خارج اور ظاہر
ہوئے ۔ کیونکہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی مدت شعب ابی طالب میں رہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے آپؐ پر
وحی بھیجی کہ اس نے اس عہد نامہ پر دیمک کو بھیجا ہے جو قریش نے نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام بنی ہاشم سے
ائیکاٹ اور قطع تعلق کرنے کے لئے لکھا تھا اور جس پر چالیس (۴۰) مہریں لگی ہوئی تھیں اور جو زمعہ بن الاسود کے پاس
حفاظت کیلئے رکھا گیا تھا پس اس دیمک نے اس میں سے جو کچھ قطع رحم کے متعلق تھا اس کو کھا لیا اور اللہ عزوجل کا
نام جہاں جہاں تھا اس کو چھوڑ دیا ہے ۔ اس وقت ابو طالبؑ شعب سے نکل کر مکہ میں داخل ہوئے جب قریش نے
نہیں دیکھا تو یہ فرض کر لیا کہ اب وہ آئے ہیں تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حوالے کر دیں تاکہ وہ قتل
ہو جائیں یا دعویٰ نبوت کو واپس لے لیں اس گمان کے ساتھ انہوں نے ابو طالبؑ کا استقبال کیا اور بڑے احترام اور
تعظیم ادا کی جب وہ ان کے درمیان بیٹھ گئے تو ان سے کہا ۔ اے قریش کی جماعت یقیناً میرے بھتیجے محمدؐ کے بارے میں
آج تک میں جھوٹ بولنے کا تجربہ نہیں رکھتا اور اس نے مجھے خبر دی ہے کہ اس کے پروردگار نے اسے وحی بھیجی ہے کہ
اس نے اس کاغذ پر جو تمہارے درمیان بطور معاہدہ لکھا گیا تھا دیمک کو بھیجا ہے پس اس نے جو کچھ قطع رحم کے بارے
میں تھا اس کو کھا لیا ہے اور جو اللہ عزوجل کے ناموں میں سے مکتوب تھا اس کو باقی چھوڑ دیا ہے ۔ ان لوگوں نے جب
اس کو کھول کر دیکھا تو ویسا ہی پایا جیسا کہ انہوں نے کہا تھا اس وقت ان میں سے بعض ایمان لے آئے اور بعض اپنے

کفر پر باقی رہے ۔ اور یوں نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بنی ہاشم مکہ واپس پلٹے ۔ اسی طرح امامؑ (غائب) کی بات ہے کہ جب اللہ آپؑ کو اجازت دے گا تو آپؑ خروج فرمائیں گے ۔

ایک اور چیز اور وہ یہ کہ بے شک اللہ تعالیٰ امامؑ سے بھی زیادہ کفار پر غلبہ اور قدرت رکھتا ہے ۔ پس اگر کوئی یہ کہے کہ کیوں اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو مہلت دے رہا ہے اور انہیں نیست و نابود نہیں کرتا جبکہ وہ اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور اس کے لئے شریک قرار دیتے ہیں تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ ڈر نہیں ہے کہ وہ لوگ اس کے قبضہ قدرت سے نکل جائیں گے تاکہ عقوبت اور سزا دینے میں جلد بازی سے کام لے اور جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی جبکہ ان لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا ۔ اور اس سے اس قسم کا سوال نہیں کرسکتے کہ کیوں اور کیسے ؟ اسی طرح امام کو ظاہر کرنے کے بارے میں اللہ پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتے جس نے ان کو غائب کیا ہے اور جب وہ چاہے گا اجازت دے گا تو وہ ظاہر ہو جائیں گے ۔

ملحد نے کہا: میں کسی ایسے امام پر ایمان نہیں لاتا جس کو میں دیکھ نہ سکوں اور جب تک اس کو نہ دیکھ لوں میرے اوپر اس کی حجت لازم قرار نہیں پاتی۔ میں نے اس سے کہا: پس یہ کہنا بھی تم پر ضروری ہے کہ اللہ کی حجت بھی تم پر لازم قرار نہیں پاتی کیونکہ تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو نہ ہی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجت تم پر لازم ہے کیونکہ تم نے آنحضرتؐ کو بھی نہیں دیکھا ہے پس وہ امیر باسعادت رکن الدولہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: اے امیر دیکھو یہ شیخ کیا کہہ رہا ہے یہ کہتا ہے امام غائب ہوئے اور دیکھے نہیں جاتے کیونکہ اللہ عزوجل بھی دیکھا نہیں جاتا ۔ تو امیر رحمتہ اللہ نے جواب دیا کہ تم نے ان کی بات کو غلط انداز سے پیش کیا ہے اور ان پر الزام لگایا ہے اور یہی تمہاری شکست کی علامت اور عجز و ناتوانی کا اقرار ہے ۔

اور یہی معاملہ ہمارے ساتھ مناظرہ کرنے والے ہر شخص کا ہے جو ہمارے امام زمانہ علیہ السلام کے بارے میں ہم سے بحث کرتا ہے وہ لوگ آپ کے وجود کے انکار کے سلسلے میں جو کچھ کہتے ہیں وہ ہذیانی تشویش آمیز اور بیہودہ باتیں ہی ہوتی ہیں ۔

ابو سہل اسماعیل بن علی نوبختی نے اپنی کتاب "تنبیہ" کے آخر میں بتایا ہے: اور ہمارے مخالفین اکثر یہ کہتے ہیں ۔ اگر نص کے بارے میں تمہارا دعویٰ حق پر مبنی ہوتا تو علی علیہ السلام وفاتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس کا دعویٰ ضرور کرتے ۔ ان سے کہا جائے گا ۔ وہ کیونکر یہ دعویٰ کرتے اور اپنے آپ کو ایک مدعی کی حیثیت سے پیش کرتے جس کو اپنے دعویٰ کی سچائی کے ثبوت کے لئے گواہوں کی ضرورت ہے جبکہ ان لوگوں نے نبیِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو قبول نہیں کیا ہے پس کیوں کر ان کے اپنے حق میں دعویٰ کو قبول کرتے ۔ اور آپؑ کا ابوبکر کی بیعت سے الگ رہنا اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی تجہیز و تدفین اس طرح سے کرنا کہ ان میں سے کسی کو آگاہ تک نہ

ر نا یہاں تک کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کو مخفی طور پر دفن کرنا سب سے بہتر دلیل ہے اس بات پر کہ آپؑ ان کے عمل سے راضی نہیں تھے ۔ پس اگر وہ کہیں کہ کیوں آپ نے عثمان کے بعد (خلافت کو) قبول کیا تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ چونکہ ان لوگوں نے آپؑ کو اس میں سے کچھ جو آپ کیلئے واجب تھا دیدیا تھا اس لئے اس کو قبول کیا اور اس ضمن میں آپ کی مثال نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقین اور مؤلفۃ قلوبہم کو قبول کیا تھا ۔

اور کبھی ہمارے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ اگر ان لوگوں پر یہ حجت لازم قرار پائے کہ ایک ایسے امام کا ہونا ضروری اور لازمی ہے جو منصوص علیہ ہو یعنی اس کے بارے میں نص وارد ہو نیز کتاب اور سنت کا جاننے والا اور ان دونوں کے سلسلے میں امانت دار ہو نہ ان دونوں کو بھولتا ہو اور نہ ان میں غلطی اور سہو کا مرتکب ہوتا ہو پس اس کی مخالفت بھی جائز نہیں ہے ۔ اور وہ واجب الاطاعت ہے اس بناء پر کہ پہلے والے نے اس پر نص کی ہے ۔ پس ہمیں یہ بتاؤ کہ وہ امام کون ہے اس کا نام ہمیں بتاؤ اور اس کی طرف ہماری راہنمائی کرو ؟

ان سے کہا جائے گا کہ یہ بات تو روایات سے متعلق ہے اور یہ درحقیقت جس چیز کے بارے میں ہم بات کر رہے ہیں اسے دوسری جگہ منتقل کرنا ہے کیونکہ ہمارا موضوع سخن تو یہ تھا کہ جب نبیِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر جائیں تو عقل انسانی کس بات کو ضروری اور واجب قرار دیتی ہے ۔ اور کیا یہ ممکن ہے کہ آپؑ کسی کو اپنا جانشین مقرر نہ کریں اور ایک ایسے امام پر نص نہ کریں جس کے اوصاف ہم نے بیان کئے ؟ پس جب دلائل کے ذریعے یہ ثابت ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیے تو ہم پر اور ان پر واجب اور ضروری ہے کہ ہم ہر زمانہ کے امام کے بارے میں روایات کے ذریعے تحقیق کریں اور شیعوں نے علی علیہ السلام کے بارے میں نص کو نقل کیا ہے ۔ اور اس وقت وہ کثرت اور وطنوں کے مختلف ہونے کے باوجود جس بات پر قائم ہیں یہ ہمارے لئے علم اور اس پر عمل کا موجب بنتا ہے ۔ خاص کر جبکہ ان کے مقابلے میں کوئی اور فرقہ اور گروہ نہیں ہے جو کسی شخص کیلئے نبیِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نص کا دعویٰ کرتا ہو سوائے علی علیہ السلام کے ۔ پس اگر وہ ہمارے ساتھ تعارض کریں اس چیز سے جس کا دعویٰ زرا دشت (حق کے مخالفین) کے ساتھی اور دیگر اہل باطل کرتے ہیں تو ان سے کہا جائے گا!

کیونکہ اس وقت شیعوں کی صورتحال ایسی ہے کہ کثرت اور ایک دوسرے سے دور ہونے کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کی طرح ہیں پس وہ ایک دوسرے کو پہچانتے نہیں ہیں اس بناء پر ان کے گزشتگان اور اسلاف کی صورتحال بھی یقیناً ایسی ہونی چاہیئے بلکہ شیعوں کی روایات اور احادیث اور اخبار سچائی کے اعتبار سے زیادہ مضبوط ہیں کیونکہ نہ تو کوئی حکومت ان کے ساتھ ہے نہ ہی کوئی زور شمشیر نہ کوئی ڈر اور خوف اور نہ ہی طمع و لالچ ۔ جھوٹی روایات اور احادیث وہاں نقل کئے جاتے ہیں ۔ جہاں یا طمع و لالچ ہو یا خوف موت ہو، یا کسی حکومت نے اس کو مسلط کیا ہو ۔

جبکہ شیعوں کے اخبار اور روایات میں اس قسم کی کوئی چیز پائی نہیں جاتی پس اگر نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے علی علیہ السلام کے بارے میں جو نص شیعوں کی طرف سے منقول ہے وہ درست ہے تو اس صورت میں علی علیہ السلام کی طرف سے حسنؑ اور حسنؑ کی طرف سے حسینؑ پر اور پھر علیؑ بن الحسینؑ زین العابدین پر یہاں تک کہ امام حسنؑ بن علیؑ العسکری پر اور پھر آپ کے بعد امام غائبؑ پر نص صحیح اور درست ہوگی ۔ کیونکہ آپؑ کے پدربزرگوار حسن عسکری علیہ السلام کے تمام ثقہ اصحاب نے آپؑ کی امامت کی گواہی دی ہے اور آپ علیہ السلام غائب ہوگئے کیونکہ بادشاہ آپؑ کو سختی سے تلاش کررہا تھا اور اس نے آپؑ کے گھر پر اور اہل حرم پر دو سال تک پہرے بٹھائے رکھا ۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ کیا اس زمانے میں غیبت امام علیہ السلام آپؑ کی امامت کی صحت اور درستگی پر سب سے بہترین دلیل ہے ؟ ہم جواب دیں گے کہ ہاں کیونکہ وہ روایات جو اس بارے میں گزری ہیں وہ صدق وسچائی پر مبنی ہیں اور مشہور بھی ہیں ۔

شیعوں میں سے ایک شخص جو امام حسن بن علی العسکری علیہما السلام کی خدمت میں شرفیاب تھا اور ثقات میں سے تھا نے بتایا ہے کہ اس کے اور حسن بن علی العسکری علیہما السلام کے درمیان رابطہ کا سلسلہ جاری رہا اور آپؑ کے خطوط اور امرونہی اس کے ہاتھوں آپؑ کے پیروکاروں اور شیعوں تک پہنچ جاتے تھے یہاں تک کہ وہ وفات پاگیا اور اس کے بعد ایک اور شیعہ جو کہ مخفی اور پوشیدہ تھا کو وصیت کی گئی اور وہ اس کام کی انجام دہی کے لئے اس کا جانشین بنا اور ہم سے پوچھا گیا ہے اس غیبت کے بارے میں کہ جب امام کا تیس سال یا اس طرح کی مدت غائب رہنا ممکن اور صحیح ہو تو اس بات کا کیسے انکار کرسکتے ہو کہ شاید دنیا سے اس کا وجود ہی ختم ہوچکا ہو ؟ تو ان سے کہا جائے گا ۔ ان کے وجود کا ختم ہوجانا اس بات کا مترادف ہے کہ زمین پر سے حجت خدا ختم ہوجائے اور شریعتیں ساقط ہوجائیں کیونکہ اب ان کا محافظ کوئی نہیں رہا ۔ لیکن اگر امام اللہ عزوجل کے حکم سے اپنی جان کے بارے میں خوف اور ڈر کی وجہ سے چھپے رہیں اور اس کا جاننا پہچاننا اور مربوط سبب موجود ہو اور حجت قائم ہو کیونکہ دنیا میں وہ بنفس نفیس موجود ہیں اور آپؑ کا دروازہ اور سبب دونوں معروف ہیں ۔ لیکن ظاہری طور پر آپؑ کا فتویٰ نہ دینا اور امرونہی نہ کرنا اس بات کا سبب نہیں ہے کہ حجت باطل ہوگئی ہے ۔ اور اس کی مثالیں موجود ہیں نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک طویل مدت تک شعب میں سکونت پذیر رہے اور آپؑ لوگوں کو ابتدائے کار میں پوشیدہ طور پر دعوت دیتے تھے ۔ یہاں تک کہ آپ کو اطمینان حاصل ہوا اور آپ کی ایک جماعت بن گئی ۔ اور آپؑ ان تمام حالات میں نبی مرسل اور مبعوث تھے اور آپؑ کی احتیاطی تدابیر اور بعض لوگوں سے دعوت کے سلسلے میں پوشیدہ طرز عمل نے آپؑ کی نبوت کو باطل قرار نہیں ہونے دیا نہ ہی آپؑ کے حجت ہونے کو ختم کیا ۔ پھر اس کے بعد آپؑ غار میں داخل ہوگئے اور اس میں مقیم رہے پس کوئی ان کے مقام کو نہیں جانتا تھا پس اس چیز نے آپ کی نبوت کو باطل نہیں کیا ۔ لیکن اگر آپؑ کا وجود ختم ہوجاتا تو آپ کی نبوت بھی ختم

اتی ۔ اسی طرح امام کے بارے میں ہے کہ یہ ممکن ہے کہ بادشاہ وقت ایک طویل مدت تک انہیں قید میں رکھے اور کی ملاقات سے منع کرے جس کی وجہ سے وہ نہ فتویٰ دے سکیں نہ کسی کو تعلیم دے سکیں نہ حکم خدا بیان کر سکیں حالانکہ حجت قائم اور ثابت اور واجب رہے گی اگرچہ وہ فتویٰ نہ دیں اور حکم خدا بیان نہ کریں ۔ کیونکہ وہ اس دنیا میں نفیس موجود ہیں ۔ اور اگر کوئی نبی یا امام حکم خدا بیان نہ کرے اور تعلیم نہ دے اور فتویٰ نہ دے تو اس کی اور امامت اور حجت ختم نہیں ہوتی لیکن اگر ان کی ذات اور وجود ہی اٹھ جائے تو حجت بھی اٹھ جائے گی اور ختم جائے گی ۔ چنانچہ یہ ممکن اور جائز ہے کہ امام ایک طویل مدت تک چھپے رہیں اگر آپؑ کو کسی چیز کا ڈر اور خوف ہو اور سے خدا کی حجت باطل نہیں ہوتی ۔

پس اگر وہ یہ اعتراض کریں کہ وہ شخص کیا کرے جس کو ایک مسئلہ کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت پڑجائے اس سے کہا جائے گا ۔ وہ شخص وہی کام کرے گا جو وہ شخص کرے گا جو اسلام قبول کرنے اور سیکھنے کے لئے نبی خدا اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا جب وہ غار میں چھپے ہوئے تھے اگر حکمت خدا میں وہ جائز ہو تو اس صورت میں یہ جائز اور ممکن ہے ۔

اور واضح ترین دلائل میں سے جو امامت کے بارے میں ہے وہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ لم کی نشانیوں اور معجزات میں سے ایک یہ قرار دیا کہ گزشتہ تمام انبیاء علیہم السلام کی داستانوں اور جو کچھ علم تورات یل اور زبور میں تھے سب کو آپؐ نے پیش کردیا جبکہ آپ ظاہری طور پر لکھنا بھی نہیں جانتے تھے ۔ یا کسی نصرانی یا دی سے آپؐ کی ملاقات بھی نہیں ہوتی تھی ۔ اور یہ آپؐ کے عظیم ترین معجزات اور نشانیوں میں سے تھا ۔ حسین بن علیہما السلام شہید کردیئے گئے اور علی بن الحسین علیہما السلام کو اپنا جانشین چھوڑ گئے ۔ جبکہ آپؑ نوجوان تھے اور آپؑ عمر بیس سال سے بھی کم تھی پھر آپؑ لوگوں سے کنارہ کش رہے اور کسی سے ملاقات نہیں کرتے تھے اور آپؑ سے ات نہیں ہوتی تھی سوائے آپؑ کے خاص اصحاب کے ۔ اور آپؑ عبادت کے سلسلے میں نہایت اعلیٰ مقام پر تھے اور سے علم میں سے قلیل کے علاوہ حاصل نہیں ہوسکا کیونکہ زمانہ بڑا سخت اور دشوار تھا اور بنی امیہ کے ظلم وجور کا دور ہ تھا ۔ پھر آپؑ کے بعد آپؑ کے فرزند محمدؑ بن علیؑ ظاہر ہوئے جن کا نام باقر علیہ السلام ہے کیونکہ وہ علم کو شگافتہ نے والے تھے پس آپؑ نے دین ، قرآن ، سنت و سیرت اور جنگی واقعات کے بارے میں علوم میں سے نہایت عظیم پنے پیش کئے ۔ اور ان کے بعد جعفر بن محمد علیہما السلام سے بھی علم کے چشمے پھوٹے اور علوم و فنون میں سے کوئی یہ ایسا نہ تھا جس کے لئے آپؑ نے سرمایہ علم نہ فراہم کیا ہو ۔ پس آپؑ نے قرآن و سنت کی تفسیر کی اور ان جنگوں اور ء کے تذکرے کئے جنہیں نہ آپؑ نے دیکھا تھا نہ آپؑ کے والد محمدؑ ابن علیؑ نے ، نہ آپؑ کے دادا علیؑ ابن حسینؑ نے ، امت المسلمین کی کسی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپؑ نے کسی سے اس کا علم حاصل کیا اور یہ اس بات کی سب سے

بڑی دلیل ہے کہ یہ علم نبیؐ سے علیؑ تک اور پھر ایک امام سے دوسرے امام تک پہنچا۔ اس کے بعد انہی چیزوں میں سے اتنے لے آئے کہ وہ اس قدر منتشر اور ظاہر ہوگئے کہ علم کے فنون میں سے کوئی فن ایسا نہ رہا مگر یہ کہ اس میں سے بہت سی چیزوں کو آپؑ نے واضح کرلیا۔ قرآن اور سنت کی تفسیر کردی اور ان سے روایت کی گئی ہے جنگوں اور انبیاء کے داستانوں کے بارے میں اس لئے کہ اہلسنت کے راویوں یا فقہاء میں سے کوئی یہ دیکھ لے کہ آپؑ اور آپؑ کے والد محمدؑ بن علیؑ یا دادا علیؑ بن الحسین علیہم السلام ان سے کوئی چیز سیکھ رہے ہیں اور تعلیم پا رہے ہیں۔ اور اس میں سب سے بہترین دلیل پوشیدہ ہے کہ انہوں نے ان علوم کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر علی علیہ السلام سے اور دوسرے ائمہ سے یکے بعد دیگرے حاصل کیا ہے۔ چنانچہ ائمہ علیہم السلام کی سنت اور روش یہی رہی کہ ان سے حلال و حرام کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ ایک ہی قسم کا جواب دیتے۔ بغیر اس کے کہ انہوں نے عام لوگوں میں سے کسی سے علم حاصل کیا ہو۔ پس کون سی دلیل اس سے بہتر ہوسکتی ہے ان کی امامت ثابت کرنے کیلئے اور یہ کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منصوب فرمایا ہے اور انہیں سکھایا ہے اور اپنے اور آپؐ سے قبل کے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے علوم انہیں ودیعت کردیئے۔ اور کیا ہم نے عام حالات میں کبھی وہ کچھ کسی سے ظاہر ہوتے دیکھا ہے جو محمد بن علی اور جعفر بن محمد علیہم السلام سے ظاہر ہوا جبکہ انہوں نے ان میں سے کسی چیز کو لوگوں میں سے کسی سے نہیں سیکھا۔

اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ شاید وہ یہ چیزیں پوشیدہ طریقے سے سیکھتے تھے تو ان سے کہا جائے گا۔ بالکل ایسی بات دھری اور مادہ پرستوں نے نبی خداؐ کے بارے میں کہی تھی کہ آپؐ لکھنا سیکھ رہے ہیں اور قرآن کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور یہ کیوں کر ممکن ہے کہ ہم محمد بن علی اور جعفر بن محمد بن علی علیہم السلام کے بارے میں یہ گمان کرلیں جبکہ جو کچھ علوم انہوں نے ظاہر کئے ہیں ان میں سے اکثر وبیشتر کی معرفت اور پہچان صرف ان سے ہی حاصل ہوئی ہے اور ان کے علاوہ کسی دوسرے سے سنی نہیں گئی ہے۔

اور ہم سے سوال کیا گیا کہ حسن عسکریؑ کے فرزند نہ کسی شیعہ پر نہ ہی کسی اہلسنت پر کبھی مکمل طور پر ظاہر ہوئے ہیں تو تم لوگوں نے یہ کیسے جان لیا کہ وہ دنیا میں موجود ہیں اور کیا تم نے انہیں دیکھا ہے یا کسی گروہ اور جماعت نے تمہیں ان کے بارے میں خبر دی جس کی خبر متواتر یہ تھی کہ انہوں نے ان کو دیکھا ہے اور مشاہدہ کیا ہے؟

پس ان سے کہا جائے گا کہ یقیناً دین کے تمام معاملات استدلال کے ذریعے معلوم ہوجاتے ہیں پس ہم نے اللہ عزوجل کو دلیلوں کے ذریعے پہچان لیا ہے اور ہم نے خدا کو دیکھا نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہمیں کسی ایسے شخص نے خبر دی ہے جس نے خدا کو دیکھا ہے۔ اور ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لیا اور آپؐ کے اس دنیا میں وجود کو اخبار اور روایات کے ذریعے جان لیا اور آپؐ کی نبوت اور سچائی کو استدلال کے ذریعے پہچان لیا اور یہ بھی جان لیا کہ آپ نے اپنے بعد علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو استدلال کے ذریعے جانشین مقرر کیا۔ اور یہ جان بھی لیا کہ نبی خدا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے بعد تمام ائمہ کتاب اور سنت کے عالم ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ ان چیزوں میں سے کسی چیز کے بارے میں ان سے غلطی ، فراموشی اور جھوٹ بولنا سرزد ہوجائے اور یہ بھی استدلال کے ذریعے ہے ۔ اور اسی طرح ہم نے جان لیا کہ حسن بن علی علیہما السلام امام مفترض الطاعۃ ہیں اور اخبار متواترہ کے ذریعے صادق اور سچے ائمہ علیہم السلام سے یہ جان لیا کہ امامت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے بعد نہیں ہوتی مگر امام ہی کے فرزند میں اور یہ نہ بھائی کو ملتی ہے اور نہ ہی کسی اور قرابت دار اور رشتہ دار کو ۔ اس بناء پر یہ ضروری قرار پایا کہ کوئی امام دنیا سے نہیں جائے گا مگر یہ کہ اپنے فرزندوں میں سے کسی کو بطور امام چھوڑ جائے گا پس جب امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت ثابت ہوگئی اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ آپؑ اس دنیا سے وفات پاگئے ہیں پس یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ انہوں نے اپنے بیٹوں میں سے کسی کو بطور امام اپنا جانشین چھوڑا اور یہ امام قائمؑ کے وجود پر ایک دلیل ہے ۔

اور مذکورہ بالا اعتراض کا ایک اور جواب یہ بھی ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام ایک قابل اعتماد اور ثقہ جماعت بھی اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے جو آپؑ سے حلال و حرام کو نقل کرتے تھے اور آپؑ کے شیعوں کے خطوط اور ان کے اموال کو آپ تک پہنچاتے تھے اور ان کے (مسائل کے) جوابات آپؑ سے لیتے اور وہ ایک پوشیدہ موضع میں تھے اور ان کی عدالت تو اس سے ثابت ہے کہ آپؑ ہی نے اپنی حیات کے دوران انہیں عادل قرار دیا تھا ۔ جب آپؑ وفات پاگئے تو وہ سب کے سب اس بات پر متفق ہوگئے کہ آپؑ نے ایک فرزند اپنے بعد چھوڑا ہے اور وہی امام ہیں اور لوگوں کو حکم دیا کہ ان کے نام کے بارے میں نہ پوچھیں اور ان کو ان کے دشمنوں سے چھپا کے رکھیں ۔ بادشاہ نے سختی اور نہایت شدت سے آپ کو تلاش کیا اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر اور آپ کی حاملہ کنیزوں پر پہرہ بٹھا دیا اور نگرانی کی گئی ۔ اور امام حسن عسکریؑ کے بعد آپ علیہ السلام کے جانشین بیٹے کے خطوط امرونہی کے سلسلے میں شیعوں تک ان ہیں سے زیادہ قابل اعتماد لوگوں کے ذریعے پہنچ جاتے تھے جو آپؑ کے والد کے اصحاب میں سے تھے ۔ پھر اس کے بعد خط وکتابت کا سلسلہ منقطع ہوگیا کیونکہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے اکثر وفات پاگئے ۔ وہ لوگ جنہوں نے آپؑ کے بعد امر امامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور ان میں سے صرف ایک آدمی باقی رہ گیا جس کی عدالت اور ثقہ ہونے پر سب متفق تھے ۔ پس اس نے لوگوں کو خاموشی اختیار کرنے اور امام کے معاملہ کو لوگوں کے درمیان شائع نہ کرنے کا حکم دیا ۔ اور خط وکتابت کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا ۔ پس جس دلیل کا میں نے ذکر کیا ہے اس کی بناء پر امام کا وجود ثابت ہوجاتا ہے ۔ اور اس کے علاوہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب کے سلسلے میں جو کچھ میں نے بیان کیا اور ان کا آپؑ کے بارے میں روایتوں کا نقل کرنا اور آپؑ کی غیبت کا مشہور اخبار اور روایات کے ذریعے جو غیبت امام علیہ السلام کے بارے میں منقول ہیں کے ذریعے سچا ہونا اور یہ بھی کہ آپؑ کی دو غیبتیں ہوں گی ۔ ان میں سے ایک دوسری سے زیادہ سخت ہوگی ۔

اور ہمارا عقیدہ اور مسلک اس وقت امام کی غیبت کے بارے میں واقفیہ مذہب جو امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے غیبت کے معتقد ہیں سے کوئی شباہت نہیں رکھتا کیونکہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام علی الاعلان وفات پاگئے اور لوگوں نے آپؑ کو مردہ حالت میں دیکھ لیا اور انہیں آشکارا طریقے سے دفن کردیا گیا اور آپؑ کی موت سے ایک سو پچاس (۱۵۰) سال سے بھی زیادہ مدت گزر گئی ہے۔ اور اس دوران کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ اس نے آپؑ کو دیکھا ہے یا آپؑ سے خط و کتابت کی ہے۔ اور ان کا یہ دعویٰ کہ وہ زندہ ہیں اس بات میں ان خواص کو جھٹلانا مقصود ہے جنہوں نے آپؑ کو مردہ حالت میں دیکھا تھا جبکہ آپؑ کے بعد کئی اور ائمہ آئے اور انہوں نے علوم میں سے وہ چیزیں پیش کیں جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پیش کرچکے تھے۔ اور ہمارے اس دعویٰ میں غیبت امام نہ کسی مشاہدہ اور حس کی تکذیب ہے نہ کوئی ناممکن دعویٰ ہے اور کوئی ایسا دعویٰ بھی نہیں ہے جس کا عقل انکار کرے اور نہ ہی یہ معمولات زندگی کے خلاف ہے۔ آپؑ کے بارے میں آپؑ کے معتبر اور مخفی شیعوں میں سے اب تک یہ دعویٰ کرنے والے موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ وہی ان تک پہنچنے کی راہ ہیں اور ایک ایسا ذریعہ ہیں جن کے سبب آپؑ کے شیعوں تک آپ کے امرونہی پہنچ جایا کرتے ہیں اور اس وقت تو غیبت کی مدت بھی اتنی طولانی نہیں ہوئی ہے جو ایک غائب کے معمول کے برخلاف ہو۔ پس ان روایات کی تصدیق کرنا فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت پر اعتقاد رکھنے کا موجب بنتا ہے جیسا کہ میں نے اس کی تشریح کردی ہے۔ اور یہ کہ آپؑ غائب ہوئے ہیں جیسا کہ غیبت کے متعلق روایات میں آیا ہے۔ اور یہ اخبار اور روایات مشہور بھی ہیں اور متواتر بھی۔ اور شیعہ اس کی توقع بھی رکھتے تھے اور اس کی امید بھی انہیں تھی جیسا کہ وہ اس کے بعد یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ قائم علیہ السلام قیام فرمائیں گے حق کے ساتھ اور عدل کو غلبہ دینے اور ظاہر کرنے کے ساتھ۔ اور خداوند عزوجل سے ہم توفیق اور اس کی رحمت کے وسیلے سے صبر جمیل کا سوال کرتے ہیں۔

ابو جعفر محمد بن عبدالرحمن بن قبہ الرازی، ابو زید علوی کی کتاب الاشہاد کے رد میں کہتے ہیں: اس کتاب کے مالک نے بہت سی غیر متنازعہ چیزوں کو بتانے کے بعد یہ کہا اور زیدیہ اور مؤتمہ (امامیہ) نے یہ کہا ہے کہ حجت خدا فاطمہ (علیہا السلام) کے فرزندوں میں سے ہوگا اور یہ بات رسول کے اس ارشاد کے وسیلے سے ہے جس پر حجتہ الوداع میں سب کے سب متفق ہیں۔ اور اس دن بھی جب آپ نماز کیلئے نکلے اس بیماری کی حالت میں جس میں آپ کی وفات واقع ہوئی (آپؑ نے فرمایا) اے لوگو میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں کتاب خدا اور میری عترت۔ یاد رکھو یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ پر وارد ہوں۔ یاد رکھو تم کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگے جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے۔ پھر اس کتاب کے مالک نے اس روایت پر تاکید کی ہے اور اس کے بارے میں وہ کچھ کہا ہے جس میں کوئی اختلافی بات نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد کہا کہ امامیہ نے اجماع کی مخالفت کی

ہے اور وہ امامت کو عترت میں سے صرف ایک ہی سلسلہ اور (بطن) کے ساتھ مختص ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور عترت میں سے دیگر تمام کیلئے واجب قرار نہیں دیتے اور پھر صرف ایک مرد کیلئے امامت مختص کررہے ہیں اور وہ بھی ہر زمانے کیلئے۔

میں کہتا ہوں اور اللہ پر ہی بھروسہ ہے۔بے شک قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں امامیہ کے نظریہ کی صحت اور درستی پر واضح اشارہ اور دلالت موجود ہے۔اور وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یقیناً میں تمہارے درمیان کچھ چھوڑے جارہا ہوں جب تک تم ان سے متمسک رہوگے کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگے اور وہ ہیں کتاب خدا اور میری عترت اور اہل بیت۔یہ دلالت کرتی ہے کہ آپؐ کے بعد حجت نہ عجم میں سے ہوگا نہ ہی قبائل عرب میں سے کوئی دوسرا ہوگا اور پھر اپنے قول کو ایک ایسی پابندی سے مشروط کردیا جو آپ کے ارشاد کے معنیٰ اور مراد کو واضح کردیتی ہے پس آپ نے فرمایا۔یاد رکھو یہ دونوں آپس میں جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد نہ ہوجائیں۔پس آپؐ نے ہمیں بتا دیا کہ حجت آپ کی عترت میں سے کتاب خدا سے کبھی جدا نہیں ہوگی اور ہم جب بھی اس سے تمسک کریں جو کتاب خدا سے مفارقت اور جدائی اختیار نہیں کرتی تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہونگے اور وہ ہستی جو کتاب سے جدا نہیں ہوگی اور جس سے متمسک رہنے کو امت پر فرض قرار دیا گیا ہے عقلاً ضروری ہے کہ اسے کتاب کا مکمل علم ہو، امین اور محافظ کتاب ہو، ناسخ اور منسوخ سے واقف ہو خاص کو عام سے جدا کرسکے اور واجب کو مستحب سے فرق کرسکے اور محکم سے متشابہ کو الگ کرسکے تاکہ ان میں سے ہر چیز کو اپنے اس مناسب مقام پر رکھے جس پر اللہ عزوجل نے رکھا ہے۔نہ کسی مؤخر کو مقدم کرے نہ ہی کسی مقدم کو مؤخر کرے۔اور ضروری ہے کہ وہ کل علم دین کا جامع ہو تاکہ اس سے تمسک کرنا ممکن ہو اور اس کے قول کو اخذ کرنا اور لینا درست ہو جہاں کتاب اور سنت کی تاویل کے متعلق امت میں اختلاف اور تنازع ہو۔کیونکہ اگر علم دین میں سے کچھ حصہ ایسا ہو جسے وہ نہیں جانتا ہو تو اس سے تمسک کرنا ممکن نہیں ہے۔اور پھر جب اس کی حیثیت ایسی ہو تو کتاب خدا کے بارے میں وہ مامون اور قابل اعتماد نہیں ہوگا۔اور اس بات سے محفوظ نہیں ہوگا کہ وہ غلطی کا ارتکاب کرے اور ناسخ کو منسوخ کی جگہ، محکم کو متشابہ کی جگہ اور مستحب کو واجب کی جگہ اور ان جیسی دوسری بہت سی چیزوں کا مرتکب ہوجائے۔پس جب ایسی بات ہوجائے تو اس صورت میں حجت اور جس پر حجت قائم کی گئی ہے دونوں ایک جیسے ہوجائیں گے۔پس جب یہ بات غلط اور باطل ہو تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ امامیہ نے جو کچھ کہا ہے وہی صحیح ہے۔اور وہ یہ کہ حجت عترت میں سے ہوگی اور یہ کہ وہ عالم دین ہو، معصوم ہو، اور کتاب خدا کے سلسلے میں مامون اور قابل اعتماد ہو۔پس اگر زیدیہ فرقے کے لوگ اپنے اماموں میں ایسی صفات پائیں تو ہم ان کی پیروی کرنے والوں میں سب سے آگے ہوں گے اور اگر ایسا نہ ہو تو حق اس بات کا زیادہ سزاوار ہے کہ اس کی اتباع اور پیروی کی جائے۔

امامیہ کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ہم نے جو کہا کہ: حجت فاطمہؑ کے فرزندوں میں سے ہونگے ہمارا یہ قول اور کہاوت مطلق نہیں ہے بلکہ اس میں بھی قید و شرط موجود ہے اور اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچانے کے لئے صرف اس ایک روایت سے استدلال نہیں کیا ہے بلکہ اس کے ساتھ دوسری روایات سے بھی استدلال کیا ہے۔ ان میں سے سب سے پہلا تو یہ ہے کہ ہم نے نبیؐ کو دیکھا کہ آپؐ نے اپنی عترت اور اہلبیت میں سے امیرالمومنینؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کو بعض چیزوں کے ذریعہ خصوصیت دی اور اللہ عزوجل کے نزدیک ان کے علوئے مرتبت، عظمت شان اور رفعت مقام کو بتلایا اور وہ بھی اپنے ان افعال سے جو ہر موقف اور مقام پر وہ کرتے تھے جس کی شہرت اتنی ہے کہ ہمارے اور زیدیہ کے درمیان اس کے تذکرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ان کی اعلیٰ شان کے بارے میں جو کچھ ہم نے بتایا تھا اللہ تعالیٰ نے اسی بارے میں اپنے اس ارشاد کے ذریعے راہنمائی کی پس فرمایا **انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً** (سورۃ احزاب آیت نمبر ۳۳) "اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ ارادہ کرتا ہے کہ تم اہلبیت سے رجس کو دور رکھے اور تمہیں ایسا پاکیزہ اور طاہر بنادے جو پاکیزہ بنانے کا حق ہے۔" اور اسی طرح سورہ ھل اتی کے ذریعہ اور جو کچھ اس موضوع سے مشابہت رکھتا ہے۔ پس جب رسول خداؐ نے ان امور کو پیش کیا اور اپنی امت پر واضح کردیا کہ آپؐ کی عترت میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ان سے منزلت اور بلندی میں مقدم اور آگے ہو اور آپؐ ایسی ہستی نہیں ہیں جن کی طرف جانبداری اور قرابتداری کی نسبت دی جائے اور نہ ہی آپؐ ان میں سے ہیں جو کسی کو مقدم یا کسی کو موخر کردیں مگر یہ کہ دین کی بنیاد پر ہو۔ پس ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ ائمہؑ استحقاق کی بناء پر اس مقام پر فائز ہوئے پر اور جو کچھ خصوصیت ان میں تھی اس بناء پر وہ اس کے مستحق ٹہرے اور جب آپؐ نے ان تمام باتوں کے بعد یہ فرمایا "یقیناً میں نے تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑی ہیں ایک کتاب خدا اور دوسری میری عترت" اس سے ہم نے یہ جان لیا کہ آپؐ نے انہی (ائمہ) کو ہی مراد لیا ہے نہ کہ دوسروں کو۔ کیونکہ اگر آپؐ کی عترت میں سے کوئی ایسا فرد بھی ہوتا جو یہ منزلت اور بلندی رکھتا تو آپؐ اس کو بھی معین کرتے اور اس کی مرتبت کی طرف اشارہ کرتے اور اس کے مقام اور مرتبہ کی طرف راہنمائی کرتے تاکہ آپ کا وہ عمل جو امیرالمومنین اور حسن و حسین علیہم السلام کے ساتھ انجام پاتا تھا وہ جانبداری کے زمرے میں شامل نہ ہوجائے اور یہ بالکل واضح اور روشن ہے۔ اور خدا ہی کیلئے ساری تعریفیں ہیں۔ پھر اس کے بعد ہماری راہنمائی ہوگئی اس بات کی طرف کہ امیرالمومنینؑ کے بعد امام حسنؑ ہی امام ہیں کیونکہ امیرالمومنین علیہ السلام نے انہیں اپنا خلیفہ بنایا اور آپؐ کے بھائی (امام حسینؑ) نے پورے اختیار کے ساتھ اپنے بھائی کی پیروی کی۔

لیکن اس کا یہ کہنا کہ "تم لوگ اجماع کے مخالف ہوئے اور امامت کو عترت میں سے صرف ایک ہی بطن اور شکم کیلئے مخصوص کردیا" تو اس سے کہا جائے گا وہ کونسا اجماع ہے جس کی ہم نے مخالفت کی ہے ہم تو اس کو نہیں

چاہتے ۔ہاں مگر یہ کہ امامیہ کا زیدیہ فرقہ کی مخالفت کرنے کو اجماع سے خارج اور اس کی مخالفت کرنا قرار دیا جائے ۔ پس اگر تمہارا اشارہ اس بات کی طرف ہے تو امامیہ کیلئے تمہاری طرف اس چیز کو نسبت دینا جس کو تم ان کی طرف دے رہے ہیں کوئی مشکل نہیں ہے اور جو اجماع قرآن کیلئے قرار دے رہا تھا وہی تمہارے لئے بھی اجماع قرار دے سکتا ہے ۔کیا تم یہ نہیں کہتے کہ امامت حسن اور حسین علیہما السلام کے فرزندوں کے سوا کسی دوسرے کیلئے جائز نہیں ہے ۔ پس بتاؤ کیوں تم نے ان دونوں کے فرزندوں اور ذریت کو اس چیز کیلئے مختص کردیا اور عترت کے دوسرے افراد کو اس سے مستثنیٰ کردیا یہ بتاؤ تاکہ ہم تمہاری دلیل اور حجت سے بہتر جو کچھ ہم نے کہا ہے اس بارے میں تم پر واضح کردیں اور دلیل و برہان ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آئیں گے ۔

صاحب کتاب بعد میں کہتا ہے ۔زیدیہ فرقہ کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ امامت پوری عترت کیلئے جائز ہے ۔کیونکہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمومیت ہے جس میں آپؐ نے کسی کو دوسرے پر تخصیص نہیں دی ہے ۔اور اللہ عزوجل نے ان سب کے بارے میں ان کے غیر کو چھوڑ کر یہ ارشاد فرمایا ہے ۔**ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا** ۔(سورۃ فاطر آیت ۳۲) " پھر ہم نے کتاب کا وارث بنا دیا ان لوگوں کو جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کیا تھا" ۔

میں کہتا ہوں ۔اور توفیق خدا ہی سے ہے ۔اس کتاب کے مالک نے غلطی کی ہے اس میں جو اس نے بتایا ہے کیونکہ زیدیہ امامت کو صرف اور صرف حسن اور حسین علیہما السلام کے فرزندوں کیلئے مختص قرار دیتے ہیں اور عترت لغت میں چچا کے فرزندوں کے لئے آتا ہے یعنی جو رشتے میں جتنا نزدیک ہوگا وہ اس میں داخل ہوگا اور اہل لغت کے نزدیک یہ بات جانی پہچانی نہیں اور نہ ہی ان سے یہ بات حکایت اور نقل کی گئی ہے کہ ان میں سے کسی نے یہ کہا ہو کہ عترت میں کوئی شامل نہیں مگر وہ بیٹا جو چچا زاد بھائی کی بیٹی کا ہو ۔اور یہ وہ بات ہے جس کی زیدیہ تمنا اور آرزو رکھتے تھے اور اس بات سے اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں اور اس دعوے میں وہ تنہا ہیں جس کی نہ تو کوئی وضاحت ہے اور نہ ہی دلیل و برہان کیونکہ جو کچھ وہ دعویٰ کررہے ہیں وہ نہ تو عقل کے نزدیک صحیح ہے نہ کتاب اور نہ سنت اور نہ ہی لغت میں سے کسی چیز میں یہ بات موجود ہے ۔یہ لغت تمہارے سامنے ہے اور اس کے ماہرین تمہارے سامنے ہیں ان سے پوچھ لو وہ تمہیں وضاحت کے ساتھ بتادیں گے کہ عترت لغت میں چچا اور چچازادوں میں سے زیادہ سے زیادہ قریب تر کو کہا جاتا ہے ۔

اگر صاحب کتاب یہ کہے ۔پس تم یہ کیوں گمان کرتے ہو کہ امامت فلاں شخص اور اس کے بیٹوں میں نہیں ہوگی درحالیکہ وہ تمہارے نزدیک عترت ہی میں سے ہیں ۔

تو ہم کہیں گے کہ ہم نے یہ بات جو کہی ہے وہ قیاس کے بناء پر نہیں کہی ہے بلکہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ

والہ وسلم نے عترت میں سے ان تینوں حضرات کے ساتھ سلوک اور برتاؤ کیا تھا اس کو اتباعاً نقل کیا ہے ۔ پس اگر آنحضرتؐ کسی اور کے ساتھ یہی سلوک اور رویہ اختیار فرماتے تو ہمارے پاس سوائے اطاعت اور فرمانبرداری کے اور کوئی راستہ نہیں ہوتا ۔ لیکن اس کا یہ کہنا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے **ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا** ۔ (سورۃ فاطر آیت ۳۲) پس اس سے یہ کہا جائے گا کہ معتزلہ وغیرہ میں سے تمہارے مخالفین نے اس آیت کی تاویل کے سلسلے میں تمہاری مخالفت کی ہے ۔ اور امامیہ بھی تمہارے مخالف ہیں ۔ اور تم جانتے ہو کہ امامیہ میں سے کون نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں ۔ اور کمترین چیز جو تمہارے لئے ضروری اور واجب تھی جبکہ تم نے اس کتاب کو تالیف کیا تاکہ حق کو بیان کرو اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دو کہ اپنے دعویٰ کی حجت کے ذریعے تائید اور تصدیق کرو ۔ اور اگر حجت نہ ہو تو مطمئن کرنے اور قانع کرنے والی دلیل کے ذریعے ۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو تو اس چیز کے ذریعے اعتراض و احتجاج اور استدلال کرنا جس کے ذریعے تمہارے لئے یہ ممکن ہو کہ تم حجت کو اپنے مخالفین پر ثابت کرو ورنہ اسے چھوڑنا ہی بہتر ہے ۔ کیونکہ قرآن کی تلاوت کرنا اور اس کی تاویل کا بغیر برہان و دلیل کے دعویٰ کرنا ایک ایسا کام ہے جس سے کوئی شخص بھی عاجز نہیں ہے ۔ اور یقیناً ہمارے اور تمہارے دشمنوں نے دعویٰ یہ کیا ہے کہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد **کنتم خیر امۃ اخرجت للناس** " تم بہترین امت ہو جو لوگوں کیلئے بنائے گئے ہو " (سورۃ آل عمران آیت ۱۱۰) سے مراد امت کے تمام علماء ہیں اور عترت میں سے جو علماء ہیں اور مرجئہ کے علماء ایک ہی جیسے ہیں اور ایک راہ رکھتے ہیں اور اجماع قائم نہیں ہوتا اور حجت ثابت نہیں ہوتی مگر عترت کے علم سے ۔ تو کیا تمہارے درمیان اور اس بات میں کوئی فاصلہ اور جدائی اور فرق ہے ۔ اور کیا جس چیز کا دعویٰ کیا گیا ہے اس سے تم مطمئن ہو یا ان سے برہان و دلیل مانگو گے ؟ اگر وہ کہے کہ میں دلیل مانگوں گا تو اس سے کہا جائے گا پس تم پہلے اس آیت کے بارے میں جو کہتے ہو کہ اس سے مراد عترت ہے دلیل لے آؤ ۔ اور عترت وہی ذریت ہے اور ذریت سوائے حسن و حسین علیہما السلام کے کوئی اور نہیں یعنی جعفر وغیرہ کی اولاد جن کی والدہ فاطمہؑ نہیں ہیں ۔

پھر اس نے کہا ۔ اور مؤتمہ (امامیہ) سے کہا جائے گا ۔ تمہاری دلیل کیا ہے کہ امامت ایک کا حق ہے دوسروں کا نہیں اور دوسرے اس سے روک دیئے گئے ہیں ۔ پس اگر وہ وراثت اور وصیت کو علت اور دلیل کے طور پر پیش کریں تو ان سے کہا جائے گا کہ یہ مغیریہ امامت کو امام حسن علیہ السلام کے فرزندوں کیلئے دعوے کرتے ہیں ۔ اور نسل در نسل ہر زمانہ میں امام حسنؑ اور ان کے بعد ان کے بیٹے حسن وغیرہ میں سمجھتے ہیں اور وہ بھی اپنے پدر بزرگوار کی وراثت اور وصایت کے ذریعے ۔ اور یوں تمہاری مخالفت کر رہے ہیں اس بات میں جس کا تم دعویٰ کر رہے ہو جس طرح تم دوسروں کی مخالفت کر رہے ہو جس میں وہ دعویٰ کرتے ہیں ۔

پس میں کہتا ہوں ۔ اور خدا پر ہی اعتماد ہے ۔ اس بات پر دلیل کہ امام کو ایک ہی ہونا چاہیئے وہ یہ ہے کہ یقیناً

امام کوئی نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ سب سے افضل فرد ہو اور افضل اور برتر ہونا دو صورتوں سے ممکن ہے یا یہ کہ سب سے افضل ہو یا سب میں سے ہر ایک سے افضل ہو۔ پس جیسے بھی ہو پس افضل نہیں ہوگا مگر ایک۔ کیونکہ یہ ناممکن اور محال ہے کہ پوری امت میں سب سے افضل ہو یا امت میں سے ہر ایک سے افضل ہو اور امت میں افضل اور برتر ہو کوئی دوسرا جو امام سے افضل و برتر ہو۔ پس جب یہ ناممکن ہوا اور یہ صحیح ثابت ہوا اس دلیل کے ذریعے جس کا اقرار اور اعتراف خود زیدیہ کرتے ہیں کہ امام کوئی نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ وہ سب سے افضل ہو۔ پس اس بناء پر یہ درست ثابت ہوا کہ امامت ہر زمانہ میں سوائے ایک کے دوسروں کیلئے نہیں ہوتی۔ ہمارے اور مغیریہ کے درمیان فرق بالکل واضح اور آسان ہے اور اللہ ہی کی طرف سے احسان ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن اور حسین علیہما السلام کی طرف واضح طور پر دلالت اور راہنمائی کی اور پوری عترت سے ان دونوں کی تخصیص کردی جس کا ہم نے پہلے تذکرہ کیا اور بیان کیا۔ پس جب حسن علیہ السلام وفات پاگئے تو حسین علیہ السلام اس مقام کیلئے زیادہ حقدار اور اولیٰ تھے چونکہ خود امام حسن علیہ السلام نے ان کی طرف اشارہ فرمایا تھا کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسینؑ کی امامت کی طرف دلالت کی تھی اور مختص فرمایا تھا اور اشارہ فرمایا تھا۔ پس اگر امام حسن علیہ السلام نے اپنے فرزند کیلئے امامت کی وصیت کی ہوتی تو اس صورت میں یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں ہوتی۔ اور امام حسن علیہ السلام اس بات سے پاک و مبرا ہیں اور پھر ہم نہ شک کرتے ہیں نہ ہی تردید کہ امام حسین علیہ السلام حسن مثنیٰ ابن امام حسنؑ بن علیؑ سے افضل ہیں اور حقیقت میں ہمارے نزدیک اور زیدیہ کے نزدیک افضل ہی امام ہوتا ہے۔ پس جو کچھ ہم نے بیان کیا اور واضح کر دیا اس سے مغیریہ کا جھوٹا ہونا ثابت ہوا اور وہ بنیاد جس پر انہوں نے اپنے عقیدہ اور رائے کی عمارت کھڑی کی تھی وہ ختم ہوگئی اور ہم نے علی بن الحسین بن علی علیہم السلام کو جس بات سے تخصیص دی وہ جانبداری کی بناء پر نہیں تھی نہ ہی ہم نے اس میں کسی کی پیروی اور تقلید کی ہے۔ لیکن آپ کے بارے میں روایات اور احادیث ہمارے کانوں تک پہنچ گئیں جبکہ حسن بن مثنیٰ الحسن کے بارے میں کوئی روایت سننے میں نہیں آئی۔

اور ان کے حلال و حرام کے علم کے بارے میں جو کچھ نقل ہوا ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس سے لاعلم ہیں اسی طرح آپ کے جانشین کی جانب سے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف سے اور ہم نے حسن ابن الحسنؑ سے کوئی ایسی بات نہیں سنی جس کے ذریعے ہم اس بات کا تقابل اور مقابلہ کریں اس بات سے جو علم علی بن الحسین علیہما السلام کے بارے میں ہم نے سنا ہے۔ اور دین کا جاننے والا امامت کا زیادہ حقدار ہے اس سے جس کے پاس کوئی علم نہیں ہے۔ پس اے گروہ زیدیہ اگر تم تک حسن بن الحسن سے حلال و حرام کے بارے میں کوئی علم پہنچا ہے تو اس کو ظاہر و آشکار کرو اور اگر نہیں جانتے ہو تو اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے متعلق غور و فکر کرو۔ **افمن يهدي الى الحق احق ان يتبع امن لا يهدي الا ان يهدي فما لكم كيف تحكمون** (سورۃ یونس

آیت ۳۵) "کیا جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے وہ پیروی کیے جانے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے یا وہ جو خود ہدایت نہیں پاتا۔ مگر یہ کہ اس کی ہدایت کی جائے پس تم کس قسم کے فیصلے کر بیٹھتے ہو۔"

ہم حسن مثنیٰ بن امام حسنؑ کی فضیلت، طہارت، اعلیٰ مرتبت اور پاکیزگی اور عدالت کا انکار نہیں کرتے لیکن امامت نہیں ملتی مگر دین کے علم، پروردگار عالمین کے احکام کی معرفت اور اس کی کتاب کی تاویل کو جانے بغیر اور ہم نے آج تک یہ نہیں دیکھا ہے نہ سنا ہے کہ زیدیہ فرقہ کسی کی امامت کا معتقد ہو اور وہ شخص تاویل یعنی تاویل قرآن کے بارے میں تفسیر بالرائے اور احکام میں اجتہاد اور قیاس کا قائل ہو۔ جبکہ تاویل قرآن کی معرفت بغیر استنباط کے ممکن نہیں ہے کیونکہ اس کا اس وقت قوی امکان تھا کہ اگر قرآن ایک ہی لغت میں نازل ہوجاتا اور اس لغت اور زبان کے علماء اس سے مراد کو جان لیتے لیکن قرآن تو بہت سے لغات (عرب) میں نازل ہوا ہے اور اس کے معانی اور مرادوں کو پہچان نہیں سکتے مگر یہ کہ شارع خود بیان فرمائے جیسے صلاۃ، زکوٰۃ، حج اور جو کچھ اس سلسلے میں ہے۔ اور اس میں کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے معنی اور مراد معلوم ہوتے ہی نہیں مگر توقیف سے (یعنی شارع کی وضاحت سے) جس میں سے ہم بھی جانتے ہیں اور تم بھی جانتے ہو کہ ان سے مراد توقیف سے ہی معلوم ہوتی ہے کسی دوسری چیز سے نہیں۔ پس اس بناء پر اس کو لغت پر عمل کرنا اور اس کی طرف چلنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے لئے تم سب سے پہلے اس بات کی طرف محتاج ہو کہ یہ جان لو کہ یہ کلام جس کی تم تاویل کرنا چاہتے ہو اس میں ہرگز توقیف (اور شارع کی طرف سے وضاحت) کی ضرورت نہیں ہے نہ اجمالی طور پر نہ تفصیلی طور پر۔

اگر ان میں سے کوئی کہنے والا یہ کہے کہ اس سے انکار نہیں کہ جو کچھ توقیف کی راہ سے معلوم ہونا چاہیئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے واقف کرایا ہے۔ اور جو کچھ استخراج کے ذریعے معلوم ہونا ہے اسے علماء کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور قرآن میں سے بعض کو بعض کے لئے دلیل اور راہنما قرار دیا گیا ہے۔ پس اس طرح ہم اس دعویٰ کا جواب دینے سے مستثنیٰ اور بے نیاز قرار پائے جو آپ توقیف اور موقف کے بارے میں دعویٰ کررہے ہیں۔

اس سے کہا جائے گا کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ بات اس طرح سے ہو جس طرح سے تم بیان کررہے ہو کیونکہ اس صورت میں ہم ایک ہی آیت کے لئے دو قسم کی ایک دوسرے سے متضاد تاویلیں پائیں گے اور لغت میں دونوں صحیح ہیں اور دونوں کی پیروی اور اس کے ذریعے اللہ کی بندگی کی جاسکے گی۔ اور ایک حکیم متکلم کے لئے یہ صحیح نہیں ہے کہ اس کا کوئی کلام ایسا ہو جس میں دو متضاد مرادیں پائی جائیں۔

اگر کوئی کہے کہ کوئی اس بات کا انکار نہیں کررہا ہے کہ قرآن میں دونوں معنوں میں سے صرف ایک ہی پر دلالت کی جارہی ہے لیکن بات یہ ہے کہ قرآن کا علم رکھنے والے جب بھی اس میں تدبر کریں تو وہ اسی اصل مراد اور معنی کو بعینہٖ جان لیں گے۔

پس اس شخص سے کہا جائے گا کہ ہم تمہاری اس بات کا انکار کرتے ہیں اور اس کی وجہ بھی آپ کو بتائیں گے اور وہ یہ ہے کہ وہ دلالت جو قرآن میں دو معنوں میں سے ایک کی طرف ہے وہ دو باتوں سے خالی نہیں ہے یا تو اس میں تاویل کا امکان اور احتمال موجود ہے یا قابل تاویل نہیں ہے۔ اگر یہ تاویل کے قابل ہے اور اس میں اس چیز کا احتمال ہے تو اس صورت میں اس کے بارے میں بات وہی ہوگی جو مذکورہ آیت کے بارے میں ہو چکی ہے۔ اور اگر تاویل کا احتمال اس میں موجود نہ ہو تو یقیناً وہ توقیف ہے اور اپنے معنیٰ میں نص (اور واضح دلالت رکھنے والی ہے) اور یہ ضروری ہے کہ لغت اور زبان سے واقف کسی بھی شخص پر اس کے معنیٰ کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے۔ اور یہ بات ایسی ہے کہ عقل اس کا انکار نہیں کرتی۔ اور ایک حکیم سے اس طرح کے فعل کا صادر ہونا صحیح اور اچھا ہے۔ لیکن اگر ہم قرآن کی آیات میں تدبر کریں تو ہم ان کو ایسا نہیں پائیں گے بلکہ ہم یہ پائیں گے کہ دین اور لغت و زبان کے علم رکھنے والوں کے درمیان ان کی تاویلات کے بارے میں اختلاف اپنی جگہ قائم ہے۔ اور اگر اس میں کچھ آیات ایسی ہوں جو دوسری آیات کی تفسیر اور وضاحت کرتی ہوں اس طرح سے کہ تاویل کا اس میں کوئی امکان اور احتمال موجود نہ ہو تو اختلاف کرنے والا ایک گروہ ہٹ دھرم ہوگا اور ادنیٰ کوشش کے ساتھ ان کی غلطی کا انکشاف کرنا ممکن ہے۔ اور جس نے آیت کی تاویل کی ہے وہ زبان سے ناواقف اور اہل زبان سے خارج کوئی شخص ہوگا۔ کیونکہ جب کوئی کلام تاویل کا احتمال اور امکان نہ رکھتا ہو اور تم نے اس پر ایسے افکار اور احتمال کو مسلط کردیا جس کا وہ احتمال نہیں رکھتا تو اس صورت میں وہ کلام اس زبان سے خارج ہوجائے گا جس میں تکلم واقع ہوا ہے۔ پس اے زیدیہ گروہ کے لوگو تم کوئی ایک آیت ایسی قرآن میں سے بتاؤ جو نص یا توقیف کے طور پر تاویل پر دلالت کرتی ہو اور اہل علم اس کی تاویل کے بارے میں اختلاف کرچکے ہوں۔ اور یہ بات بہت مشکل ہے اور اس کا مشکل ہونا بذات خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن کے ایک ایسے ترجمان کا ہونا ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقصد اور مراد کو جانتا ہو اور اس کی خبر دیتا ہو اور یہ مجھ پر بالکل واضح اور روشن ہے۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے کہ یہ خطابیہ گروہ امامت کو جعفر بن محمدؑ کے لئے دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ انہیں اپنے پدر بزرگوار سے وراثت اور وصایت کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے اور ان کی رجعت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ہر اس شخص کی مخالفت کرتے ہیں جو (امام جعفر صادقؑ کے بعد) امامت کا قائل ہے اور یہ گمان کرتے ہیں کہ تم (امامیہ) لوگوں نے جعفر الصادقؑ کی امامت کے سلسلے میں ان سے موافقت کی ہے اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ کے بارے میں تم سے وہ اختلاف کرتے ہیں۔

پس میں کہتا ہوں اور خدا پر ہی اعتماد ہے کہ کسی کی موافقت یا مخالفت سے امامت ثابت نہیں ہوتی بلکہ حق پر مبنی دلائل براہین کے ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔ اور میں گمان کرتا ہوں کہ اس صاحب کتاب نے مغالطہ سے کام لیا ہے

کیونکہ خطابیہ غلو کرنے والا ایک گروہ ہے اور غلو کرنے اور امامت کے قائل ہونے کے درمیان کوئی ایسا ربط اور کوئی ایسی نسبت نہیں ہے۔ پس اس کا وہ یہ جواب دے کہ: میں نے اس سے وہ گروہ اور فرقہ مراد لیا ہے جو امام جعفر صادقؑ کی امامت پر ٹھہر گیا ہے اور دوسرے ائمہ کا قائل نہیں۔ تو اس فرقہ سے کہا جائے گا کہ ہم یہ جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ (امام) موسیٰؑ(امام) جعفر صادقؑ کے بعد امام ہیں جس طرح تم یہ جان چکے ہو کہ محمد بن علی (الباقرؑ) کے بعد امام جعفر صادقؑ امام ہیں۔ اور ہم یہ جان چکے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ وفات پا چکے۔ جب کہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ان کے والد بزرگوار بھی وفات پا چکے۔ اور ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی اور فرق بالکل ویسا ہی ہے جیسا فرق اور جدائی سبائیہ اور اس گروہ میں جو امیرالمومنینؑ صلوات اللہ علیہ کی امامت پر ٹھہر گئے کے درمیان ہے۔ پس جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہدو۔

اور صاحب کتاب سے کہا جائے گا کہ آپ یہ سن لیں کہ آپ اور ان لوگوں کے درمیان کیا فرق ہے جو امامت کو عباسؑ، جعفرؑ اور عقیلؑ کے فرزندوں کا حق سمجھتے ہیں یعنی ان میں سے جو اہل علم اور فضیلت ہیں اور اس سلسلے میں لغت کے ذریعے دلیل پیش کرتے ہیں کہ وہ لوگ بھی عترت رسولؐ میں سے ہیں اور کہتے ہیں کہ یقیناً رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری عترت کو مراد لیا ہے اور مختص نہیں کیا ہے امامت کو تین کے ساتھ اور وہ ہیں امیرالمومنینؑ اور حسنؑ و حسینؑ جن کے بارے میں ہم نے تمہیں پہلے بتایا تھا اور واضح کر دیا تھا۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے: اور شمطیہ گروہ دعویٰ کرتا ہے کہ امامت اپنے والد سے وراثت اور وصیت کے ذریعے عبداللہ بن جعفرؑ بن محمدؑ میں منتقل ہوگئی ہے۔ اور فطحیہ گروہ اسماعیل بن جعفرؑ کی امامت کا دعویٰ کرتا ہے کہ ان کو اپنے والد سے وراثت اور وصیت کے ذریعے ملی ہے اور اس سے قبل وہ لوگ عبداللہ بن جعفرؑ کی امامت کے قائل تھے۔ اور آج ان لوگوں کو اسماعیلیہ کہا جاتا ہے کیونکہ عبداللہ بن جعفرؑ کی امامت کے قائل لوگوں کی نسل اور پشت ختم ہوگئی اور فطحیہ میں سے ایک گروہ وہ ہے جنہیں قرامطہ کہا جاتا ہے اور وہ لوگ محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادقؑ کی امامت کے قائل ہیں اور کہتے ہیں اسے اپنے والد سے وراثت اور وصیت کے ذریعے ملی ہے۔ اور ایک واقفہ گروہ ہے جو امام موسیٰؑ بن جعفرؑ کی امامت کے دعویدار ہیں اور اس بات کے منتظر ہیں کہ وہ واپس لوٹیں گے۔

لیکن فطحیہ گروہ کے باطل ہونے کی دلیل اسقدر واضح اور روشن ہے کہ وہ مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتی کیونکہ اسماعیل، ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام سے پہلے مر گئے اور ایک میت اور مردہ انسان کسی زندہ انسان کا جانشین نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس کے برعکس زندہ شخص میت اور مردہ کا خلیفہ اور جانشین ہوا کرتا ہے۔ لیکن اس گروہ نے اپنے سرداروں اور سرگروہوں کی اندھی تقلید کی اور دلیل و حجت اور جو کچھ اس موضوع کو واضح کرنے سے متعلق تھا اس سے احتراز کیا اور منہ پھیر لیا۔ اور یہ بات زیادہ وضاحت کی ضرورت سے بے نیاز ہے کیونکہ اس کا باطل ہونا بالکل ظاہر اور اس کا قابل تنقید ہونا روشن ہے۔

لیکن قرامطہ! اس گروہ نے تو اسلام کی حرف بحرف مخالفت کی ہے کیونکہ انہوں نے اعمال شریعت کو مسخ کردیا اور ہر قسم کی خرافات بجالائے اور اپنے فرقہ میں اس کو شامل کرلیا۔ دراں حالیکہ امام کی ضرورت اس لئے ہے کہ دین کی حفاظت ہو اور حکم شریعت قائم اور نافذ ہوجائے پس اگر قرامطہ اس بات کا دعویٰ کرے کہ جعفر بن محمدؑ یا ان کے وصی نے ایک ایسے شخص کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے جو اسلام اور شریعت کی مخالفت کرنے اور امت مسلمہ جس صحیح روش پر چل رہی ہے اس سے خارج ہونے کی طرف دعوت کرے اور پکارے تو ان کے باطل ہونے کو معلوم کرنے کے لئے ہمیں اس سے زیادہ کسی بات کی ضرورت نہیں کہ ہم ان کے اسلام کے مخالف اور باطل اور رکیک دعویٰ کو دیکھ لیں۔ اور ہمارے اور دوسرے تمام فرقوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہمارے پاس روایات کو نقل کرنے اور احادیث اور آثار کو حمل کرنے والے ایسے راوی موجود ہیں جو ایک دوسرے سے دور شہروں اور سرزمینوں میں رہتے ہیں اور ان سب نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے حلال و حرام کے بارے میں علم نقل کیا ہے۔ اور یہ اس طرح سے ہے کہ عام حالات میں اور صحیح تجزیہ کی بنیاد پر یہ ناممکن ہے کہ وہ سارے کا سارا پیدا کردہ جھوٹ ہو۔ انہی لوگوں نے حکایت کی ہے اپنے اسلاف سے نقل کرتے ہوئے کہ اباعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کی وصیت کی ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی فضیلت اور برتری اور علم کے بارے میں ایسی باتیں منقول ہوئیں جو کہ راویان احادیث کے نزدیک مشہور و معروف ہیں۔ اور ہم نے دوسرے فرقوں کے بارے میں دعویٰ کے علاوہ کچھ نہیں سنا ہے۔ روایات متواترہ اور اس کے اہل کا روایات غیر معتبر سے کیا مقابلہ ہوسکتا ہے۔ پس سچی روایات اور احادیث کے بارے میں غور و فکر کرو تو معلوم ہوجائے گا۔ حضرت موسیٰ کاظمؑ اور امام جعفر صادقؑ کے دوسرے دو بیٹے محمد اور عبداللہ کے درمیان فرق تمہیں معلوم ہوجائے گا اور آؤ ہم اس امر میں ان پانچ حلال و حرام کے متعلق مسائل سے آزماتے ہیں جن کا جواب حضرت موسیٰ کاظمؑ نے دیا ہے۔ اگر ہم نے ان چیزوں کے بارے میں ان دونوں کی امامت کے قائل کسی ایک سے بھی جواب پایا تو ان کی بات درست ہے۔ امامیہ نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن جعفر سے سوال کیا گیا دوسو درہم میں زکوۃ کی مقدار کیا ہے تو اس نے کہا: پانچ درہم پھر اس سے کہا گیا، ایک سو درہم میں مقدار زکوۃ کیا ہے تو اس نے جواب دیا ڈھائی درہم۔

اگر کوئی اعتراض کرنے والا اسلام اور اہل اسلام پر اعتراض کر بیٹھے اور یہ دعویٰ کرے کہ ہمارے پاس ایک ایسا شخص موجود ہے جس نے قرآن کی مثل اور نظیر بنائی ہے اور ہم سے سوال کر بیٹھے کہ اس کی پیش کردہ کتاب اور قرآن میں فرق کیا ہے۔ تو ہم اس سے کہیں گے کہ قرآن تو آشکار اور سامنے موجود ہے تم اپنا لکھا ہوا پیش کرو تاکہ ہم اس کی پیش کردہ کتاب اور قرآن کے درمیان فرق کو واضح کرسکیں۔ بالکل اسی طرح ہم بھی امامیہ اور دوسرے فرقوں کے درمیان فرق کے بارے میں کہتے ہیں۔ ہماری روایات اور احادیث تو مختلف سرزمین میں رہنے والے شیعہ علماء کے پاس

محفوظ اور موجود ہیں ۔ لیکن تم اپنی وہ روایات اور احادیث ظاہر اور آشکار کرو جن کے تم دعویدار ہو تاکہ ہم ان دونوں میں فرق کو واضح کر سکیں یا کہ تم ایسی روایت کی موجودگی کا دعویٰ کروگے جسے کسی بھی سننے والے نے نہیں سنا اور نہ ہی کسی شخص نے اس کو جانا ہے ۔ پھر تم اس غیر مشہور اور غیر معروف خبر کا دوسری مشہور و معروف روایات سے فرق ہم سے پوچھتے ہو تو یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ جس کے پیش کرنے سے کوئی بھی شخص عاجز نہیں ہوگا اور اگر اس قسم کے دعوے فرقہ امامیہ یعنی اہل حق کی روایات اور سچی احادیث کو باطل کر سکتے ہیں تو اسی نوعیت کے حامل براہمہ فرقہ کے دعوے مسلمانوں کی روایات اور اخبار اور وقایع کو باطل ثابت کر سکتے ہیں ۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے اور خدا کا ہم پر احسان ہے ۔

اور ثنویہ فرقہ نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کے سرکردہ مانی نے معجزات دکھائے اور ان کے پاس ایسی باتیں ہیں جو ان کی سچائی پر دلالت کرتی ہیں پس توحید پرستوں نے ان سے کہا کہ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی شخص اس کے اظہار سے عاجز و قاصر نہیں ہے ۔ پس تم وہ بات اور خبر ہمیں بتاؤ تاکہ ہم تمہیں اس بات کی طرف راہنمائی کریں کہ یہ کسی قسم کے عذر کو رفع نہیں کر سکتا اور نہ اس سے کسی بھی قسم کی حجت واجب قرار دی جا سکتی ہے اور یہی بات ہماری اس کتاب کے مالک کے جواب کی شبیہ اور نظیر ہے ۔

اس کتاب کے مالک سے کہا جائے گا کہ بکریہ اور اباضیہ فرقے نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کی خلافت پر نص کی تھی اور تم نے ان کے اس دعویٰ کا انکار کر دیا جس طرح ہم نے تمہارے اس دعوے کا انکار کر دیا کہ ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام نے ان دونوں کی امامت کے بارے میں وصیت کی ہے ۔ پس تم اپنی دلیل پیش کرو اور اپنے اور بکریہ اور اباضیہ فرقے کے درمیان فرق کو واضح کرو تاکہ ہم تمہیں بتادیں کہ ہمارے اور ان لوگوں میں جن کا نام تم نے لیا ہے فرق کیا ہے ۔

اور اس کتاب کے مالک سے کہا جائے گا کہ تم ایک ایسے شخص ہو جو اس بات کا مدعی ہے کہ جعفر بن محمدؑ الصادقؑ زیدیہ مذہب پر تھے ۔ اور انہوں نے اس جہت اور لحاظ سے جو امامیہ فرقہ بتاتا ہے اپنی امامت کا دعویٰ نہیں کیا ہے ۔ دراں حالیکہ محمد بن اسماعیل بن جعفر بن محمدؑ نے تمہارے ساتھیوں کے دعوے کے برخلاف ایک دعویٰ کیا ہے اور وہ لوگ یہ بتاتے ہیں کہ ہم اپنے اسلاف اور گذشتگان سے نقل کر رہے ہیں ۔ پس تم اپنے اور ان کے درمیان فرق کو بتاؤ تاکہ ہم اس سے بہتر کو تمہارے سامنے پیش کر سکیں اور یہ چیز عدل و انصاف کے مطابق اور تمہارے لئے بہتر اور اولیٰ ہے ۔

ایک اور فرق وہ یہ کہ محمد بن جعفر اور عبداللہ بن جعفر کی امامت کو ماننے والے اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ حسینؑ نے علیؑ (زین العابدین) پر نص کی اور علیؑ نے محمدؑ (باقر) پر نص کی اور محمدؑ نے جعفرؑ پر نص کی اور ہماری دلیل

اس بارے میں کہ جعفرؑ نے موسیٰ کاظمؑ پر نص کی ہے بعینہ وہی دلیل ہے جو ہم پیش کر رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حسینؑ نے علیؑ (زین العابدین) پر نص کی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر امام ظاہر ہو اور ان کی طرف شیعوں کی آمد و رفت شروع ہوجائے تو اس وقت ان کا علم آشکار اور ظاہر ہوجائے گا اور ان کی دین سے معرفت اور آگاہی واضح اور روشن ہوجائے گی۔ اور ہم نے یہ پایا ہے کہ روایتوں کو نقل کرنے والے اور احادیث کے بار کو اٹھانے والوں نے حضرت موسیٰ کاظمؑ سے حلال و حرام کے علم کی نقل کی ہے جو کہ تدوین شدہ اور مشہور و معروف ہے اور ذاتی فضیلت آپ کی اس قدر ظاہر ہوچکی ہے جو کسی بھی خاص و عام (شیعہ و سنی) پر پوشیدہ نہیں۔ اوریہی امامت کی علامات اور نشانیاں ہیں جب ہم نے ان چیزوں کو حضرت موسیٰ کاظمؑ میں پایا اور دوسروں میں یہ چیز نہیں دیکھی تو ہم نے یہ جان لیا کہ وہی امام ہیں اپنے والد گرامی کے بعد نہ کہ آپؑ کے بھائی۔

ایک اور چیز وہ یہ کہ: عبداللہ بن جعفر مرگئے اور انہوں نے کوئی نرینہ فرزند اپنے بعد نہیں چھوڑا نہ ہی انہوں نے اپنے بعد کسی پر نص قائم کی۔ پس ان کی امامت کے قائل لوگ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کے اعتقاد پر پلٹ گئے۔ اور اس کے بعد ہماری روایات اور اخبار اور ان کی روایات اور اخبار کے درمیان فرق یہی ہے کہ روایات اور اخبار اس وقت تک علم و یقین کا موجب نہیں بنتے جب تک کہ اس کو نقل کرنے کی راہ میں اور اس کے واسطوں میں ایسے گروہ اور جماعت ہوں کہ اگر وہ کوئی خبر دیں اور روایت نقل کریں تو عذر اور بہانہ ختم ہوجائے۔ اب ہم ان کے اسلاف کے بارے میں بحث و مباحثہ نہیں کرتے بلکہ ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ وہ موجودہ دور میں اخبار و روایات کو نقل کرنے والے اپنے مذہب کی ایسی تعداد دکھائیں جن سے روایات کا تواتر ثابت ہوجائے۔ جس طرح یہ چیز ہم ان پر ثابت کرسکتے ہیں۔ پس اگر وہ اس بات پر قادر ہیں تو وہ اس کو آشکار اور ظاہر کریں۔ اور اگر وہ اس سے عاجز رہیں تو ہمارے اور ان کے درمیان جو فرق ہے وہ واضح اور آشکار ہے **والحمدللہ**۔

اور جو لوگ امام موسیٰ کاظمؑ پر توقف کرچکے ہیں تو ان کی راہ اور مسلک بھی ابو عبداللہ جعفرصادقؑ پر توقف کرنے والے لوگوں کی راہ ہے۔ ہم نے تو کسی سلف کی موت کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے۔ بلکہ ان کی موت کی تصدیق ہمیں خبر اور روایت کے ذریعہ ہوئی ہے۔ پس کوئی کسی بھی امام کی امامت پر توقف کرنے والا ہو ہم اس سے پوچھیں گے کہ تمہارے اور ان کے درمیان فرق کیا ہے جو دوسرے کسی امام کی امامت پر توقف کرتا ہے۔ اور اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے کہ ان میں سے ایک فرقہ اور گروہ ایسا بھی ہے جو حضرت موسیٰ کاظمؑ کے بعد ان کے فرزند علی بن موسیٰؑ کی امامت کا قائل ہے اور موسیٰ کاظمؑ کے دوسرے نرینہ فرزندوں میں سے کسی کو بھی امام نہیں مانتا۔ اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے امامت کا استحقاق وراثت اور وصیت کے ذریعے اپنے والد سے حاصل کیا ہے۔ پھر

اس کے بعد امامت ان کے بیٹوں میں منتقل ہو گئی یہاں تک کہ یہ سلسلہ حسنؑ بن علیؑ (العسکریؑ) تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر ان کے لئے ایک فرزند کے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کا نام خلف صالح رکھتے ہیں۔ جو اپنے والد سے قبل وفات پاگئے چنانچہ ان کے بھائی حسن کی طرف پلٹ گئے۔ پس وہ چیز باطل ثابت ہو گئی جو کچھ وہ محمد کے بارے میں وہم و گمان رکھتے تھے۔ اور اس بارے میں کہنے لگے اللہ نے محمد سے حسن کی طرف بدا کیا ہے جس طرح اسماعیل بن جعفر سے موسیٰ بن جعفر کی طرف بدا کیا تھا۔ جبکہ اسماعیل (امام جعفر صادقؑ) کی زندگی ہی میں مرگیا تھا۔ یہاں تک کہ حسن بن علی العسکریؑ ۲۶۳ھ میں وفات پاگئے پس آپ کے بعض اصحاب نے جعفر بن علیؑ کی امامت کی طرف رجوع کیا جس طرح اصحاب محمدؑ بن علیؑ نے آپؑ کی وفات کے بعد حسن العسکریؑ کی طرف رجوع کیا تھا۔ اور ان میں سے کچھ نے گمان کیا کہ جعفر بن علیؑ (نقی) اپنے والد بزرگوار سے وراثت اور وصایت کی بنیاد پر امامت کے حقدار بنتے ہیں نہ کہ ان کے بھائی حسن بن علی العسکریؑ۔ پھر اس کے بعد جعفر کے بیٹوں میں امامت کو وراثت اور وصایت کی بنیاد پر منتقل کرتے گئے۔ اور یہ تمام فرقے امامت کے سلسلے میں ایک دوسرے سے تنازعہ اور جھگڑا کرتے آرہے ہیں اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہیں ایک دوسرے کی امامت سے بیزاری اور برائت کرتے ہیں۔ اور ہر فرقہ اپنے امام کی امامت کی وراثت اور وصایت کے واسطے سے اور غیب کے علم جیسی چیزوں کی بنیاد پر دعویدار ہے جبکہ خرافات اس سے بہتر ہے۔ اور کسی بھی فرقے کے پاس اپنے مدعی کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور ہر فرقہ دوسروں سے مختلف ہے لیکن وراثت اور وصایت کے دعوے میں سب ایک جیسے ہیں۔ ان کی دلیل اپنے دعویٰ کے ثبوت میں اپنی ہی گواہی ہے دوسروں کی گواہی نہیں۔ یہ ایسی بات ہے جس میں کوئی حقیقت نہیں اور ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر اس مقام پر وراثت اور وصایت کے علاوہ کوئی دوسری دلیل ان دعویداروں کے پاس ہوتی تو اس کو ضرور پیش کرتے اور اگر امامت کے اثبات کے لئے وراثت اور وصایت کے علاوہ کوئی دوسری دلیل نہیں ہے تو امامت ہی باطل اور غیر صحیح ہے کیونکہ وراثت اور وصایت کی بنیاد پر دعویٰ کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور ایک گروہ کے دعویٰ کو قبول کرکے دوسرے گروہ کے دعویٰ کو ٹھکرانے کی کوئی راہ نہیں ہے جبکہ مورد اور موضوع دعویٰ ایک ہے۔ المختصر وہ سب کے سب ایک دوسرے کو جھٹلانے پر متفق ہیں۔ اور ہر فرقہ اور گروہ اپنے دعوے میں دوسروں سے بالکل منفرد اور الگ ہے۔

پس میں اس کے جواب میں کہتا ہوں: اور خدا ہی صحیح راستہ کی توفیق دینے والا ہے۔ اگر امامت اس وجہ سے باطل اور غیر صحیح ثابت ہوجاتی ہے کہ اس کے مدعی اور دعویٰ کرنے والے زیادہ ہیں تو نبوت کے بارے میں بھی ایسی ہی دلیل کو صحیح مان لو۔ اور ہم یہ تحقیق جانتے ہیں کہ بہت سے انسانوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اس کتاب کا مؤلف امامیہ کی طرف ایسی بے بنیاد باتیں منسوب کرچکا ہے کہ ان سے یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ سب کے سب اس بات

کے قائل ہیں ۔ اور ان فرقوں میں کوئی ایسا فرقہ نہیں ہے جو بدا کا قائل نہیں ہے ۔

اور جس نے یہ کہا اللہ کے لئے حادثات ظاہر ہوتے ہیں اور اس کا علم استفادہ ہے وہ کافر باللہ ہے ۔ اور اس کے علاوہ کوئی اور بات ہو تو وہ مغیریہ فرقہ کا عقیدہ ہے ۔ اور اگر کوئی شخص ائمہ کی طرف علم غیب کی نسبت دے تو یہ کفر باللہ ہے اور ہمارے نزدیک اسلام سے خارج ہوتا ہے ۔

اس مؤلف پر کمترین انصاف یہ تھا کہ وہ اہل حق کی بات کو بعینہ بیان کرتا اور اس بات پر اکتفاء کرتا کہ یہ سارے فرقے آپس میں اختلاف کرچکے پس یہ دلیل ہے کہ امامت پر اعتقاد ہی باطل عقیدہ ہے ۔

اور پھر ہمارے نزدیک امام چند طریقوں سے پہچانا جاتا ہے جن کا ہم عنقریب تذکرہ کریں گے پھر غور کریں گے ان لوگوں کی باتوں کے بارے میں پس اگر ہم نے یہ دیکھا کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے تو اس صورت میں ہم اس عقیدہ اور مسلک کے باطل ہونے کا فیصلہ دیں گے ۔ پھر مؤلف کتاب سے سوال کریں گے ان اقوال اور آراء و عقائد میں سے کونسا عقیدہ صحیح اور حق ہے " اس کا یہ کہنا کہ ان میں سے ایک فرقہ موسیٰ (کاظم علیہ السلام) کی طرف گیا اور ان کے بعد ان کے بیٹے علی بن موسیٰ کو امام مان لیا " یہ بات ایک ایسے شخص کی بات لگتی ہے جو امامیہ کی تاریخ اور روایات سے واقف نہیں ہے ۔ کیونکہ سوائے معدودے چند کے جنہوں نے امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت پر توقف کیا اور اسماعیل اور عبداللہ بن جعفر کی امامت کے قائل ہوگئے باقی تمام امامیہ علی بن موسیٰ کی امامت پر متفق ہوگئے ۔ اور آپؑ کے بارے میں روایات نقل کیں جو کتابوں میں مدون اور مرتب ہیں ۔ اور صاحبان اخبار اور ناقلان روایات میں سے صرف پانچ افراد ایسے تھے جو اس حادثہ کے آغاز میں ان مذاہب و عقائد کی طرف مائل ہوگئے اور بعد میں ان کی تعداد زیادہ ہوگئی ۔ پس مؤلف کتاب نے کس طرح یہ مناسب سمجھا کہ یہ کہے " کہ ایک گروہ موسیٰ کاظمؑ کی طرف کٹ گیا " اور اس بات سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ اس نے کہا " یہاں تک کہ وہ حسن عسکریؑ پر پہنچ گئے اور ان کے لئے ایک بیٹے کے ہونے کا دعویٰ کیا " جبکہ امام علی بن محمدؑ کی حیات طیبہ کے دوران فارس بن حاتم کے ساتھیوں میں سے صرف ایک گروہ ایسا تھا جو کہ آپ کے بیٹے محمد کی امامت کا قائل تھا ۔ پس عقلمند کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے مخالف کو ایک ایسی باطل بات سے طعن و تشنیع کرے جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے ۔

اور جو چیز محمد کی امامت کے قائل لوگوں کے عقیدہ کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ بعینہ وہی بات ہے جو ہم نے اسماعیل بن جعفر کے بارے میں کہی تھی کیونکہ دونوں کی داستان ایک ہے اور ان میں سے دونوں اپنے والد کی وفات سے پہلے مرگئے تھے ۔ اور یہ محال اور ناممکن ہے کہ زندہ شخص کسی مردہ کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنائے اور اس کی امامت کی وصیت کردے ۔ اور اس بات کا باطل ہونا اس قدر واضح ہے کہ اس سلسلے میں مزید گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔

اور فرق ہمارے اور جعفر (کذاب) کی امامت کے قائل لوگوں کے درمیان یہ ہے کہ اس کی امامت کے قائل لوگوں کی باتوں میں تضاد اور اختلاف ہے۔ کیونکہ اسی کے ساتھیوں میں سے اور ہمارے ہم عقیدہ لوگوں سے یہ بات اس کی زبانی منقول ہے کہ "میں اپنے بھائی محمد کے بعد امام ہوں" اور ان میں سے بعض نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا "میں امام ہوں اپنے بھائی حسن عسکریؑ کے بعد" اور بعض نے یہ بھی نقل کیا کہ اس نے کہا "میں امام ہوں اپنے والد علی بن محمدؑ کے بعد"

اور یہ روایات جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں ایک دوسرے کو جھٹلا رہی ہیں۔ اور ہماری روایت ابی محمد حسن بن علی عسکریؑ کے بارے میں ایسی روایت اور خبر ہے جو متواتر ہے اور اس میں کوئی تضاد اور تناقض نہیں ہے۔ اور یہی واضح اور روشن فرق ہے ہمارے اور ان کے درمیان پھر ہم پر یہ بھی آشکار ہوا کہ جعفر (کذاب) اللہ عزوجل کے احکامات سے ناواقف اور جاہل تھا۔ کیونکہ وہ ابو محمد (امام حسن عسکریؑ) کی والدہ سے بھائی کی وراثت اور میراث کا مطالبہ کرنے آیا دراں حالیکہ اس کے آباء طاہرین کے احکام کے مطابق میت کی ماں کی موجودگی میں بھائی کو وراثت نہیں ملتی پس جب جعفر (کذاب) علم فقہ کے متعلق اتنا بھی نہ جانتا ہو جس کی وجہ سے اس میں نقص و جہالت واضح ہو گئی تو پھر وہ کیونکر امام ہو سکتا ہے؟ ہمیں ان امور میں ظواہر پر اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ اور اگر ہم چاہیں کہ اس بارے میں وضاحت سے کچھ کہیں تو کہہ سکتے ہیں لیکن جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس میں دلیل کافی اور وافی ہے اس بات پر کہ جعفر (کذاب) امام نہیں تھا۔

لیکن اس کا یہ کہنا کہ "ان لوگوں نے حسن عسکریؑ کے لئے ایک بیٹے کے ہونے کا دعویٰ کیا ہے" پس اس قوم اور گروہ نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے بلکہ یہ بات اسلاف کے ذریعے نقل ہوئی (نہ صرف یہ بلکہ اس فرزند کے) احوال غیبت وغیرہ اور بعد میں لوگوں نے اختلاف پیدا کئے۔ پس جو شخص دیکھنا چاہتا ہے تو ان کی کتابیں حاضر ہیں وہ ان میں یہ سب کچھ دیکھ سکتا ہے۔

لیکن اس کا یہ کہنا کہ "یہ تمام فرقے ایک دوسرے سے جھگڑتے ہیں اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں" پس اس نے بالکل صحیح کہا ہے اور مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ پس اس سلسلے میں جو کچھ پسند کرتا ہے وہ کہہ ڈالے اور طعن و تشنیع کرے جس طرح وہ چاہتا ہے۔ پس براہمہ بھی اس سلسلے میں اس سے ہم آہنگ ہے اور اسلام کے بارے میں انہی باتوں کے ساتھ طعن و تشنیع کر رہا ہے۔ یعنی جس شخص سے بھی اس کا مخالف کسی مسئلہ کے بارے میں سوال کرے اور اس کا مطلب یہ ہو کہ اس کے مذہب اور عقیدے پر اعتراض وارد کرے اگر سوال کرنے والے کی طرف اس کو پلٹایا جائے تو اس کے اپنے مذہب اور عقیدے پر وہی اعتراض وارد ہو جاتا ہے جو اس نے اپنے مخالف فرقہ پر کیا تھا۔ پس وہ شخص ایسا ہے جیسا کہ اپنے آپ سے سوال کرے اور اپنے قول اور عقیدے کی

تنقیص کرے۔ اور یہی بات اس کتاب کے مؤلف کے بارے میں بھی صادق آتی ہے۔ اور نبوت اصل ہے اور امامت اسکی فرع ہے۔ پس جب مؤلف کتاب نے اصل کا اقرار کرلیا تو فرع جو اصل کی طرف پلٹتا ہے کو طعن و تشنیع کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور خدا ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

پھر وہ کہتا ہے اگر وراثت اور وصایت کے ذریعے سے کسی متفق علیہ دلیل کے بغیر امامت اس شخص کے لئے ثابت ہوجاتی جس کے لئے دعویٰ کیا جارہا ہے تو مغیریہ اس بارے میں سب زیادہ حق پر ہیں کیونکہ حسنؑ بن علیؑ کی امامت کے سلسلے میں سب کے سب متفق ہیں اور سب کا اجماع ہے۔ اور حسنؑ بن علیؑ کی امامت کے سلسلے میں مغیریہ کی دلیل بھی یہ ہے کہ وہ اپنے والد بزرگوار کے بعد وصایت اور وراثت کے ذریعہ سے اس کے مستحق ٹہرے ہیں۔ اور اس فرقہ نے امام حسنؑ کی امامت پر سب کے اتفاق اور اجماع کے بعد کسی دوسرے کے لئے امامت کو صحیح اور جائز قرار نہیں دیا ہے بلکہ اسی دلیل کے ذریعے امامت کو آپؑ کے فرزندوں میں قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ امامیہ فرقے اپنے دین و مذہب کے سلسلے میں اختلاف رکھتے ہیں ان میں سے بعض جسمانیت کے قائل ہیں اور بعض تناسخ ارواح کے قائل ہیں اور ان میں سے بعض توحید کے مجرد ہونے اور بعض عدل خدا کے قائل ہیں اور ساتھ ہی سزا اور جزاء کو ثابت کرتے ہیں اور بعض قدر کے قائل ہیں اور سزا و جزاء کو باطل سمجھتے ہیں اور بعض رؤیت خدا کے قائل ہیں اور ان میں سے کچھ رؤیت کی نفی کرتے ہیں لیکن بداء کے قائل ہیں اور اس قسم کی چیزیں جن کی تفصیلات بیان کرنے سے کتاب طولانی ہو جائے گی یوں یہ لوگ ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں اور ایک دوسرے کے دین اور عقیدہ سے بیزاری اور برائت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر فرقے کے لئے ان کے اپنے گمان کے مطابق کچھ قابل اعتماد راوی اور ناقل احادیث موجود ہیں۔ جنہوں نے ان کے لئے اپنے اپنے اماموں سے ان تک یہ عقائد پہنچائے ہیں اور وہ اس سے متمسک ہیں۔

پھر مؤلف کتاب کہتا ہے کہ جب یہ صحیح ہو تو وہ بھی صحیح ہے اور یہ ایسی چیز ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح اور ممکن نہیں ہے۔ اور ہم نے نقل قول سے زیادہ کچھ اضافہ نہیں کیا ہے۔ پس کتاب کو اس کے تذکرے سے جس میں نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی فائدہ طولانی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

پس میں کہتا ہوں اور خدا ہی پر میرا بھروسہ ہے۔ اگر حق ایک متفق علیہ دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتا تو کوئی حق کبھی ثابت نہیں ہوسکتا اور سب سے پہلے زیدیہ مذہب کا باطل ہونا ثابت ہوجاتا ہے کیونکہ ان کی دلیل متفق علیہ نہیں ہے۔ اور مغیریہ کے بارے میں جو کچھ اس نے کہا ہے یہ دلیل ایسی ہے جیسے اس نے یہود سے لیا ہے کیونکہ ہمیشہ وہ اس بات کو اپنی حقانیت کے لئے بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہم اور وہ دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر متفق ہیں اور اجماع رکھتے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں وہ ہم سے اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن اس کا ہماری اس لحاظ سے برائی کرنا کہ ہمارے عقیدے اور مسلک مختلف ہیں اور یہ کہ ہم میں سے ہر گروہ

اپنے امام سے جو کچھ روایت کرتا ہے اسی سے متمسک ہے پس یہ روش اس نے براہمہ سے لی ہے کیونکہ وہ لوگ بالکل اسی انداز سے اسلام کو طعن و تشنیع کرتے ہیں۔

اور امامت، خدا تمہیں سعادت سے ہمکنار فرمائے۔ ہمارے نزدیک نص کے ذریعے دین کے بارے میں اور فضل و علم کے ظاہر ہونے کے ذریعے سے، ساتھ ہی سماعت پر موقوف فرائض اور انکے فروعات میں قیاس اور اجتہاد سے بے نیاز ہونے کے ذریعے سے ثابت ہوجاتی ہے۔ اور ہم نے کسی بھی امام کی امامت کو اس وجہ اور صورت سے جان لیا ہے۔ اور عنقریب شیعوں کے درمیان اختلاف کے بارے میں مطمئن کنندہ ایک دلیل پیش کریں گے۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے: اور پھر ان کا اختلاف اس بات سے خالی نہیں ہے کہ ان کا یہ اختلاف یا تو ان کی اپنی ذات کی طرف سے ہے یا روایت نقل کرنے والوں کی طرف سے ہے یا ان کے اماموں کی طرف سے ہے۔ پس اگر یہ اختلاف ان کے ائمہ کی طرف سے ہو تو ہم یہ کہیں گے کہ امام وہ ہوتا ہے جو سب کو ایک بات پر متفق کرلے نہ کہ وہ جو امت کے درمیان اختلاف اور افتراق کا سبب بنے خاص کر جبکہ وہ اور اس کے ماننے والے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں قلت میں ہیں اور ان کے درمیان ایک دوسرے سے محفوظ رہنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ اور امامیہ اور امت کے دوسرے فرقوں کے درمیان فرق کیا ہے جبکہ اپنے اماموں کے اور حجہائے خدا کے ساتھ ہونے کے باوجود اس امت سے زیادہ برائی اور عیب کا حامل ہے جس کا کوئی امام نہیں ہے دراں حالیکہ دین میں اختلاف اور ایک دوسرے کی تکفیر کے سلسلے میں امامیہ سے کمتر ہیں اور اگر یہ اختلافات ان کی جانب دین کو منتقل کرنے والوں کی طرف سے ہوں (یعنی ناقلانِ احادیث) تو اس امامت کے صحیح ہونے کی ضمانت کیا ہے جو ایسے لوگوں کی طرف سے ان تک پہنچ چکی ہے۔ خصوصاً جس کے لئے امامت کا دعویٰ کیا جارہا ہے اس کا وجود معدوم اور اس کی ذات قابل مشاہدہ نہ ہو۔ اور وہ ان پر حجت ہو اور یہ بھی ان کا دعویٰ ہے کہ ان کا امام علم غیب رکھتا ہے۔ پس جب اس کے بہترین ساتھی اور ترجمان جو اس کے اور اس کے پیروکاروں کے درمیان واسطہ بھی ہوں جھوٹ بولنے والے ہوں اور اس کی طرف جھوٹی نسبت دیتے ہوں اور اس علم غیب رکھنے والے کو ان کی اس بات کے بارے میں کوئی علم نہ ہو۔ تیسری صورت یہ ہے کہ یہ اختلاف مؤتمہ کے دین میں خود انہی کی طرف سے ہے، نہ کہ ان کے اماموں کی جانب سے۔ پس مؤتمہ کو اماموں کی ضرورت ہی کیا ہے جب کہ وہ بذات خود بے نیاز اور صاحبان علم و فہم ہوں دراں حالیکہ ان کا امام ان کے پیچھے ہو اور کوئی منع اور نہی نہیں کرتا ہو اور وہ اللہ کی طرف سے ان کے لئے دین کا ترجمان اور حجت ہو۔ اور یہ بھی بہترین دلیل ہے اس بات پر کہ وہ معدوم ہے اور اس کو وہ علم غیب حاصل نہیں جس کا دعویٰ کیا جارہا ہے کیونکہ اگر وہ موجود ہوتے تو اس کے لئے اپنے شیعوں کو احکام خدا بیان کرنے سے اجتناب کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے

وما انزلنا علیک الکتب الالتبین لھم الذی اختلفوا فیہ (سورۃ نحل آیت ۶۴) اور ہم نے آپ

پر کتاب نازل نہیں کی مگر اس لئے کہ آپؐ بیان اور واضح کریں اس چیز کو جس کے متعلق وہ لوگ اختلاف رکھتے ہیں پس جس طرح رسولؐ نے اپنی امت کے لئے بیان فرمایا اس طرح امام پر بھی واجب ہے کہ اپنے شیعوں کے لئے بیان کرے۔

پس میں کہتا ہوں ۔ اور خدا پر توکل اور بھروسہ ہے کہ امامیہ کے درمیان اختلاف ان جھوٹوں کی طرف سے ہے جو ہر زمانے میں ان کے درمیان گھس گئے یہاں تک کہ مصیبت بہت بڑی ہوگئی ۔ اور شیعوں کے اسلاف ایسے لوگ تھے جو متقی ، کوشش کرنے والے اور باکردار لوگوں کی طرف رجوع کرتے تھے اور وہ لوگ ایسے نہیں تھے کہ خود صاحب نظریا تمیز اور فرق کرنے والے ہوں اس لئے انہوں نے ایسے شخص سے بھی روایت قبول کرلی جس نے اپنے چہرے پر نقاب ڈالا ہوا تھا اور اس پر نیک گمان کیا ۔ جب یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور لوگوں پر حقیقت بے نقاب ہوگئی تو انہوں نے اپنے اماموں سے اس کی شکایت کی تو اماموںؑ نے انہیں حکم دیا کہ ان روایات اور احادیث کو لے لیں جن پر سب متفق ہوں ۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور اپنی عادت اور طبیعت کو جاری رکھا ۔ پس خیانت انہی کی طرف سے تھی نہ کہ ان کے ائمہ کی طرف سے ۔ اور امام بھی سچی اور جھوٹی روایتوں میں سے جو آپس میں مخلوط ہوگئی تھیں اور جو نقل کی گئی تھیں واقف نہیں ہوئے کیونکہ وہ علم غیب نہیں جانتے (یعنی بذات خود نہیں جانتے بلکہ منجانب اللہ جب بھی اللہ ارادہ فرمائے جان لیتے ہیں ۔) اور وہ ایک بندہ صالح ہے جو کتاب و سنت کا علم رکھتا ہے اور شیعوں کی خبروں میں سے صرف انہی سے واقف ہوجاتا ہے جو اس تک پہنچ جاتی ہیں ۔ لیکن اس کا یہ کہنا کہ " پس کونسی چیز انہیں محفوظ رکھ سکتی ہے کہ امامت کے معاملہ میں بھی ان کا راستہ یہی ہو۔" تو ہم کہیں گے کہ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ امامت تواتر کے ذریعے ان تک پہنچ جاتی ہے ۔ اور تواتر میں جھوٹ نہیں ہوتا ۔ دراں حالیکہ خبر امامت کے سلسلے میں جو روایات ہیں ، ان میں سے ہر ایک خبر واحد ہے اور خبر واحد سے یقین اور علم حاصل نہیں ہوتا اور خبر واحد کبھی سچ اور کبھی جھوٹ ہوسکتی ہے ۔ اور یہ چیز تواتر میں نہیں ہے ۔ اور یہ ہمارا جواب ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی کہا جائے وہ باطل اور غیر معتبر ہوگا ۔ پھر اس پر ہمارا اعتراض ہوگا کہ : بتائیں کیا امت کا اختلاف ان اقسام سے جو تو نے تقسیم کئے ہیں خالی ہوسکتا ہے یا نہیں اگر وہ کہے کہ نہیں تو ہم کہیں گے : کیا رسولؐ سب کو متفق کرنے کے لئے مبعوث نہیں کئے گئے ہیں ؟ تو وہ ضرور کہے گا ہاں پھر اس سے کہا جائے گا کیا خداوند عزوجل نے یہ نہیں فرمایا ہے **وما انزلنا علیک الکتب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ** (سورۃ نحل آیت ۶۴) اور ہم نے آپؐ پر نازل نہیں کیا ہے کتاب کو مگر اس لئے کہ آپؐ بیان کریں وہ چیز جس میں وہ اختلاف کرچکے" تو وہ ضرور جواب میں کہے گا " ہاں " پھر اس سے پوچھا جائے گا " کیا انہوں نے بیان کیا ہے؟" تو وہ ضرور کہے گا " ہاں " تو اس سے پوچھا جائے گا " تو بتاؤ اب اختلاف کا سبب اور اس کی وجہ کیا ہے اور ہمیں مطمئن اور قائل کرو۔"

اور اس کا یہ کہنا "پس مؤتمہ (امامیہ) کو ائمہ کی ضرورت ہی کیا ہے جب کہ وہ بذات خود بے نیاز اور مستغنی ہوں اور امام ان کے پیچھے ہو اور انہیں نہی اور منع نہ کرتا ہو" پس اس سے کہا جائے گا" اہل دین کے ساتھ سب سے مناسب ترین چیز انصاف ہے۔ وہ کونسی بات ہے جو ہم نے اپنی طرف سے کہی ہو اور ہم نے یہ اشارہ دیا ہو کہ ہم اپنی ذات کے لحاظ سے مستغنی اور بے نیاز ہیں تاکہ مؤلف کتاب اگر ہمیں اسکی طرف متوجہ کرے اور اس کے ذریعے ہمارے خلاف دلیل قائم کرے اور وہ کونسی دلیل اور حجت ہے جو اس کی طرف سے پیش کی گئی ہو جس کی وجہ سے وہ یہ بات کہہ رہا ہے۔ درحقیقت جو شخص اپنے حریف اور مخالف کا مقابلہ کرتے ہوئے اس بات کا خیال نہ رکھے کہ وہ کس چیز سے مقابلہ کررہا ہے تو اس صورت میں اس پر سوالات اور جوابات کی بوچھاڑ ہوجاتی ہے۔

لیکن اس کا یہ کہنا کہ: اور یہ بہترین دلیل ہے اس بات پر کہ وہ موجود نہیں ہیں کیونکہ اگر وہ موجود ہوتے تو اپنے شیعوں کے اختلاف ختم کرانے کے لئے حق بیان کرتے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے "اور ہم نے نازل نہیں کیا ہے آپ پر کتاب کو مگر اس لئے کہ آپ بیان کریں ان کے لئے وہ چیز جس میں وہ اختلاف کرچکے ہیں" تو مؤلف کتاب سے کہا جائے گا: ہمیں ہدایت کنندہ عترتِ نبیؐ کے بارے میں بتاؤ کیا ان کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ امت کے لئے حق کو پورا کا پورا بیان نہ کریں۔ اگر وہ کہے: ہاں، تو اس صورت میں اس نے اپنی ذات پر جرح کی ہے اور اس کی بات خود اسی کے لئے وبال جان بن جاتی ہے۔ کیونکہ امت نے اس کے باوجود اختلاف کیا ہے اور ایک دوسرے سے متفرق ہوچکی ہے اور بعض نے بعض کی تکفیر کی ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ نہیں، تو اس صورت میں اس سے کہا جائے گا تو یہ بہترین دلیل ہے اس بات پر کہ عترت موجود نہیں ہے اور اسی سے زیدیہ کے دعوے کا باطل ہونا بھی ثابت ہوجاتا ہے۔ کیونکہ عترت جس طرح زیدیہ بتاتے ہیں موجود ہوتی تو وہ امت کے لئے ضرور حق کو بیان کرتی اور ان کے لئے سکوت اور خاموشی کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے۔ "اور ہم نے نازل نہیں کیا ہے آپ پر کتاب کو مگر اس لئے کہ آپ ان کے لئے بیان کریں وہ چیز جس میں یہ لوگ اختلاف کرچکے ہیں"۔ اور اگر وہ یہ دعویٰ کرے کہ عترت نے حق کو بیان کیا ہے امت کے لئے لیکن امت نے حق کو قبول نہیں کیا ہے اور اپنی خواہش اور ھویٰ نفس کی طرف راغب ہوچکی ہے۔ تو اس سے کہا جائے گا کہ۔ یہی بعینہ وہ بات ہے جو امامیہ فرقہ اپنے امام اور آپ کے شیعوں کے بارے میں کہتا ہے اور عقیدہ رکھتا ہے۔ اور اللہ سے توفیق کا طلبگار ہے۔

پھر مؤلف کتاب کہتا ہے۔ ان سے کہا جائے گا کیوں تمہارے امام اپنے مریدوں سے چھپے ہوئے ہیں۔ اگر وہ جواب میں یہ کہیں کہ اپنی ذات کو بچانے کے لئے اور اس کی حفاظت کیلئے تو ان سے کہا جائے گا کہ پھر اس کے مرید اور ہدایت کے طلبگار کے لئے بھی جائز ہوگا کہ امام کی تلاش کے سلسلے میں تقیہ اور اپنی جان کی حفاظت کی فکر میں رہے۔ خاص کر جب کہ مرید اور ہدایت کا طلبگار امید و خوف میں ہو اور اپنے امام کے بارے میں علم ہی نہ ہو تو وہ بھی تقیہ میں

ہوگا۔ اور اگر تقیہ امام کے لئے جائز ہو تو عوام کے لئے بطریقہ اولیٰ جائز ہے۔ اور امام کو کیا ہوگیا ہے جو اپنے پیروکاروں کی ہدایت سے تقیہ کرتا ہے اور اپنی جان کے خوف سے چھپ جاتا ہے لیکن ان کے اموال کے کھانے کے سلسلے میں کوئی تقیہ نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **اتبعو امن لا یسئلکم اجراً** (سورہ یسین آیت ۲۱) "اور پیروی کرو اس کی جو تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا۔" اور فرمایا **ان کثیراً من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللّٰہ** (سورۃ توبہ آیت ۳۴) "احبار اور رہبان (علماء یہود و نصاریٰ) میں سے اکثر ایسے ہیں جو لوگوں کے مال و دولت کو باطل کرکے کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے ہیں" اور یہ دلالت کرتا ہے کہ اہل باطل دنیا کے طلبگار ہیں۔ اور جو لوگ کتاب سے متمسک ہیں وہ لوگوں سے کوئی اجر نہیں مانگتے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ پھر کہتا ہے اگر وہ کچھ اور کہیں گے تو ہم بھی اس کا جواب دیں گے۔ پس ناقص جاہل جو کچھ کہے گا وہی یہ کہیں گے۔

اس سوال کا جواب ہے: یقیناً امام اپنے ہدایت کے طلبگاروں اور مریدوں سے مخفی نہیں ہوتے ہیں بلکہ وہ اپنی جان کے متعلق ظالمین کے خوف سے چھپے ہیں۔ اور اس کا یہ کہنا کہ "اور جب تقیہ امام کیلئے جائز ہو تو یہ کام ماموم کیلئے بطریقہ اولیٰ جائز ہے۔" تو اس سے کہا جائے گا۔ اگر تمہاری مراد یہ ہے کہ ماموم کیلئے جائز ہے کہ وہ ظالم سے اپنے آپ کو بچائے اور اس سے دور بھاگے جب بھی اپنی جان کے بارے میں خوف اور ڈر رکھتا ہو جس طرح امام کیلئے جائز ہے تو یہ میری جان کی قسم جائز ہے۔ اور اگر تمہاری مراد یہ ہے کہ ماموم کیلئے جائز ہے کہ امام کی امامت کا معتقد نہ رہے کیونکہ اسے تقیہ کرنا چاہیے پس یہ جائز نہیں ہے، جب کہ روایات اور اخبار اسے اس بارے میں متوجہ کریں۔ کیونکہ خبر صحیح اور صحیح روایت مشاہدہ کی جگہ لیتی ہیں۔ اور دلوں پر کوئی تقیہ نہیں ہے۔ اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہے۔

لیکن اس کا یہ کہنا کہ امام کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ لوگوں کی رشد و ہدایت کے سلسلے میں تقیہ کررہا ہے جبکہ ان کے اموال کے کھانے میں کوئی تقیہ نہیں کرتا جبکہ اللہ کا ارشاد ہے **اتبعو امن لایسئلکم اجراً** (سورہ یسین آیت ۲۱) "اور پیروی کرو اس کی جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا" تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام لوگوں کی رشد و ہدایت سے تقیہ میں نہیں ہے اور کیوں کر یہ ہوسکتا ہے جبکہ اس نے حق کو ان کیلئے بیان کیا ہے اور انہیں اس کی طرف ترغیب دلائی ہے اور اس کی طرف دعوت دی ہے۔ حلال و حرام کی تعلیم دی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسی وجہ سے مشہور ہوگئے اور اس سے وہ پہچانے جانے لگے۔ وہ لوگوں کے مال نہیں کھاتے بلکہ ان سے اس خمس کو لیتے ہیں جسے اللہ نے ان پر فرض اور واجب قرار دیا ہے۔ تاکہ اس کو اس موضع اور مقام پر خرچ کریں جس کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ اور خمس کا حکم جس نے پیش کیا ہے وہ ذات گرامیِ رسولؐ ہیں۔ اور قرآن نے بھی اس کے بارے میں بیان کیا ہے جیسا کہ ارشاد خدا عزوجل ہے

واعلموا انما غنمتم من شی فان للّٰہ خمسہ و للرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ

والمسکین و ابن السبیل (سورۃ انفال آیت ۴۱) اور جان لو جو کچھ تم غنیمت اور فائدہ حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ خدا، رسول، ذالقربیٰ، یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل کیلئے ہے" اور فرمایا ہے **خذ من اموالھم صدقۃ** (سورہ توبہ آیت ۱۰۳) "لے لیں ان کے اموال میں سے صدقہ"۔

پس اگر مال کے لینے میں کوئی عیب اور برائی ہو تو اس کیلئے ہے جو اس سلسلے میں بذات خود پہل کرے اور بغیر حکم خدا کے یہ کام انجام دے۔ اور اللہ سے ہی مدد طلب کی جاسکتی ہے۔

اور مؤلف کتاب سے کہا جائے گا۔ ہمیں بتاؤ کیا جب تمہارا امام قیام کرے اور غلبہ پائے تو کیا وہ خمس لے گا یا نہیں؟ خراج لے گا یا نہیں؟ مال غنیمت اور ان جیسی چیزوں میں سے کچھ لے گا یا نہیں؟ اگر وہ کہے کہ نہیں تو اس صورت میں اس کے امام نے حکم اسلام کی مخالفت کی ہے۔ اور اگر وہ کہے ہاں تو اس سے کہا جائے گا۔ اگر تمہارے جیسا کوئی شخص تم پر اللہ عزوجل کے قول "اور پیروی کرو اس کی جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا" کے ذریعے اور اللہ تعالیٰ کے دوسرے ارشاد "اور بہت سے احبار و رہبان (علماء یہود و نصاریٰ) کے ذریعے اعتراض کرے تو کس چیز سے اس کا جواب دو گے تاکہ تم یہ توقع رکھو کہ فرقہ امامیہ تمہیں اسی جیسا جواب دے۔ اور یہ وہ چیز ہے، خدا تمہیں توفیق سے نوازے کہ جس کے ذریعے ملحدین اور کافرین مسلمانوں کو طعن و تشنیع کرتے تھے۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ کس نے انہیں اس دھوکے میں رکھا ہے۔ اور جان لو خدا تمہیں نیکی کا علم دے اور تمہیں اس کے اہل میں سے قرار دے۔ صرف اور صرف کتاب اور سنت پر عمل ہونا چاہیے اور ان کی مخالفت نہیں کی جانی چاہیے۔ پس اگر ہمارے مخالفین یہ ثابت کرسکے کہ جو کچھ ہم نے لیا ہے اس کے لینے میں ہم نے کتاب اور سنت کی مخالفت کی ہے تو اپنی جان کی قسم ان کی دلیل روشن اور واضح ہے۔ اور اگر ان کے لئے یہ ممکن نہ ہو تو وہ یہ جان لیں کہ کتابِ خدا اور سنت کے مطابق عمل کرنے میں کوئی عیب اور قباحت نہیں ہے اور یہ بات بالکل روشن ہے۔

پھر صاحبِ کتاب کہتا ہے۔ اور ان سے کہا جائے گا "ہم امامت کو اس کیلئے جائز نہیں سمجھتے جو پہچانا نہ جاتا ہو پس کیا تمہارے پاس کوئی ایسی راہ ہے جس سے تمہارے امام کی معرفت حاصل ہو جائے جس کی امامت کے تم دعویدار ہو تاکہ ہم بھی اس کے لئے امامت کو ممکن اور جائز مان لیں جس طرح سے عترت میں سے جو موجود ہیں ان کیلئے ہم جائز قرار دیتے ہیں اور اگر تم ایسا نہ کرسکو تو کوئی راہ ایسی نہیں ہے جو امامت کو معدوم لوگوں کیلئے جائز اور ممکن بناتی ہو۔ اور ہر وہ شخص جو موجود نہیں ہے وہ معدوم ہے۔ پس جس کیلئے امامت کے تم دعویدار ہو اس کیلئے امامت کا جائز ہونا باطل ثابت ہوا۔

پس میں کہتا ہوں۔ اور اللہ سے مدد کا طلبگار ہوں۔ اس کتاب کے مؤلف سے کہا جائے گا کیا تم علی بن حسین اور ان کے فرزند علیہم السلام جن کو ہم امام مانتے ہیں کے وجود کے بارے میں شک رکھتے ہو۔ پس اگر وہ کہے کہ نہیں تو

اس سے کہا جائے گا تو کیا یہ جائز ہے کہ وہ امام ہوں؟ تو اگر کہے ہاں تو اس سے کہا جائے گا۔ پس شاید تمہیں یہ نہیں معلوم کہ ہم ان کی امامت پر اعتقاد کے سلسلے میں حق پر ہوں اور تم غلطی پر ہو اور تم پر حجت قائم کرنے کیلئے یہی کافی ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ " نہیں " تو اس سے کہا جائے گا۔ پس ہمارے امام کے وجود پر دلیل قائم کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ جبکہ تم علی بن حسین علیہما السلام کی امامت کے معترف اور اقرار کرنے والے نہ ہو باوجودیکہ مخالف اور موافق دونوں کے نزدیک آپ کا علمی اور فضیلت کا مقام و منزلت واضح اور روشن ہے۔ پھر اس سے کہا جائے گا ہم نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو پیش کی تھی کے ذریعے عترت میں سے ان ہستیوں کو پہچان لیا ہے جو تاویل سے واقف اور احکام خدا کو جانتے ہیں۔ اس حدیث کے علاوہ اس لحاظ سے بھی ہمیں ایسی ہستیوں کی ضرورت ہے جو ہمیں قرآن کے معانی و مفاہیم سے واقف کرائیں اور احکامِ خدا اور احکامِ شیطان کے درمیان فرق کو واضح کریں۔ پھر ہمیں معلوم ہوا کہ حق حسین علیہ السلام کے فرزندوں میں سے اس گروہ کے ساتھ ہے۔ کیونکہ ہم نے دیکھا عترت میں سے جو بھی فرد ان کی رائے کا مخالف ہے وہ حکم خدا کے بیان اور تاویل کے سلسلے میں اسی روش اور طریقہ کو اپناتا ہے جس کو علماء عامہ (اہلسنت) اپناتے ہیں یعنی خدا کی طرف سے بیان کرنے کی ضرورت پر مبنی فرائض جس کو تعبداً مانتے ہیں سوائے مصلحت اور منفعتِ بندگان کے علاوہ کچھ نہیں ہے کے سلسلے میں اپنی ذاتی رائے، اجتہاد اور قیاس سے کام لیتے ہیں۔ پس اس ذریعے سے ہم نے جان لیا کہ ان کے مخالفین ہی باطل پر ہیں۔ اس کے علاوہ عترت میں سے اس پاک گروہ سے ہم پر حلال و حرام اور احکام الہٰی میں سے وہ کچھ آشکار اور روشن ہوا جو دوسروں سے ہم پر کبھی ظاہر نہیں ہوا پھر اس کے بعد روایات میں ایک امام اپنے جانشین کے بارے میں واضح نص کرتا گیا۔ یہاں تک کہ حسن بن علی عسکری علیہما السلام تک نوبت پہنچ گئی جب آپؑ وفات پا گئے اور ہم پر کوئی نص ظاہر نہ ہوا اور یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہے، تو ہم نے اپنے اسلاف کی کتابوں کی طرف رجوع کیا ان کتابوں کو انہوں نے غیبت امام سے پہلے ہی نقل کیا تھا پس ہم نے ان کتابوں میں جو کچھ پایا اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے جانشین اور خلف کا معاملہ کس طرح کا ہوگا۔ اور یہ کہ وہ لوگوں سے غائب رہیں گے اور مخفی ہوجائیں گے اور یہ کہ شیعوں میں اختلاف پڑجائے گا اور لوگ آپؑ کے معاملے میں حیرت اور سرگردانی سے دوچار ہوں گے۔ پس ہم نے جان لیا کہ ہمارے اسلاف اور گزشتگان کو علم غیب تو نہیں تھا اور یقیناً ہمارے ائمہ ہی نے انہیں رسول کی حدیث اور خبر کے ذریعے اس بات سے آگاہ اور واقف کردیا تھا۔ اور اس طرح ہمارے نزدیک آپؑ کا وجود اور آپ کی غیبت پایہ ثبوت تک پہنچ گئی۔ پس اگر اس مقام پر کوئی ایسی دلیل اور حجت موجود ہو جو ہماری ان باتوں کو غلط ثابت کرتی ہو تو ہم زیدیہ سے چاہتے ہیں کہ وہ اس کو واضح اور آشکار کردے۔ کیونکہ ہماری حق کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اور خدا کا شکر ہے۔

پھر اس کے بعد کتاب کا مؤلف ہم پر وہ اعتراض کرنے لگا جو موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی امامت پر ٹھہرنے والے

اپنی حقانیت کے لئے دعویٰ کرتے ہیں ۔ اور ہم تو کسی کی امامت پر ٹہرے نہیں اور ان ٹہرنے والے تمام فرقوں کے درمیان فرق اور جدائی کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ ان میں فرق کیا ہے ؟ اور ہم نے پہلے ہی بیان کردیا کہ ہمیں علم اور یقین ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام وفات پاگئے ہیں ۔ جس طرح ہمیں معلوم ہوا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام وفات پاگئے اور ان دونوں ہستیوں میں سے ایک کی وفات کے بارے میں شک کرنے سے دوسرے کی وفات کے بارے میں شک ہو ہی جاتا ہے ۔ اور یہ کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت پر ٹہرنے والے گروہ کی حقانیت کا اس گروہ نے انکار کردیا ہے جو کہ موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت پر ٹہرے ہوئے ہیں ۔ اور اسی طرح انہوں نے اس فرقہ کے عقیدے کو ٹھکرا دیا ہے جو امیرالمومنین کی امامت پر متوقف اور ٹھہر گئے ہیں ۔ پس ہم ان سے کہیں گے تمہارے عقیدے کے باطل ہونے پر ہماری دلیل بعینہ وہی دلیل ہے جس سے تم اپنے مخالف فرقے کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہو ۔ پس بتاؤ کس طرح تم اپنے خلاف دلیل پیش کرو گے ۔

اس کے بعد ہماری زبانی حکایت اور نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم لوگ واقفہ فرقوں سے یہ کہتے آرہے ہیں کہ " امام تو وہی ہوتا ہے جو ظاہر اور موجود ہو " اس کی یہ بات اس شخص کی بات ہے جو اپنے مخالف کے اقوال اور عقائد سے واقف نہیں ہے ۔ اور امامیہ فرقہ کا ہمیشہ سے ہی عقیدہ رہا ہے کہ امام وہی ہے جو یا تو ظاہر اور آشکار ہو یا باطن اور مخفی ہو ۔ اور ان کی روایات اور اخبار اس سلسلے میں اتنی مشہور اور واضح ہیں کہ وہ چھپ نہیں سکتیں ۔ اور اپنے مخالفین کیلئے جعلی اور باطل عقائد کا گھڑنا ایسا کام ہے کہ کوئی بھی شخص اس کے انجام سے عاجز نہیں ہے ۔ لیکن ایسا کام صاحب دین اور علم و فضیلت کیلئے قبیح ہے ۔ اور اس سلسلے میں کمیل بن زیاد سے منقول روایت کے علاوہ کوئی اور روایت ہمارے پاس نہ ہوتی تو یہی کافی ہوتی ۔

پھر وہ کہتا ہے ۔ " اگر وہ ایسا کہیں تو ان کا اسی طرح سے جواب دیا جائے گا ۔ وہ چیز جس کے ہم قائل نہیں ہیں ۔ اور ہماری دلیل وہی ہے جو آپ نے سن لیا اور یہی کافی ہے ۔ **والحمدللہ۔**

پھر وہ کہتا ہے اور جیسا کہ تم وہم و گمان کررہے ہو کہ امامت بنی ہاشم کیلئے نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کی اپنی عترت کی طرف راہنمائی کی ہے ۔ اور اس پر تمہارا اور ہمارا دونوں کا اجماع ہے ۔ اور وہ عترت ہے جو آپؐ کے خواص میں سے ہیں ۔ اور جن سے قریب تر کوئی نہیں ہے ۔ پس امامت ان کیلئے ہے نہ کہ (فتح مکہ کے) آزاد شدگان اور ان کے فرزندوں کیلئے ۔ اور عترت میں سے بھی ہر زمانہ میں صرف ایک ہی فرد اس کا مستحق قرار پاتا ہے کیونکہ امام ایک ہی ہوسکتا ہے تاکہ وہ کتاب خدا کے ساتھ لازم ہو اور ساتھ رہے اور کتاب کے احکام کو نافذ کرنے کی طرف دعوت دے کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے کہ " بے شک وہ کتاب سے جدا نہیں ہوسکتے ۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ پر وارد ہوجائیں ۔ " اور اس پر اجماع قائم ہے اور جو تم بنی ہاشم کو

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اے زیدیہ فرقہ کی طرف سے دلیل پیش کرنے والے یہ (امامت) ایسی چیز نہیں ہے جو قرابتداری کی بنیاد پر کوئی اس کا حقدار بن جائے بلکہ اس کے استحقاق کا معیار فضیلت اور علم ہے ۔ جو روایت صریح اور شریعت کی طرف سے بیان کرنے سے ثابت ہوجاتی ہے ۔ پس اگر امامت اس کے لئے جائز ہوجاتی جو عترت میں سے سب سے زیادہ قریب ہو کیونکہ وہ قرابت دار ہے تو ان میں سے دور کے رشتہ دار کے لئے بھی جائز ہوجاتی پس اب تم فرق بیان کرو اپنی اور ان لوگوں کی بات اور عقیدہ میں جو اس طرح کے دعویٰ کررہے ہیں ۔ اور اپنی دلیل پیش کرو اور فرق بیان کرو اپنے اور اس کے درمیان جو یہ کہتا ہے کہ اگر حسنؑ کے فرزندوں کے لئے امامت جائز اور صحیح ہو تو جعفرؑ کے فرزندوں کے لئے بھی جائز ہونا چاہیئے ۔ اور اگر جعفرؑ کے فرزندوں کے لئے جائز ہو تو عباس (نبی کے چچا) کے فرزندوں کے لئے بھی جائز ہونا چاہیئے ۔ اور فرقہ زیدیہ کے لئے ہرگز یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ان باتوں میں کوئی فرق بیان کرے مگر یہ کہ وہ ہمارے عقیدہ کی طرف پلٹ جائے اور وہ یہ ہے کہ روایت صریح اور نص کے ذریعے ایک امام اپنے بعد کے امام کی نشاندہی کرے اور حلال و حرام کے بارے میں علم اس سے آشکار اور ظاہر ہوجائے ۔

پھر وہ کہتا ہے ۔ اگر وہ لوگ علی علیہ السلام کی امامت کی علت ہم سے پوچھیں اور یہ کہیں کہ علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو کیا وہ عترت میں سے تھے یا نہیں ؟ تو ان سے کہا جائے گا کہ عترت میں سے نہیں تھے لیکن وہ عترت اور دوسرے تمام قرابتداروں سے ممتاز ہیں ۔ کیونکہ روز غدیر کی روایات اور نص جس پر اجماع ہے آپ کی امامت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے ۔

اس کے جواب میں کہتا ہوں اور خدا سے مدد چاہتا ہوں ۔ صاحب کتاب سے کہا جائے گا ۔ روز غدیر کے بارے میں روایات اور نصوص بالکل صحیح ہیں لیکن تمہارا یہ انکار کرنا کہ امیرالمومنین علیہ السلام عترت کے زمرے میں شامل نہیں ہیں تو یہ بہت سنگین بات ہے ۔ ہم تم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنے اس دعوے کے سلسلے میں تم کوئی دلیل پیش کرو ۔ جبکہ اہل لغت چچا اور چچا کی اولاد کو انسان کی عترت میں سے شمار کرتے ہیں۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ صاحب کتاب نے اپنی اس بات کے ذریعے اپنے عقیدے اور مذہب پر اشکال وارد کیا ہے ۔ کیونکہ وہ تو اس بات پر عقیدہ رکھتا ہے کہ امیرالمومنینؑ ان میں سے ہیں جن کو رسولؐ اپنی امت میں چھوڑ کر گئے ہیں اور اس سلسلے میں یہ کہتا ہے کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت میں کتاب اور عترت کو چھوڑ دیا ہے اور ادھر سے کہہ رہا ہے کہ امیرالمومنینؑ عترت میں سے نہیں ہیں تو اگر وہ عترت میں سے نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ امیرالمومنینؑ ان دو چیزوں کے زمرے سے خارج ہوئے جنہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے لئے چھوڑ گئے تھے ۔ اور جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کے متضاد ہیں ۔ ہاں صرف ایک صورت یہ ہے کہ وہ یہ کہے : رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ آپؐ نے امیرالمومنین علیہ السلام کے قتل اور شہادت کے بعد عترت

کو چھوڑنے کا کہا ہے۔ تو ہم ان سے پوچھیں گے کہ اس کا کیا جواب دو گے جو کہتا ہے کہ ہمارے درمیان کتاب کو بھی اسی وقت (یعنی شہادت حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے بعد) سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ گئے کیونکہ کتاب اور عترت تو ایک ہی ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ اور روایت بھی یہی کہتی ہے اور اس کی گواہی دے رہی ہے۔ اور احسان صرف خدا کا ہے۔

پھر صاحب کتاب نے اس بات کی طرف رخ کیا ہے جو اس کے خلاف جاتی ہے پس وہ کہتا ہے۔ اور ہم سوال کرتے ہیں ان سے جو عترت میں بعض کے لئے امامت کے قائل ہیں اور بعض کے لئے نہیں کہ وہ اپنے اس دعویٰ کی سچائی پر دلیل قائم کریں۔ جبکہ یہ شخص یہ بھول بیٹھا ہے کہ وہ خود امامت کو حسن اور حسین علیہما السلام کے فرزندوں میں منحصر سمجھتا ہے اور عترت میں سے دوسروں کو اس کا حقدار قرار نہیں دیتا۔ اس کے بعد کہتا ہے پس اگر وہ لوگ بطور دلیل ایسی باطل چیزوں کو پیش کریں جیسے علم غیب کا ہونا اور ان جیسی بیہودہ باتیں جن پر کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ صرف محض دعویٰ ہے تو دوسروں کے لئے بھی ایسے ہی دعوے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ پس اگر دعویٰ ہی دلیل ہو تو عترت کا شمار ان میں ہوگا جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں۔

صاحب کتاب سے کہا جائے گا۔ آپ علم غیب کی بات کثرت سے کر رہے ہیں اور سوائے اللہ کے غیب کو کوئی نہیں جانتا۔ اور انسانوں میں سے کوئی بھی اس کا دعویٰ کرے تو وہ مشرک اور کافر ہے۔ اور ہم نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو بتا دیا کہ ہم جس چیز کا دعویٰ کر رہے ہیں اس کی دلیل صرف اور صرف علم و فہم اور سمجھ بوجھ ہے۔ اگر تمہارے پاس اس جیسی کوئی شے موجود ہے تو اس کو ظاہر اور آشکار کرو اور اگر نہیں ہے تو طعن و تشنیع کرنا، تہمت لگانا اور الزام لگانا اتنا آسان کام ہے کہ کوئی بھی غلو کرنے والا گروہ تمام لوگوں کے خلاف انجام دے سکتا ہے۔ اور خدا ہی ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہترین سہارا ہے۔

اور اس کے بعد صاحب کتاب کہتا ہے۔ اس کے بعد ہم پلٹتے ہیں زیدیہ کی دلیل کی وضاحت کے لئے جسے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کے توسط سے پیش کرتے ہیں **ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا** (سورہ فاطر آیت ۳۲) "اور پھر ہم نے کتاب کا وارث بنا دیا اپنے بندوں میں ان کو جن کو ہم نے برگزیدہ کیا تھا۔"

تو اس سے کہا جائے گا کہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آیت عترت کے بارے میں نازل ہو چکی ہے۔ پس تمہارے پاس دلیل اور برہان کیا ہے اور اس بات پر کہ نیکیوں میں سبقت لینے والے صرف حسنؑ اور حسینؑ کی اولاد ہیں اور عترت میں سے دوسرے اس کے مصداق نہیں ہیں؟ ہم جانتے ہیں کہ تم صرف یہ چاہتے ہو کہ اپنے مخالفین کو طعن و ملامت کا نشانہ بناؤ۔ جبکہ جس چیز سے تم اپنے مخالف کی سرکوبی کرنا چاہتے ہو اس کے تم خود دعویدار ہو۔

پھر وہ کہتا ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کی امت کے خاص و عام کو مخاطب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔
واعتصموابحبل الله جميعاً (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳) خدا کی رسی کو سب کے سب مل کر تھامے رہو
پھر وہ کہتا ہے " اس کے بعد عام مسلمانوں کو مخاطب قرار دینے کا سلسلہ منقطع ہوا اور اس کے بعد خاص لوگوں کو
مخاطب قرار دینا شروع کر دیا اور ارشاد فرمایا۔ **ولتكن منكم امة يدعون الى الخير** (سورہ آل عمران آیت
۱۰۴) اور ہونا چاہیئے تم ہی سے ایک ایسی امت اور گروہ جو نیکی کی طرف لوگوں کو دعوت دیں اس کتاب کی اس عبارت
تک کہ اور خاص لوگوں کے لئے۔ **كنتم خير امت اخرجت للناس** (سورہ آل عمران آیت ۱۱۰) " تم
بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے چنے گئے ہو " اور وہ کہتا ہے " اور یہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کی ذریت ہیں دوسرے
لوگ اس میں شامل نہیں ہیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے بھی وہ ہیں جو مسلمان ہوئے نہ کہ وہ لوگ جو
مشرک تھے اور انہیں لوگوں کے اوپر گواہ بنا دیا۔ " پس اس کا ارشاد ہے **يايها الذين امنوا اركعوا واسجدوا واعبدوا ربكم وافعلوا الخير لعلكم تفلحون ۝ وجاهدوا في الله حق جهادهٗ هو اجتبكم وما جعل عليكم في الدين من حرجٍ ملة ابيكم ابراهيم ، هو سمكم المسلمين . من قبل وفي هذا ليكون الرسول شهيداً عليكم وتكونوا شهدآء على الناس** (سورہ حج آیت ۷۷ ۔ ۷۸) " اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور بندگی کرو اپنے رب
کی اور بھلائی کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ اور محنت کرو اللہ کے واسطے جیسے کہ چاہیئے اس کے واسطے محنت اور اس نے تم کو
پسند کیا۔ اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل۔ دین تمہارے باپ ابراہیمؑ کا۔ اس نے نام رکھا تمہارا مسلمان پہلے
سے اور اس قرآن میں۔ تاکہ رسول ہو بتانے والا تم پر اور تم ہو بتانے والے لوگوں پر۔ " اور یہ خاص سبیل اور راہ
ذریت ابراہیم علیہ السلام میں سے ہے۔ پھر اس مؤلف نے قرآن کریم کی انہی آیات سے شباہت رکھنے والی آیتوں کے
ذریعے سے اپنے مدعیٰ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کو کہا جائے گا۔ اے دلیل پیش کرنے والے تم یہ جانتے ہو کہ معتزلہ اور امت کے تمام فرقے اور مذاہب
ان آیات کی جو تم نے تاویل پیش کی ہے اس میں تم سے شدید اختلاف کر رہے ہیں۔ پس تمہارا یہ حال ہے کہ تم
دعویٰ سے زیادہ کچھ پیش نہیں کر رہے ہو ہم تو تمہارے دعویٰ کو قبول کر لیتے ہیں لیکن اس کے ساتھ اس دلیل کے
بارے میں تم پر اعتراض کرتے ہیں جس میں تم اکیلے اور منفرد ہو یعنی اس بات کے اثبات میں کہ اس آیت کے
مصداق صرف حسن اور حسین علیہما السلام کے فرزندان ہیں اور ان کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ پس کب تک دعویٰ
ہی کو پیش کرتے رہو گے اور دلیل لانے سے گریز کرتے رہو گے۔ اور قرآنی آیات پیش کر کے ہمیں مرعوب کرتے رہو
گے اور یہ غلط فہمی پیدا کرتے رہو گے کہ ان میں تمہاری حقانیت کی کوئی دلیل ایسی ہے جو تمہارے مخالف کے حق میں

نہیں ہے ۔ اور ہم خدا سے ہی مدد چاہتے ہیں ۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے ۔ عترت میں سے خیر اور نیکی کی طرف دعوت کرنے والے ۔ جیسے کوئی امر بالمعروف کرے اور نہی عن المنکر کرے اور اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرے جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے ۔ عترت کے دوسرے افراد کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے خیر کی طرف دعوت دی نہ ہی راہ خدا میں اس طرح جہاد کیا جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے ۔ وہ ایسا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب میں سے کسی کو ایسا مقام نہیں دیا ہے ۔ وہ اور دوسرے اہل کتاب برابر ہیں ۔ اگرچہ اعمال کو ترک کرنے والا فاضل اور عابد کیوں نہ ہو کیونکہ عبادت سنت اور جہاد فرض و لازم ہے دوسرے فرائض کی طرح کیوں کہ اس فریضہ کو انجام دینے والا تلوار کے ساتھ تلوار کے مقابلے کے لئے آگے بڑھتا ہے ۔ اور دشمنوں پر خوف طاری کر دیتا ہے پھر (صاحب کتاب نے) سورہ واقعہ کی بعض آیات کو جو کہ جہاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہیں کا تذکرہ کیا ہے اور ان آیات کے بعد اپنے دعویٰ کو پیش کر دیا ہے اور اپنے دعوؤں کو انہی کی بناء پر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی دلیل نہیں بن سکتی تو ہم سب سے پہلے اس سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ تم پہلے اپنے دلائل کو صحیح ثابت کرو ۔

پس میں کہتا ہوں ۔ اور اللہ سے مدد چاہتا ہوں ۔ اگر جہاد کی کثرت فضیلت علم اور امامت کی دلیل بن سکتی تو امام حسین علیہ السلام امام حسن علیہ السلام سے زیادہ امامت کا مستحق قرار پاتے ہیں ۔ کیونکہ حسن علیہ السلام نے معاویہ کے ساتھ صلح کر لی اور امام حسین علیہ السلام نے جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے ۔ پس اس کتاب کا مؤلف یہ کس طرح کہہ سکتا ہے ؟ اور اس اعتراض کو کس طرح رد کر سکتا ہے ؟ دوسری بات یہ ہے کہ ہم جہاد کے فرض ہونے کا انکار نہیں کرتے نہ اس کی فضیلت کے منکر ہیں لیکن ہم نے دیکھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے جنگ نہیں کی جب تک آپ کو اعوان و انصار حاصل نہیں ہوئے اور جب آپ نے کفار سے جنگ کی اور ہم نے یہ بھی دیکھ لیا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے بھی بعینہٖ یہی سنت اختیار کی ہے ۔ اور ہم نے دیکھا کہ امام حسن علیہ السلام نے جہاد کا ارادہ کیا لیکن جب آپؑ کے اصحاب نے آپؑ کو چھوڑ دیا تو آپؑ نے صلح کی اور گوشہ نشین ہو گئے ۔ پس ہم نے جان لیا کہ جہاد کرنا اس وقت فرض ہے جب اعوان و انصار موجود ہوں ۔ اور عالم ، تمام عقلاء کے نزدیک اس مجاہد سے افضل ہے جو کہ عالم نہیں ہے ۔ اور ایسا بھی نہیں ہے کہ جو بھی شخص جہاد کی طرف بلائے وہ جہاد کے احکام سے واقف ہو کہ قتال اور جہاد کب واجب ہے اور کب اور کن حالات میں صلح و صفائی بہتر ہے ۔ اور رعیت کے امور کے سلسلے میں کیا موقف اختیار کرے ۔ اور لوگوں کے جان و مال اور آبرو کے بارے میں کیا کرے ؟ اس کے بعد ہم اپنے ان بھائیوں سے ایک چیز کے خواہشمند ہیں کہ وہ عترت نبیؐ میں سے ایک ایسے فرد کی طرف ہماری راہنمائی کریں جو ذات خدا سے تشبیہ اور جبر کی نفی کرے اور شارع کی طرف سے بیان کرنے پر موقوف احکام کے سلسلے میں اجتہاد بالرائے اور قیاس سے اجتناب کرے

اور دین کے سلسلے میں ذاتی طور پر عالم اور باکفایت ہو تاکہ ہم بھی اس کے ساتھ جہاد کی صورت میں قیام کریں کیونکہ امربالمعروف اور نہی عن المنکر ایک ایسا فریضہ ہے جو قدرت اور امکانات پر موقوف ہے ۔ کیونکہ انسانی عقل یہ گواہی دیتی ہے کہ طاقت اور قدرت سے زیادہ ذمہ داری اور تکلیف دینا غلط اور باطل ہے ۔ اور اپنے نفس کو دھوکہ دینا قبیح اور برا ہے ۔ اور دھوکہ دینے کی مصادیق میں سے ایک مصداق یہ ہے کہ ایک قلیل اور چھوٹی جماعت جس نے نہ کوئی جنگ دیکھی ہے اور نہ جنگی مشقیں ان لوگوں سے سیکھی ہیں جو کہ اس میں مہارت رکھتے ہیں یہ جماعت ایک ایسے گروہ اور جماعت کے مقابلے کے لئے اٹھ کھڑی ہو جو کہ جنگی مشقیں دیکھ چکی ہے اور پورے ملک پر حکومت کر رہی ہے اور بندگان خدا میں سے بہت سوں کو قتل کر چکی ہے اور جنگوں کے ذریعے مہارت حاصل کر چکی ہے ۔ اور ان کے پاس افرادی ، ہتھیاری اور سواری کی قوت بھی موجود ہے ۔ اس کے علاوہ عام لوگوں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو ان کے خلاف تلوار اٹھائے وہ واجب القتل ہے، کے اندر ان کے حامی فوجی سپاہیوں کے مقابلے میں کئی گنا افرادی قوت موجود ہے ۔ ایسی صورت حال میں صاحب کتاب کس طرح ہم پر یہ واجب قرار دے رہا ہے کہ ہم ایسے لوگوں کے صف سے ملحق ہو جائیں جو جنگی لحاظ سے بالکل ناتجربہ کار اور ناواقف ہیں ؟ اور اگر کوئی ظالم کے خلاف جنگ کرنے کی طرف دعوت دے تو جنگی حربوں سے واقف کتنی تعداد جمع ہونے کی امید ہے ؟ نہیں نہیں کبھی ایسا نہیں ہو سکتا ۔ اور یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جو بغیر خدائے عزیز و علیم و حکیم کی نصرت کے زائل نہیں ہو سکتا ۔

اس کے بعد کتاب کا مؤلف قرآنی آیات میں سے کچھ کی تلاوت کرنے اور اس کی تحت متنازعہ تاویل پیش کرنے کے بعد جبکہ اپنی اس تاویل کے سلسلے میں نہ کوئی عقلی دلیل پیش کرتا ہے نہ ہی کوئی شرعی دلیل، کہتا ہے ۔ پس سمجھ لو خدا کی تم پر رحمت ہو کون کون اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے گواہ بنے وہ جو خیر اور نیکی کی طرف دعوت دے جیسا کہ اس کا حکم ہے اور منکر سے منع کرے اور معروف اور نیکی کا حکم دے اور اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرے جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے یہاں تک کہ شہید ہو جائے یا وہ جس کا چہرہ کسی نے نہیں دیکھا ہے نہ ہی اس کی ذات کو کسی نے پہچانا ہے ۔ پس کیونکر خدا اس کو اپنا گواہ بنا سکتا ہے ۔ اس بات پر جس کی طرف اس نے اس کے بندگان کی راہنمائی کی ہے نہ انہیں منع کیا ہے نہ ہی انہیں حکم دیا ہے ۔ پس اگر وہ اس کی اطاعت کریں تو انہوں نے اس کا حق ادا کر دیا جو ان پر واجب تھا اور اگر اسے قتل کر دیا تو اللہ عزوجل کی طرف گواہ بنا کر چلا گیا اور اگر کوئی شخص ایک گروہ سے گواہی طلب کرے ایک ایسے حق کے مطالبہ پر کہ ان لوگوں نے اس کو نہ دیکھا ہے اور نہ ہی گواہی دی ہے تو کیا وہ گواہ شہید کہلا سکتا ہے ؟ اور کیا اس صورتحال کے ساتھ کسی چیز کا حقدار سمجھا جائے گا مگر یہ کہ وہ لوگ ایسی بات کی گواہی دیں جس کو انہوں نے دیکھا ہی نہیں ہے تو اس صورت میں وہ جھوٹے اور خدا کے نزدیک اہل باطل قرار پائیں گے ۔ جب یہ بات ایک عام بندے کے لئے جائز اور مناسب ہو تو ایک حاکم عادل جو ظلم و ستم نہیں

کرنا کے بارے میں کیسے ممکن اور جائز ہو سکتی ہے۔ اور اگر اس نے ایک ایسے گروہ سے گواہی طلب کر لی جنہوں نے دیکھا اور سنا اور انہوں نے گواہی دی۔ ایسی صورت میں کیا وہ حق پر نہیں ہوگا اور کیا گواہی دینے والے سچے نہیں ہوں گے اور اس کے مخالف باطل نہیں ہوں گے؟ کیا گواہی قابل قبول نہیں ہوگی اور فیصلہ ان کے حق میں نہیں ہوگا؟ اور یہی بات اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہے **الا من شهد بالحق و هم يعلمون** (سورہ زخرف آیت ۸۶) "مگر وہ لوگ جو حق کی گواہی دیں اس حالت میں کہ وہ جانتے ہیں" کیا تم نہیں دیکھتے کہ گواہی آنکھوں سے پوشیدہ نہیں بلکہ عیاں اور قابل مشاہدہ باتوں پر جاری ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کا ارشاد ہے **و كنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم** (سورہ مائدہ آیت ۱۱۷) "اور جب تک میں ان کے درمیان ہوں ان پر گواہ رہوں گا"۔

اس کے جواب میں میں کہتا ہوں اور اللہ سے پناہ مانگتا ہوں صاحب کتاب سے کہا جائے گا " یہ بات تمہاری نہیں بلکہ معتزلہ وغیرہ کی ہے جو ہمارے اور تمہارے خلاف ہیں۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں عترت ظاہر اور آشکار نہیں ہیں اور ان میں سے جن کو ہم نے دیکھا ہے وہ امامت کی صلاحیت نہیں رکھتے اور یہ ناممکن اور جائز نہیں ہے کہ اللہ عزوجل ہمیں ان سے تمسک کرنے کو کہے جن کو نہ ہم پہچانتے ہوں نہ دیکھ رہے ہوں اور نہ ہمارے گذشتگان نے انہیں دیکھا ہے۔ اور ہمارے اس دور میں ہم نے عترت میں سے اس کو نہیں دیکھا ہے جو کہ مسلمانوں کی امامت کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور جو غائب ہیں وہ ہمارے لئے حجت نہیں ہیں۔ اور یہ بہترین دلیل ہے اس بات پر کہ رسول خدا کے اس ارشاد کے معنی جہاں ارشاد فرمایا ہے " میں تمہارے درمیان ایسی دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جن کو تھامے رہوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے ایک کتاب خدا اور دوسری میری عترت " اس کے معنی وہ نہیں ہے جو فرقہ امامیہ اور زیدیہ کے دل میں آجاتے ہیں اور نظام ابو اسحاق ابراہیم بن سیار بن ہانی بصری، شیخ معتزلہ ابی ہذیل ہلاف کی بہن کا بیٹا اور ان کے ساتھیوں کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے " ہم نے وہ چیز جو کتاب خدا سے کبھی جدا نہیں ہوتی پائی ہے وہ وہ سنت جو عذر کو قطع کرنے والی ہے۔ کیونکہ سنت اتنی ظاہر اور واضح ہے جیسے کتاب ظاہر ہے اور اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اور اس کا اتباع بھی ممکن ہے اور اس سے تمسک بھی صحیح ہے۔ لیکن عترت وہ ہے جس میں ہم نے ایسا کوئی عالم نہیں پایا جس کی اقتداء اور پیروی کی جاسکے۔ اور اگر ان میں سے ایک سے ہمیں کوئی مسلک حاصل ہوجائے تو دوسرے سے ہمیں اس کا متضاد مسلک مل جاتا ہے۔ اور اختلاف رکھنے والوں کی پیروی کرنا غلط ہے۔ پس صاحب کتاب یہ بات کیونکر کہہ رہا ہے؟

اور پھر جان لو کہ جب نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں عترت سے تمسک کرنے کا حکم دیا تو عقل، عرف اور سیرت انسانی کے لحاظ سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے عترت میں سے اہل علم کو ہی مراد لیا ہے نہ کہ ان میں سے جاہلوں کو۔ اور نیک اور متقی لوگوں کو مراد لیا ہے نہ کہ ان کے علاوہ دوسروں کو۔ پس ہم پر جو واجب اور لازم ہے وہ یہ ہے کہ ہم یہ دیکھ لیں کہ کس میں دین کے علم کے ساتھ عقل و فضیلت، حلم اور دنیا سے روگردانی اور

فیصلہ میں استقلال جمع ہیں تاکہ اس کی اقتداء کریں اور کتاب خدا کے ساتھ اس سے متمسک ہوجائیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ: اگر یہ اوصاف دو شخصوں میں جمع ہوجائیں اور ان میں سے ایک ایسا ہو جو مذہب زیدیہ کو مانتا ہو اور دوسرا مذہب امامیہ کو تو اس صورت میں ان دونوں میں سے کس کی اقتداء کی جائے اور کس کی پیروی کی جائے۔ ہم اس کا جواب دیں گے: کہ ایسا نہیں ہوتا۔ اور اگر ایسا ہو بھی جائے ظاہری طور پر تو ایک واضح اور آشکار دلالت ان کے درمیان فرق کو واضح کردے گی۔ اور وہ یہ کہ یا ان سے قبل کے امام کی طرف ایک کی امامت پر نص یا کوئی ایسی چیز جو اس کی علمیت کو واضح کردے جیسا کہ امیرالمومنینؑ سے یوم النہر کے موقع پر ظاہر ہوا تھا جہاں آپؑ نے ارشاد فرمایا" خدا کی قسم ان لوگوں نے نہر کو پار نہیں کیا ہے نہ ہی وہ اس کو پار کرسکیں گے۔ اور خدا کی قسم تم میں سے نہ وہ دس کو قتل کریں گے اور نہ ہی ان میں سے دس بچ پائیں گے" اور یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے ایک ایسا مذہب اور مسلک ظاہر ہوجائے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اس کی پیروی جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ فرقہ زیدیہ کے بارے میں ظاہر ہوا کہ وہ اللہ کی طرف سے بیان کے محتاج فرائض اور احکام کے بارے میں اجتہاد بالرائے اور قیاس کو سرچشمہ اور منبع سمجھتے ہیں۔ پس ایسی باتوں سے معلوم ہوجاتا ہے کہ ایسے اشخاص امام نہیں ہوسکتے۔ یہاں میری ان باتوں کا نشانہ اور ھدف زید بن علی یا ان کی طرح کی دیگر ہستیاں نہیں ہیں کیونکہ ان لوگوں سے قابل انکار چیز ظاہر نہیں ہوئی ہے نہ ہی انہوں نے اپنی امامت کا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ انہوں نے کتاب خدا کی طرف لوگوں کو دعوت دی ہے اور آل محمدؐ میں سے امام رضا کی طرف دعوت دی ہے اور یہ حقانیت پر مبنی دعوت ہے۔

اس کا کہنا" اللہ کیونکر اس کو گواہ بنائے گا جس نے نہ بندگان کو دیکھا ہے نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا ہے۔ اس کے جواب میں کہا جائے گا یہاں شہید کے معنی تمہارے مخالفین کے نزدیک وہ نہیں ہیں جس کو تم خیال کررہے ہو۔ لیکن اگر فرقہ امامیہ کی اس بات سے عیب جوئی کرتا ہے کہ جس کا چہرہ نظر نہیں آتا نہ ہی اس کی ذات پہچانی جاتی ہے اس کا ایسے منصب پر فائز ہونا ممکن نہیں جس کا یہ فرقہ دعویدار ہے تو ہم تم سے یہ سوال کرتے ہیں کہ اس وقت عترت میں سے وہ کون ہے جو گواہ امام کا عہدہ رکھتا ہے۔ پس اگر وہ کہے کہ میں اس کو نہیں جانتا تو وہ بھی انہی میں شامل ہو جائے گا جن کی وہ خود برائی کررہا ہے۔ اور وہی اعتراض اس پر بھی ہوگا۔ اور اگر یہ کہے کہ: فلاں شخص امام ہے تو ہم اس سے کہیں گے کہ ہم نے تو نہ اس کا چہرہ دیکھا ہے نہ اس کی ذات کو پہچانا ہے۔ پس وہ کیونکر ہمارا امام بن سکتا ہے۔ اور کیونکر ہم پر گواہ بن سکتا ہے۔ اگر وہ کہے کہ: اگرچہ تم اس کو نہیں پہچانتے لیکن وہ ذات موجود ہے اور جانا پہچانا ہے۔ پس جو اس کو جانتا ہے وہ اس کے بارے میں جانتا ہے اور جو اس کو نہیں پہچانتا وہ اس کے وجود سے لاعلم ہے اس سے اس کی ذات پر کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ ہم اس کے جواب میں کہیں گے: ہم تمہیں خدا کی قسم دیکر سوال کرتے ہیں بتاؤ کیا تم یہ گمان بھی کرتے ہو کہ معتزلہ خوارج مرجیہ اور امامیہ فرقے کے لوگ اس شخص کو پہچانتے ہیں یا

اس کے بارے میں انہوں نے سنا ہے یا اس کے بارے میں کوئی بات ان کے ذہنوں میں نقش ہو چکی ہے۔ پس اگر وہ کہے: یہ بات نہ اس کی امامت کے لئے کوئی نقصان دہ ہے نہ ہی ہمارے اوپر کوئی اعتراض ہے کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ملک پر ظالموں کا غلبہ ہے اور انصار و اعوان کی کمی ہے اس لئے وہ پہچانا نہیں گیا ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے: اب تم پر وہی برائی لازم آتی ہے اور وہی اعتراض تم پر وارد ہوتا ہے جس کو تم اپنے مخالفین کے خلاف استعمال کر رہے تھے۔ اور جو غیبت تم نے اپنے امام کے بارے میں بیان کی ہے فرقہ امامیہ کے عقیدہ غیبت امام سے کتنی مشابہ اور قریب ہے لیکن تم انصاف اور حق گوئی سے دور ہو؟

پھر کہا جائے گا: تم نے جہاد کے تذکرے اور امر بمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کا بہت ذکر کیا ہے یہاں تک کہ تم نے اس وہم میں ڈالدیا کہ جو شخص تلوار کے ساتھ قیام نہ کرے وہ حق پر نہیں ہے۔ اگر ایسا ہے تو تمہارے مذہب کے ائمہ اور علماء کو اس وقت کیا ہوگیا ہے جو خروج اور قیام نہیں کرتے؟ اور کیوں اپنے گھروں میں گوشہ نشین ہو کر اس بات پر اکتفا کرچکے ہیں کہ صرف اپنے مذہبی اعتقادات پر قائم رہیں؟ پس وہ اس کے جواب میں جو کچھ کہے ویسا ہی جواب فرقہ امامیہ کا بھی ہوگا پھر اس سے نرمی سے یہ کہا جائے گا یہ جو تم نے فرقہ امامیہ پر کیچڑ اچھالی ہے اور جس کے ذریعے تم نے انہیں اعتراض کا نشانہ بنایا ہے۔ اور ان کے اماموں کو طعن و تشنیع کا ہدف بنایا ہے اور اپنی کتاب میں جس نتیجے پر پہنچے ہو بالاخر تم خود اس میں پھنس گئے ہو اور اس کے صحیح ہونے کو مان چکے ہو۔ اور اپنے دلائل پیش کرتے ہوئے تم نے انہی باتوں کا سہارا لیا ہے۔ پس خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو اپنے دین کی طرف ہدایت اور راہنمائی کی ہے۔

پھر اس سے کہا جائے گا: بتاؤ کیا آج کے دور میں عترت میں کوئی ایسا فرد بھی ہے جو امامت کے منصب پر فائز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو؟ پس وہ ضرور جواب دے گا کہ ہاں تو اس سے کہا جائے گا: کیا اس کی امامت نص کے بغیر جس کا فرقہ امامیہ معتقد ہے صحیح ہو سکتی ہے؟ یا نص کے ساتھ کوئی ایسی دلیل موجود ہو جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ امام ہیں؟ اور پھر تمہارے پاس کوئی دوسری راہ بھی نہیں ہے جیسے امت میں سے اہل حل و عقد کا اجتماع کرنا اور اس بات پر مشورہ کرنا اور پھر اس کو چن کر اس کی بیعت کرنا یہ راہ بھی تمہارے لئے بند ہے۔ پس اگر وہ کہے کہ ہاں تو اس سے کہا جائے گا پس اس کی معرفت اور اس کو پہچاننے کی راہ کیا ہے؟ پس اگر وہ کہے: کہ اس کی امامت عترت کے اجماع سے معلوم ہو جائے گی۔ ہم ان سے کہیں گے عترت کس طرح اس پر اجماع کر سکتی ہے اگر وہ امامیہ فرقہ کا ہو تو زیدیہ اس پر راضی نہیں ہونگے اور اگر زیدیہ فرقہ کا ہوگا تو امامیہ اس سے راضی نہیں ہونگے۔ پس اگر وہ کہے کہ ان جیسی باتوں میں امامیہ کی بات قابل قبول نہیں ہے۔ ہم ان سے کہیں گے کہ زیدیہ بھی تو دو قسم کے ہیں ایک معتزلہ اور دوسرا مشبّہ پس اگر وہ کہے کہ اس سلسلے میں مشبّہ کی بات نہیں مانی جائے گی تو اس سے کہیں گے کہ معتزلہ بھی تو اس

قسم کے ہیں ایک گروہ وہ ہے جو احکام اور فروعات دین کے سلسلے میں اجتہاد بالرائے کرتا ہے اور ایک گروہ وہ ہے جو اجتہاد بالرائے کو گمراہی سمجھتا ہے۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ اس کی بات معتبر اور قابل قبول نہیں ہے جو اجتہاد کی نفی کررہا ہے تو اس سے کہا جائے گا: پس اجتہاد کے قائل لوگوں میں سے سب سے افضل باقی رہیں اور دوسری طرف اجتہاد کی نفی کرنے والوں میں سے سب سے افضل باقی رہیں اور صورتحال یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے برائت اور بیزاری کا اظہار کررہے ہیں تو ہم کس سے تمسک کریں اور کس طرح یہ جانیں کہ ان دونوں میں سے کون حق پر ہے۔ کیا ہم اس کو حق پر جانیں جس کی تم اور تمہارے ساتھی پیروی کررہے ہیں اور دوسرے کو چھوڑ دیں؟ پس اگر وہ جواب میں کہے کہ یہ دیکھا جائے گا کہ اصول دین میں کون حق پر ہے اور اس کی پیروی کی جائے گی؟ تو ہم اس سے کہیں گے اگر اختلاف بڑھ جائے اور حقیقت ہم پر مشتبہ ہوجائے تو ہم کیا کریں گے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ میں تمہارے درمیان دو اہم چیزیں چھوڑے جارہا ہوں کہ جب تک تم ان سے متمسک رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہوگے خدا کی کتاب اور میری عترت اور اہلبیت " کی کس طرح اتباع کی جائے اور آپ کی عترت میں سے جو حجت ہے اس کی معرفت حاصل کرنا اور اس کو پہچانتا کسی کے لئے ممکن نہیں جب تک کہ اصول میں غور نہ کرے اور اس بات کا علم نہ ہوجائے کہ اس کا مذہب اور مسلک پورے کا پورا درست اور صحیح ہے۔ اور جو اس کی مخالفت کرے وہ غلطی پر ہے۔ پس جب اس کی راہ یہی ہے تو ہر اہل کی راہ میں اور اس کی راہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پس یہ بتاؤ عترت کی اس سلسلے میں خصوصیت کیا ہے۔ اور ان تمام باتوں سے ہمیں آگاہ کرو کہ جس سے ہم عترت میں سے عالم اور غیر عالم کے درمیان واضح فرق اور جدائی کو جان سکیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ ہم ان سے کہیں گے کہ ہمیں آج کے دور کے امام کے بارے میں بتاؤ۔ کیا اس کے پاس حلال و حرام کا علم موجود ہے۔ اگر وہ یہ کہے کہ ہاں موجود ہے تو ہم اس سے کہیں گے ہمیں اس کے پاس موجود علوم میں سے وہ کچھ بتاؤ جو روایت متواترہ میں نہیں ہے۔ کیا وہ بالکل ویسا ہی ہے جیسے شافعی ابو حنیفہ اور ان جیسے لوگوں کے پاس ہے یا اس کے برخلاف ہے۔ اگر وہ کہے ہاں بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ان دونوں اور ان جیسے لوگوں کے پاس موجود ہے۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ ایسی صورت میں تمہارے اس امام کے علم کی طرف لوگوں کو کیا ضرورت ہے جس کو انہوں نے سنا بھی نہیں ہے۔ دراں حالیکہ شافعی اور ابو حنیفہ کی کتابیں بالکل آشکار ہیں اور لوگوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پس اگر وہ دوسرا جواب دے اور کہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ اس کے خلاف ہے۔ جو ان دونوں کے پاس ہے تو ہم اس سے پوچھیں گے کہ: تو ان دونوں کے خلاف اگر ہیں تو اس صورت میں یا تو معتزلہ میں سے بعض بزرگوں کے دعوے کے مطابق استدلال عقلی سے حاصل کردہ نص ہوں گے اور یہ کہ ہر چیز کے بارے میں حکم عقل معتبر ہے مگر وہ چیزیں جن کے بارے میں ایسی روایت وارد ہوئی ہیں جو عذر کو رفع کرتی ہیں جیسا کہ نظام اور

اس کے پیروکاروں کا مسلک ہے۔ یا مذہب امامیہ کی طرح ہوگا کہ تمام احکام منصوصہ یعنی منقولہ ہیں اور یہ جان لو کہ ہم جب منصوصہ کہتے ہیں تو اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ منصوص سے مراد وہ ہے جس کے معنی فوری طور پر دل و دماغ میں آجاتے ہیں بلکہ منصوص سے مراد یہ ہے کہ اپنے جملات کے ضمن میں مروی اور منقول ہے کہ اگر کوئی شخص ان جملات کو سمجھ لے تو وہ احکام کی معرفت حاصل کرلے گا۔ اور ان کو سمجھنے کے سلسلے میں اسے قیاس اور اجتہاد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ پس اگر وہ یہ کہیں کہ: ہمارے امام کے پاس ان تمام صورتوں کے برخلاف چیز موجود ہے تو اس صورت میں ہم کہیں گے کہ وہ عرف عام اور معمول کے حالات سے خارج ہیں اگرچہ اپنے آپ کو کسی نہ کسی مذہب سے وابستہ کیوں نہ کئے ہوں تو ان سے کہا جائے گا کہ وہ علم کہاں ہے جس کے تم دعویدار ہو؟ کیا تمہارے امام سے کسی ایسے شخص نے نقل کیا ہے جس کی دیانت اور امانتداری پر ہمیں اعتماد ہو؟ اگر وہ کہیں: کہ ہاں تو ان سے کہا جائے گا۔ ہم ایک طویل مرصے سے تمہارے ساتھ رہ رہے ہیں لیکن اب تک ہم نے اس علم کا ایک حرف بھی نہیں سنا ہے۔ دراں حالیکہ تم ایک ایسا گروہ اور فرقہ ہو جو کہ تقیہ کو جائز نہیں سمجھتے ہو نہ ہی تمہارا امام تقیہ کو صحیح سمجھتا ہے۔ پس اس کا وہ علم کہاں ہے۔ اور اس کو کیوں ظاہر اور منتشر نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ یہ بتاؤ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم نے اپنے امام پر جھوٹ نہیں باندھا ہے جیسا کہ تم یہ دعویٰ اور الزام لگا رہے ہو کہ امامیہ جعفر بن محمد علیہما السلام پر جھوٹ باندھتے ہیں؟ اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ایک اور مسئلہ اور وہ یہ کہ اس سے کہا جائے گا۔ کیا جعفر بن محمدؑ (الصادق) تمہارے نزدیک ایسی ہستی نہیں تھی جو کہ اس بات کی قائل نہیں تھی جس کا امامیہ فرقہ دعویدار ہے اور وہ خود تمہارے مذہب اور دین کے پیروکار تھے؟ اس کے جواب میں وہ ضرور کہیں گے ؟ کہ ہاں! یا دوسری صورت تو صرف یہ ہے کہ تم ان سے بیزاری اور برائت کا اظہار کرو پس ان سے کہا جائے گا کہ امامیہ نے جو کچھ ان سے نقل کیا ہے اس میں جھوٹ اور کذب سے کام لیا ہے۔ اور کیا یہ جو کتابیں ان کے پاس ہیں وہ سب کی سب جھوٹوں کی تالیفات ہیں؟ اگر وہ یہ کہیں کہ ہاں تو ان کے کہا جائے گا اگر یہ ممکن ہو تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تمہارا امام بھی مذہب امامیہ کا پیروکار تھا اور ان کے دین کا معتقد تھا اور تمہارے اسلاف اور بزرگان ان سے جو کچھ نقل کررہے ہیں وہ سب کے سب جعلی اور جھوٹ ہے اور اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے پس اگر وہ یہ کہیں کہ ہمارے پاس اس وقت ایسا کوئی امام نہیں ہے جس کو بعینہٖ پہچانتے ہوں اور اس سے حلال و حرام کا علم نقل کرتے ہوں لیکن اتنا ہم جانتے ہیں کہ عترت میں کوئی فرد ایسا ہے جس کو یہ مقام حاصل ہے اور وہ اس کی اہلیت رکھتا ہے۔ یہاں ہم ان سے کہیں گے کہ اب تک تم جس چیز کو نقص و عیب کی صورت میں امامیہ پر تھوپتے تھے اس میں تم خود داخل ہوگئے ہو اور اس کے علاوہ امامیہ کے اماموں کی روایات اس صاحب غیبت کے بارے میں اشارہ اور اس کے ظہور کی بشارت وغیرہ کو ملائیں تو حق واضح ہوجاتا ہے۔ اور وہ سب کچھ جو تم نے جہاد اور

امر بمعروف نہی عن المنکر کی صورت میں داستانیں سنائی تھیں باطل ثابت ہوگئیں ۔ اور نتیجہ کار یہی ہوا کہ تمہیں امام کا نہ مشاہدہ ہوسکتا ہے نہ اس کی معرفت ممکن ہے پس بتاؤ تم کیا ارادہ رکھتے تھے اور کیا ہوا ؟ اور خدا کی پناہ ذلت اور خواری سے ۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے : اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے عترت کو خیر کی طرف دعوت دینے کا حکم دیا ہے ۔ اسی طرح ان میں سے سبقت لینے والوں کی مدحت کی ہے اور انہیں گواہ قرار دیا ہے اور انہیں عدل و انصاف کا حکم دیا ہے ۔ اور ارشاد فرمایا ہے **یایھا الذین امنوا کونو اقوا مین للہ شھدآء بالقسط** (سورہ مائدہ آیت ۸) " اے ایمان والو کھڑے ہوجایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی " پھر اس کے بعد اس آیت کی ایک قسم کی تاویل پیش کی ہے اور قرآن کی بعض آیات کو پیش کرکے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ ساری آیات عترت کے بارے میں ہیں اور جو کچھ دلیل کے طور پر پیش کیا ہے وہ سوائے دعوے کے اور کچھ نہیں ۔ اور پھر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امرونہی کو ترک کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ آپؐ کے لئے مددگار اور اعوان و انصار آمادہ ہوئے اور اس وقت یہ فرمایا **واذا رایت الذین یخوضون فی آیتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ واما ینسینک الشیطن فلاتقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین O وما علی الذین یتقون من حسابھم من شیء و لکن ذکریٰ لعلھم یتقون O** (سورہ انعام آیت ۶۹ ۔ ۶۸) " اور جب ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری نشانیوں کے بارے میں گفتگو میں مشغول ہیں تو ان سے اعراض کرو جاؤ جب تک وہ دوسری بات میں غور نہ کرنے لگیں ۔ اور اگر شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو ۔ اور جو لوگ متقی ہیں تو ان کے ذمے ظالموں کے حساب کا کوئی جزو نہیں ہوتا ۔ لیکن اتنا کہ یاد دلاتے ہیں تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں ۔ "

پس جو لوگ نیکیوں میں سبقت لینے والے نہیں ہیں ، نہ راہ خدا میں جہاد کرنے والے ہیں اور نہ امرونہی میں جب انصار و اعوان کی ضرورت ہو تو احتیاط سے کام لینے والے تو وہ ضرور ان میں شامل ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جو ہم سے پہلے والے انبیاء علیہم السلام کی ذریتوں نے اپنایا تھا پھر صاحب کتاب نے کچھ اور آیات کا بھی سہارا لیا ہے ۔

پس اس سے کہا جائے گا کہ یہ بات ہمارے خلاف نہیں جاتی اور اس بات سے مراد کون ہے ؟ لیکن ہم اس سے یہ پوچھتے ہیں کہ عترت میں سے تمہارے نزدیک جو امام ہے بتاؤ وہ ان اصناف میں سے کس صنف سے ہے ؟ اگر وہ کہے کہ وہ مجاہدین میں سے ہے ۔ تو اس سے پوچھا جائے گا کہ وہ کون ہے ؟ کس نے جہاد کیا ؟ ہمارے علم میں لاؤ کہ کس نے قیام کیا ؟ اور کہاں ہیں اس کی جنگی سواریاں اور اس کی افرادی قوت ؟ اگر وہ کہے کہ وہ امام ان میں سے ہے جو امر ونہی

میں صرف وعظ و نصیحت پر اکتفا کرتا ہے جب اس کو اعوان و انصار کی ضرورت ہو تو اس سے کہا جائے گا کہ کس نے اس کے امرونہی کو سنا ہے۔ اگر وہ کہے۔ اس کے دوستوں اور خواص نے سنا ہے تو ہم اس سے کہیں گے۔ پس اگر اس نے یہ روش اور طریقہ اختیار کیا اور اس سے اعوان و انصار کی ضرورت کی وجہ سے دوسرے فرائض ساقط ہوئے اور اس کے لئے یہ جائز ہوا کہ اپنے امرونہی صرف اپنے دوستوں کے سوا کسی اور کو نہ سنائے پس سوال یہ ہے کہ اب فرقہ امامیہ پر نقص اور اعتراض کس چیز کا ہے؟ اور اس کتاب کو تالیف کرنے کا تمہارا مقصد کیا تھا؟ اور کس کا مقابلہ کیا؟ کاش میں یہ جان سکتا اور کس کو قرآنی آیات کے ذریعے مرعوب کردیا اور اس پر جہاد کو واجب قرار دیا اور پھر اس سے اور پورے زیدیہ فرقہ سے یہ کہا جائے گا۔ ہمیں بتاؤ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رحلت فرمائیں اور امیرالمومنین علیہ السلام کی امامت پر نص قائم نہ کریں نہ آپ کی طرف راہنمائی کریں اور نہ آپ کی طرف واضح اشارہ کریں تو کیا آپ کا ان چیزوں کو ترک کرنا صحیح تھا۔ اور کیا اس کو حسن تدبیر میں شمار کیا جاسکتا ہے؟ اگر وہ کہیں کہ: ہاں تو ہم ان سے کہیں گے۔ اگر آپ عترت کے بارے میں لوگوں کو کچھ نہ بتاتے تو کیا یہ کام صحیح اور جائز تھا؟ اگر وہ کہیں کہ ہاں تو ہم ان سے کہیں گے اگر آپ عترت کے بارے میں نہ بتاتے تو تمہیں معتزلہ مرجئہ اور خوارج پر اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل ہے؟ اور اگر نص نہ ہونا جائز ہو جاتا تو اس صورت میں معاملہ اہل حل و عقد کے درمیان مشورت اور شوریٰ کے ذریعے حل کیا جاتا اور یہ ایسی چیز ہے کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر وہ یہ کہیں: نہیں امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ پر نص ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عترت کی طرف لوگوں کی راہنمائی کریں تو ان سے کہا جائے گا کیوں؟ تو جب وہ اس کی صحیح دلیل اور حجت پیش کریں گے تو ہم اس دلیل کو ہر زمانے کے امام کی طرف منتقل کریں گے کیوں اگر نص ایک زمانے میں واجب اور ضروری ہو تو ہر زمانے میں اس کا واجب ہونا ضروری ہے کیونکہ نص کو واجب قرار دینے کی علت ہمیشہ اور ابدآلاباد ضروری ہے۔ اور ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں رسوائی سے۔

ایک اور مسئلہ وہ یہ کہ ان سے کہا جائے گا: اگر ایسی روایت متواتر حجت ہو جس کو عترت اور امت دونوں نے نقل کیا ہو اور عترت سے نقل شدہ خبر واحد بالکل ویسی ہو جیسی امت سے منقول خبر واحد ہے یعنی عترت کے کسی فرد پر جان بوجھ کر غلط بیانی کرنے یا سہو ولغزش کا امکان موجود ہو جس طرح امت کے کسی فرد سے ان چیزوں کا صادر ہونا ممکن ہے۔ اور جو نہ خبر متواتر میں پایا جائے اور نہ خبر واحد میں اس کے لئے تمہارے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے استخراج اور تم میں سے جو تاویل کرنے والا ہے اس سے ان چیزوں کا صادر ہونا ممکن ہو جو امت کے کسی عام فرد سے صادر ہوجاتی ہیں تو اس صورت میں بتائیں عترت کس طرح حجت بن سکتی ہے؟ اگر صاحب کتاب یہ جواب دے کہ اگر وہ اجماع اور اتفاق رائے کرلیں تو ان کا اجماع حجت ہوگا۔ تب اس کو کہا جائے گا: پس اگر امت بھی کسی بات پر

اجماع کرے تو اس کا بھی اجماع حجت ہے ۔ اور یہ اس بات کا موجب ہے کہ عترت اور امت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے ۔ اور ایسی بات ہے تو حضور کے اس ارشاد میں کہ "میں تمہارے درمیان کتاب خدا اور اپنی عترت کو چھوڑے جارہا ہوں" کوئی فائدہ نہیں ہے ۔ مگر یہ کہ عترت میں کوئی ایسا فرد موجود ہو جو دین میں حجت ہو ۔ اور یہی امامیہ فرقہ کا قول اور عقیدہ ہے ۔

اور جان لو، خدا تم لوگوں کو سعادت سے ہمکنار فرمائے ۔ کہ اس کتاب کے مؤلف نے اپنے آپ کو قرآنی آیات کو پیش کرنے اور اس کی اپنی من پسند تاویل کرنے میں مشغول و مصروف رکھا ہے اور اس بارے میں کوئی خاص بات پیش نہیں کی ہے ۔ اور صرف یہ کہا ہے کہ میری ان باتوں کی صحت اور درست ہونے کی دلیل یہ اور یہ ہیں ۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ جس سے بچے بھی عاجز اور ناتواں نہیں ہیں ۔ اور اس کا ارادہ صرف اور صرف امامیہ پر عیب و نقص وارد کرنا تھا کہ یہ فرقہ ، جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قائل نہیں ہے جبکہ وہ غلطی کا مرتکب ہوا ہے ۔ کیونکہ فرقہ امامیہ ان فرائض کو طاقت کے اندازے سے وابستہ سمجھتا ہے ۔ اور اس بات کا قائل ہے کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈالنا چاہیئے ۔ اور اس کے ساتھ قیام اور جہاد کرنے کے لئے اٹھ کھڑا نہیں ہونا چاہیئے جو نہ کتاب خدا اور نہ ہی سنت سے واقف ہو نہ ہی رعیت میں عدل اور حق کی بناء پر حکومت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو ۔

اور اس سے عجیب تر بات یہ کہ ہمارے زیدیہ فرقہ کے ساتھی اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں نہ امر بالمعروف کررہے ہیں اور نہ نہی عن المنکر کررہے ہیں اور نہ ہی تلوار سے جہاد کررہے ہیں اور اسی بات پر وہ ہمیں برا بھلا بھی کہتے ہیں اور یہ نہایت ہی سنگین بات اور تعصب کی ایک واضح دلیل ہے ۔ خدا سے پناہ مانگتے ہیں ہم خواہش نفس کی پیروی کرنے سے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین سہارا ہے ۔

ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ صاحب کتاب سے کہا جائے گا : کیا ائمہ برحق میں امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ سے افضل کوئی موجود ہے ؟ پس وہ کہے گا نہیں تو اس سے کہا جائے گا شرک اور کفر کے بعد کیا اس عمل سے بدتر کوئی عمل موجود ہے جو اہل سقیفہ نے انجام دیا تھا ؟ پس وہ کہے گا نہیں ۔ پس اس سے کہا جائے گا تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور جہاد کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہو یا امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ ؟ وہ ضرور کہے گا امیرالمومنینؑ ۔ تو اس سے کہا جائے گا پھر کیوں آپؑ نے اس وقت اس قوم سے جہاد نہیں کیا ۔ پس اگر وہ اس کے جواب میں کوئی بہانہ تراش لے تو اس سے کہا جائے گا : تو پھر فرقہ امامیہ والے اسی نوعیت کے دلائل پیش کررہے ہیں اس کو بھی قبول کرلو ۔ کیونکہ لوگ سب کے سب یہ جانتے ہیں کہ باطل آج کے دور میں زیادہ طاقتور ہے بہ نسبت اس دن کے اور شیطان کے مددگاروں کی تعداد زیادہ ہے پس تم جہاد کا تذکرہ کرکے ہمیں مرعوب اور خوفزدہ کرنا چھوڑ دو ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کو کچھ شرائط کے ساتھ فرض قرار دیا ہے اور اگر تم ان شرائط سے واقف ہوتے تو تمہاری باتیں کم ہوتیں اور کتاب چھوٹی ہوجاتی تھی

اور ہم خدا سے توفیق کے طلبگار ہیں۔

ایک اور مسئلہ جو صاحب کتاب سے کہا جائے گا وہ یہ ہے کہ: کیا تم حسنؑ بن علیؑ کی معاویہ کے ساتھ صلح کو ایک صحیح عمل سمجھتے ہو یا آپؑ کو اس میں خطا اور غلطی کا مرتکب قرار دیتے ہو۔ اگر وہ کہیں کہ ہم انہیں درستکار قرار دیتے ہیں۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ تم آنجنابؑ کے عمل کو صحیح قرار دے رہے ہو حالانکہ انہوں نے جہاد کو چھوڑ دیا ہے اور امر بمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیا ہے جبکہ تم ان کی بجاآوری کی صورت میں انہیں امام مانتے ہو۔ اگر وہ کہیں ہم صرف اس لئے انہیں صحیح کار سمجھتے ہیں کیونکہ لوگوں نے ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا اور اپنی جان کے بارے میں ان لوگوں سے آپ کو امن حاصل نہیں تھا۔ اور آپ کے ساتھ اہل بصیرت میں سے اتنے لوگ نہیں تھے جو آپؑ کو معاویہ اور اس کے ساتھیوں کا مقابلہ کرنے کے قابل بناتے۔ پس اگر وہ اس بات کو درست سمجھیں تو ان سے کہا جائے گا پس جب حسن ابن علی علیہما السلام کے لئے ترک جہاد کا عذر قابل قبول ہے حالانکہ آپؑ کے ساتھ آپؑ کے والد کا لشکر تھا جبکہ آپ نے منبروں پر لوگوں کو خطبہ دیا اور اپنی تلوار کو نیام سے کھینچ لیا اور خدا کے دشمن اور اپنے دشمنوں کی طرف جہاد کی غرض سے چلے لیکن ترک جہاد کے لئے جو کچھ تم نے بیان کیا اس کی وجہ سے ان کا عذر قابل قبول ہوا تو جعفر بن محمد علیہما السلام کے عذر کو ترک جہاد کے سلسلے میں کیوں قبول نہیں کر رہے ہو حالانکہ آپ کے دشمنوں کی تعداد معاویہ کے زمانہ کے دشمنوں سے کئی گنا زیادہ تھی اور آپؑ کے پیروکاروں میں سے آپؑ کے ساتھ (ایک سو نفر بھی) جنگی طریقوں سے واقف نہیں تھے بلکہ آپؑ کے ساتھ ایک ایسا گروہ تھا جو اہل راز تھا نہ انہوں نے آج تک کوئی جنگ دیکھی تھی نہ کوئی مقابلہ دیکھا تھا۔ پس اگر انہوں نے اپنا عذر پیش کر دیا تو اس میں وہ بالکل انصاف کے ساتھ ہیں۔ اگر زیدیہ میں سے کوئی اس بات کو نہ مانے تو ان دونوں میں کوئی فرق بتائے اور یقیناً ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اس کے بعد اگر زیدیہ کا قیاس درست اور صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے زید بن علیؑ امام حسنؑ بن علیؑ سے زیادہ افضل تھے کیونکہ امام حسنؑ نے صلح کی اور زید نے جنگ کی یہاں تک کہ قتل ہوگئے۔ اور ایک مذہب اور مسلک کی برائی اور قباحت کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ زید بن علیؑ کو حسنؑ بن علیؑ سے افضل اور برتر قرار دے اور خدا ہی سے مدد کے طلبگار ہیں اور خدا ہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اور وہی بہترین سہارا ہے۔

ہم نے ان موضوعات کو اپنی کتاب کے آغاز میں اس لئے ذکر کیا کیونکہ یہ زیدیہ سے متعلق تمام باتیں اور ان پر وارد کئے جانے والے اعتراضات ہیں اور یہ فرقہ ہمارا سب سے زیادہ مخالف فرقہ ہے۔ ہم نے اس کتاب میں انبیاء اور اللہ کی حجتوں صلوات اللہ علیہم میں سے جن پر غیبت واقع ہوئی ہے ان کا بھی تذکرہ کیا ہے اور آخر کتاب میں طویل عمر پانے والوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ تاکہ جو کچھ غیبت اور طویل عمر کے بارے میں ناممکن تصور کیا جاتا ہے اس کو ممکن ثابت کریں۔ پھر اس کے بعد ہم نے ائمہ اثنا عشر میں سے قائم آل محمد علیہم السلام کے بارے میں وارد ہونے والے نصوص کی

صحت اور درست ہونے کو ثابت کردیا ہے وہ نصوص جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور گیارہ ائمہ صلوات اللہ علیہم سے منقول ہیں اور جو انہوں نے غیبت کے وقوع پذیر ہونے کے بارے میں خبر دی تھی۔ اس کے بعد ہم نے آپ علیہ السلام کی ولادت کا بھی تذکرہ کیا ہے اور جن لوگوں نے آپ کی زیارت کی ہے ان کا بھی تذکرہ کیا ہے اور جو کچھ آپ کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور علائم میں سے جو صحیح ہیں ان کا بھی ذکر کیا ہے اور جو کچھ آپ کے دستخط مبارک کے ساتھ ہے کا تذکرہ کیا ہے تاکہ ولی خدا اور ستر خدا میں غیب کے پردے میں موجود ہستی کے انکار کرنے والوں پر حجت اور دلیل مضبوط تر ہوجائے اور خدا ہی توفیق دینے والا اور بہترین مددگار ہے۔

باب (۱) "حضرت ادریس علیہ السلام کی غیبت کے بارے میں"

غیبتوں میں سب سے پہلی غیبت ادریس علیہ السلام کی مشہور ہے۔ آپ کی غیبت اتنی طولانی ہوگئی کہ آپ کے پیروکاروں پر تنگدستی کی نوبت آگئی اور اس وقت کے جابر حکمراں نے ان میں سے بعض کو قتل کیا، بعض کو غربت اور تنگدستی کا شکار بنایا اور باقی لوگوں کو خوف زدہ کردیا۔ پھر آپؑ ظاہر ہوئے اور اپنے فرزندوں میں سے ایک فرزند کے قیام اور جہاد کے ذریعے اپنے شیعوں کی پریشانیوں کے ازالہ کا وعدہ کیا۔ اور یہ کہ وہ نوح علیہ السلام ہونگے۔ پھر اللہ عزوجل نے ادریس علیہ السلام کو اپنی طرف بلند کرلیا۔ پس آپؑ کے پیروکار صدیوں تک نوح علیہ السلام کے قیام کا انتظار کرتے رہے۔ ایک نسل سے دوسری نسل تک اور اس دوران طاغوتوں کے رسوا کنندہ مظالم اور عذاب پر صبر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت ظاہر ہوگئی۔

۱۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید اور محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہم نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری اور محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ابراہیم بن ہاشم نے ان سے حسن بن محبوب نے انہوں نے ابراہیم بن ابی البلاد سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا: یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت ادریس علیہ السلام کی نبوت کا آغاز تھا اس وقت ایک جابر بادشاہ حکمران تھا اور وہ ایک دن اپنے عمدہ آب و ہوا والے مقام کی تفریح کے لئے نکلا اس دوران وہ ایک ایسی زمین سے گزرا جو نہایت سرسبز اور حسین تھی اور وہ ایک مومن بندہ خدا کی تھی جو رافضی تھا (یعنی بادشاہ کے دین کا تابع نہیں تھا) اسے وہ سرزمین پسند آئی پس اس نے اپنے وزیروں سے پوچھا کہ یہ زمین کس کی ہے؟ انہوں نے کہا ایک مومن بندے کی ہے۔ جو بادشاہ کے غلاموں میں سے ہے۔ اور وہ فلاں رافضی ہے۔ پس بادشاہ نے اسے بلایا اور اس سے کہا مجھے اپنی اس زمین سے لطف اندوز ہونے دو تو اس نے کہا: میرے اہل خانہ تم سے زیادہ اس کے محتاج (ضرورت مند) ہیں۔ بادشاہ نے کہا: اسے میرے ہاتھ فروخت کردو میں اس کی قیمت تمہیں دیدوں گا۔ اس نے کہا: نہ تمہیں بخشوں گا اور نہ اسے فروخت کروں گا اس کا تذکرہ چھوڑ دو پس بادشاہ غضبناک ہوا اور غمزدہ حالت میں واپس پلٹا اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا درایں حالیکہ مغموم اور اس معاملہ کے بارے میں فکرمند تھا۔ بادشاہ کی ایک بیوی نیلی آنکھوں والی قوم میں سے تھی اور بادشاہ اس کی عقلمندی اور ذکاوت سے نہایت متاثر تھا اور اس سے اپنے معاملات میں مشورہ کرتا تھا۔ جب وہ اپنے دربار میں پہنچا تو اس کو بلوایا تاکہ اس سے اس زمین کے مالک کے بارے میں مشورے کرے۔ پس جب وہ دربار پہنچی تو دیکھا کہ بادشاہ کے چہرے پر غیض و غضب کے آثار ہیں۔ اس عورت نے کہا: کس چیز نے تمہیں اتنا پریشان کردیا ہے کہ

تمہارے چہرے سے غیظ و غضب نمودار ہے (مجھے بتاؤ) اس سے قبل کہ تم کچھ کر بیٹھو۔ پس بادشاہ نے اسے زمین کے بارے میں بتایا اور جو کچھ اس نے اس کے مالک سے کہا تھا اور اس کے جواب کے بارے میں بتایا۔ پس اس عورت نے کہا: اے بادشاہ غصہ و پریشانی اس کا حصہ ہے جو کسی حالت کو اپنی پسند کے مطابق بدل نہیں سکتا اور نہ ہی انتقام لے سکتا ہے۔ پس اگر تم اس بات کو ناپسند کرتے ہو کہ بغیر کسی بہانے کے اس کو قتل کرو تو اس کا کام میں کردوں گی اور اس کی زمین کو تمہاری ملکیت میں تبدیل کردوں گی۔ اور یہ کام اس طرح سے ہوگا کہ تمہارے رعیت تمہیں حق بجانب سمجھے گی۔ اس نے پوچھا۔ وہ بہانہ کیا ہوگا؟ اس نے کہا میں اپنے ازارقہ (نیلی آنکھوں والی قوم) میں سے چند گروہوں کو اس کی طرف بھیجوں گی تاکہ وہ اس کو تمہارے پاس لے کر آئیں اور وہ لوگ تمہارے سامنے اس کے خلاف یہ شہادت اور گواہی دیں گے کہ یہ شخص تمہارے دین اور مسلک سے بیزار ہے تو اس بات سے تمہارے لئے اس کے قتل اور اس کی زمین چھیننے کا جواز پیدا ہوجائے گا۔ بادشاہ نے کہا تم یہ کام کرلو (امام محمد باقرؑ) فرماتے ہیں۔ اس عورت کی قوم ازارقہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو اس عورت کے ہم عقیدہ و مسلک تھے اور وہ ان مؤمنین جو بادشاہ کے دین کے منکر تھے کے قتل کو جائز تصور کرتے تھے پس اس عورت نے ازارقہ کے ایک گروہ کو بلا بھیجا وہ لوگ حاضر ہوگئے تو اس نے انہیں حکم دیا کہ تمہیں فلاں رافضی کے بارے میں بادشاہ کے سامنے یہ گواہی دینی ہے کہ یہ شخص بادشاہ کے دین کا منکر ہے۔ پس ان لوگوں نے یہ گواہی دی کہ یہ شخص دین بادشاہ سے بیزار ہوچکا ہے۔ تو بادشاہ نے اسے قتل کردیا اور اس کی زمین پر قبضہ کرلیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ اس مومن کے لئے غضبناک ہوا اور حضرت ادریسؑ کو وحی فرمائی کہ جاؤ میرے اس جابر بندے کے پاس اور اس سے کہو: کیا اتنی بڑی سلطنت پر تم راضی نہیں ہوئے کہ تم نے میرے اس مومن بندے کو ظلم سے قتل کردیا اور اس کی زمین کو اس سے چھین کر اپنی ملکیت بنا لیا۔ اور یوں اس کے بعد اس کے اہل و عیال کو محتاج اور نادار کردیا اور انہیں بھوک اور افلاس میں مبتلا کردیا۔ مجھے قسم ہے میری عزت کی کہ اس کا انتقام تجھ سے لوں گا اور تیری سلطنت اور بادشاہت کو تجھ سے جلد ہی چھین لوں گا اور تیرے شہر کو تباہ و برباد کردوں گا اور تیری عزت کو ذلت میں تبدیل کردوں گا اور تیری عورت کے گوشت کو کتوں کا لقمہ بنا دوں گا۔ تجھے میرے حلم و بردباری نے مغرور کردیا ہے۔

پس حضرت ادریسؑ اپنے پروردگار کے پیغام کے ساتھ اس کے دربار میں داخل ہوئے اس حالت میں کہ اس کے ساتھی اس کے گرد حلقہ زن تھے۔ پس انہوں نے کہا اے جابر میں اللہ کی طرف سے تیرے پاس بھیجا گیا ہوں اور اس کا ارشاد تیرے لئے ہے کہ کیا تو اتنی بڑی سلطنت پر راضی نہیں ہوا کہ تو نے ظلم سے میرے بندہ مومن کو قتل کردیا اور اس کی زمین چھین کر اپنی ملکیت میں شامل کرلی اور اس کے اہل وعیال کو محتاج بنا دیا اور انہیں بھوک کا شکار بنادیا۔ مجھے قسم ہے اپنی عزت کی کہ میں اس کا انتقام تجھ سے جلد لوں گا اور تیری سلطنت اور بادشاہت چھین لوں گا اور تیرے

شہر کو ویران و برباد کردوں گا اور تیری عزت کو ذلت میں بدل دوں گا اور تیری عورت کا گوشت کتوں کا لقمہ بنادوں گا۔ اس جابر حکمران نے کہا: اے ادریس میرے دربار سے نکل جاؤ اور ایسا کام نہ کرو کہ تمہاری جان میرے ہاتھوں ضائع ہو جائے۔

اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کو بلوایا اور ادریسؑ کا پیغام اسے سنا دیا: تو اس عورت نے کہا: ادریسؑ کے خدا کا پیغام تجھے خوفزدہ نہ کردے۔ ادریسؑ کے معاملے سے نمٹنے کے لئے میں ہی کافی ہوں۔ میں اسے قتل کرنے کے لئے آدمی بھیجوں گی تو وہ اس کو قتل کردیں گے اور یوں اس کے خدا کا پیغام اور جو کچھ وہ لے کر آیا تھا وہ سب غلط ثابت ہو جائے گا۔ تو اس نے کہا: پس تم اس کام کو کر ڈالو۔ ادھر حضرت ادریسؑ کے کچھ مومن اصحاب تھے جو بادشاہ کے دین کے منکر تھے وہ حضرت ادریسؑ کے پاس آکر بیٹھتے تھے اور ان سے مانوس تھے اور حضرت ادریسؑ بھی ان لوگوں سے مانوس رہتے تھے۔ انہوں نے اپنے اصحاب کو اللہ عزوجل کی وحی اور اس جابر حکمران کے لئے اس کے پیغام کے بارے میں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ انہوں نے اللہ عزوجل کے پیغام کو اس جابر تک پہنچایا ہے۔ یہ سنکر ان لوگوں نے ادریسؑ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں خطرے سے دوچار ہونے کا اندیشہ کیا اور ان کے بارے میں قتل سے خوف زدہ ہوئے۔

ادھر اس جابر حکمران کی عورت نے ازارقہ قوم کے چالیس مردوں کو حضرت ادریسؑ کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان کو قتل کردیں۔ وہ لوگ اس جگہ آئے جہاں ادریسؑ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھتے تھے لیکن وہ موجود نہ تھے تو واپس چلے گئے۔ مگر ادریسؑ کے اصحاب نے انہیں دیکھ لیا تھا انہوں نے یہ جان لیا کہ یہ لوگ ادریسؑ کو قتل کرنے کیلئے آئے تھے پس وہ ادریسؑ کی تلاش میں منتشر ہوگئے۔ یہاں تک کہ ان سے ملاقات ہوگئی انہوں نے حضرت ادریسؑ سے کہا اے ادریسؑ آپ ہوشیار رہیں کیونکہ جابر حکمران آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے اور اسی لئے اس نے ازارقہ میں سے چالیس آدمیوں کو آپؑ کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ آپ اس بستی سے نکل جائیں۔ پس ادریسؑ اس بستی سے اسی دن نکل گئے جبکہ آپؑ کے ساتھ آپؑ کے اصحاب میں سے کچھ تعداد بھی تھی۔ جب اس رات سحر کا وقت آیا تو ادریسؑ نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں مناجات کی اور عرض کیا: اے میرے پروردگار مجھے تو نے اس جابر حکمران کے پاس اپنا پیغام پہنچانے کیلئے بھیجا اور میں نے تیرا پیغام پہنچایا (نتیجتاً) اس جابر نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے۔ بلکہ اگر وہ مجھ پر قابو پالے تو مجھے قتل کر ڈالے گا۔ اس وقت اللہ عزوجل کی وحی آئی کہ اس سے دور رہو اور اس کی بستی سے نکل جاؤ۔ اور اس کے معاملے کو میرے سپرد کردو مجھے میری عزت کی قسم ہے میں اپنا فیصلہ اس پر ضرور جاری کروں گا۔ اور تمہاری بات کو اور جو کچھ تم پیغام لے کر گئے تھے اس کو سچ کر دکھاؤں گا۔ پس ادریسؑ نے عرض کیا: اے پروردگار میری ایک حاجت ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا مجھ سے مانگو میں عطا کروں گا۔ عرض کیا میرا سوال یہ ہے کہ اس بستی اور اس کے اردگرد جو کچھ اس میں ہے اس پر اس وقت تک بارش نہ برسے جب تک میں اس کا سوال نہ کروں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: اے ادریسؑ ایسی

صورت میں یہ بستی تباہ و برباد ہوجائے گی اور اس کے ساکنین پر مشقت اور سختی آئے گی اور بھوک طاری ہوجائے گی۔ ادریسؑ نے عرض کیا: اگرچہ یہ برباد ہوجائے اور لوگوں کو مشقت اور بھوک کی سختی اٹھانی پڑے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا تحقیق میں نے عطا کردیا جو کچھ تم نے مانگا ہے اور یہ آسمان ان پر اس وقت تک بارش نہیں برسائے گا جب تک تم مجھ سے اس کا سوال نہ کرو گے۔ اور میں اپنا وعدہ پورا کرنے کے بارے میں زیادہ پکا ہوں۔

پس ادریسؑ نے اپنے اصحاب کو جو کچھ ان پر بارش کی بندش کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا اس سے باخبر کردیا اور وہ کچھ جو اللہ نے ان پر وحی کی تھی اور وعدہ کیا تھا کہ جب تک وہ سوال نہیں کریں گے اللہ بارش نہیں برسائے گا (پھر کہا) اے مومنین اس بستی سے نکل کر دوسری بستیوں میں چلے جاؤ۔ پس وہ لوگ وہاں سے نکل گئے اور ان دنوں ان لوگوں کی تعداد بیس تھی۔ پس وہ دوسری بستیوں میں چلے گئے۔ ادھر بستیوں میں ادریسؑ کے اللہ سے کئے گئے سوال کی خبر پھیل گئی۔ اور خود حضرت ادریسؑ ایک بہت بلند پہاڑ کے غار میں پناہ لینے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو ان پر موکل کیا کہ وہ ہر شام کو ادریسؑ کے لئے کھانا فراہم کردے۔ دن کو وہ روزہ رکھتے تھے اور ہر شام کو فرشتہ ان کے لئے کھانا لے کر آتا تھا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے اس جابر بادشاہ سے سلطنت چھین لی اور اسے قتل کرادیا اور اس کے شہر کو ویران و تباہ کردیا اور اس کی عورت کا گوشت کتوں کو کھلا دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن کے بارے میں اس پر غضبناک ہوا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اس شہر میں ایک اور جابر اور فاسق حکمران ظاہر ہوا۔ ادریسؑ کے وہاں سے نکلنے کے بعد اس شہر کے لوگوں نے بیس سال اس حالت میں گزارے کہ آسمان سے ان پر بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں برسا وہ لوگ مشقت اور سختی میں مبتلا ہوئے اور ان کی حالت اور صورتحال شدید ہوگئی اور دور دراز بستیوں سے اشیائے خوردونوش لانے کی نوبت آگئی۔ جب سختی انتہا کو پہنچی تو وہ مل کر بیٹھے اور آپس میں کہنے لگے۔ جو کچھ اس وقت ہم پر نازل ہوا ہے جسے ہم سب محسوس کررہے ہیں یہ ادریسؑ کے اس سوال کے سبب سے ہے جو انہوں نے اپنے پروردگار سے کیا تھا کہ جب تک بارش کے لئے وہ دعا نہ کریں ہم پر باران رحمت بند رہے گا۔ اور اس وقت حضرت ادریسؑ ہم سے پوشیدہ اور مخفی ہیں اور ہمیں ان کی سکونت کی جگہ کے متعلق کوئی علم نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ ہم پر رحم کھانے والا ہے۔ اس کے بعد وہ سب اس بات پر متفق ہوگئے کہ اللہ کی بارگاہ میں توبہ کریں اور اس سے دعا کریں اور اس کی بارگاہ میں فریاد کریں اور اس سے اپنے شہر اور اردگرد کی بستیوں پر آسمان سے بارش برسانے کا سوال کریں۔ پس وہ خاکستروں پر کھڑے ہوئے، سخت اور جسم کو تکلیف پہنچانے والے لباس پہنے اور اپنے سروں پر مٹی ڈالنے لگے اور بارگاہ الہیٰ میں توبہ و استغفار کے لئے نالہ وزاری کی آواز بلند کی اور اس کے حضور گڑگڑانے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ ادریسؑ پر وحی نازل کی کہ اے ادریسؑ تمہاری بستی کے لوگ میری بارگاہ میں توبہ واستغفار کی فریاد کرنے لگے ہیں اور گریہ وزاری وتالہ کرنے لگے ہیں اور میں اللہ رحمن ورحیم ہوں، توبہ قبول کرتا ہوں اور گناہ معاف کردیتا ہوں۔ اور

میں نے ان پر رحم کیا ہے اور ان کے بارش کے متعلق سوال اور دعا کو قبول کرنے میں کوئی چیز حائل نہیں سوائے اس کے کہ تم نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ ان پر آسمان سے بارش نہ برساؤں جب تک تم خود مجھ سے اس کا سوال نہیں کرو گے پس اے ادریسؑ مجھ سے سوال کرو تاکہ ان کی فریاد رسی کروں اور آسمان سے بارش برساؤں ۔ ادریسؑ نے عرض کیا : بار الہا ! میں تجھ سے اس کا سوال نہیں کروں گا ۔ اللہ عزوجل نے فرمایا کیا تم نے مجھ سے سوال نہیں کیا تھا اور میں نے تمہاری دعا قبول نہیں کی اور اب میں تم سے سوال کررہا ہوں کہ مجھ سے بارش کا سوال کرو اور تم میرے سوال پر لبیک نہیں کہہ رہے ہو ۔ ادریسؑ نے عرض کی بار الہا ! میں تجھ سے یہ سوال نہیں کروں گا ۔ پس اللہ عزوجل نے اس فرشتہ کو جو شام کو حضرت ادریسؑ کے لئے کھانا فراہم کرتا تھا حکم دیا کہ ادریسؑ کے لئے کھانا بند کردو اور اس کے لئے کھانا لے کر مت جاؤ ۔ اس دن جب شام ہوگئی اور ادریسؑ کے لئے کھانا نہ پہنچا تو محزون اور بھوکے رہے لیکن صبر کیا ۔ جب دوسرا دن بھی کھانا نہیں آیا تو ان کا غم اور بھوک شدید ہوگئے ۔ تیسرے دن شام کو پھر کھانا نہیں آیا تو تکلیف و بھوک اور غم زیادہ ہوگئے اور صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا پس اپنے پروردگار کو پکارا ۔ " اے پروردگار کیا تو نے میری روح اور جان کو قبض کرنے سے قبل ہی میرے رزق کو مجھ پر بند کردیا " پس اللہ عزوجل کی طرف سے وحی آئی کہ " اے ادریس تین شب و روز میں نے تم پر کھانا بند کردیا تو تم نے اپنی بیتابی کا اظہار کردیا لیکن تمہیں اس بات نے بیتاب نہیں کیا اور تم نے یاد ہی نہیں کیا کہ تمہاری بستی کے لوگ بیس سال سے تکلیف اور بھوک سے دوچار ہیں ۔ پھر میں نے تم سے ان کی مشقت اور تکلیف اور ان لوگوں پر اپنی رحمت کرنے کے لئے یہ کہا کہ تم مجھ سے سوال کرو کہ ان پر آسمان سے بارش برساؤں پس تم نے مجھ سے سوال نہیں کیا اور اس سلسلے میں مجھ پر سوال کرنے سے کنجوسی اختیار کی پس میں نے بھوک کے ذریعے تمہاری تادیب کی اور سزا دی پس صبر تمہارے پاس کم ہوگیا اور تمہاری بیتابی ظاہر ہوگئی پس اپنی جگہ (غار) سے نیچے اترو اور اپنا معاش خود تلاش کرو کیونکہ میں نے اب تمہارے معاش کی تلاش اور اس کا حصول تمہارے ہی حال پر چھوڑ دیا ہے ۔

پس حضرت ادریسؑ اپنی جگہ سے نیچے اترے اور ایک بستی میں کھانے کی تلاش میں نکلے ۔ جب وہ اس بستی میں داخل ہوئے تو اس کے ایک گھر سے دھواں اٹھتا ہوا نظر آیا پس اسی طرف چل پڑے اور ایک بڑھیا کے گھر میں داخل ہوگئے جو توے پر دو روٹیاں پکا رہی تھی ۔ اس سے کہنے لگے : اے عورت مجھے کھلاؤ کیونکہ میں بھوک سے بے حال ہوچکا ہوں ۔ پس اس نے کہا : اے بندہ خدا ادریسؑ کی بددعا نے ہمارے لئے رزق کی اتنی گنجائش بھی نہیں رکھی ہے کہ ہم کسی اور کو کچھ کھلا سکیں ۔ اور قسم کھا کر کہنے لگی کہ ان دو روٹیوں کے سوا میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے ۔ پس جاؤ اور اس بستی کے دوسرے لوگوں سے معاش طلب کرو ۔ انہوں نے کہا : مجھے اتنا کھلا دو کہ میں اپنی جان بچا سکوں اور اپنی جگہ سے اٹھنے کی مجھ میں سکت آجائے تاکہ پھر میں اپنا معاش طلب کروں ۔ اس نے کہا یہ تو صرف دو ہی روٹیاں ہیں ایک میرے

لئے اور دوسری میرے بیٹے کے لئے ہے پس اگر میں نے اپنا حصہ تمہیں کھلایا تو میں مرجاؤں گی اور اگر اپنے بیٹے کا حصہ کھلادوں تو وہ مرجائے گا۔ اور یہاں اس سے زیادہ نہیں ہے کہ تمہیں اس میں سے کھلادوں پس انہوں نے کہا تمہارا بیٹا چھوٹا ہے اس کے لئے آدھی روٹی کافی ہے وہ اسی سے زندہ رہ سکے گا اور دوسری آدھی میرے لئے کافی ہے اور اس سے میں زندہ رہ سکوں گا۔ اور یوں ہم دونوں اپنا مقصد پاسکیں گے۔ چنانچہ عورت نے اپنی روٹی کھالی اور دوسری ادریسؑ اور اپنے بیٹے کے درمیان آدھی آدھی کرکے تقسیم کردی۔ جب اس کے بیٹے نے دیکھا کہ ادریسؑ اس کے حصہ کی آدھی روٹی کھا رہے ہیں تو اتنا بے چین ہوا کہ دم توڑ دیا۔ اس کی ماں بولی اے بندہ خدا تونے میرے بچے کو مجھ سے چھین لیا کیونکہ وہ اپنے حصہ کے لئے بے تاب ہوچکا تھا۔ ادریسؑ نے فرمایا میں اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کردوں گا پس تم بے تابی کا اظہار نہ کرو۔ پھر ادریسؑ نے اس بچے کے دونوں شانوں کو پکڑ لیا اور اس کے بعد کہنے لگے: اے وہ روح جو اس بچے کے جسم سے نکل چکی ہے اللہ کے حکم سے اسی بدن میں پلٹ آؤ اور میں ادریس پیغمبر ہوں پس اللہ کے اذن سے بچے کی جان واپس آگئی۔ جب عورت نے ادریسؑ کی یہ بات سن لی کہ "میں ادریس ہوں" اور یہ بھی دیکھ لیا کہ اس کا بیٹا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگیا ہے تو کہنے لگی میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ ادریسؑ پیغمبر ہیں اور گھر سے نکل کر بستی کے اندر چیخ چیخ کے کہنے لگی۔ خوشی کی بشارت سن لو بتحقیق ادریسؑ تمہاری بستی میں داخل ہوگئے ہیں۔ ادریسؑ وہاں سے چلے یہاں تک کہ وہاں ٹھہرے جو سابقہ جابر بادشاہ کے شہر کی جگہ تھی تو اسے ایک ٹیلے کی شکل میں پایا کیونکہ وہ تباہ و برباد ہوچکا تھا۔ پھر ان کے اردگرد ان کی بستی کے لوگ جمع ہوکر کہنے لگے: اے ادریسؑ آپ نے اس بیس سال کے عرصہ میں ہم پر رحم نہیں کھایا۔ اس عرصہ میں ہم نے کتنی تکالیف برداشت کیں اور بھوک کے شکار رہے پس اب دعا کریں کہ اللہ ہم پر آسمان سے بارش برسائے۔ انہوں نے کہا نہیں اس وقت تک دعا نہیں کروں گا جب تک تمہارا جابر حکمران اور تمہاری سارے بستی والے پا برہنہ چلتے ہوئے میرے پاس آکر اس بات کا سوال نہ کریں۔ جابر حکمران تک آپ کی یہ بات پہنچ گئی پس اس نے چالیس آدمیوں کو بھیجا تاکہ وہ ادریسؑ کو اس کے سامنے حاضر کریں۔ جب وہ ادریسؑ کے پاس پہنچے تو ان سے کہنے لگے۔ اس جابر حکمران نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ ہم آپ کو اس کے پاس حاضر کردیں۔ پس انہوں نے ان پر نفرین اور بددعا کی تو وہ سب مرگئے یہ بات جابر کے کانوں تک پہنچ گئی۔ اب اس نے پانچ سو آدمی بھیجے اس غرض سے کہ وہ ادریسؑ کو لے کر آئیں۔ اور وہ ادریسؑ سے کہنے لگے: اے ادریسؑ اس جابر نے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ ہم آپ کو اس کے پاس لے کر حاضر ہوجائیں۔ ادریسؑ نے ان سے کہا اپنے ساتھیوں کے انجام کی طرف دیکھ تو لو کہ یہ کس طرح موت کے گرداب میں چلے گئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: اے ادریسؑ بیس سال کی مدت تک آپ نے ہمیں بھوک کے ذریعے مار ڈالا آپ پھر یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے خلاف بددعا کریں اور ہمیں مار ڈالیں کیا آپ کے پاس رحم نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: میں تو تمہارے اس جابر کے پاس نہیں جاؤں گا اور نہ ہی آسمان سے

...ش کا خدا سے سوال کروں گا جب تک تمہارا جابر حکمران اور تمہاری بستی کے سارے لوگ پابرہنہ میرے پاس نہ ...ئیں ۔ پس وہ لوگ جابر حکمران کے پاس گئے اور اسے ادریسؑ کی باتیں بتا دیں ۔ اور اس سے یہ مطالبہ کرنے لگے کہ ...ان کے ساتھ ادریسؑ کی طرف پابرہنہ چلے ۔ پس وہ راضی ہوا اور ان کی طرف آگیا یہاں تک کہ وہ سب ان کے سامنے ...ڑے ہوگئے اس حالت میں کہ ان کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں اور ان سے یہ سوال کر رہے تھے کہ وہ خدا سے دعا کریں ...وہ آسمان سے ان پر بارش برسائے ۔ پس ادریسؑ نے کہا: اب میں اللہ عزوجل سے دعا کروں گا ۔ اس وقت ادریسؑ نے ... عزوجل سے ان پر اور ان کی بستی اور اس کے اطراف پر بارش برسانے کی دعا کی ۔ اتنے میں بادلوں سے آسمان بھر گیا ... بجلی چمکنے لگی اور اسی لمحے سے بارش متواتر برسنے لگی یہاں تک کہ وہ یہ سوچنے لگے کہ کہیں غرق نہ ہوجائیں ۔ پس وہ ...نے گھروں میں واپس جاتے ہوئے پانی کے سیلاب سے اپنی جان کے لئے خطرہ محسوس کر رہے تھے ۔

...ب (۲) "حضرت نوح علیہ السلام کے ظہور کے بارے میں"

... ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن ہمام نے ...وں نے کہا ہم سے بیان کیا حمید بن زیاد کوفی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حسن بن محمد بن سماعہ نے ان سے ...د بن حسن میثمی نے انہوں نے عبداللہ بن فضل ہاشمی سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ جعفر بن محمد علیہما السلام نے فرمایا ... جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی نبوت کو ظاہر کر دیا اور شیعوں کو غم کی دوری کا یقین ہوا تو آزمائش اور ...صیبت شدید تر ہوگئی اور بڑی تہمتیں لگائی جانے لگیں یہاں تک کہ صورتحال ایسی ہوگئی کہ شیعہ بدترین سختیوں سے دو ... ہوگئے اور حضرت نوحؑ ناقابل برداشت مار کٹائی کا سامنا کرنے لگے اور کبھی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی کہ آپ تین ...ن بے ہوش پڑے رہتے آپ کے کانوں سے خون بہنے لگتا تب ہوش میں آتے اور یہ ان کے مبعوث ہونے کے ...ن سو سال بعد کی بات ہے ۔ اور وہ اس دوران دن رات لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیتے تو وہ لوگ بھاگ جاتے ... ۔ اگر پوشیدہ طریقے سے دعوت دیتے تو کوئی مثبت جواب نہیں ملتا تھا ۔ اور اگر اعلانیہ پکارتے تو بھاگ جاتے تھے ۔ ... تین سو سال کے بعد ان لوگوں کی حق میں بددعا کرنے کا ارادہ کیا اور دعا کے لئے فجر کی نماز کے بعد بیٹھ گئے ۔ اس ...ران آسمان ہفتم سے ایک وفد ان پر نازل ہوا اور وہ تین فرشتے تھے انہوں نے ان کو سلام کیا اور ان سے کہا: اے خدا ... نبی ہمیں آپ سے حاجت ہے ۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا: آپ اپنی قوم پر نفرین اور بددعا کرنے ... تاخیر کریں کیونکہ آپ کا یہ اقدام زمین پر اللہ عزوجل کی طرف سے پہلی بار غضب نازل ہونے کا باعث بنے گا ۔ نوحؑ ... کہا: میں نے مزید تین سو سال تک اپنی بددعا میں تاخیر کردی ۔ پھر اپنی قوم کی طرف واپس پلٹے اور وہی کام کرنے ... جو پہلے کرتے تھے اور وہ لوگ بھی آپ کی دعوت کے بدلے وہی کام دہرانے لگے جو وہ پہلے کرتے تھے ۔ یہاں تک کہ

یہ تین سو سال بھی گزر گئے اور آپ ان کے ایمان لانے کے متعلق مایوس اور ناامید ہوگئے۔ اس بار دن میں ظہر کے وقت ان پر بددعا کرنے کیلئے بیٹھ گئے اتنے میں آسمان ششم سے ایک وفد ان پر اتر آیا (اور وہ بھی تین فرشتے تھے) پس انہوں نے نوحؑ کو سلام کیا اور کہنے لگے کہ ہم آسمان ششم سے ایک وفد ہیں ہم سویرے وہاں سے نکلے ہیں اور آپ تک ظہر کے وقت پہنچے ہیں۔ اس وفد نے بھی ان سے وہی سوال کیا جو آسمان ہفتم سے آئے ہوئے وفد نے کیا تھا تو آپ نے ان لوگوں کی درخواست کو قبول کیا اور وہی بات کہہ دی جو ان لوگوں سے کہی تھی اس کے بعد نوح علیہ السلام اپنی قوم کی طرف واپس پلٹے اور انہیں حق کی دعوت دینے لگے لیکن ان کی اس دعوت کا اثر ان لوگوں کی مزید دوری کا باعث ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ تین سو سال بھی پورے ہوگئے اور اس طرح نو سو سال پورے ہونے کو آئے اب تو آپؑ کے شیعہ آپؑ کے پاس آنے لگے اور عامہ اور طاغوتوں کی طرف سے جو مصائب ان پر ڈھائے جاتے تھے ان کی شکایت کرنے لگے اور آپؑ سے درخواست کرتے لگے کہ وہ غم اور پریشانی کے خاتمہ کے لئے دعا کریں۔ پس آپؑ نے ان لوگوں کی درخواست قبول کی اور نماز پڑھی اور اس کے بعد دعا کی۔ تو جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان سے کہنے لگے: اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دعا کو قبول کیا ہے پس آپؑ اپنے شیعوں سے کہیں کہ وہ کھجور کھائیں اور اس کی گٹھلی کو زمین میں بوئیں اور اس کی دیکھ بھال کریں اور جب وہ درخت بن کر پھل دینے لگے تو ان کی پریشانیوں کا ازالہ ہوجائے گا۔ پس آپؑ اللہ کی حمد و ثناء بجا لائے اور ان لوگوں کو اس سے آگاہ کردیا چنانچہ وہ سب کے سب خوش ہوگئے۔ پس انہوں نے کھجور کھائی اور اس کی گٹھلی کو زمین میں بو دیا اور اس کے پھل دینے تک اس کی دیکھ بھال میں مشغول رہے، پھر وہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس کھجور کے درخت کے پھل لے کر حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کرنے لگے کہ جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کردیں انہوں نے اللہ عزوجل سے اس کا سوال کیا تو اللہ نے آپؑ پر وحی نازل کی کہ ان سے کہو: اس کھجور کو بھی کھاؤ اور اس کی گٹھلی کو زمین میں بو دو جب یہ درخت بن جائے اور پھل دینے لگے تو تمہارے غم و اندوہ کا ازالہ ہوجائے گا۔ جب انہوں نے یہ بات سنی اور ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ وعدہ خلافی ہوگئی تو ان میں سے ایک تہائی تو مرتد ہوگئے اور اپنے دین سے پھر گئے اور دو تہائی ثابت قدم رہے۔ انہوں نے کھجوریں کھائیں اور ان کی گٹھلیوں کو زمین میں بو دیا اور پھر جب وہ درخت بن کر پھل دینے لگے تو ان لوگوں نے حضرت نوحؑ کو اس کی خبر دی اور ان سے درخواست کرنے لگے کہ اپنا وعدہ پورا کریں پس حضرت نوحؑ نے خداوند عزوجل سے دعا کی تو اللہ نے ان پر وحی کی کہ ان سے کہدو کہ وہ اس کھجور کو بھی کھالیں اور اس کی گٹھلیوں کو بوئیں اس دفعہ پھر ایک تہائی ان میں سے مرتد ہوگئے اور صرف ایک تہائی تعداد رہ گئی اور اسی باقی ماندہ ایک تہائی نے وہ کھجوریں کھالیں اور ان کی گٹھلیوں کو زمین میں بو دیا اور جب وہ درخت بن کر پھل دے چکے تو وہ کھجوریں لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور پھر ان سے عرض کیا: ہم میں سے سوائے چند لوگوں کے اور کوئی باقی نہ رہا اور ہم لوگ بھی

...پنے نفسوں کے بارے میں گمراہی سے خوف کھاتے ہیں اگر غم کی کشادگی میں تاخیر ہوجائے تو ہم ہلاک ہوجائیں گے ۔ ...س حضرت نوح علیہ السلام نے نماز پڑھی اور پھر عرض کیا: پروردگار میرے ساتھیوں میں سے سوائے اس گروہ کے اور ...ئی باقی نہ رہا اور میں ان کی بھی ہلاکت اور گمراہی کے بارے میں خوف محسوس کررہا ہوں اگر فرج اور فراخی میں اور ...شادگی میں تاخیر ہوجائے ۔ پس اللہ عزوجل نے وحی فرمائی کہ میں نے تیری دعا قبول کرلی پس کشتی بناؤ اور ان کی دعا کی ...ولیت اور طوفان کے درمیان پچاس سال کی مدت گزری ۔

... ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ اور محمد بن موسیٰ بن متوکل اور احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے ...ا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے حسین بن حسن بن ابان سے انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے محمد بن ...نان سے انہوں نے اسماعیل بن جابر اور عبدالکریم بن عمرو سے انہوں نے عبدالحمید بن ابی دیلم سے انہوں نے ابو ...بداللہ امام الصادقؑ سے نقل کرتے ہوئے کہ آپؑ نے فرمایا نوحؑ کشتی سے اترنے کے بعد پچاس سال تک زندہ رہے ...س کے بعد جبرئیلؑ ان کے پاس آئے اور ان سے کہا اے نوحؑ (حکم خدا ہے کہ) آپ کی نبوت اختتام کو پہنچی اور آپؑ ...کے دن پورے ہوگئے پس اسم اکبر، میراث علم اور علم نبوت کے جو آثار آپؑ کے پاس ہیں ان کو اپنے بیٹے سام کے ...والے کیجئے بے شک میں زمین کو نہیں چھوڑتا مگر اس میں ایک عالم ایسا ہو جس کے ذریعے میری اطاعت پہچانی جائے اور ...ہی ایک نبی کی رحلت اور دوسرے نبی کی بعثت تک کے درمیانی مدت میں نجات کا ذریعہ ہو ۔ اور میں لوگوں کو حجت ...ور اپنی طرف دعوت دینے والے اور میرے راستے کی طرف ہدایت کرنے والے کے بغیر نہیں چھوڑتا جو میرے امر کو ...پہچانتا ہو ۔ پس میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر قوم اور گروہ کے لئے ایک ہادی قرار دوں جس کے ذریعے سعادتمندوں کی ...ہدایت کروں اور وہی اشقیاء پر میری حجت بھی ہو ۔ امامؑ فرماتے ہیں ۔ پس نوحؑ نے اسم اکبر، میراث علم اور علم نبوت ...کے آثار اپنے بیٹے سام کے حوالے کر دیئے ۔ لیکن حام اور یافث ان دونوں کے پاس کوئی ایسا علم نہیں تھا جس سے فائدہ ...اٹھایا جاسکے ۔ امامؑ نے فرمایا" نوحؑ نے لوگوں کو ہودؑ کے آنے کی بشارت دی اور ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا ۔ اور یہ کہ ...وصیت کو ہر سال کھول کر دیکھیں اور یہی ان کے لئے عید ہوگی جیسا کہ حضرت آدمؑ نے انہیں حکم دیا تھا ۔ امامؑ نے فرمایا ... حام اور یافث کی اولاد میں سرکشی اور غرور آگیا تو اولاد سام نے جو کچھ علم ان کے پاس تھا اس کے ساتھ پوشیدگی اور ...مخفیانہ زندگی اختیار کی ۔ اور یوں نوحؑ کے بعد سام پر حام اور یافث کی حکومت مسلط ہوگئی ۔ اور یہی اللہ عزوجل کا قول ...ہے " وتركنا عليه في الآخرين " (سورہ صافات آیت ۷۸) اور ہم نے باقی رکھا اس پر پچھلے لوگوں میں ۔ ...یعنی اللہ کا ارشاد ہے کہ " میں نے جابروں کی دولت نوحؑ کے لئے قرار دی ۔ اور اللہ محمدؐ کو اسی کے ذریعے طاقت اور قوت ...بخشے گا ۔ آپ نے فرمایا" پس حام کے بیٹے اور اس کی نسل سندھی، ہندی اور حبش کے لوگ ہیں اور سام کے بیٹے اور ...اس کی اولاد عرب اور عجم ہیں ان پر جابر حکومت کا تسلط باقی رہا اور ایک کے بعد دوسرا عالم وصیت کا وارث بنتا رہا یہاں

تک کہ اللہ عزوجل نے ہودؑ کو مبعوث فرمایا۔

۴۔ ہم سے بیان کیا، علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاقؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ الکوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے انہوں نے اپنے چچا حسین ابن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ انہوں نے کہا امام صادق جعفر بن محمدؑ نے فرمایا: جب نوحؑ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے شیعوں (پیروکاروں) کو بلایا اور ان سے کہا: جان لو یہ کہ میرے بعد ایک ایسی غیبت واقع ہوجائے گی جس کے دوران طاغوت اور سرکش لوگ مسلط ہوجائیں گے اور اللہ عزوجل تم پر سے غم و اندوہ کو میرے ایک بیٹے کے ذریعے زائل کردے گا جو قیام کرے گا اور جس کا نام ہود ہوگا وہ صاحب ارادہ و اخلاق حمیدہ و وقار ہوگا اور مجھ سے خلق و صورت میں مشابہ ہوگا اور عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو اس کے ظہور کے ساتھ ہوا کے عذاب کے ذریعے ہلاک کردے گا پس وہ لوگ ہودؑ کی تلاش میں رہے اور ان کے ظہور کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مدت ان پر طویل ہوگئی اور ان میں سے اکثر کے دل سخت ہوگئے یعنی سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ہودؑ کو ظاہر کردیا جبکہ لوگ ان سے مایوس ہوچکے تھے اور بلاء ان پر انتہا کو پہنچی اور بے برکت آندھی کے ذریعے ان کے دشمنوں کو ہلاک کردیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا **ماتذر من شی اتت علیه الا جعلته کالرمیم** (سورہ ذاریات آیت ۴۲) "جس چیز پر چلتی تھی اس کو بوسیدہ ہڈی کی طرح ریزہ ریزہ کئے بغیر نہ چھوڑتی"۔

۵۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن رضی اللہ عنہما نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے اسماعیل بن جابر اور کرام بن عمرو سے انہوں نے عبدالحمید بن ابی دیلم سے انہوں نے کہا امام صادق ابو عبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام نے فرمایا: جب اللہ عزوجل نے ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو سام کی نسل نے ان کو تسلیم کرلیا لیکن دوسرے لوگ یہ کہنے لگے کہ ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے پس وہ ایک بے برکت آندھی کے ذریعے ہلاک کردیئے گئے اس کے بعد حضرت ہودؑ نے ان (اپنے اوپر ایمان لانے والوں) کو حضرت صالحؑ کے بارے میں وصیت کی اور ان کے مبعوث ہونے کی بشارت دی۔

باب (۳) حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں

۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن الولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار، سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین بن ابی الخطاب نے روایت کرتے ہوئے علی بن اسباط سے انہوں نے سیف بن عمیرہ سے انہوں نے زید شحام سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ صالح علیہ السلام اپنی قوم سے ایک عرصہ غائب رہے اور جس دن وہ ان سے غائب ہوئے اس دن وہ ادھیڑ عمر کے، کشادہ پیٹ والے، حسین بدن والے، گھنی داڑھی والے، نازک عارض کے مالک اور درمیانے قد کے تھے جب آپ اپنی قوم میں واپس آگئے تو انہوں نے چہرے سے انہیں نہیں پہچانا ۔ اور آپ نے انہیں تین گروہوں میں منقسم پایا ۔ ایک گروہ منکر بن چکا تھا جو اپنے انکار سے واپس لوٹنے کے لئے تیار نہیں تھا اور ایک ان کے بارے میں شک کرنے والوں کا تھا اور تیسرا گروہ اپنے ایمان پر باقی تھا پس آپ علیہ السلام نے شک کرنے والے گروہ کی طرف رجوع کیا اور ان سے فرمایا: میں صالح ہوں تو انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور برا بھلا کہا اور جھڑک دیا اور کہنے لگے: خدا تم سے بیزار ہو صالح تو یقیناً تم سے مختلف چہرے کے حامل تھے امام فرماتے ہیں: پس آپ منکرین کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کی کوئی بات نہیں سنی اور آپ سے سخت نفرت کا اظہار کیا پھر آپ تیسرے گروہ کے پاس گئے اور وہ صاحبان یقین کا گروہ تھا اور ان سے فرمایا کہ میں صالح ہوں ۔ انہوں نے پوچھا ہمیں کوئی ایسی بات بتا دیجئے جس کی وجہ سے ہم آپ کے بارے میں کہ آپ صالح ہیں کوئی شک نہ کریں ۔ ہم اس بات میں کوئی بحث یا شک نہیں کرتے کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ جو خالق ہے وہ کسی کو کسی بھی شکل وصورت میں تبدیل کرسکتا ہے ۔ جبکہ ہمیں بتایا گیا اور ہم نے قائم کے ظہور کے بارے میں علامات اور نشانیوں کے متعلق جستجو اور تحقیق کی ہے ۔ اور یہ اس وقت صحیح ہوگا جب وہ خبر آسمان سے لے کر آئے صالح نے ان سے فرمایا: میں وہی صالح ہوں جو معجزے کے ذریعے اونٹنی لایا انہوں نے کہا کہ آپ نے سچ کہا یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں ہم بحث کرتے تھے لیکن بتایئے اس کی علامت اور نشانی کیا تھی ۔ آپ نے فرمایا کہ اس اونٹنی کے لئے نہر سے پینے کا ایک دن اور تمہارے لئے پینے کا ایک دن معین اور معلوم تھا پس انہوں نے کہا کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ آپ لے کر آئے اس پر بھی ایمان لائے ۔ اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: بے شک صالح اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجا گیا ہے (پس اہل یقین نے کہا) **انا بما ارسل به مومنون قال الذین استکبروا انا بالذی آمنتم به کافرون** (سورہ اعراف آیت ۷۵ ۔ ۷۶) بے شک ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ۔ اور مستکبرین نے کہا (اور وہ شک کرنے والوں اور منکرین کا گروہ تھا) ہم اس چیز کے منکر ہیں جس پر تم ایمان لے آئے ہو"

زید شحام نے پوچھا۔ کیا اس دن کوئی ایسا شخص بھی تھا جو ان کو جانتا تھا اور اہل علم میں سے تھا؟ امام نے فرمایا: خداوند عالم کا عدل اس سے زیادہ ہے کہ زمین کو کسی ایسے عالم کے بغیر چھوڑ دے جو اللہ عزوجل کی طرف راہنمائی کرتا ہو۔ اس قوم نے صالح کے خروج اور ظہور کے بعد سات دن تک اس حالت میں گزارے کہ وہ اپنے لئے کوئی پیشوا اور امام کی معرفت نہیں رکھتے تھے مگر اس کے باوجود جو کچھ دین خدا میں سے ان کے ہاتھوں میں تھا اس پر قائم رہے ان کے عقائد ایک تھے اور جب حضرت صالح علیہ السلام نے ظہور فرمایا تو ان کے اردگرد جمع ہوگئے۔ اور اس میں شک نہیں کہ حضرت قائم (آل محمد) علیہ السلام کی مثال صالح کی طرح ہے۔

باب (۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی غیبت

لیکن اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم صلوات اللہ علیہ کی غیبت تو ہمارے قائم (آل محمد) صلوات اللہ علیہ کی غیبت سے کامل مشابہت رکھتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وجود کے آثار کو اس وقت مخفی رکھا جب آپؑ بطن مادر میں تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے ذریعے سے آپؑ کو شکم مادر سے پشت مادر کی طرف منتقل کردیا پھر آپؑ کی ولادت کے معاملے کو معینہ مدت کے پہنچنے تک چھپائے رکھا۔

۷۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن رضی اللہ عنہما نے انہوں نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے انہوں نے بیان کیا یعقوب بن یزید سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے ابو بصیر سے انہوں نے ابی عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نمرود بن کنعان کے دربار کے فلکیات شناس (نجومی) تھے اور نمرود کوئی حکم اور فرمان ان کی رائے اور مشورے کے بغیر صادر نہیں کرتا تھا۔ ایک رات وہ ستاروں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے نمرود سے کہا میں نے گزشتہ رات عجیب چیز دیکھی ہے نمرود نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ ایک بچہ ہماری سرزمین میں پیدا ہوگا اور ہماری ہلاکت اور نابودی اسی کے ہاتھوں انجام پائے گی۔ اور اس کے بطن مادر میں منتقل ہونے میں تھوڑا عرصہ باقی ہے۔ نمرود کو اس بات سے تعجب ہوا اور ان سے کہا کہ کیا عورتوں میں سے کسی کے بطن میں وہ منتقل ہوگیا ہے۔ انہوں نے کہا: ابھی تک تو نہیں ہوا ہے۔ ان کے علم میں یہ بات تو آگئی تھی کہ یہ بچہ آگ میں جلایا جائے گا لیکن یہ بات انہیں معلوم نہیں ہوسکی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کو نجات دلائے گا۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ نمرود نے فرمان جاری کیا کہ عورتوں کو مردوں سے الگ کردیا جائے۔ پس شہر میں عورتوں میں سوائے ایک عورت کے اور کوئی باقی نہیں رہی سب کو شہر بدر کردیا گیا۔ تاکہ ان کے مرد اپنی عورتوں سے ملاپ نہ کرسکیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ کے والد نے اپنی زوجہ کے ساتھ مباشرت کی پس اس کے ساتھ ہی حمل ٹھہر گیا۔ ایسے میں انہیں گمان ہوا کہیں

ایسا نہ ہو کہ یہ بچہ وہی ہو، پس حمل شناس عورتوں کے ایک ٹولے کو مادر ابراہیم کے پاس لائے اور یہ عورتیں ایسی تھیں کہ اگر کسی عورت کے بطن میں کوئی حمل ہو تو وہ لازماً جان لیتیں ۔ پس انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کی مادر کے حمل ہونے کے بارے میں کھوج لگایا ۔ اور اللہ عزوجل نے جو کچھ ان کے رحم میں تھا اس کو ان کی پشت کی طرف منتقل کردیا ۔ ان حمل شناس عورتوں نے کہا: ہم تو اس کے بطن میں کسی حمل کے ہونے کو نہیں دیکھ رہے ہیں ۔ جب مادر ابراہیمؑ نے مولود کو جنم دیا پدر ابراہیمؑ نے چاہا کہ بچہ کو نمرود کے حضور پیش کردیا جائے ۔ اس وقت ان کی زوجہ نے کہا اپنے بیٹے کو نمرود کے پاس مت لے جاؤ کیونکہ وہ اس کو قتل کر ڈالے گا ۔ اس کو میرے حوالے کرو میں اسے کسی غار میں لے جاؤں گی اور وہیں رکھ دوں گی یہاں تک کہ اس کی اجل اور موت آجائے اور تم بھی اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے سے بچے رہو گے ۔ انہوں نے کہا لے جاؤ ۔ پس وہ آپ کو ایک غار میں لے کر آئیں پھر دودھ پلایا اس کے بعد غار کے دروازے پر ایک بہت بڑا پتھر رکھا اور وہاں سے دور ہوگئیں ۔ اللہ عزوجل نے آپ کے رزق کا ذریعہ آپ کے انگوٹھے کو بنا دیا ۔ پس آپؑ اپنے انگوٹھے کو چوستے تھے تو آپؑ کو اس سے دودھ مل جاتا تھا ۔ اب حالت یہ تھی کہ آپؑ عام بچے جتنے ایک ہفتہ میں بڑے ہوجاتے آپؑ ایک دن میں پروان چڑھتے اور جتنا عام بچہ ایک مہینے میں نشوونما پاتا آپؑ ایک ہفتہ میں نشوونما پاتے اسی طرح جتنا ایک عام مولود ایک سال میں بڑا ہوجاتا آپؑ ایک مہینے میں بڑے ہوجاتے ۔ پس آپ اس غار میں کچھ عرصہ رہے ۔ پھر ایک دن ان کی والدہ نے ان کے والد سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس بچے کو دیکھنے جاؤں ، انہوں نے کہا اجازت دی ۔ پس وہ غار میں آئیں تو غیر متوقع طور پر یہ دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام زندہ ہیں اور ان کی آنکھیں چراغوں کی مانند چمک رہی ہے پس انہوں نے آپؑ کو اپنی گود میں لیا اور سینے سے لگایا اور ان کو دودھ پلایا اور اس کے بعد وہاں سے چلی گئیں ۔ پس ان کے والد نے بچے کے بارے میں سوال کیا تو جواب دیا کہ میں نے اسے سپرد خاک کردیا ۔ کچھ عرصے بعد تو یہ انکا معمول بن گیا کہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر گھر سے نکل جاتیں اور ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاتیں اور انہیں گود میں لے لیتیں پیار کرتیں دودھ پلاتیں پھر واپس چلی آتیں جب وہ اس قابل ہوگئے کہ چلنے پھرنے لگے تو انہی دنوں میں ایک مرتبہ ان کی والدہ حسب معمول ان کے پاس آئیں اور حسب معمول اپنے کام کرنے کے بعد جب جانے لگیں تو آپؑ نے ان کا دامن پکڑ لیا پوچھا: بیٹا کیا بات ہے ۔ آپؑ نے کہا مجھے اپنے ساتھ لے جایئے تو ماں نے کہا ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ تمہارے والد سے اس کی اجازت لوں ۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذات کو پردہ غیب میں رکھا اور اپنے امور کو پوشیدہ رکھا ۔ یہاں تک کہ ظاہر ہوئے تو اللہ تعالٰی کے امر کو عیاں کردیا اور اللہ تعالٰی نے ان کے ذریعے سے اپنی قدرت کا اظہار کردیا ۔ پھر آپ علیہ السلام دوسری غیبت میں چلے گئے ۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب طاغوتی اور جابر حکمران نے آپ کو مصر سے جلا وطن کردیا ۔ پس آپؑ نے فرمایا واعتزلکم وماتدعون من دون اللّٰہ وادعوا ربی عسیٰ

الاکون بدعآء ربی شقیاً (سورۃ مریم آیت ۴۸) "میں تم سے اور جن جن کو خدا کے سوا پکارتے ہو سے الگ ہوتا ہوں اور اپنے پروردگار سے دعا کروں گا امید ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا کرنے کے سبب ناکام نہ رہوں۔"

اللہ عزوجل نے فرمایا فلما اعتزلھم ومایعبدون من دون اللّٰہ وھبنا لہ اسحاق ویعقوب و کلا جعلنا نبیاً O و وھبنا لھم من رحمتنا وجعلنا لھم لسان صدق علیاً (سورہ مریم آیت ۴۹ - ۵۰) "پس جس وقت وہ ان سے اور ان چیزوں سے جن کی وہ خدا کے سوا عبادت کرتے تھے الگ ہوگئے تو ہم نے انہیں اسحٰقؑ و یعقوبؑ عطا کئے اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا۔ اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت سے حصہ دیا اور ہم نے ان سب کے لئے ذکر خیر بلند مرتبہ کا مقرر کیا۔" یعنی علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ذریعے سے۔ کیونکہ ابراہیمؑ نے خدا وند تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ آخرین میں ان کے لئے ایک زبان حق گو اور صادق قرار دے پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے لئے علیؑ کو لسان صدق قرار دیا۔ پس خبر دی علی علیہ السلام نے کہ قائم (علیہ السلام) ان کی نسل میں سے گیارہویں فرزند ہیں اور وہی تحقیق کے ساتھ وہ مہدی ہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح اس سے قبل ظلم وستم سے بھر چکی ہوگی۔ اور یہ بھی کہ ان کے لئے ایک ایسی غیبت ہوگی اور لوگوں کو ان کے بارے میں سرگردانی ہوگی کہ جس کی وجہ سے بہت سے گروہ گمراہ ہوجائیں گے اور بہت سے گروہ ہدایت پائیں گے۔ اور یہ بالضرور واقع ہوگا جس طرح کہ اس نے خلقت کا جامہ پہن لیا ہے۔ اور آپ (حضرت امیر علیہ السلام) نے کمیل بن زیاد نخعی کی حدیث میں یہ بیان فرمایا کہ "بے شک یہ زمین قائم رہے گی ایک حجت کے ذریعے سے جو ظاہر اور مشہور ہوگا یا مخفی اور پوشیدہ ہوگا، تاکہ اللہ کی حجتیں اور اس کی روشن دلیلیں باطل اور لغو نہ ہوجائیں۔ میں نے ان دو روایتوں کو اسی کتاب میں اسناد کے ساتھ اس باب میں ذکر کیا ہے جہاں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام سے وقوع غیبت کے بارے میں روایات بیان کی گئی ہیں۔ اور ان دونوں کا یہاں پر مکرر ذکر اس لئے کیا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داستان میں اس کو بیان کرنے کی ضرورت پڑی۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور غیبت ہے جس میں نصیحت آموزی کے لئے انہوں نے دوسرے خطّوں کا سفر کیا۔

۸۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن رضی اللہ عنہما نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے مالک بن عطیہ سے انہوں نے ابو حمزہ ثمالی سے انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا: ایک دن حضرت ابراہیمؑ نصیحت آموزی کے لئے سفر میں نکلے اس دوران ان کا گزر ایک وسیع بیابان سے ہوا وہاں انہوں نے ایک آدمی کو کھڑے پایا جو نماز پڑھ رہا تھا اور اس کی آواز آسمان تک پہنچتی تھی اس کا لباس بالوں سے بنا ہوا تھا۔ پس ابراہیم

یہ السلام تعجب اور حیرانگی سے دو چار ہوئے چنانچہ توقف کیا اور بیٹھے رہے تاکہ وہ نماز سے فارغ ہوجائے لیکن جب
تظار کی مدت طویل ہو گئی تو اپنے ہاتھوں سے اس کو ہلایا اور فرمایا ۔ مجھے تم سے ایک حاجت ہے ۔ پس اس نے اپنی
از کی طوالت کو کم کردیا ۔ امامؑ فرماتے ہیں ۔ اس آدمی نے نماز کو کم دیا اور حضرت ابراہیمؑ اس کے پاس بیٹھ گئے ۔
براہیمؑ نے اس سے سوال کیا تم کس کے لئے نماز پڑھتے ہو ؟ اس نے کہا میں ابراہیمؑ کے خدا کے لئے نماز پڑھتا ہوں آپؑ
نے پوچھا ابراہیمؑ کا خدا کون ہے ۔ اس نے کہا وہ ہے جس نے تجھے اور مجھے پیدا کیا ہے ابراہیمؑ نے کہا ۔ تمہارا طریقہ
عبادت مجھے بہت اچھا لگا اور میں تم سے محبت کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی رضا کے لئے تم سے بھائی چارگی کا رشتہ قائم
رنا چاہتا ہوں ۔ پس اگر میں تمہاری زیارت اور تم سے ملاقات کرنا چاہوں تو تمہارا گھر کہاں ہے ۔ اس آدمی نے کہا ۔
یری قیام گاہ اس صاف ستھری نہر کے دوسری طرف ہے ۔ اور اپنے ہاتھوں سے دریا کی طرف اشارہ کیا ۔ اور میری نماز
پڑھنے کی جگہ یہی ہے اگر خدا نے چاہا تو تم مجھے یہاں پاؤ گے ۔ پھر ابراہیمؑ سے اس آدمی نے سوال کیا: کیا آپ کو مجھ سے
وئی حاجت ہے ۔ ابراہیمؑ نے فرمایا: ہاں اس نے پوچھا: وہ کیا ؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: تم اللہ سے دعا کرو اور میں آمین
ہوں گا یا میں دعا کروں گا اور تم آمین کہو ۔ اس نے کہا: پر کس کے بارے میں دعا کریں گے ؟ ابراہیمؑ نے اس سے کہا:
مومنین میں سے جو گناہگار ہیں ان کی مغفرت کے لئے ۔ اس آدمی نے کہا: نہیں حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا: کیوں ؟ اس نے
کہا : میں اللہ کی بارگاہ میں تیس سال سے ایک ہی دعا کرتا آرہا ہوں اور اب تک میں اس کی قبولیت کو حاصل نہیں
کر سکا ہوں ۔ اور مجھے بارگاہ الہیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں اس کی بارگاہ میں ایسی دعا کروں جس کے استجابت اور قبولیت کا
مجھے یقین نہ ہو ۔ ابراہیمؑ نے پوچھا: تم نے کس سلسلے میں دعا کی تھی ؟ اس آدمی نے کہا: میں ایک دن اپنی اس جائے
نماز پر تھا اچانک ایک خوبصورت نوجوان جس کی پیشانی سے نور افشانی ہورہی تھی یہاں سے گزرا ۔ اس کے بال پیچھے
کی طرف لٹکے ہوئے تھے اور اس کے ساتھ گائیں تھی جس کو وہ چرا رہا تھا اتنی تنومند جیسے ان کے جسموں پر تیل لگا ہوا ہو
اور ایک بھیڑوں کا گلہ بھی تھا جو پر گوشت اور موٹی تھیں ۔ اس نے مزید کہا مجھے وہ منظر بہت پسند آیا پس میں نے اس
سے پوچھا: اے نوجوان یہ گائیں اور بھیڑیں کس کی ہیں ؟ اس نے کہا: یہ میری ہیں ۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو ؟ اس نے
کہا میں اللہ کے خلیل کا بیٹا اسماعیل ہوں ۔ پس اس وقت میں نے دعا کی اللہ عزوجل سے کہ وہ مجھے اپنے دوست اور خلیل
کی زیارت کرائے ۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی ابراہیم خلیل اللہ ہوں اور وہ نوجوان میرا بیٹا
ہے ۔ پس اس آدمی نے اس وقت یہ کہا: پروردگار عالمین کا شکر ہے کہ جس نے میری دعا قبول کی ۔ پھر اس آدمی نے
حضرت ابراہیمؑ کے دونوں رخساروں کا بوسہ لیا اور ان سے گلے ملا ۔ اس کے بعد کہا ۔ اب میں آپؑ کی بات مان لوں گا ۔
آپؑ دعا کیجئے میں آپ کی دعا پر آمین کہوں گا ۔ پس ابراہیم علیہ السلام نے مومنین ومومنات میں سے جو گنہگار ہیں ان
سب کے لئے تاقیام قیامت اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی کی دعا کی ۔ امامؑ فرماتے ہیں : پس اس آدمی نے اس دعا

یہ السلام تعجب اور حیرانگی سے دوچار ہوئے چنانچہ توقف کیا اور بیٹھے رہے تاکہ وہ نماز سے فارغ ہوجائے لیکن جب
ںتظار کی مدت طویل ہوگئی تو اپنے ہاتھوں سے اس کو ہلایا اور فرمایا۔ مجھے تم سے ایک حاجت ہے۔ پس اس نے اپنی
ماز کی طوالت کو کم کردیا۔ امامؑ فرماتے ہیں۔ اس آدمی نے نماز کو کم دیا اور حضرت ابراہیمؑ اس کے پاس بیٹھ گئے۔
براہیمؑ نے اس سے سوال کیا تم کس کے لئے نماز پڑھتے ہو؟ اس نے کہا میں ابراہیمؑ کے خدا کے لئے نماز پڑھتا ہوں آپؑ
نے پوچھا ابراہیمؑ کا خدا کون ہے۔ اس نے کہا وہ ہے جس نے تجھے اور مجھے پیدا کیا ہے ابراہیمؑ نے کہا۔ تمہارا طریقہ
عبادت مجھے بہت اچھا لگا اور میں تم سے محبت کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی رضا کے لئے تم سے بھائی چارگی کا رشتہ قائم
کرنا چاہتا ہوں۔ پس اگر میں تمہاری زیارت اور تم سے ملاقات کرنا چاہوں تو تمہارا گھر کہاں ہے۔ اس آدمی نے کہا۔
میری قیام گاہ اس صاف ستھری نہر کے دوسری طرف ہے۔ اور اپنے ہاتھوں سے دریا کی طرف اشارہ کیا۔ اور میری نماز
پڑھنے کی جگہ یہی ہے اگر خدا نے چاہا تو تم مجھے یہاں پاؤ گے۔ پھر ابراہیمؑ سے اس آدمی نے سوال کیا: کیا آپ کو مجھ سے
کوئی حاجت ہے۔ ابراہیمؑ نے فرمایا: ہاں اس نے پوچھا: وہ کیا؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: تم اللہ سے دعا کرو اور میں آمین
کہوں گا یا میں دعا کروں گا اور تم آمین کہو۔ اس نے کہا: پر کس کے بارے میں دعا کریں گے؟ ابراہیمؑ نے اس سے کہا:
مومنین میں سے جو گناہگار ہیں ان کی مغفرت کے لئے۔ اس آدمی نے کہا: نہیں حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا: کیوں؟ اس نے
کہا: میں اللہ کی بارگاہ میں تیس سال سے ایک ہی دعا کرتا آرہا ہوں اور اب تک میں اس کی قبولیت کو حاصل نہیں
کرسکا ہوں۔ اور مجھے بارگاہ الہیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں اس کی بارگاہ میں ایسی دعا کروں جس کے استجابت اور قبولیت کا
مجھے یقین نہ ہو۔ ابراہیمؑ نے پوچھا: تم نے کس سلسلے میں دعا کی تھی؟ اس آدمی نے کہا: میں ایک دن اپنی اس جائے
نماز پر تھا اچانک ایک خوبصورت نوجوان جس کی پیشانی سے نور افشانی ہورہی تھی یہاں سے گزرا۔ اس کے بال پیچھے
کی طرف لٹکے ہوئے تھے اور اس کے ساتھ گائیں تھی جس کو وہ چرا رہا تھا اتنی تنومند جیسے ان کے جسموں پر تیل لگا ہوا ہو
اور ایک بھیڑوں کا گلہ بھی تھا جو پر گوشت اور موٹی تھیں۔ اس نے مزید کہا مجھے وہ منظر بہت پسند آیا پس میں نے اس
سے پوچھا: اے نوجوان یہ گائیں اور بھیڑیں کس کی ہیں؟ اس نے کہا: یہ میری ہیں۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے
کہا میں اللہ کے خلیل کا بیٹا اسماعیل ہوں۔ پس اس وقت میں نے دعا کی اللہ عزوجل سے کہ وہ مجھے اپنے دوست اور خلیل
کی زیارت کرائے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی ابراہیم خلیل اللہ ہوں اور وہ نوجوان میرا بیٹا
ہے۔ پس اس آدمی نے اس وقت یہ کہا: پروردگار عالمین کا شکر ہے کہ جس نے میری دعا قبول کی۔ پھر اس آدمی نے
حضرت ابراہیمؑ کے دونوں رخساروں کا بوسہ لیا اور ان سے گلے ملا۔ اس کے بعد کہا۔ اب میں آپؑ کی بات مان لوں گا۔
آپؑ دعا کیجئے میں آپ کی دعا پر آمین کہوں گا۔ پس ابراہیم علیہ السلام نے مومنین ومومنات میں سے جو گنہگار ہیں ان
سب کے لئے تاقیام قیامت اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی کی دعا کی۔ امامؑ فرماتے ہیں: پس اس آدمی نے اس دعا

پر آمین کہا (راوی کہتا ہے) پس امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا حضرت ابراہیمؑ کی دعا قیامت کے دن تک ہمارے شیعوں میں سے جو مومن اور مومنات ہیں ان کو شامل ہوجائے گی۔

باب (۵) غیبت حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کی غیبت کی مدت بیس سال تھی اس دوران آپ نے کبھی اپنے بالوں پر تیل نہیں لگایا نہ ہی سرمہ استعمال کیا اور نہ خوشبو سے اپنے آپ کو معطر کیا اور نہ ہی کسی عورت کو مس کیا۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوبؑ کے لئے ان کے پراگندہ خاندان کو دوبارہ یکجا کردیا اور یوسفؑ اور ان کے بھائیوں اور والد اور خالہ کو جمع کردیا۔ان بیس سالوں میں سے تین دن تو کنوئیں میں تھے اور چند سال زندان میں تھے۔اور باقی سال سلطنت پر تھے۔آپؑ مصر میں تھے اور یعقوبؑ فلسطین میں تھے اور ان کے درمیان فاصلہ صرف نو دنوں کے سفر کا تھا۔آپؑ کی غیبت کے دوران آپؑ کے حالات مختلف تھے کبھی آپؑ کے بھائیوں نے آپؑ کو قتل کرنے پر اتفاق رائے کیا پھر اس کو بدل کر آپؑ کو کنوئیں میں پھینکنے کا فیصلہ کیا پھر آپؑ کو سستے داموں فروخت کردیا اس کے بعد عزیز مصر کی بیوی کے مکرو فریب سے دوچار ہونا پڑا پھر چند سال قید کی زندگی گزارنی پڑی پھر اس کے بعد آپؑ مصر کے بادشاہ بن گئے اور یوں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے خاندان کو دوبارہ یکجا کردیا اور جو خواب آپؑ نے دیکھا تھا اس کی تعبیر پوری کردی۔

۹۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے حسین بن حسن بن ابان سے انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے احمد بن حسن میثمی سے انہوں نے حسن واسطی سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے آپ نے فرمایا ایک بدو عرب حضرت یوسفؑ کے پاس کچھ کھانا خریدنے آیا آپ نے اس کے لئے فروخت کردیا۔جب وہ اس کام سے فارغ ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے کہا: تمہاری قیامگاہ کہاں ہے۔اس نے کہا فلاں جگہ ہے۔راوی کہتا ہے انہوں نے کہا پس تم فلاں صحرا میں ٹھہر جاؤ اور اے یعقوبؑ اے یعقوبؑ کہہ کر پکارو پس ایک نہایت بزرگ خوبصورت لحیم شحیم شخص تمہارے پاس آئے گا۔اس سے کہہ دینا کہ مصر میں، میں نے ایک شخص سے ملاقات کی تھی اور وہ تمہیں سلام کہہ رہا ہے۔وہ تجھ سے کہے گا: تمہاری یہ امانت اللہ عزوجل کے پاس ضائع نہیں جائے گی۔راوی کہتا ہے پس وہ اعرابی اس مقام تک پہنچ گیا۔اس نے اپنے غلاموں سے کہا کہ میرے اونٹ کا خیال رکھو۔اور پھر آواز دینے لگا اے یعقوبؑ اے یعقوبؑ پس ایک نابینا طویل قامت لحیم شحیم اور خوبصورت سا شخص نکل آیا جو دیوار کا سہارا لئے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔اس آدمی نے پوچھا کیا آپ ہی یعقوبؑ ہیں۔انہوں نے کہاں ہاں پس اس نے جو کچھ یوسفؑ نے کہا تھا وہ ان تک پہنچایا تو یعقوبؑ بے ہوش ہو کر گر پڑے پھر ہوش میں آئے تو انہوں نے کہا: اے اعرابی کیا تمہیں اللہ سے کسی چیز کی

ضرورت ہے ۔ اس نے کہا میں بہت مالدار شخص ہوں اور میری بیوی میرے چاچا کی لڑکی ہے ۔ مگر اس سے کوئی لڑکا
نہیں ہوا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپؑ دعا کریں کہ خدا مجھے ایک بیٹا عطا کردے ۔ (راوی) کہتا ہے پس انہوں نے وضو کیا
اور دو رکعت نماز پڑھی پھر اللہ عزوجل سے دعا کی ۔ پس اس شخص کی بیوی نے چار مرتبہ جڑواں بچے دیئے ۔

پس یعقوبؑ جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور مزے میں ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی غیبت کے بعد ان کو
ظاہر کردے گا ۔ وہ اپنے بیٹوں سے یہی کہا کرتے تھے ۔ **انی اعلم من اللّٰہ مالا تعلمون** (سورہ یوسف آیت
۹۶)"جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے" ان کے گھر والے اور اقرباء یوسفؑ کو یاد کرنے پر انہیں ملامت کرتے تھے
یہاں تک کہ جب انہیں یوسفؑ کی خوشبو محسوس ہوئی تو انہوں نے کہا **انی لاجدریح یوسف لولا ان
تفندون O قالوا تاللّٰہ انک لفی ضلالک القدیم O فلما ان جاء البشیر (وھو
یھودا انبہ وألقی قمیض یوسف) القہ علیٰ وجھہ فارتد بصیراً O قال الم اقل
لکم انی اعلم من اللّٰہ ما لاتعلمون O** (سورہ یوسف آیت ۹۴ تا ۹۶) " بے شک میں یوسفؑ کی خوشبو کو
محسوس کررہا ہوں کیوں تم مجھے ملامت کرتے ہو ۔ وہ کہنے لگے خدا کی قسم اس میں شک نہیں کہ تم اپنی پرانی گمراہی پر
قائم ہو ۔ اور جب بشارت دینے والا آگیا اور (وہ ان کا بیٹا یہودا تھا اور یوسف کی قمیض کو) ان کے چہرے سے ملا تو ان
کی بینائی دوبارہ لوٹ آئی ۔ تو وہ کہنے لگے کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم
نہیں جانتے ۔"

۔　　ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یحییٰ عطار نے انہوں
نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن حسن بن ابان نے انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے محمد بن اسماعیل بن
بزیع سے انہوں نے ابو اسماعیل سراج سے انہوں نے بشر بن جعفر سے انہوں نے مفضل سے گمان کرتا ہوں یہ مفضل
جعفی ہیں ۔ انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپؑ فرماتے تھے: کیا تمہیں معلوم ہے کہ یوسفؑ کی قمیض کیا
تھی ۔ میں نے عرض کیا نہیں آپؑ نے فرمایا ۔ جب ابراہیمؑ کے لئے آگ بھڑکائی جارہی تھی تو جبرائیل علیہ السلام ان کے
لئے جنت کے پیراہنوں میں سے ایک پیراہن لے کر آئے اور انہیں پہنایا پس اس کی وجہ سے نہ تو حرارت اور نہ ٹھنڈک
انہیں نقصان پہنچا سکی ۔ جب حضرت ابراہیمؑ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اس کو ایک تھیلی میں ڈالا اور اسے
حضرت اسحاقؑ کے گلے میں ڈالدیا اور پھر حضرت اسحاقؑ نے حضرت یعقوبؑ کے گلے میں ڈالدیا اور جب یعقوبؑ کے گھر
یوسفؑ پیدا ہوئے تو انہوں نے اس کو یوسفؑ کے گلے میں ڈالدیا اور یہ ان کے پاس تھی ان تمام ادوار میں جب آپؑ پر
مختلف مراحل گزرے ۔ پس جب یوسفؑ نے تھیلی سے وہ قمیض نکالی تو یعقوبؑ کو اس کی خوشبو آئی جیسا کہ ان کا ارشاد
ہے **انی لا جدریح یوسف لولا ان تفندون** "یقیناً میں یوسف کی خوشبو محسوس کررہا ہوں تم کیوں مجھے

سرزنش کرتے ہو۔ پس یہ وہی قمیض تھی جو جنت سے نازل کی گئی تھی (راوی) کہتا ہے میں نے پوچھا: میری جان آپؑ پر نثار پس اس قمیض کی داستان کہاں پر ختم ہوتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا وہ قمیض اپنے اہل اور مالک کے پاس ہے پھر فرمایا ہر وہ نبی جسے علم وراثت میں ملا یا کوئی اور چیز وہ اس کا اہل تھا یہاں تک کہ یہ قمیض آل محمد علیہم الصلوات والسلام تک پہنچ گئی۔

پس مروی ہے کہ جب حضرت قائمؑ ظہور فرمائیں گے تو یوسفؑ کی قمیض ان کے تن پر ہوگی اور ساتھ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری بھی ہوگی۔

اور اس بات پر دلیل کہ یعقوبؑ یہ جانتے تھے کہ یوسفؑ حیات ہیں اور یہ کہ وہ امتحان کی خاطر غائب کئے گئے ہیں یہ ہے کہ جب ان کے دوسرے بیٹے شام کو روتے ہوئے واپس آئے تو ان سے کہا کہ تم لوگ کیوں رو رہے ہو اور چیختے چلاتے ہو؟ اور میں اپنے محبوب اور عزیز یوسفؑ کو تمہارے درمیان کیوں نہیں پارہا ہوں **قالوآ یا بانآ انا ذھبنا نستبق و ترکنا یوسف عند متا عنا فاکلہ الذنب وماآ انت بمومن لنا و لوکنا صادقین** O (سورہ یوسف آیت ۱۷) "وہ کہنے لگے اے بابا ہم کھیل اور مقابلہ کے لئے گئے اور یوسفؑ کو ہم اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے۔ پس ایک بھیڑیئے نے اسے کھا لیا۔ اور آپ ہماری بات پر یقین نہیں کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں۔" یہ اس کی قمیض ہے جو ہم آپ کے پاس لے کر آئے ہیں آپؑ نے کہا اسے میری جانب پھینک دو انہوں نے آپؑ کے حوالے کردیا تو آپؑ نے اسے چہرے سے ملا تو فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو اپنے بیٹوں سے کہا: اے میرے فرزندوں کیا تم یہ گمان کررہے ہو کہ میرے محبوب یوسفؑ کو بھیڑیئے نے کھا لیا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں آپؑ نے کہا: تو پھر بتاؤ مجھے یوسفؑ کے گوشت کی بُو کیوں نہیں آرہی ہے۔ اور کیوں ان کی قمیض کو بالکل صحیح و سالم پارہا ہوں۔ چلو مان لیں کہ قمیض نیچے سے کھلی ہوئی تھی تو یوسف کے دونوں شانوں اور اس کے گلے تک پہنچنے کے لئے اس بھیڑیئے کو کیا اس قمیض کو پھاڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ایسے بھیڑیئے پر خوامخواہ تہمت لگائی جارہی ہے۔ اور بے شک میرا بیٹا مظلوم ہے بلکہ تمہارے نفس نے تمہیں دھوکہ دیا ہے۔ پس اچھی طرح صبر کرنے کی ضرورت ہے اور جو کچھ تم بیان کررہے ہو اس میں اللہ سے ہی مدد طلب کی جاسکتی ہے۔ اس رات وہ ان سے دور ہوگئے اور ان سے بات نہیں کی اور یوسفؑ کا مرثیہ پڑھنا شروع کردیا اور یہ کہے جاتے تھے کہ: میرا محبوب یوسفؑ جس کو میں اپنی تمام اولاد پر ترجیح دیتا تھا لیکن وہ مجھ سے چھینا گیا۔ ہائے میرا محبوب یوسفؑ کہ اپنی تمام اولادوں میں مجھے اسی پر امید تھی وہ مجھ سے چھن گیا۔ میرا محبوب یوسف جس کو میں دائیں اور بائیں بازو پر سلاتا تھا مجھ سے چھن گیا۔ میرا محبوب یوسف جس کے ساتھ میں اپنی تنہائی کے خلاء کو پُر کرتا تھا مجھ سے چھن گیا۔ اے میرے محبوب یوسف کس سہارے پر مجھے چھوڑ گیا یا کس جگہ میں تجھے ڈھونڈوں۔ اے میرے حبیب یوسف کاش میں تیرے ساتھ ہوتا تاکہ جو کچھ تجھ پر بیت گئی وہی مجھ پر

بھی بیت جاتی ۔ اے میرے محبوب یوسف کاش میں یہ جان لیتا کہ کس پہاڑ پر تجھے چھوڑا ہے ۔ یا یہ کہ کس دریا میں تجھے ڈبویا ہے ۔ اے میرے محبوب یوسف کاش میں تیرے ساتھ ہوتا کہ مجھ پر بھی وہی مصیبت آجاتی جو تجھ پر آئی ہے ۔

اور یعقوبؑ کے پاس یوسفؑ ان دلیلوں میں سے کہ یوسفؑ زندہ ہیں اور یہ کہ وہ غیبت میں ہیں ایک یہ ہے کہ انہوں نے یہ کہا **عسى الله ان يا تيني بهم جميعاً**(سورہ یوسف آیت ۸۳) " امید ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو مجھ تک پہنچائے گا ۔" اور یہ کہا کہ **يا بني اذهبوا فتحسسوا من يوسف واخيه ولا تايئسوا من روح الله انه لا يايئس من روح الله الا القوم الكافرون** (سورہ یوسف آیت ۸۷) " اے میرے بیٹوں جاؤ اور یوسفؑ اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا یقیناً کوئی بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا سوائے کافروں کے ۔" حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یعقوب علیہ السلام نے ملک الموت سے سوال کیا: یہ بتائیں آپ ارواح کو الگ الگ قبض کرتے ہیں یا ایک ساتھ قبض کرتے ہیں ۔ انہوں نے کہا: الگ الگ ۔ پس سوال کیا: کیا ان ارواح میں جنہیں آپ نے قبض کیا ہے یوسف کی روح بھی شامل ہے ۔ انہوں نے کہا: نہیں ۔ پس اس کے بعد اپنے بیٹوں سے کہا: اے میرے بیٹوں جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کے بارے میں خبر گیری کرو ۔ پس ہمارے زمانے میں غیب کے پردے میں مخفی صاحب الزماں علیہ السلام کے بارے میں جاننے والوں اور معرفت رکھنے والوں کی وہی حالت ہے جو حالت یعقوب علیہ السلام کی حضرت یوسفؑ اور ان کی غیبت کے بارے میں تھی ۔ اور اس سلسلے میں نادان اور جاہل لوگوں اور انکار کرنے والوں کی وہی حالت ہے جو یعقوبؑ کے گھر والے اور ان کے اقرباء رکھتے تھے ۔ وہ تو یوسفؑ کے بارے میں اور ان کی غیبت کے متعلق اتنے جاہل تھے کہ اپنے باپ یعقوبؑ سے یہ کہتے تھے کہ خدا کی قسم یقیناً آپ اپنی سابقہ گمراہی پر قائم ہیں " اور یعقوبؑ کا کہنا کہ جب بشارت دینے والے نے یوسفؑ کی قمیض ان کے چہرے پر مل دی اور ان کی بصارت لوٹ کر آئی کہ کیا میں تم سے یہ کہا نہیں کرتا تھا کہ میں اللہ کی جانب سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ وہ جانتے تھے کہ یوسفؑ زندہ ہیں اور یہ کہ انہیں امتحان کی خاطر غیبت سے دوچار کر دیا گیا ہے ۔

۱۱۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن رضی اللہ عنہما نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن ہلال نے انہوں نے عبدالرحمن بن ابو نجران سے انہوں نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے سدیر سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپؑ فرماتے تھے کہ قائمؑ میں ایک سنت حضرت یوسفؑ کی بھی ہے ۔ میں نے کہا کہ شاید آپ ان کے بارے میں بتانا چاہتے ہیں یا ان کی غیبت کے بارے میں ۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا: اس امت کے مخالفین جو خنازیر سے مشابہ ہیں (قائمؑ کی غیبت کے بارے میں) مخالفت کرتے ہیں ۔ اور یوسفؑ کے بھائی تو اولادِ انبیاء میں سے تھے ۔ لیکن انہوں نے یوسفؑ کو بیچ ڈالا دراں حالیکہ وہ سب اس کے

ب (۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت

پیغمبر خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت کے بارے میں ہم سے بیان کیا حسین بن احمد بن ادریس رضی
عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو سعید سہل بن زیاد ادمی
زی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن آدم نسائی نے انہوں نے اپنے والد آدم بن ابی ایاس سے انہوں نے کہا
ہم سے بیان کیا مبارک بن فضالہ نے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے سید العابدین علی بن حسین علیہما
لام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سید الشہدا حسین بن علی علیہما السلام سے انہوں نے اپنے والد بزرگوار سید الوصیین
لمومنین علی بن ابی طالب صلوات اللہ و سلامہ علیہ سے آپؑ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
حضرت یوسفؑ کی وفات کا وقت آیا تو آپؑ نے اپنے شیعوں اور اہلبیت کو یکجا کیا۔ خدا کی حمد و ثناء بجا لائے پھر
ں بتایا کہ وہ شدت اور سختی اور مصیبت سے دوچار ہوجائیں گے جس میں ان کے مرد مارے جائیں گے اور حاملہ
توں کے پیٹ چاک کئے جائیں گے۔ بچے ذبح کئے جائیں گے۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حق کو لاوی بن یعقوب کی اولاد
سے ایک ظہور کرنے والے کے ذریعے غالب کردے گا۔ اور وہ ایک گندم گوں بلند قامت شخص ہوگا اور اس کے
ت انہیں بتادیئے۔ پھر آپؑ نے انہیں وصیت کی کہ اس سے تمسک رکھو پھر غیبت اور شدت دونوں بنی اسرائیل پر
ع ہوئیں اور وہ چار سو سال تک قائم کے ظاہر ہونے کے منتظر رہے۔یہاں تک کہ ان کی ولادت کی بشارت انہیں
گئی اور انہوں نے ظہور کے علامات دیکھے اور امتحان اور بلائیں ان پر شدید ہوگئیں۔ اور لکڑیوں اور پتھروں سے ان پر
کئے گئے۔ تو انہوں نے اس فقیہ اور عالم کو بلوایا جس کی باتوں سے انہیں آرام اور سکون ملتا تھا اور اس دوران
ں نے روپوشی اختیار کی ہوئی تھی پس انہیں خط لکھا کہ جب ہم پر سخت وقت گزرتا تھا تو ہم آپ کی باتوں سے سکون
آرام حاصل کرلیتے تھے۔چنانچہ وہ انہیں لے کر دشت کی طرف نکلے اور قائم زمانہ کے بارے میں انہیں بتانے لگے کہ
ان کا ظہور قریب آچکا ہے۔ وہ چاندنی رات تھی۔ ایسے میں موسیٰ علیہ السلام ان کی طرف بڑھے اس وقت آپ
وان تھے۔ فرعون کے گھر سے نکلے تھے اور آپؑ سے پاکیزگی کا اظہار ہو رہا تھا۔ پس آپ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر
کی طرف بڑھے اس وقت آپ ایک خچر پر سوار تھے اور تن پر ریشم کی سبز چادر تھی جب فقیہ عالم نے انہیں دیکھا تو
ات کے ذریعے ان کو پہچان لیا۔ پس وہ ان کے احترام میں کھڑے ہوگئے۔ اور ان کے قدموں پر گر پڑے اور ان کو
پھر کہا: **الحمدللہ** جس نے مجھے موت نہیں دی جب تک آپ کی زیارت نہ کرلی جب شیعوں نے یہ جان لیا کہ
وہی ہیں جن کے وہ منتظر تھے تو اللہ عزوجل کے حضور شکرانہ کے طور پر زمین پر سجدہ ریز ہوگئے۔ آپؑ نے اس سے
دہ اور کچھ نہیں کہا کہ: میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشائش میں تعجیل فرمائے۔ اس کے بعد وہ غائب

بھائی تھے اور وہ بھی ان کے بھائی تھے پھر بھی جب ملاقات ہوئی تو وہ انہیں پہچان نہ سکے یہاں تک کہ خود انہوں نے اپنے آپ کو پہچنوایا اور فرمایا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ پس یہ امت کس طرح انکار کرتی ہے اگر اللہ تعالیٰ ایک زمانہ میں اپنی حجت ان سے مخفی رکھنا چاہتا ہے اور یوسف ایک دن اسی مصر کے بادشاہ بن گئے اور ان کے اور ان کے والد کے درمیان فاصلہ صرف اٹھارہ دن کے سفر کا تھا پس جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ چاہا کہ ان کی قدر ومنزلت کو پہچانا جائے تو خدا کی قسم ان کے گھر والوں نے اس فاصلہ کو بشارت اور خوش خبری ملنے کے بعد نو دن میں طے کیا۔ پس یہ امت کس طرح انکار کر سکتی ہے کہ اللہ عزوجل اپنی حجت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے جیسا کہ اس نے یوسفؑ کے ساتھ کیا تھا کہ اس کی حجت ان کے درمیان چلے پھرے، بازاروں میں ان کے درمیان سے گزرے اور ان کے درمیان بیٹھے ہو اور وہ اسے نہ پہچان سکیں۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل یہ اجازت دے کہ حجتِ خدا اپنے آپ کو پہچنوائے جیسا کہ اس نے یوسف علیہ السلام کو اجازت دی تھی جب انہوں نے یہ کہا **هل علمتم ما فعلتم بيوسف واخيه اذ انتم جاهلون ○ قالوا انک لانت يوسف قال انا يوسف وهذا اخي** (سورہ یوسف آیت ۹۰ ـ ۸۹) "کیا تم یہ نہیں جانتے کہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا جب تم جاہل اور نادانی کی حالت میں تھے۔ انہوں نے کہا کیا آپ یوسفؑ ہیں انہوں نے فرمایا میں یوسفؑ ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔"

بھائی تھے اور وہ بھی ان کے بھائی تھے پھر بھی جب ملاقات ہوئی تو وہ انہیں پہچان نہ سکے یہاں تک کہ خود انہوں نے اپنے آپ کو پہچنوایا اور فرمایا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ پس یہ امت کس طرح انکار کرتی ہے اگر اللہ تعالیٰ ایک زمانہ میں اپنی حجت ان سے مخفی رکھنا چاہتا ہے اور یوسف ایک دن اسی مصر کے بادشاہ بن گے اور ان کے اور ان کے والد کے درمیان فاصلہ صرف اٹھارہ دن کے سفر کا تھا پس جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ چاہا کہ ان کی قدر ومنزلت کو پہچانا جائے تو خدا کی قسم ان کے گھر والوں نے اس فاصلہ کو بشارت اور خوش خبری ملنے کے بعد نو دن میں طے کیا۔ پس یہ امت کس طرح انکار کر سکتی ہے کہ اللہ عزوجل اپنی حجت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے جیسا کہ اس نے یوسفؑ کے ساتھ کیا تھا کہ اس کی حجت ان کے درمیان چلے پھرے، بازاروں میں ان کے درمیان سے گزرے اور ان کے درمیان بیٹھے ہو اور وہ اسے نہ پہچان سکیں۔یہاں تک کہ اللہ عزوجل یہ اجازت دے کہ حجتِ خدا اپنے آپ کو پہچنوائے جیسا کہ اس نے یوسف علیہ السلام کو اجازت دی تھی جب انہوں نے یہ کہا **ھل علمتم ما فعلتم بیوسف واخیہ اذ انتم جاھلون ○ قالوا انک لانت یوسف قال انا یوسف وھذا اخی** (سورہ یوسف آیت ۹۰-۸۹) "کیا تم یہ نہیں جانتے کہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا جب تم جاہل اور نادانی کی حالت میں تھے۔ انہوں نے کہا کیا آپ یوسفؑ ہیں انہوں نے فرمایا میں یوسفؑ ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔"

ب (۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت

پیغمبر خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت کے بارے میں ہم سے بیان کیا حسین بن احمد بن ادریس رضی عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو سعید سہل بن زیاد ادمی زی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن آدم نسائی نے انہوں نے اپنے والد آدم بن ابی ایاس سے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا مبارک بن فضالہ نے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے سید العابدین علی بن حسین علیہما سلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سید الشہدا حسین بن علی علیہما السلام سے انہوں نے اپنے والد بزرگوار سیدالوصیین المومنین علی بن ابی طالب صلوات اللہ و سلامہ علیہ سے آپؑ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت یوسفؑ کی وفات کا وقت آیا تو آپؑ نے اپنے شیعوں اور اہلبیت کو یکجا کیا۔ خدا کی حمد و ثناء بجا لائے پھر یں بتایا کہ وہ شدت اور سختی اور مصیبت سے دوچار ہوجائیں گے جس میں ان کے مرد مارے جائیں گے اور حاملہ توں کے پیٹ چاک کئے جائیں گے۔ بچے ذبح کئے جائیں گے۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حق کو لاوی بن یعقوب کی اولاد سے ایک ظہور کرنے والے کے ذریعے غالب کردے گا۔ اور وہ ایک گندم گوں بلند قامت شخص ہوگا اور اس کے ت انہیں بتادیئے۔ پھر آپؑ نے انہیں وصیت کی کہ اس سے تمسک رکھو پھر غیبت اور شدت دونوں بنی اسرائیل پر ع ہوئیں اور وہ چار سو سال تک قائم کے ظاہر ہونے کے منتظر رہے۔یہاں تک کہ ان کی ولادت کی بشارت انہیں گئی اور انہوں نے ظہور کے علامات دیکھے اور امتحان اور بلائیں ان پر شدید ہوگئیں۔ اور لکڑیوں اور پتھروں سے ان پر کئے گئے۔ تو انہوں نے اس فقیہ اور عالم کو بلوایا جس کی باتوں سے انہیں آرام اور سکون ملتا تھا اور اس دوران وں نے روپوشی اختیار کی ہوئی تھی پس انہیں خط لکھا کہ جب ہم پر سخت وقت گزرتا تھا تو ہم آپ کی باتوں سے سکون آرام حاصل کرلیتے تھے۔چنانچہ وہ انہیں لے کر دشت کی طرف نکلے اور قائم زمانہ کے بارے میں انہیں بتانے لگے کہ ان کا ظہور قریب آچکا ہے۔ وہ چاندنی رات تھی۔ ایسے میں موسیٰ علیہ السلام ان کی طرف بڑھے اس وقت آپ وان تھے، فرعون کے گھر سے نکلے تھے اور آپؑ سے پاکیزگی کا اظہار ہو رہا تھا۔ پس آپ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر کی طرف بڑھے اس وقت آپ ایک خچر پر سوار تھے اور تن پر ریشم کی سبز چادر تھی جب فقیہ عالم نے انہیں دیکھا تو ات کے ذریعے ان کو پہچان لیا۔ پس وہ ان کے احترام میں کھڑے ہوگئے۔ اور ان کے قدموں پر گر پڑے اور ان کو ا پھر کہا: الحمدللہ جس نے مجھے موت نہیں دی جب تک آپ کی زیارت نہ کرلی جب شیعوں نے یہ جان لیا کہ وہی ہیں جن کے وہ منتظر تھے تو اللہ عزوجل کے حضور شکرانہ کے طور پر زمین پر سجدہ ریز ہوگئے۔ آپؑ نے اس سے دہ اور کچھ نہیں کہا کہ: میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشائش میں تعجیل فرمائے۔ اس کے بعد وہ غائب

ہوگئے ۔ اور اس کے بعد شہر مدین کی طرف نکل پڑے اور حضرت شعیبؑ کے پاس قیام فرمایا ۔ پس آپؑ کے شیعوں پر دوسری غیبت پہلی غیبت سے بھی زیادہ شدید اور سخت تھی اور تقریباً پچاس اور چند سال تک یہ جاری رہی ۔ اس دوران ان پر سختیاں بڑھ گئیں اس دوران وہ فقیہ (عالم دین) بھی مخفی رہا پس ان کو بلا بھیجا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمیں آپؑ کے مخفی ہونے پر بھی کوئی صبر اور سکون نہیں ہے ۔ پس وہ ایک ریگستان میں نکلے اور انہیں یقین دلایا اور ان کے دلوں کو مطمئن کردیا اور انہیں بتلایا کہ اللہ عزوجل نے اس کی طرف وحی بھیجی ہے کہ چالیس سال کے بعد اللہ ان کے لئے کشائش اور مصائب کے خاتمہ کا سامان فراہم کردے گا پس سب نے مل کر کہا: **الحمدللّٰہ** پس اللہ نے وحی بھیجی کہ ان سے کہدو ہم نے اس مدت کو کم کر کے تیس سال کردیا چونکہ انہوں نے (**الحمدللّٰہ**) کہا تھا پس انہوں نے کہا: ہر نعمت اللہ کی طرف سے ہے ۔ پس اللہ عزوجل نے وحی بھیجی: میں نے مدت فرج کو بیس سال قرار دیا ۔ پس انہوں نے کہا: خیر اور نیکی سوائے خدا کے اور کسی اور کی طرف سے نہیں آتی ۔ پس اللہ عزوجل نے وحی بھیجی: میں نے اس کو کم کرکے دس سال کردیا انہوں نے کہا: برائی اور سختی کو نہیں ٹالتا سوائے اللہ کے ۔ پس اللہ نے وحی بھیجی: ان سے کہدو تم انتظار نہ کرو پس میں نے اجازت دی ہے کہ تمہیں کشائش اور فرج کا سامان فراہم ہوجائے ۔ وہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ اتنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک گدھے پر سوار ہو کر ان کے سامنے ظاہر ہوگئے ۔ پس مرد فقیہ نے چاہا کہ شیعوں کو وہ چیز بتلائے جس کو وہ دیکھ رہے تھے ۔ اور موسیٰؑ آئے اور ان کے سامنے کھڑے ہوگئے ۔ اور ان پر سلام کیا ۔ پس اس مرد فقیہ نے پوچھا: آپؑ کا نام کیا ہے ؟ آپؑ نے کہا: موسیٰؑ ۔ اس نے پوچھا: کس کے فرزند ہیں ؟ آپؑ نے کہا: عمران کا فرزند ہوں ۔ اس نے کہا: وہ کس کے فرزند تھے ۔ آپؑ نے کہا: قاہت کے بیٹے جو کہ لاوی بن یعقوب کے فرزند ہیں ۔ اس نے پوچھا: آپ کیا لے کر آئے ہیں تو آپؑ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی جانب سے میں رسالت اور پیغمبری لے کر آیا ہوں پس وہ کھڑے ہوگئے اور ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا پھر آپؑ ان کے درمیان بیٹھ گئے اور ان کے دلوں کو اطمینان دلایا اور کچھ احکامات دینے کے بعد انہیں منتشر کردیا ۔ پس اس وقت اور غرق فرعون کے وقت کے درمیان کا فاصلہ چالیس سال تھا ۔

۱۳ ۔ ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہما نے ان دونوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری اور محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے اور ان سب نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے احمد بن محمد بن ابی نصر البزنطی نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے محمد حلبی نے ان سے ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ نے فرمایا کہ جب حضرت یوسف بن یعقوب صلوات اللہ علیہما کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے آل یعقوب کے اسی (۸۰) آدمیوں کو جمع کیا اور فرمایا: یہ قبطی لوگ تم پر تسلط پائیں گے اور تمہیں بدترین عذاب دیں گے اور بے شک ان کے ہاتھوں سے تمہیں ایک ایسا مرد نجات دلائے گا جو لاوی بن یعقوب کی نسل سے ہوگا جس کا نام موسیٰ بن عمران ہوگا اور بلند قامت نوجوان ہوگا اسکے بال گھنگریالے ہونگے

ور وہ گندم گوں ہوگا پس بنی اسرائیل کا ہر مرد اپنے بچے کا نام عمران رکھنے لگا اور عمران نام والا شخص اپنے بیٹے کا نام وسیٰ رکھنے لگا۔

ابان بن عثمان بیان کرتے ہیں ابی الحسین سے وہ ابی بصیر سے اور ابوبصیر امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل رتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: موسیٰ کے ظہور سے قبل بنی اسرائیل میں پچاس جھوٹے موسیٰ ظاہر ہوئے اور سب یہی دعویٰ رتے تھے کہ ہم موسیٰ بن عمران ہیں۔ پس فرعون تک یہ بات پہنچ گئی کہ یہ لوگ اس کے لئے بے چین ہیں اور اس جوان کے ظہور کے انتظار میں ہیں۔ اور فرعون کے جادوگروں اور کاہنوں نے کہا کہ تمہارے دین اور تمہاری قوم کی بادی اسی نوجوان کے ہاتھ سے ہوگی جو بنی اسرائیل میں اسی سال پیدا ہوگا۔ پس اس نے عورتوں پر حمل شناس رتوں کا پہرہ بٹھا دیا اور یہ کہدیا: اس سال جو بھی بچہ پیدا ہوگا وہ ذبح کیا جائے گا اور حضرت موسیٰ کی ماں پر بھی ایک بلہ عورت کا پہرہ بٹھا دیا۔ جب بنی اسرائیل نے یہ حالت دیکھی تو وہ کہنے لگے: جب ہمارے نرینہ بچے مار ڈالے جائیں ے اور عورتیں زندہ رکھی جائیں گی تو ہم تو نابود ہوجائیں گے۔ اور ہم باقی نہیں رہیں گے۔ پس یہ طے کرلو کہ ہم اپنی رتوں سے نزدیکی نہ کریں۔ لیکن موسیٰ کے والد عمران نے کہا: بلکہ اپنی عورتوں سے مقاربت کرو کیونکہ خدا کا حکم ظاہر کر رہے گا چاہے مشرک لوگ اسے ناپسند کیوں نہ کریں۔ بارالہا جس نے اس چیز کو حرام قرار دیا میں اس میں شریک یں ہوں اور میں اسکو حرام قرار نہیں دوں گا اور جو کوئی بھی اس کو چھوڑ دے لیکن میں اس کام کو نہیں چھوڑوں گا۔ ں انہوں نے مادر موسیٰ سے مقاربت کی اور موسیٰ صلب پدر سے رحم مادر میں منتقل ہوگئے۔ فرعون نے ایک قابلہ رت کو مادر موسیٰ کی نگرانی پر مامور کردیا اس سختی کے ساتھ کہ اگر وہ کھڑی ہو جاتیں تو یہ بھی کھڑی ہوجاتی اور اگر ٹھ جاتیں تو وہ بھی بیٹھ جاتی۔ جب حمل ٹھہر گیا تو مادر موسیٰ کے دل میں ان کی محبت ابھر آئی اور خدا کی اپنے مخلوقات ہر حجت کا یہی حال ہوا کرتا ہے۔ اس دوران اس قابلہ عورت نے کہا: اے بیٹی تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ جو تمہارا چہرہ رد پڑجاتا ہے۔ اور پگھلتی جارہی ہو۔ انہوں نے کہا: مجھے سرزنش نہ کرو کیونکہ اگر میں کوئی بیٹا جنم دوں تو وہ ذبح کیا ئے گا اس نے کہ کہا تم غم مت کھاؤ میں اس بات کو چھپالوں گی لیکن مادر موسیٰ کو اس کی بات پر اعتبار نہیں ہوا۔ ب مادر موسیٰ نے حضرت موسیٰ کو جنم دیا تو قابلہ عورت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور قابلہ کے فرائض انجام دینے لگی۔ ر کہنے لگی: ماشاء اللہ (کتنا پیارا بیٹا ہے) اس کے بعد کہا: میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں تمہاری اس بات کو راز میں ھوں گی پھر اس کے بعد ان کو اٹھالیا اور اندرونی کمرے میں لے کر گئی۔ اور ان کی خدمت کی اس کے بعد وہ گھر سے ں اور دروازے پر موجود نگرانوں سے جبکہ وہ لوگ گھر کے دروازے پر پہرے دے رہے تھے کہا: تم لوگ جاؤ سوائے ن کے ایک لوتھڑے کے اور کچھ نہیں نکلا پس وہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ پس مادر موسیٰ نے آپ کو دودھ پلایا لیکن ب ان کو یہ خوف لاحق ہوگیا کہ کہیں اس بچے کے بارے میں شہرت نہ ہوجائے تو اللہ نے انہیں وحی کی کہ ایک

صندوقچہ بناؤ پھر ان کو اس میں رکھدو پھر رات کے وقت اس کو نکالو اور مصر کے دریا نیل کے سپرد کردو۔ چنانچہ انہوں نے ان کو ایک صدوقچہ میں رکھا پھر اس کو دریا کے حوالے کردیا۔ پس وہ صندوقچہ بار بار ان کی طرف ساحل کی سمت واپس آنے لگا تو انہوں نے اس کو سمندر کی طرف دھکیل دیا پھر ہوا چلنے لگی اور یوں پانی اس کو لے کر آگے بڑھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ پانی انہیں لے کر جارہا ہے تو انہوں نے اپنے غم و اندوہ کے اظہار کے لئے چیخنے چلانے کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو تھام لیا۔

آپ نے فرمایا۔ اور فرعون کی بیوی صالحہ مومنہ عورت تھی اور وہ بھی قبیلہ بنی اسرائیل کی تھی۔ (اس نے) فرعون سے کہا: آج کل بہار کے دن ہیں دریائے نیل کے ساحل پر کوئی گنبد بنوالو تاکہ میں اس سے لطف اندوز ہوسکوں۔ فرعون نے یہ کام انجام دیا تھا اور وہ صندوقچہ پانی میں تیرتا ہوا اسی طرف آگے بڑھ رہا تھا۔ پس اس عورت نے کہا: کیا تم اس چیز کو دیکھ رہے ہو جس کو میں پانی کی سطح پر دیکھ رہی ہوں۔ اس نے کہا: ہاں خدا کی قسم اے ہماری ملکہ ہم کچھ دیکھ رہے ہیں۔ جب اس کے قریب وہ صندوقچہ پہنچ گیا تو وہ خود اٹھ کر پانی کی طرف گئی اور اپنے ہاتھوں سے اس کو اٹھالیا اور نزدیک تھا کہ پانی عورت کو بہا کر لے جائے لیکن غلاموں نے چلا کر اسے خبردار کیا تو اس نے اس صندوقچہ کو اپنی طرف کھینچ لیا اور پانی سے اس کو نکال لیا پس اس کو لے کر اپنے دامن میں رکھا اور (جب صندوقچہ کو کھولا) تو ان لوگوں نے ایک خوبصورت ترین اور ذہین ترین لڑکے کو اس میں پایا۔ پس اس کے دل میں ان کی محبت بیٹھ گئی۔ اس نے آپ کو اپنی گود میں لے لیا اور کہنے لگی: یہ میرا بیٹا ہے۔ سب غلاموں نے بھی کہا: ہاں خدا کی قسم اے ہماری ملکہ قسم بخدا نہ آپ کا کوئی بیٹا ہے نہ بادشاہ کا کوئی بیٹا ہے۔ پس اس کو اپنا بیٹا بنالیجئے۔ پس وہ فرعون کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی: مجھے نہایت پاکیزہ خوبصورت بچہ ملا ہے۔ ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں گے تاکہ یہ میرے اور تیرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ پس اس کو قتل مت کرو۔ اس نے پوچھا: یہ بچہ کہاں سے ملا ہے؟ اس نے کہا: خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم مگر یہ کہ پانی اس کو لے کر آیا ہے۔ پس اس عورت کے اصرار پر فرعون راضی ہوگیا۔ جب لوگوں نے یہ سن لیا کہ بادشاہ نے ایک بچہ کو اپنا بیٹا بنالیا ہے تو فرعون کے دربار کے سرکردوں میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں تھا جس نے اپنی بیوی کو بچہ کے لئے دایہ یا دودھ پلانے کے لئے نہ بھیجا ہو۔ ادھر حضرت موسیٰ نے کسی بھی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ فرعون کی بیوی نے کہا: میرے بیٹے کے لئے کوئی دایہ تلاش کرو اور اس میں کسی عورت میں فرق نہ کرو چاہے وہ پست خاندان سے کیوں نہ ہو۔ لیکن آپ نے کسی عورت کو قبول نہیں کیا۔ مادر حضرت موسیٰ نے ان کی بہن سے کہا: جاکر اس کو تلاش کرو اور دیکھو کہ اس کے کوئی آثار اور نشان پائے جاتے ہیں پس وہ گئی اور بادشاہ کے دروازے پر پہنچ گئی دربانوں سے اس نے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ کسی دودھ پلانے والی کی تلاش میں ہو اور یہاں نزدیک ہی ایک نیک عورت رہتی ہے تمہارے بیٹے کو لے لے گی اور اس کی دیکھ بھال کرے گی۔ پس فرعون نے کہا: اس کو

محل کے اندر آنے دو ۔ جب وہ داخل ہوگئ تو فرعون کی عورت نے پوچھا: تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے ۔ اس نے کہا بنی اسرائیل سے ۔ عورت نے کہا: پس واپس جاؤ میری بیٹی ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے ۔ دوسری عورتوں نے کہا: خدا آپ کو سلامت رکھے اس کو بھی آزمایئے کہ بچہ قبول کرتا ہے یا نہیں پس فرعون کی عورت نے کہا: اگر بچہ بالفرض اس عورت کو قبول کر لے تو کیا فرعون یہ مان لے گا کہ بچہ بھی بنی اسرائیل کا ہو اور عورت بھی اسی قبیلہ سے ہو ۔ پس یقیناً وہ اس بات پر راضی نہیں ہوگا ۔ دوسری عورتوں نے کہا: اس کو بھی آزمایئے کہ وہ مانتا ہے یا نہیں ۔ فرعون کی بیوی نے کہا: تم جاؤ اور اس کو بلا کر لے آؤ ۔ پس وہ اپنی ماں کے پاس آگئی ۔ اور کہا: بادشاہ کی بیوی آپ کو بلا رہی ہے ۔ پس وہ چلی گئی جیسے ہی حضرت موسیٰ کو ان کے حوالے کردیا گیا تو انہوں نے آپؑ کو اپنی گود میں لے لیا ۔ پھر اپنے پستان ان کی طرف بڑھائے تو موسیٰ کا دہن دودھ سے پر ہوگیا ۔ جب فرعون کی عورت نے یہ دیکھا کہ یہ بچہ اس عورت کو قبول کرچکا تو فوراً فرعون کے پاس گئی اور کہنے لگی میں نے اپنے بیٹے کے لئے ایک دایہ بلوائی ہے اور ہمارے بیٹے نے بھی اس کو قبول کیا ہے ۔ اس نے پوچھا: اس کا تعلق کس قبیلہ سے ہے ۔ انہوں نے کہا بنی اسرائیل سے فرعون نے کہا: کہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ بچہ بھی بنی اسرائیل سے ہو اور عورت بھی بنی اسرائیل کی ہو ۔ تو وہ اس سے باتیں کرتی رہی اور یہ کہتی رہی کہ کیا تم اس بچے کے بارے میں خوف نہیں کھاتے یہ تو تمہارا بیٹا ہے ۔ اور تمہاری گود میں پرورش پائے گا عورت نے ان باتوں سے اس کی اپنی رائے کو تبدیل کروادیا اور وہ راضی ہوگیا ۔

پس موسیٰ علیہ السلام آل فرعون میں بڑے ہوئے اور ان کی ماں بہن اور قابلہ عورت نے اس راز کو راز رکھا ۔ یہاں تک کہ ان کی ماں فوت ہوگئیں اور قابلہ عورت بھی ۔ پس آپ علیہ السلام بڑھتے گئے اور بنی اسرائیل کو اس بارے میں کوئی علم نہیں تھا (امام نے) فرمایا کہ بنی اسرائیل کے لوگ ان کو تلاش کرتے اور ان کی خبر پوچھتے رہتے اور خود بخود ان کی خبریں پوشیدہ رہ جاتیں ۔ (امام نے) فرمایا یہ بات فرعون تک پہنچ گئی کہ وہ لوگ موسیٰ کی تلاش میں ہیں اور اس کے بارے میں معلومات کررہے ہیں پس ان کی طرف اپنے کارکن بھیجے اور ان کے عذاب اور تکالیف میں اضافہ کردیا اور انہیں الگ الگ کردیا اور انہیں موسیٰ کی سراغ رسانی اور ان کے بارے میں سوالات کرنے سے منع کردیا (امام نے) فرمایا ایک مرتبہ چاندنی رات میں بنی اسرائیل اپنے ایک بزرگ کے پاس گئے جو کہ کچھ علم رکھتے تھے اور کہنے لگے ہم بعض باتوں سے تسلی اور تشفی حاصل کرلیتے تھے لیکن کب تک اور کہاں تک یہ مصیبتیں ہم جھیلتے رہیں گے ۔ اس نے کہا خدا کی قسم تم اسی حالت میں رہو گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ایک نوجوان کو بھیجے گا جو لاوی بن یعقوب کی نسل سے ہوگا اور اس کا نام موسیٰ بن عمران ہوگا وہ ایک ایسا نوجوان ہے جس کا قامت بلند اور بال گھنگریالے ہوں گے اس دوران کہ وہ لوگ ان باتوں میں مشغول تھے کہ اچانک دیکھا حضرت موسیٰ ایک خچر پر سوار ہو کر آرہے ہیں یہاں تک کہ ان کے پاس آکر ٹھہر گئے اس عمر رسیدہ شخص نے اپنا سر اٹھایا اور صفات اور نشانیوں کے ذریعے سے انہیں پہچان

لیا۔ اس نے پوچھا: آپ کا نام کیا ہے خدا کی رحمت ہو آپ پر آپؑ نے کہا: موسیٰ۔ اس نے پوچھا کس کے فرزند ہو۔ آپؑ نے کہا عمران کا بیٹا ہوں۔ پس وہ بوڑھا شخص ان کی طرف بڑھا اور ان کے ہاتھوں کے بوسہ لینے لگا اور لوگ ان کے قدموں پر گر پڑے اور ان کے بوسے لینے لگے پس آپؑ نے ان لوگوں کو پہچان لیا اور ان لوگوں نے آپؑ کو پہچان لیا۔ اور انہیں اپنا شیعہ قرار دیا۔

اس کے بعد ایک طویل مدت تک توقف اور ٹھہراؤ کی حالت باقی رہی۔ پھر ایک دن وہ فرعون کے ایک شہر میں داخل ہوئے جہاں آپ کے شیعوں میں سے ایک شخص قبطی قبیلہ یعنی آل فرعون میں سے کسی آدمی سے لڑ رہا تھا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے ایک مکہ مارا اور اس کا کام تمام کردیا۔ اور حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے جسمانی کشادگی، ہیبت اور قوت عطا کی تھی۔ پس لوگوں میں یہ بات پھیل گئی۔ اور کہنے لگے موسیٰ نے آل فرعون میں سے ایک شخص کو مارا ہے۔ پس اس وجہ سے آپ شہر میں صبح تک خوف وہراس میں مبتلا رہے۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا وہی شخص جس نے گزشتہ کل آپ سے مدد مانگی تھی اب کسی اور کے ساتھ لڑائی میں مدد طلب کررہا ہے۔ موسیٰ نے فرمایا تم بہت ہی واضح جھگڑالو ہو کل ایک آدمی سے اور آج دوسرے آدمی کے ساتھ تم جھگڑا کررہے ہو اس کے بعد انہوں نے چاہا اس دشمن پر حملہ کریں اس نے کہا اے موسیٰ کیا تم مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کہ کل تم ایک کو قتل کرچکے ہو۔ تم زمین پر ایک جابر شخص بننا چاہتے ہو۔ اور یہ نہیں چاہتے کہ اصلاح کرنے والے بن جاؤ اور شہر کے دور دراز علاقے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور کہا اے موسیٰ سرداران قوم اس بات میں مشورہ کررہے ہیں کہ تمہیں قتل کر دیں پس یہاں سے نکل جاؤ میں تمہیں نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں۔ پس آپ شہر سے گھبراتے ہوئے نکل پڑے۔ اور مصر سے اس حالت میں نکلے کہ نہ آپؑ کا کوئی ساتھی تھا نہ سواری تھی اور نہ کوئی خدمت گار ۔ نشیب و فراز کو عبور کرتے ہوئے یہ سفر شہر مدین میں اپنے اختتام کو پہنچا۔ پس ایک درخت کے قریب پہنچے تو دیکھا اس کے نیچے ایک کنواں ہے۔ اور اس کے پاس لوگ کھڑے ہیں جو اپنے جانوروں کو پانی پلاتے ہیں اور ادھر دو کمزور لڑکیاں ہیں اور ان کے ساتھ ایک چھوٹی بھیڑ ہے۔ آپؑ نے پوچھا: تمہارا ماجرا کیا ہے؟ کہنے لگیں: ہمارے والد نہایت سن رسیدہ شخص ہیں اور ہم دو کمزور لڑکیاں ہیں اور ہم ان مردوں کا مقابلہ نہیں کرسکتیں اس لئے جب لوگ اپنے اپنے گلوں کو پانی پلالیں گے تو پھر ہم آگے بڑھیں گے۔ اور اس کو پانی پلائیں گے۔ پس حضرت موسیٰؑ کو ان کی حالت پر رحم آیا۔ ان کے ڈول کو ان سے لے لیا اور ان سے کہا کہ تم اپنی بھیڑ کو آگے بڑھاؤ اور اسے سیراب کردیا۔ پس وہ دونوں دوسرے لوگوں سے قبل گھر واپس لوٹ گئیں پھر حضرت موسیٰؑ ایک درخت کے نیچے جاکر بیٹھ گئے۔ اور کہنے لگے: اے پروردگار تو جو بھی خیر نازل کرے گا اسی کا محتاج ہوں۔ پس روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے یہ کہا دراں حالیکہ وہ نصف دانہ خرما کے محتاج تھے۔ جب وہ دونوں لڑکیاں باپ کے پاس واپس پہنچ گئیں تو انہوں نے پوچھا: کس وجہ سے آج جلدی آگئیں؟ کہنے لگیں ہم نے ایک نیک مرد کو پایا اس نے

ر مہربانی کرتے ہوئے ہمارے جانور کو پانی پلایا ۔ انہوں نے دونوں میں سے ایک سے کہا: جاؤ اور اس کو یہاں میرے
ں بلالو پس وہ حیاء کے ساتھ چلتی ہوئی آئی اور موسیٰ سے کہنے لگی: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ جو تم نے پانی
نے کا کام کیا ہے اس کی جزا تمہیں دیدیں ۔ پس منقول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم مجھے راستہ بتلاتی جاؤ
میرے پیچھے پیچھے چلو کیونکہ ہم آل یعقوب کا یہ شیوہ نہیں کہ ہم عورتوں کی پشت پر نگاہ ڈالیں ۔ جب وہ پہنچ گئے اور
ی داستان اور آپ بیتی سنائی تو حضرت شعیب نے کہا: ڈرو مت تم ظالم قوم سے نجات حاصل کرچکے ہو ۔ لڑکیوں میں
ایک نے کہا: اے بابا اس کو مزدوری پر رکھ لو بے شک اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ نے ایک قوی اور ایماندار شخص
مزدوری پر رکھا ۔ انہوں نے کہا: میں اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کو تمہارے بیاہ میں دینا چاہتا ہوں اس
ت پر کہ تم آٹھ سال تک میرے ملازم بنو اور اگر دس سال پورے کر لو گے تو یہ تمہاری طرف سے احسان ہوگا ۔ پس
ول ہے کہ حضرت موسیٰ نے دس سال پورے کردیئے ۔ کیونکہ انبیاء کا یہ شیوہ ہے کہ وہ احسان اور اتمام کے بغیر
ی چیز نہیں لیتے ۔ جب موسیٰ نے مدت پوری کردی تو اپنے اہل وعیال کو لے کر بیت المقدس کی طرف چلے ایک رات
ستہ بھول گئے اچانک ایک جگہ انہیں آگ دکھائی دی پس اپنے اہل وعیال سے کہا: کہ تم یہاں ٹہر جاؤ میں نے آگ
ھی ہے شاید تمہارے لئے اس میں سے کچھ لے کر آؤں یا راستہ کے بارے میں کوئی خبر لے کر آؤں جب آگ کے
یب پہنچے تو دیکھا کہ ایک درخت نیچے سے اوپر تک آگ میں جل رہا ہے ۔ جب اس کے قریب پہنچے اور اس سے نزدیک
نا چاہا تو وہ درخت پیچھے ہٹ گیا تو آپ بھی واپس پلٹے اور اس سے خوف محسوس کرنے لگے ۔ پھر درخت ان کے قریب
یا پس حضرت موسیٰ کو صحرا کے داہنے طرف کے کنارے سے اور اسی درخت سے ندا کی گئی کہ اے موسیٰ میں ہی عالمین
پروردگار ہوں ۔ اور اپنے اس عصاء کو زمین پر پھینکو جب انہوں نے دیکھا کہ عصاء اژدھے کی طرح بل کھا رہا ہے تو
ف کے مارے پیچھے دیکھے بغیر بھاگے پس وہ ایک ایسے سانپ کی شکل اختیار کرچکا تھا جس کے دانت آواز دے رہے
ھے اور اس (کے منہ) سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے ۔ پس موسیٰ بھاگ نکلے تو ان کے پروردگار نے ان سے کہا: واپس
جاؤ تو وہ واپس لوٹے جبکہ ان کی دونوں ٹانگیں اس طرح کانپ رہی تھیں کہ آپس میں ٹکرارہی تھیں اور عرض کرنے
لگے: اے میرے معبود میں جو کلام سن رہا ہوں وہ تیرا ہی کلام ہے ۔ فرمایا: ہاں پس تم ڈرو مت پس ان کو اس کا
حساس ہوا اور اپنے پاؤں کو اس کی دم پر رکھا پھر اس کے بعد اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑا تو دیکھا ان کے ہاتھ میں
عصاء کا ایک کنارہ ہے ۔ اور وہ عصاء کی حالت میں پلٹ گیا ۔ اور ان سے کہا گیا: اپنے نعلین کو اتار دو یقیناً تم مقدس
ادی میں کھڑے ہو ۔ منقول ہے کہ نعلین اتارنے کا حکم اس لئے انہیں دیا گیا کیونکہ وہ ایک مردہ گدھے کی کھال سے
بنے ہوئے تھے ۔ اور روایت میں یہ بھی ہے ۔ اللہ کا ارشاد " **فاخلع نعلین** " کے بارے میں یعنی اپنے دونوں خوف
کو دل سے نکال دو ۔ ایک خوف تو گھر والوں کا کھوجانا اور دوسرا خوف آل فرعون سے ۔

سیٰ کی سنت یہ ہے کہ آپ خائف اور منتظر رہیں گے اور یوسف کی سنت قید ہے ۔ اور سنت عیسیٰ یہ ہے کہ ان کے
ے میں کہا جارہا ہے کہ وہ مرچکے ہیں دراں حالیکہ وہ مرے نہیں ہیں ۔ اور سنت محمد تلوار ہے ۔

ب (۷) حضرت موسیٰ کی وفات کاتذکرہ اور حضرت مسیح کے دور تک اوصیاء اور اللہ کی حجتوں کی غیبت کاتذکرہ

۔ ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی سکری نے انہوں نے
ا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن زکریا بحری نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن عمارہ نے ان سے ان
ے والد نے کہ میں نے امام صادق جعفر بن محمد علیہما السلام سے عرض کیا کہ مجھے حضرت موسیٰ بن عمران کی وفات کی
ر دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ جب ان کی اجل آئی اور ان کی مدت حیات ختم ہوگئی ۔ تو ملک الموت علیہ السلام ان کے
ں آئے اور کہا السلام علیک یا کلیم اللہ ۔ موسیٰ نے کہا: وعلیک السلام آپ کون ہیں ؟ انہوں نے کہا کہ میں ملک
وت ہوں انہوں نے پوچھا کس لئے آئے ہو ؟ انہوں نے کہا: میں آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں موسیٰ علیہ السلام نے
ا کہ کہاں سے میری روح قبض کروگے ۔ انہوں نے جواب دیا: آپ کے منہ سے ۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: یہ کیسے
سکتا ہے جبکہ میں نے اس کے ذریعے اپنے رب ذوالجلال سے کلام کیا ہے ۔ انہوں نے کہا: تو پھر آپ کے ہاتھوں سے یہ
م کروں گا ۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ میں نے توریت کو ان ہاتھوں پر اٹھایا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ تو
ر آپ کے پاؤں سے روح قبض کروں گا ۔ انہوں نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ میں نے اس کے ذریعے طور سیناء پر
ضری دی ہے ۔ انہوں نے کہا: تو پھر آپ کی آنکھوں سے یہ کام کروں گا تو انہوں نے کہا: یہ کیوں کر ہوسکتا ہے جبکہ میری
اہیں اس کی طرف نظرِ امید کئے ہوئے ہیں ۔ انہوں نے کہا: تو پھر آپ کے کانوں سے روح قبض کروں گا تو انہوں نے کہا
ہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ میں نے ان سے اپنے پروردگار عزوجل کا کلام سنا ہے ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو وحی
رمائی کہ ان کی روح قبض نہ کرو جب تک کہ وہ خود اس بات کو نہ چاہیں ۔ اس کے بعد ملک الموت واپس چلے گئے اور
ضرت موسیٰ علیہ السلام کافی عرصہ تک زندہ رہے ۔ پھر اس کے بعد یوشع بن نون کو بلایا اور انہیں وصی بنایا اور انہیں
لم دیا کہ اس راز کو مخفی رکھو اور اس کے بعد اس کی وصیت اپنے بعد والے وصی سے کردو ۔ ایک مرتبہ موسیٰ اپنی قوم
ی نظروں سے پوشیدہ ہوگئے ۔ اور اس دوران ایک ایسے آدمی کے پاس سے ان کا گزر ہوا جو ایک قبر کھود رہا تھا ۔ حضرت
وسیٰ نے اس سے کہا: کیا میں تمہیں اس قبر کے کھودنے میں مدد کرسکتا ہوں ۔ اس آدمی نے کہا کیوں نہیں ؟ پس
ضرت موسیٰ نے اس کی مدد کی اور لحد کو برابر کردیا پھر موسیٰ اس کے اندر پہلو کے بل لیٹ گئے تاکہ یہ دیکھ لیں کہ اس

میں کیسا لگتا ہے ۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر جنت میں ان کے مقام کو دکھا دیا ۔ پس انہوں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار مجھے اپنے پاس بلالے ۔ پس ملک الموت نے اسی جگہ ان کی روح قبض کی اور اس قبر میں انہیں دفن کرکے مٹی برابر کردی ۔ اور وہ شخص جو قبر کھود رہا تھا وہ حقیقت میں ملک الموت تھے لیکن انسان کی شکل و صورت میں تھے ۔ اور یہ حادثہ نامعلوم جگہ پر واقع ہوا ۔ پس آسمان سے ایک ندا دینے والے کی ندا آئی کہ کلیم اللہ موسیٰ فوت ہوگئے اور کونسا ایسا نفس ہے جس کو موت نہ آئے ۔ پس مجھ سے بیان کیا میرے والد نے (روایت کرتے ہوئے) میرے دادا سے انہوں نے اپنے والد گرامی علیہم السلام سے انہوں نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ موسیٰ کی قبر کہاں ہے ؟ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ ایک بڑے راستے میں اور لال رنگ کے ریت کے ٹیلے میں ہے ۔

پھر اس کے بعد یوشع بن نون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشین بن گئے اور ان کی ذمہ داریوں کو اپنے کاندھے پر لیا اس حال میں کے طاغوتوں کی طرف سے ڈھائے جانے والی سختیوں اور نقصانات اور مصیبتوں میں صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان میں سے تین طاغوتوں کا دور گزر گیا ۔ اس کے بعد قومِ موسیٰ علیہ السلام میں سے دو منافق لوگوں نے صفراء بنت شعیب زوجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ان کے خلاف تحریک چلائی اور اس کے ساتھ ایک لاکھ آدمی تھے پس انہوں نے یوشع بن نون علیہ السلام سے جنگ کی اس میں انہوں نے باغیوں میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کردیا اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے باقی لوگ بھاگ گئے اور صفراء بنت شعیب قیدی بن گئی ۔ انہوں نے اس سے کہا کہ میں نے اس دنیا میں تجھ سے درگزر کیا یہاں تک کہ خدا کے نبی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کروں پس وہاں میں جو کچھ تم اور تمہارے گروہ سے مجھ پر وارد ہوا اس کی شکایت ان سے کروں گا ۔

پس صفراء کہنے لگی : افسوس واویلا ۔ خدا کی قسم اگر جنت میرے لئے حلال کردی جائے تو وہاں میں رسول خدا (حضرت موسیٰؑ) کا سامنا کرنے سے شرماؤں گی چونکہ میں نے ان کی حرمت کا خیال نہ رکھا اور ان کے بعد ان کے جانشین کے خلاف قیام کیا ۔ پھر یوشع بن نون کے بعد آنے والے ائمہ اور رہنما حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے تک چار سو سال مخفی اور پوشیدہ رہے ۔ اور وہ گیارہ تھے اور ان میں سے ہر ایک کی قوم ان کے دور میں ان کے پاس آتی تھی اور اپنے دین کے متعلق ہدایات ان سے لیتی تھی ۔ یہاں تک کہ ان کے سب سے آخری کی باری آئی ۔ پس وہ ان کی نظروں سے غائب رہے پھر اس کے بعد ظاہر ہوگئے اور انہیں حضرت داؤد علیہ السلام کی آمد کی خوشخبری دی اور یہ بتایا کہ داؤد علیہ السلام ہی کی وہ ذات ہے جو زمین کو جالوت اور اس کے لشکر سے پاک کردے گی اور ان کی کشائش اور فرج آپؑ کے ظہور سے وابستہ ہے پس وہ ان کا انتظار کرتے رہے ۔ جب داؤد علیہ السلام کا زمانہ آیا تو ان کے چار بھائی تھے اور ان کے والد نہایت بوڑھے تھے ۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام ان میں پیغام اور رسالت کے حامل تھے اور اپنے بھائیوں میں سب

ے چھوٹے تھے جبکہ وہ لوگ اس بات سے انجان تھے کہ یہ وہی داؤد ہے جس کے وہ منتظر ہیں اور جو زمین کو جالوت اور س کے لشکر سے پاک کردے گا۔ اور ان کے شیعہ یہ جان چکے تھے کہ وہ پیدا ہوگئے ہیں اور حد بلوغ کو پہنچ گئے ہیں جبکہ ہ لوگ انہیں دیکھتے تھے اور مشاہدہ کرتے تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ وہی ہیں۔

ایک مرتبہ طالوت نے جنگ کی تیاری کی تو حضرت داؤد علیہ السلام کے والد اور ان کے بھائی اس جنگ میں ریک ہوئے لیکن حضرت داؤد نہیں گئے اور کہنے لگے وہ اس صورت میں میرے خلاف کیا کرسکتا ہے۔ پس ان کے ائیوں اور والد نے ان کا مذاق اڑایا۔ اور وہ اپنے والد کی بھیڑوں کو چرانے لے گئے۔ جب جنگ شدت اختیار کرگئی اور گوں پر شدت اور سختی آگئی۔ تو ان کے والد ان کے پاس آئے اور داؤد سے کہنے لگے: اپنے بھائیوں کے لئے کچھ کھانا اور زا لے کر جاؤ تاکہ وہ اس کے ذریعے دشمن پر قوت پاسکیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام چھوٹے قد کے تھے اور ان کے سر پر ل کم تھے لیکن دل کے پاک اور اخلاق کے لحاظ سے صاف ستھرے تھے۔ پس وہ میدان جنگ کی طرف نکلے تو دیکھا کہ ن کی قوم ایک دوسرے کے قریب ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنے مرکز کی طرف واپس آگیا ہے۔ پس حضرت داؤد یہ السلام ایک پتھر کے پاس سے گزرے تو اس پتھر نے بلند آواز سے یہ کہا: اے داؤد! مجھے لے لو اور جالوت کو میرے سیلے سے قتل کرو یقیناً میں اس کے قتل کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ پس انہوں نے اس کو اٹھالیا اور اس تھیلے میں ڈالدیا س میں وہ اپنی بھیڑ بکریوں کو چرانے کے دوران پتھر رکھتے تھے۔ جب وہ لشکر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ لوگ لوت کو بہت بڑا سمجھتے ہیں اور اس پر غلبہ پانے کی سعی لاحاصل گردانتے ہیں۔ پس آپؑ نے فرمایا: کیوں تم اس کے م کو بڑا سمجھتے ہو۔ خدا کی قسم اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو اسے قتل کردوں گا۔ پس وہ آپس میں ان کی باتیں کرنے گے اور آخر میں طالوت کے پاس انہیں لے جایا گیا۔ طالوت نے ان سے کہا: اے جوان تمہارے پاس کتنی طاقت ہے ور تم نے اپنے کو کس طرح آزمایا ہے؟ انہوں نے کہا: کبھی کبھی شیر میرے گلے کے گوسفند پر حملہ آور ہوتا تھا اور اسے پنے منہ میں دبوچ کرلے جاتا تھا میں اس کا پیچھا کرتا تھا اور اس کا سر پکڑ کر اس کے دونوں جبڑوں کو کھول کر اپنے جانور و اس کے منہ سے چھڑا لیتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے طالوت کو وحی فرمائی تھی کہ جالوت کو کوئی قتل نہیں کرسکتا مگر وہ شخص و تمہاری زرہ کو پہن لے اور اس کے بدن پر برابر آجائے۔ پس اس نے اپنی زرہ کو منگوایا اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اسے پہن لیا تو ان پر برابر آگئی تو طالوت اس سے حیرت زدہ ہوگیا۔ اسی طرح بنی اسرائیل سے جو لوگ اس کے پاس اضر تھے وہ بھی حیران ہوئے۔ پس اس نے کہا: امید ہے خدا ان کے ذریعے سے جالوت کو قتل کردے۔ جب صبح ہوگئی ور لوگوں کا آمنا سامنا ہوگیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: مجھے جالوت کو دکھلاؤ جب انہیں دکھایا گیا تو انہوں نے اس پتھر کو لیا اور اس کو جالوت کی طرف پھینک دیا۔ پس وہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لگا اور اس کے سر کو مغز تک پھاڑ دیا۔ پس وہ اپنی سواری سے نیچے گر گیا۔ لوگوں نے شور کردیا کہ داؤد نے جالوت کو مار دیا۔ اور اس طرح

جب صبح ہوئی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے صبح کی نماز پڑھائی پھر آگے بڑھے اور دروازے کو کھول دیا۔ پس ان کی لاٹھیوں کو نکالا جبکہ ان سب میں پتے نکلے تھے اور سلیمانؑ کی لاٹھی پھل دے چکی تھی۔ پس انہوں نے اس کو داؤد علیہ السلام کے حوالے کردیا۔ پھر حضرت داؤدؑ نے بنی اسرائیل کے سامنے حضرت سلیمانؑ کا امتحان لیا اور سوال کیا: بیٹا بتاؤ کونسی چیز ٹھنڈک پہنچاتی ہے۔ عرض کیا: خدا کا لوگوں سے درگزر کرنا اور لوگوں کا آپس میں عفوو بخشش کرنا۔ سوال فرمایا کہ اے بیٹا کونسی چیز شیریں اور میٹھی ہے تو عرض کیا کہ محبت اور یہ اللہ کے بندوں میں اس کی روح ہے۔ پس داؤد علیہ السلام خوشی سے ہنس پڑے اور ان کو لے کر بنی اسرائیل کے پاس آئے اور فرمایا: یہ تمہارے درمیان میرے بعد میرا جانشین ہے۔ پھر سلیمانؑ نے اس کے بعد اپنے معاملہ کو مخفی رکھا۔ ایک عورت کے ساتھ شادی کرلی اور اپنے پیروکاروں سے ایک لمبے عرصے تک چھپے رہے۔ ایک دن ان کی زوجہ نے ان سے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں آپ کی خصلتیں کس قدر کامل ہیں اور آپ کتنے خوشبودار ہیں اور میں آپ کے اندر کوئی ایسی عادت اور خصلت نہیں پاتی جو کہ مجھے ناپسند ہو مگر ایک چیز ہے اور وہ یہ کہ آپ میرے والد کے زیر سرپرستی ہیں۔ پس اگر آپ بازار جائیں اور اللہ سے رزق کے حصول کیلئے کوشش کریں تو مجھے امید ہے کہ وہ آپ کو ناامید نہیں فرمائے گا۔ سلیمانؑ نے اس سے کہا: خدا کی قسم نہ آج تک میں نے کوئی کام کیا ہے نہ کسی کام کو بطریق احسن انجام دے سکتا ہوں۔ بہرحال آپ بازار کی طرف روانہ ہوگئے اور دن بھر بازار میں پھرتے رہے لیکن اس دن انہیں کچھ نہیں ملا اور خالی ہاتھ واپس آگئے زوجہ سے کہا کہ آج کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ اس نے کہا کہ کوئی بات نہیں آج نہیں تو کل سہی۔ دوسرے دن بھی بازار میں پھرتے رہے لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ واپس آکر اسے بتایا تو اس نے کہا: کل خدا نے چاہا تو کچھ ہوجائے گا۔ تیسرے دن چلتے چلتے دریا کے ساحل پر پہنچے تو ایک ماہی گیر سے ملاقات ہوئی۔ اس سے کہا: کیا میں تمہاری مدد کرسکتا ہوں جس کے بعد تم مجھے کچھ صلے میں دیدو تو اس نے کہا: کیوں نہیں؟ پس انہوں نے اس کی مدد کی اور آخر میں ماہی گیر نے دو مچھلیاں انہیں دیدیں۔ پس انہیں لے لیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر اور حمد ادا کی۔ پھر ان دو مچھلیوں میں سے ایک کا پیٹ چاک کیا تو دیکھا کہ اس میں نگینہ (انگوٹھی) ہے پس اس کو لیا اور اپنی قمیض میں رکھ لیا اور خدا کی حمد کی۔ اور دونوں مچھلیوں کو صاف کرکے اپنے گھر لے کر آگئے تو ان کی زوجہ خوش ہوگئی اور کہنے لگی میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے ماں باپ کو بلائیں تاکہ وہ یہ جان لیں کہ آپ نے کچھ کمایا ہے۔ پس ان دونوں کو بلایا گیا اور انہوں نے بھی ان کے ساتھ کھانا شروع کردیا۔ جب وہ فارغ ہوگئے تو آپؑ نے ان سے پوچھا کیا: تم لوگ مجھے پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم صرف اتنی بات ہے کہ ہم نے آپ سے سوائے نیکی کے کچھ نہیں دیکھا ہے۔ پس انہوں نے اپنی انگوٹھی کو اپنے ہاتھ میں لیا تو پرندے اور ہوا ان کی طرف آنے لگے۔ اور آپ کی بادشاہی کا اظہار ہوا۔ اس کے بعد وہ اس عورت اور اس کے والدین کو لے کر اصطخر نامی شہر کی طرف روانہ ہوگئے اور ان کے پیروکار ان کے اردگرد جمع ہوگئے اور ان کی آمد کی بشارتیں دینے

لگے ۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی غیبت کی سرگردانی سے ان لوگوں کو نکال دیا ۔ جب آپؑ کی وفات کا وقت آیا تو اللہ کے حکم سے آصف بن برخیا کو اپنا وصی اور جانشین مقرر کیا ۔ پس وہ ان کے درمیان رہے اور شیعہ آپ کے پاس آتے جاتے رہے اور ان سے دینی ہدایات لیتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے آصف کو بھی طویل مدت کے لئے غائب کرنے کے بعد ظاہر کیا اور وہ اپنی قوم کے درمیان کافی عرصہ رہے ۔ پھر اس کے بعد آپ نے ان لوگوں سے وداع کیا تو لوگوں نے پوچھا: پھر ملاقات کہاں ہوگی تو انہوں نے کہا: ملاقات صراط پر ہوگی اور پھر وہ غائب ہوگئے جس طرح اللہ کی مشیت تھی پس ان کی غیبت کے سبب بنی اسرائیل پر مصیبتیں سخت ہوگئیں اور ان پر بخت نصر مسلط ہوگیا پس اس نے ان میں سے جس کو پایا قتل کر ڈالا اور جو بھاگ جاتا تھا اس کی تلاش کرتا تھا اور ان کے اولاد اور اہلخانہ کو اسیر بناتا تھا ۔ پس اس نے یہودا کے خاندان میں سے جو اسیر ہوگئے تھے چار افراد کا انتخاب کیا جن میں حضرت دانیال بھی شامل تھے اور ہارون کی اولاد میں سے عزیر کو انتخاب کیا اور ان دونوں میں وہ چھوٹے تھے پس وہ اس کے ہاتھوں میں رہے اور بنی اسرائیل کے دوسرے افراد بدترین عذاب برداشت کر رہے تھے ۔ اور حجت خدا حضرت دانیال علیہ السلام بخت نصر کے ہاتھوں میں نوے سال اسیر رہے ۔ پس اس کو ان کی فضیلت اور برتری معلوم ہوگئی اور یہ سن لیا کہ بنی اسرائیل ان کے قیام اور خروج کے منتظر ہیں اور فرج اور کشائش کی ان کے ظہور اور ان کے ہاتھوں سے امید رکھتے ہیں تو اس نے حکم دیا کہ انہیں ایک وسیع و عریض کنوئیں میں رکھا جائے اور ان کے ساتھ ایک شیر کو رکھا جائے تاکہ وہ ان کو لقمہ اجل بنا دے لیکن وہ شیر ان کے قریب بھی نہیں گیا ۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ ان پر کھانا بند کردیا جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء میں سے ایک نبی کے ذریعے ان تک کھانا پینا پہنچا دیتا تھا ۔ پس حضرت دانیال دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات کو اس کھانے سے افطار کرتے تھے جو ان کے لئے پہنچ جاتا تھا ۔ پس اس دوران ان کے شیعوں اور پیروکاروں اور ان کی قوم اور جو لوگ ان کے ظہور کے منتظر تھے پر سختیاں بڑھ گئیں اس لئے ان میں سے اکثر (غیبت کی) مدت کے طولانی ہونے کی وجہ سے اپنے دین میں شک کرنے لگے ۔

جب دانیال علیہ السلام اور ان کی امت اور قوم پر سختیوں کے اختتام کا وقت آیا تو بخت النصر نے خواب دیکھا کہ جیسے ملائکہ کی فوج آسمان سے زمین پر اتر رہی ہے اور اس کنوئیں میں جا رہی ہے جہاں حضرت دانیال قید ہیں اور ہر ایک ان کو سلام کر رہا ہے اور فرج اور کشائش کی بشارت اور خوشخبری دے رہا ہے ۔ جب صبح ہوئی تو جو کچھ اس نے دانیالؑ کے ساتھ سلوک کیا تھا اس پر پشیمان ہوا اور حکم دیا کہ انہیں کنوئیں سے نکال دیا جائے ۔ جب انہیں نکالا گیا تو اس نے انہیں ناحق سزا دینے اور سختی کرنے پر معذرت خواہی کی اور اس کے بعد اپنی مملکتوں کے امور کے سلسلے میں اختیار ان کے سپرد کردیا ۔ اور لوگوں کے درمیان جھگڑوں کا فیصلہ کرنا ان پر چھوڑ دیا ۔ پس بنی اسرائیل میں سے جو چھپے ہوئے تھے وہ سامنے آگئے اور انہوں نے سر اٹھالیا اور دانیال علیہ السلام کے ارد گرد جمع ہوگئے کیونکہ انہیں یقین کامل

باب (۸) حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کا پیغمبر خدا محمد مصطفیٰؐ کی آمد کی بشارت دینا

۱۸۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو احمد عبدالعزیز بن یحییٰ بن احمد بن عیسیٰ جلودی بصری نے شہر بصرہ میں انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عطیہ شامی نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن عمرو بن سعید بصری نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہشام بن جعفر نے حماد بن عبداللہ بن سلیمان سے نقل کرتے ہوئے اور یہ شخص آسمانی کتابوں کا مطالعہ کرنے والا تھا اس نے کہا: میں نے انجیل میں پڑھا: اے عیسیٰ میرے امر اور کام میں جدوجہد کرو اور اس سلسلے میں سستی نہ برتو۔ اور سنو اور اس پر عمل کرو اے پاک وپاکیزہ اور باکرہ اور بتول کے بیٹے تو کسی کی آمیزش سے پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ میں نے تجھے عالمین کے لئے نشانی اور آیت بنا کر خلق کیا ہے۔ پس صرف میری عبادت کر۔ اور مجھ پر ہی بھروسہ کر۔ کتاب کو قوت اور طاقت کے ساتھ لے لو۔ سوریہ کے باشندوں پر سریانی زبانی میں وضاحت اور تفسیر کرو اور ان تک میری بات پہنچا دو کہ بے شک میں ہی وہ اللہ ہوں جو ہمیشہ سے قائم و دائم ہے اور میرے لئے کوئی زوال نہیں۔ اس نبی کی سچائی کو مان لو جو مالک اونٹ و زرہ اور تاج (یعنی عمامہ) اور نعلین اور عصاء ہوگا۔ آنکھیں اس کی بڑی ہوں گی۔ اور پیشانی کشادہ اور ہموار ہوگی۔ رخسار اس کے ابھرے ہوئے ہوں گے۔ اور اس کی ناک درمیان سے اٹھی اور اس کے سوراخ چھوٹے ہوں گے۔ اس کے سامنے کے اوپر اور نیچے کے دو دانت کشادہ ہوں گے اس کی گردن چاندی کی صراحی کی طرح چمکدار ہوگی اور گویا اس سے نور ساطع ہورہا ہوگا۔ اس کے بدن پر سینے سے لے کر ناف تک بال ہوں گے اور اس کے شکم اور سینے پر کوئی بال نہیں ہوگا۔ اس کا رنگ گندمی ہوگا۔ سینے سے پیٹ تک نرم و نازک بال ہوں گے۔ اس کی ہتھلیاں اور پاؤں سخت اور کوتاہ ہوں گے۔ اس کے قدم اگر مڑجائیں تو ایک ساتھ مڑیں گے۔ اور اگر وہ چلے تو گویا پتھر سے اکھڑتے جائیں گے (یعنی پورے اعتماد اور سختی سے چلیں گے) اور جب زمین پر (قدم) رکھیں گے تو بھی ویسے ہی (اعتماد سے) اور اگر کسی گروہ کے ساتھ ہوں تو سب سے نمایاں ہونگے، ان کا پسینا ان کے چہرے پر موتی کی طرح ہوگا اور مشک کی خوشبو اس سے پھوٹ رہی ہوگی۔ نہ ان سے قبل نہ ان کے بعد ان کا کوئی مثل اور نظیر ہوگا۔ بدن اطہر خوشبودار ہوگا اور عورتوں سے زیادہ نکاح کرنے والے ہوں گے۔ ان کی نسل کم ہوگی البتہ ان کی نسل مبارکہ (یعنی حضرت زہرا) سے ہوگی جن کے لئے جنت میں ایک الگ گھر ہے۔ جس میں نہ کوئی دکھ ہوگا نہ درد و غم ہوگا۔ اس (مبارکہ) کی آخرالزماں میں کفالت کی جائے گی جس طرح تیری ماں کی کفالت زکریا نے کی۔ اس کے دو بچے ہونگے جو شہید کئے جائیں گے۔ اس (نبی) کا کلام قرآن ہے اور اس کا دین اسلام ہے اور میں سلامتی بخشنے والا ہوں۔ پس طوبیٰ اس کے لئے ہے جس نے ان کے زمانے کو درک کیا اور ان کے دوران نبوت کو دیکھا اور ان کے کلام کو سنا عیسیٰ نے

کہا ؟ اے پروردگار یہ بتا طوبیٰ کیا ہے ۔ ارشاد ہوا : ایک درخت ہے جو جنت میں ہے اور میں نے اپنے ہاتھوں سے اسے بویا ہے جو تمام جنتوں کو سایہ فراہم کرتا ہے ۔ اس کی جڑیں رضوان سے ہیں اور اس کا منبع آب چشمہ تسنیم ہے ۔ (جنت کا ایک چشمہ ہے) اس کی ٹھنڈک کافور کی ٹھنڈک کی مانند ہے ۔ اور اس کا مزا شراب کا مزا ہے اور جو ایک گھونٹ اس میں سے پی لے تو کبھی بھی اسے پیاس نہیں لگے گی ۔

عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی پروردگار مجھے اس میں سے پلا دے ۔ تو ارشاد ہوا: اے عیسیٰ حرام ہے بشر پر جب تک وہ نبی اس میں سے نہ پی لے اور تمام امتوں پر حرام ہے اس میں سے پینا جب تک اس نبی کی امت اس میں سے نہ پی لے ۔ اے عیسیٰ میں تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور آخری زمانے میں تمہیں زمین پر اتار دوں گا تاکہ اس نبی کی امت میں سے عجائبات کو دیکھو اور تم دیکھو گے کہ وہ ملعون دجال کے اردگرد ہونگے ۔ میں تمہیں نماز کے وقت اتاروں گا تاکہ تم ان کے ساتھ نماز پڑھو ۔ یہ امت امت مرحومہ یعنی رحمت کی سزاوار امت ہے ۔

حضرت مسیح علیہ السلام بھی کئی مرتبہ اپنی قوم سے غیبت اختیار کرچکے تھے اور دوران غیبت وہ خدا کی زمین میں سفر کرتے تھے اور اس دوران ان کے پیروکار اور قوم ان کے بارے میں کچھ خبر نہیں رکھتے تھے ۔ جب آپ ظاہر ہوئے تو شمعون بن حمون علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا اور جب شمعون بھی اس دنیا سے چلے گئے تو ان کے بعد میں آنے والے حجتہائے خدا غائب رہے ۔ اور لوگوں کو ان کی طلب کی شدت ہوگئی اور سختیاں بڑھ گئیں ، دین نابود ہونے لگا ، حقوق پامال ہونے لگے اور واجبات اور سنتیں ختم ہونے لگیں ۔ اور لوگ گمراہ ہوکر سیدھا راستہ چھوڑ کر دائیں بائیں جانے لگے یہ جانے بغیر کہ کونسی چیز حق ہے اور کونسی باطل ۔ اور یہ غیبت دو سو پچاس سال تک جاری رہی ۔

۱۹ ۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن الولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفّار اور سعد بن عبداللہ دونوں نے ایوب بن نوح سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے سعد بن ابی خلف سے انہوں نے معاویہ بن عمّار سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بعد دو سو پچاس سال تک حجت ظاہری کے بغیر رہے ۔

۲۰ ۔ ہم سے بیان کیا میرے والد رحمہ اللہ علیہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے سعد بن ابی خلف سے انہوں نے یعقوب بن شعیب سے انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمدؐ کے درمیان پانچسو سال کی مدت کا فاصلہ تھا جس میں سے دو سو پچاس سال نہ کوئی نبی نہ کوئی عالم خدا کی طرف سے حالت ظہور میں تھا میں نے پوچھا: وہ کیا تھے ؟ تو آپ نے فرمایا: وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر قائم تھے ۔ میں نے پوچھا: اس صورت میں وہ کیا تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ مومنین تھے پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین کبھی ایسے نہیں رہے گی مگر یہ کہ اس میں ایک عالم ضرور ہوگا ۔

کہا؟ اے پروردگار یہ بتا طوبیٰ کیا ہے۔ ارشاد ہوا: ایک درخت ہے جو جنت میں ہے اور میں نے اپنے ہاتھوں سے اسے بویا ہے جو تمام جنتوں کو سایہ فراہم کرتا ہے۔ اس کی جڑیں رضوان سے ہیں اور اس کا منبع آب چشمہ تسنیم ہے۔ (جنت کا ایک چشمہ ہے) اس کی ٹھنڈک کافور کی ٹھنڈک کی مانند ہے۔ اور اس کا مزا شراب کا مزا ہے اور جو ایک گھونٹ اس میں سے پی لے تو کبھی بھی اسے پیاس نہیں لگے گی۔

عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی پروردگار مجھے اس میں سے پلادے۔ تو ارشاد ہوا: اے عیسیٰ حرام ہے بشر پر جب تک وہ نبی اس میں سے نہ پی لے اور تمام امتوں پر حرام ہے اس میں سے پینا جب تک اس نبی کی امت اس میں سے نہ پی لے۔ اے عیسیٰ میں تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور آخری زمانے میں تمہیں زمین پر اتار دوں گا تاکہ اس نبی کی امت میں سے عجائبات کو دیکھو اور تم دیکھو گے کہ وہ ملعون دجال کے اردگرد ہونگے۔ میں تمہیں نماز کے وقت اتاروں گا تاکہ تم ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ یہ امت امت مرحومہ یعنی رحمت کی سزاوار امت ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام بھی کئی مرتبہ اپنی قوم سے غیبت اختیار کرچکے تھے اور دوران غیبت وہ خدا کی زمین میں سفر کرتے تھے اور اس دوران ان کے پیروکار اور قوم ان کے بارے میں کچھ خبر نہیں رکھتے تھے۔ جب آپؑ ظاہر ہوئے تو شمعون بن حمون علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا اور جب شمعون بھی اس دنیا سے چلے گئے تو ان کے بعد میں آنے والے حجتہائے خدا غائب رہے۔ اور لوگوں کو ان کی طلب کی شدت ہوگئی اور سختیاں بڑھ گئیں، دین نابود ہونے لگا، حقوق پامال ہونے لگے اور واجبات اور سنتیں ختم ہونے لگیں۔ اور لوگ گمراہ ہوکر سیدھا راستہ چھوڑ کر دائیں بائیں جانے لگے یہ جانے بغیر کہ کونسی چیز حق ہے اور کونسی باطل۔ اور یہ غیبت دو سو پچاس سال تک جاری رہی۔

۱۹۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن الولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ دونوں نے ایوب بن نوح سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے سعد بن ابی خلف سے انہوں نے معاویہ بن عمّار سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بعد دو سو پچاس سال تک حجت ظاہری کے بغیر رہے۔

۲۰۔ ہم سے بیان کیا میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے سعد بن ابی خلف سے انہوں نے یعقوب بن شعیب سے انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کے درمیان پانچسو سال کی مدت کا فاصلہ تھا جس میں سے دو سو پچاس سال نہ کوئی نبی نہ کوئی عالم خدا کی طرف سے حالت ظہور میں تھا میں نے پوچھا: وہ کیا تھے؟ تو آپؑ نے فرمایا: وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر قائم تھے۔ میں نے پوچھا: اس صورت میں وہ کیا تھے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ مومنین تھے پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین کبھی ایسے نہیں رہے گی مگر یہ کہ اس میں ایک عالم ضرور ہوگا۔

اور لوگوں میں سے جو حجت خدا کی تلاش میں زمین میں گھومے پھرے ان میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے پس وہ ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہوتے گئے اور ایک فقیہ سے دوسرے فقیہ کی طرف منتقل ہوتے گئے اور اسرار الہیٰ کی تلاش میں رہے اور روایات کے ذریعہ راہنمائی لیتے رہے اس حالت میں سردار اولین و آخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور اور قیام کے چار سو سال تک منتظر رہے یہاں تک کہ ان کی ولادت کی بشارت انہیں ملی ۔ اور جب انہیں فرج اور کشائش کا یقین ہوا تو تہامہ (مکہ) کی طرف روانہ ہوگئے اور وہاں انہیں اسیر کرلیا گیا۔

باب (۹) سلمان فارسی کو حضور اکرمؐ کی آمد کی خبر ہونا

۲۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے ، ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے محمد بن علی بن مہزیار نے ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ سے کہا کہ اے فرزند رسول خداؐ کیا آپ ہمیں نہیں بتائیں گے کہ سلمان فارسیؓ کے اسلام لانے کا سبب کیا تھا ۔ آپؑ نے فرمایا مجھ سے بیان کیا میرے والد گرامی صلوات اللہ علیہ نے کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب صلوات اللہ علیہ اور سلمان فارسیؓ اور ابو ذرؓ اور قریش کی ایک جماعت ایک مرتبہ روضہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جمع تھے پس امیرالمومنین علیہ السلام نے سلمان سے فرمایا : اے ابوعبداللہ کیا آپ اپنے داستان کا شروع ہمیں نہیں بتائیں گے ؟ تو سلمانؓ نے عرض کیا : خدا کی قسم اے امیرالمومنینؑ اگر آپ کے علاوہ کوئی اور مجھ سے یہ سوال کرتا تو کبھی میں اس کو کچھ نہ بتاتا ۔ میں شہر شیراز کا رہنے والا تھا اور کسان کا بیٹا تھا اور میرے والدین مجھے بہت چاہتے تھے ایک مرتبہ جبکہ میں اپنے والد کے ساتھ اس شہر کے باشندوں کے ایک تہوار میں شریک ہونے کے لئے جارہا تھا تو اچانک ہمارا گزر ایک دیر سے ہوا اور اس میں ایک آدمی بلند آواز سے چیخ رہا تھا **اشھدان لا الہ الا اللہ وان عیسیٰ روح اللہ وان محمداً حبیب اللہ** پس محمدؐ کا وصف اور ان کی مدحت میرے گوشت و خون میں سرایت کر گیا اور اس کے بعد نہ تو مجھے کھانے کا کوئی شوق تھا نہ پینے کا ۔ میری والدہ نے مجھ سے کہا اے بیٹا تجھے کیا ہوگیا ہے کہ آج تم نے سورج کے طلوع کے وقت سجدہ نہیں کیا ۔ میں نے اس کی مخالفت کی تو وہ خاموش ہوگئیں پس جب میں اپنے کمرے میں گیا تو اچانک میں نے دیکھا کہ ایک خط میرے کمرے کی چھت پر لٹکا ہوا ہے ۔ میں نے اپنی ماں سے پوچھا یہ خط کیا ہے ؟ وہ کہنے لگی اے روزبہ ، جب ہم اپنے تہوار سے واپس گھر لوٹے تو ہم نے اس کو چھت سے لٹکا ہوا پایا ۔ پس اس جگہ کے نزدیک مت جاؤ اور اگر تم اس کے پاس جاؤ گے تو تمہارا والد تمہیں مار ڈالے گا ۔ وہ کہتے ہیں میں اپنی ماں سے بحث کرتا رہا ۔ پھر رات ہوگئی اور میرے ماں باپ سو گئے تو میں اٹھا اور اس مکتوب کو لیا ۔ تو میں

نے دیکھا اس میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** یہ اللہ کی جانب سے ایک عہد ہے آدمؑ کے ساتھ کہ وہ ان کے صلب سے ایک ایسے نبی کو پیدا کرے گا جس کا نام محمدؐ ہوگا اخلاق کے اعلیٰ مکارم کی ہدایت دے گا اور بتوں کی پرستش سے بندوں کو روکے گا ۔ اے روزبہ عیسیٰؑ کے وصی کے پاس جاؤ اور ایمان لے آؤ اور مجوسی دین کو چھوڑ دو ۔ وہ کہتے ہیں میں نے اس کے بعد ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوگیا اور میری پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا ۔ وہ کہتے ہیں: پس میرے باپ اس بات سے باخبر ہوگئے اور انہوں نے مجھے پکڑ کر ایک نہایت گہرے کنوئیں میں ڈالدیا ۔ اور مجھ سے کہنے لگے : یا تو اپنے دین پر واپس لوٹ آؤ ورنہ ہم تمہیں مار ڈالیں گے ۔ میں نے ان سے کہا: میرے ساتھ جو چاہو کرلو ۔ محمدؐ کی محبت میرے سینے سے نہیں جاتی ۔ سلمانؓ کہتے ہیں: میں اس مکتوب کو پڑھنے سے پہلے عربی زبان سے کوئی واقفیت نہیں رکھتا تھا اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے اس دن سے عربی زبان سکھا دی ۔ وہ کہتے ہیں میں اس کنوئیں میں رہا اور وہ لوگ میرے لئے روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پھینکتے رہے ۔

وہ کہتے ہیں جب میرا یہ معاملہ طول پکڑ گیا تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور عرض کیا: اے میرے پروردگار تو نے محمدؐ اور اس کے وصی کی محبت میرے دل میں ڈالدی پس تجھے واسطہ دیتا ہوں ان کے وسیلے میرے کشائش میں تعجیل فرما اور جس حالت میں میں ہوں اس سے مجھے نجات دلا دے ۔ اتنے میں کوئی آنے والا آیا جس کے جسم پر سفید لباس تھا اور کہنے لگا: اے روزبہ اٹھو ۔ اس کے بعد میرے ہاتھ کو پکڑ کر مجھے دیر تک پہنچادیا میں نے یہ کہنا شروع کردیا **اشھدان لا الہ الا اللہ وان عیسیٰ روح اللہ وان محمداً حبیب اللہ** تو اس وقت دیر میں رہنے والا میرے پاس آیا اور پوچھنے لگا: کیا تم ہی روزبہ ہو ۔ میں نے کہا: جی ہاں تو اس نے کہا اوپر آجاؤ تو میں اوپر گیا اور دو سال مکمل اس کی خدمت کرتا رہا ۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے کہا: میں مرنے والا ہوں ۔ میں نے پوچھا تو آپ مجھے کس کے پاس چھوڑیں گے ؟ اس نے کہا: میں کسی ایک کو بھی نہیں جانتا جو میرا ہم عقیدہ ہو اور میری باتوں جیسی باتیں کرے سوائے ایک راہب کے جو انطاکیہ میں رہتا ہے ۔ پس اگر تم نے اس سے ملاقات کی تو میری طرف سے اس کو سلام کہنا اور اس لوح (تختی) کو اس کے سپرد کردینا ۔ اور اس کے ساتھ ایک لوح میرے حوالے کردی ۔ جب وہ مرگئے تو میں نے غسل و کفن دیا اور دفن کرنے کے بعد لوح کو لے کر انطاکیہ کی طرف روانہ ہوگیا ۔ جب انطاکیہ میں دیر کے پاس پہنچا تو میں نے کہنا شروع کردیا: **اشھدان لا الہ الا اللہ وان عیسیٰ روح اللہ وان محمداً حبیب اللہ** پس وہ دیر والا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم ہی روزبہ ہو ؟ میں نے کہا جی ہاں ۔ اس نے کہا: اوپر آجاؤ ۔ میں اوپر گیا اور مکمل دو سال اس کی خدمت کرتا رہا ۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے مجھ سے کہا: میں تو مرنے والا ہوں ۔ میں نے پوچھا: تو آپ مجھے کس کے سپرد کریں گے تو اس نے کہا کہ میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو میرا ہم عقیدہ ہو اور میری باتوں جیسی باتیں کرے سوائے ایک راہب کے جو اسکندریہ

نے دیکھا اس میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** یہ اللہ کی جانب سے ایک عہد ہے آدمؑ
کے ساتھ کہ وہ ان کے صلب سے ایک ایسے نبی کو پیدا کرے گا جس کا نام محمدؐ ہوگا اخلاق کے اعلیٰ مکارم کی ہدایت
دے گا اور بتوں کی پرستش سے بندوں کو روکے گا ۔ اے روزبہ عیسیٰؑ کے وصی کے پاس جاؤ اور ایمان لے آؤ اور مجوسی
دین کو چھوڑ دو ۔ وہ کہتے ہیں میں نے اس کے بعد ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوگیا اور میری پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا ۔
وہ کہتے ہیں: پس میرے باپ اس بات سے باخبر ہوگئے اور انہوں نے مجھے پکڑ کر ایک نہایت گہرے کنوئیں میں ڈالدیا ۔
اور مجھ سے کہنے لگے : یا تو اپنے دین پر واپس لوٹ آؤ ورنہ ہم تمہیں مار ڈالیں گے ۔ میں نے ان سے کہا: میرے ساتھ جو
چاہو کرلو ۔ محمدؐ کی محبت میرے سینے سے نہیں جاتی ۔ سلمانؓ کہتے ہیں: میں اس مکتوب کو پڑھنے سے پہلے عربی زبان سے
کوئی واقفیت نہیں رکھتا تھا اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے اس دن سے عربی زبان سکھا دی ۔ وہ کہتے ہیں میں اس کنوئیں میں
رہا اور وہ لوگ میرے لئے روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پھینکتے رہے ۔

وہ کہتے ہیں جب میرا یہ معاملہ طول پکڑ گیا تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور عرض کیا: اے
میرے پروردگار تو نے محمدؐ اور اس کے وصی کی محبت میرے دل میں ڈالدی پس تجھے واسطہ دیتا ہوں ان کے وسیلے میرے
کشائش میں تعجیل فرما اور جس حالت میں میں ہوں اس سے مجھے نجات دلا دے ۔ اتنے میں کوئی آنے والا آیا جس کے جسم
پر سفید لباس تھا اور کہنے لگا: اے روزبہ اٹھو ۔ اس کے بعد میرے ہاتھ کو پکڑ کر مجھے دیر تک پہنچادیا میں نے یہ کہنا شروع
کردیا **اشھدان لا الہ الا اللہ وان عیسیٰ روح اللہ وان محمداً حبیب اللہ** تو اس وقت دیر
میں رہنے والا میرے پاس آیا اور پوچھنے لگا: کیا تم ہی روزبہ ہو ۔ میں نے کہا: جی ہاں تو اس نے کہا اوپر آجاؤ تو میں اوپر
گیا اور دو سال مکمل اس کی خدمت کرتا رہا ۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے کہا: میں مرنے والا ہوں ۔ میں
نے پوچھا تو آپ مجھے کس کے پاس چھوڑیں گے ؟ اس نے کہا:میں کسی ایک کو بھی نہیں جانتا جو میرا ہم عقیدہ ہو اور
میری باتوں جیسی باتیں کرے سوائے ایک راہب کے جو انطاکیہ میں رہتا ہے ۔ پس اگر تم نے اس سے ملاقات کی تو
میری طرف سے اس کو سلام کہنا اور اس لوح (تختی) کو اس کے سپرد کردینا ۔ اور اس کے ساتھ ایک لوح میرے حوالے
کردی ۔ جب وہ مرگئے تو میں نے غسل و کفن دیا اور دفن کرنے کے بعد لوح کو لے کر انطاکیہ کی طرف روانہ ہوگیا ۔
جب انطاکیہ میں دیر کے پاس پہنچا تو میں نے کہنا شروع کردیا:**اشھدان لا الہ الا اللّٰہ وان عیسیٰ
روح اللہ وان محمداً حبیب اللّٰہ** پس وہ دیر والا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم ہی روزبہ ہو ؟ میں
نے کہا:جی ہاں ۔ اس نے کہا: اوپر آجاؤ ۔ میں اوپر گیا اور مکمل دو سال اس کی خدمت کرتا رہا ۔ جب اس کی وفات کا وقت
آیا تو اس نے مجھ سے کہا: میں تو مرنے والا ہوں ۔ میں نے پوچھا:تو آپ مجھے کس کے سپرد کریں گے تو اس نے کہا کہ
میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو میرا ہم عقیدہ ہو اور میری باتوں جیسی باتیں کرے سوائے ایک راہب کے جو اسکندریہ

میں رہتا ہے پس جب تم اس کے پاس پہنچ جاؤ تو میری طرف سے اس کو سلام کہنا اور اس لوح کو اس کے حوالے کر دینا جب وہ فوت ہو گئے تو میں نے ان کو غسل دیا کفن پہنایا اور دفن کرنے کے بعد لوح لے کر ان کے بتائے ہوئے دیر تک اپنے آپ کو پہنچایا اور وہاں یہ کہنا شروع کر دیا **اشھدان لا الہ الا اللّٰہ عیسیٰ روح اللّٰہ وان محمد حبیب اللّٰہ** پس وہ راہب میرے سامنے آیا اور کہا کہ کیا تم روزبہ ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر اس نے کہا: اوپر آجاؤ میں نے مکمل دو سال تک اس کی خدمت کی جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے کہا کہ میں مر رہا ہوں تو میں نے پوچھا کہ آپ مجھے کس کے سپرد کر رہے ہیں تو اس نے کہا: میں اس دنیا میں کسی بھی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو مجھ جیسی باتیں کرتا ہو اور تحقیق محمدؐ بن عبداللہ بن المطلبؑ کی ولادت قریب ہو چکی ہے۔ پس اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو جائے تو ان سے میرا سلام عرض کرنا اور یہ لوح ان کے سپرد کر دینا۔ جب وہ وفات پا گئے تو میں نے انہیں غسل دیا کفن پہنایا اور دفن کر کے لوح کو لیا اور وہاں سے نکل پڑا۔ میری ملاقات ایک قوم اور گروہ سے ہوئی تو میں نے ان سے کہا کہ اے قوم تم مجھے کھانا پینا دیدو اور میں تمہاری خدمت کروں گا کیا تمہیں منظور ہے تو انہوں نے کہا: ہاں پھر جب ان کے کھانے کا وقت آیا تو انہوں نے ایک بھیڑ کو باندھ دیا اور اسے مار مار کر قتل کر دیا۔ پھر اس کے بعد اس میں سے کچھ حصے کو کباب بنایا اور کچھ حصے کو آگ پر سرخ کر دیا میں نے کھانے سے اجتناب کیا تو انہوں نے مجھ سے کہا کھاؤ! میں نے ان سے کہا: میں ایک راہب اور دیر میں رہنے والا نوجوان ہوں اور دیر میں رہنے والے گوشت نہیں کھاتے تو انہوں نے مجھے مارنا شروع کر دیا یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیں اس دوران ان میں سے کچھ نے کہا ٹھہرو یہاں تک کہ ہماری شراب آجائے اور یہ جان لینا کہ یہ وہ شراب بھی نہیں پیئے گا۔ جب وہ شراب لے کر آئے اور مجھ سے کہنے لگے پیو! تو میں نے کہا میں ایک دیر میں رہنے والا نوجوان ہوں اور دیرانی اور راہب لوگ خمر اور شراب نہیں پیتے تو انہوں نے مجھے باندھ دیا اور مجھے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ میں نے ان سے کہا۔ اے لوگو! نہ میری پٹائی کرو اور نہ مجھے قتل کرو کیونکہ میں یہ اقرار کروں گا کہ میں تمہارا غلام ہوں اور ان میں سے ایک کا غلام ہونے کا اقرار کر لیا تو اس نے ان لوگوں سے میری جان چھڑائی اور تین سو درہم پر مجھے ایک یہودی مرد کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ سلمان کہتے ہیں کہ اس یہودی نے مجھ سے میری داستان پوچھی تو میں نے اپنی روداد اسے سنائی اور یہ بتادیا کہ میرا کوئی گناہ اور قصور نہیں سوائے اس کے کہ میں نے محمدؐ اور ان کے وصی سے محبت کی۔ تو اس یہودی نے کہا کہ یہ جان لے کہ میں تجھ سے اور محمدؐ سے بغض و عداوت رکھتا ہوں پھر اس کے بعد مجھے اپنے گھر کے باہر لے گیا اس کے گھر کے باہر بہت مقدار میں ریت تھی اور کہنے لگا: خدا کی قسم اے روزبہ اگر صبح تک اس ریت کو اس جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ منتقل نہ کر سکا تو یقیناً تجھے قتل کر دوں گا سلمان کہتے ہیں: پس میں پوری رات اس ریت کو اٹھا کر دوسری جگہ منتقل کرتا رہا جب مجھ پر تھکاوٹ طاری ہو گئی تو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کیا: اے میرے

پروردگار تو نے تو محمدؐ اور ان کے وصی کی محبت سے میرے دل کو سرشار کیا ہے ۔ پس ان کے حق کا واسطہ میری کشائش میں تعجیل فرما اور جس سخت حالت میں ہوں اس سے مجھے آرام بخش دے۔ پس اللہ عزوجل نے ایک آندھی کو بھیجا جس نے اس تمام ریت کو اپنی جگہ سے اس جگہ پر منتقل کردیا جس کا حکم اس یہودی نے دیا تھا ۔ جب صبح ہوئی تو اس نے ریت کو دیکھا اور (تعجب) سے کہا کہ سب کو منتقل کردیا ۔ پھر کہنے لگا ۔ اے روزبہ تم ایک جادوگر نکلے اور مجھے اس کا علم نہیں تھا پس میں تجھے اس گاؤں سے نکالدوں گا تاکہ تم گاؤں والوں کو ہلاک و نابود نہ کرسکو ۔ پس اس نے مجھے وہاں سے نکالا دیا اور مجھے ایک نیک عورت کے ہاتھوں فروخت کردیا ۔ اس عورت نے مجھ سے بہت محبت کی اور اس کے پاس ایک باغ تھا تو اس نے مجھ سے کہا کہ یہ باغ تیرے لئے ہے اس میں سے جو کچھ چاہو کھاؤ، کسی کو دیدو یا صدقہ کرو ۔

سلمان کہتے ہیں : میں بہت عرصہ اس باغ میں رہا ایک دن میں اس میں بیٹھا ہوا تھا کہ سات آدمیوں کا ایک گروہ میری طرف آیا جن پر بادل سایہ کئے ہوئے تھا ۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ خدا کی قسم ان میں سب کے سب نبی تو نہیں ہیں لیکن ان میں کوئی نہ کوئی نبی ضرور موجود ہے ۔ پس وہ آگے بڑھے یہاں تک کہ باغ میں داخل ہوگئے ۔ اور بادل کا ٹکڑا بھی ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا ۔ اور جب یہ باغ میں داخل ہوگئے تو ان میں رسول خداؐ ، امیرالمومنینؑ ، ابوذر ، مقداد ، عقیل ابن ابی طالب[1] ، حمزہ بن عبدالمطلب اور زید بن حارث تھے ۔ وہ باغ میں داخل ہوگئے اور کھجور کے درخت سے گرے ہوئے دانے کھانے لگے اور رسول خداؐ یہ فرمارہے تھے کہ : کھجور کے گرے ہوئے دانے کھالو اور ان لوگوں کی کوئی چیز خراب مت کرو ۔ پس میں اپنی مالکہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اے میری مالکہ مجھے ایک تھالی تازہ

---

(۱) اس میں اشکال ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے کیونکہ حضرت عقیل کا اسلام لانا جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے حدیبیہ سے قبل واقع ہوا ۔ اس لئے انہوں نے حدیبیہ سے پہلے کے واقعات کو نہیں دیکھا اور زبردستی انہیں مشرکین مکہ بدر کی جنگ کے لئے لیکر آئے اور وہ اسیر ہوئے اور ان کے چچا عباس ابن مطلب نے فدیہ دیکر انہیں آزاد کرایا ۔ جناب حمزہ کی شہادت جنگ احد میں ہوئی اور مسلمانوں نے مقام قباء میں اس وقت اسلام قبول کیا جب رسول اللہؐ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے ۔ ابن عبداللہ نے انہیں (سلمان) کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنہوں نے جنگ بدر میں شرکت کی اور اگر ہم اس کو نہ مانیں تو کم از کم ان کا جنگ خندق میں ہونا ناقابل انکار ہے کیونکہ مسلمانوں نے انہی کے مشورے سے خندق کھودی تھی ۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم سلمان فارسی کے اسلام قبول کرنے سے پہلے جناب حمزہ اور جناب عقیل کو رسول اللہؐ کے ساتھ مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ میں تصور کریں ۔

اور یہ بات قابل قبول نہیں کہ جناب جعفر کا نام غلطی سے عقیل لکھا گیا کیونکہ جعفر اس وقت حبشہ میں تھے اور مدینہ میں ان کی واپسی جنگ خیبر کی فتح کے بعد ہوئی ۔

(علی اکبر غفاری کہتے ہیں) اس روایت میں مسئلہ نہایت آسان ہے کیونکہ یہ روایت مرسلہ ہے اور جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ واقع داستانوں اور افسانوں سے شباہت رکھتا ہے ۔ (واللہ اعلم) (علی اکبر غفاری)

کھجور کی دے دو۔ اس نے کہا کہ تم چھ تھالیاں لے لو: سلمان کہتے ہیں کہ میں نے ایک تھالی تازہ کھجور کی لے لی اور اپنے دل میں یہ کہا کہ اگر ان میں کوئی نبی ہوگا تو وہ صدقہ نہیں کھائے گا اور یہ ہدیہ اور تحفہ کا ہوگا تو کھالے گا چنانچہ میں نے تھالی ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ یہ صدقہ ہے۔ پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کھالو لیکن خود رسول خداؐ اور امیرالمومنینؑ اور عقیل بن ابی طالب اور حمزہ بن عبدالمطلب نے اس کو کھانے سے اجتناب کیا اور زید سے فرمایا کہ ہاتھ بڑھاؤ اور کھاؤ۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ نبوت کی ایک علامت ہوگئی۔ پھر میں اپنی مالکہ کے پاس گیا اور اس سے کہا: مجھے ایک اور تھالی دیدو تو مالکہ نے کہا: تمہارے لئے چھ تھالیاں ہیں۔ سلمان کہتے ہیں: پس میں ایک تھالی اٹھاکر ان کے پاس آیا اور تازہ کھجور ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ یہ ہدیہ اور تحفہ ہے۔ پس رسول خداؐ نے دست مبارک آگے بڑھایا اور فرمایا: **بسم اللہ** کھاؤ اور تمام لوگوں نے ہاتھ آگے بڑھایا اور کھایا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ دوسری نشانی اور علامت ہے۔ سلمان کہتے ہیں: پس جب میں آپؐ کی پشت کی طرف بڑھا تو پیغمبر اکرمؐ کی توجہ میری طرف ہوگئی اور آپؐ نے فرمایا: اے روزبہ کیا نبوت کی مہر کی تلاش میں ہو۔ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ تو آپؐ نے اپنے دونوں شانوں کو ظاہر فرمایا تو اچانک میں نے دیکھا مہر نبوت آپؐ کے شانوں پر ثبت تھی اور اس کے اوپر کچھ بال تھے۔ وہ (سلمان) کہتے ہیں۔ پس میں رسول خداؐ کے قدموں پر گرپڑا اور ان کو چومنا شروع کردیا تو آپؐ نے فرمایا: اے روزبہ اس عورت کے پاس جاؤ اور اس سے کہو محمدؐ بن عبداللہ کہہ رہے ہیں کیا تم ہمیں یہ غلام فروخت کروگی؟ پس میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا: اے میری مالکہ محمدؐ بن عبداللہ تم سے کہتے ہیں کہ کیا تم ہمیں یہ غلام فروخت کردگی؟ پس اس نے کہا: ان سے کہدو اس کو نہیں بیچونگی مگر چار سو کھجور کے درخت کے عوض میں جس میں سے دوسو زرد اور دوسو سرخ ہوں۔ سلمان کہتے ہیں: پس میں نبی کریمؐ کے پاس آیا اور یہ خبر دی تو آپؐ نے فرمایا: جو کچھ اس نے مانگا وہ کتنا آسان اور سستا ہے؟ پھر فرمایا: اے علیؑ اٹھو ان سب گٹھلیوں کو جمع کرو۔ پس انہوں نے سب گٹھلیوں کو جمع کیا اور ان کو زمین میں بودیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ان کو پانی دے دو تو امیرالمومنینؑ نے انہیں پانی دیا۔ اور پانی دیتے دیتے آخر تک پہنچے ہی تھے کہ درخت اتنے نشو و نما پاگئے کہ ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ اس کے بعد مجھ سے فرمایا اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہدو محمدؐ بن عبداللہ کہتے ہیں کے تم اپنی چیز لے لو اور ہمیں ہماری چیز دے دو۔ سلمان کہتے ہیں میں اس عورت کے پاس گیا اور اس کو وہ بات بتادی۔ پس وہ باہر آگئی اور اس نے کھجوروں کو دیکھا پھر کہنے لگی: خدا کی قسم میں اسے نہیں بیچونگی مگر یہ کہ یہ تمام کھجور کے درخت زرد رنگ کے نہ ہوں۔ سلمان کہتے ہیں: پس جبرئیلؑ نازل ہوئے اور اپنے پروں کو ان درختوں کو مس کیا تو تمام کے تمام درخت زرد رنگ کے ہوگئے۔ پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا: جاؤ اور اس سے کہو: محمدؐ کہتے ہیں تم اپنی چیز لے لو اور ہماری چیز ہمیں دے دو۔ سلمان کہتے ہیں میں نے جاکر اس کو یہ بات بتادی تو اس نے کہا: خدا کی قسم ان میں سے ایک درخت تیرے محمدؐ سے اور تجھ سے زیادہ عزیز ہے۔

تو میں نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم ایک دن کی زندگی محمدؐ کے ساتھ میرے لئے تم اور ہر چیز سے جس میں تم بھی شامل ہو زیادہ عزیز ہے۔ پس رسول خداؐ نے مجھے آزاد کردیا اور میرا نام سلمان رکھا۔

اس کتاب کے مصنفؒ کہتے ہیں کہ: سلمان کا نام روزبہ ابن خشبودان تھا اور انہوں نے کبھی سورج کو سجدہ نہیں کیا اور وہ خدا عزوجل کو سجدہ کرتے تھے اور جس قبلہ کے رخ ہوکر نماز پڑھنے کا حکم انہیں دیا گیا تھا وہ مشرق کی جانب تھا اس لئے ان کے والدین یہ گمان کرتے رہے کہ وہ بھی ان کی طرح سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور سلمانؓ عیسیٰؑ کے وصی کے وصی تھے اس بار کو ذمہ پرلے کر ادا کرنے میں جو معصومین کی وصیت پر تمام ہوتا ہے۔ اور وصی عیسیٰؑ کا نام آبی ہے اور ایک جماعت نے یہ ذکر کیا ہے آبی حضرت ابو طالب ہیں۔ یہاں اس گروہ پر معاملہ مشتبہ ہوگیا ہے کیونکہ امیرالمومنینؑ سے حضرت عیسیٰؑ کے آخری وصی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا "آبی" لیکن لوگوں نے اس کو غلط لکھا اور پڑھا اور یہ کہا "ابی" یعنی میرے والد۔ اور اس کو بردہ بھی کہتے ہیں۔

باب (۱۰) قس بن ساعدۃ الایادی کے بارے میں روایت

قس بن ساعدۃ الایادی اپنے علم و حکمت کے لحاظ سے مثالی مانے جاتے تھے۔ وہ نبیؐ کو جانتے تھے اور ان کے ظہور کے منتظر تھے اور یہ کہتے تھے کہ یقیناً اللہ کے نزدیک ایک ایسا دین بھی ہے جو اس دین سے جس پر تم قائم ہو بہتر ہے اور نبیؐ ان کے لئے دعائے رحمت فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ قیامت کے دن وہ تنہا ایک امت کی صورت میں محشور ہوں گے۔

۲۲۔ مجھ سے بیان کیا میرے والدؒ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے علاء بن رزین نے ان سے محمد بن مسلم نے ان سے امام ابو جعفر محمد بن باقرؑ نے آپؑ نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے صحن میں تشریف فرما تھے اور یہ وہ دن تھا جب مکہ فتح ہو چکا تھا اتنے میں ایک وفد آپؐ کے پاس شرفیاب ہوا اور آپؐ پر سلام کیا، رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کس قبیلہ سے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم بکر بن وائل کے قبیلہ کا ایک وفد ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تمہارے پاس قس بن ساعدۃ الایادی کے بارے میں کوئی علم اور خبر ہے۔ انہوں نے عرض کیا "ہاں یا رسول اللہؐ" تو آپؐ نے پوچھا: اس کا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ وہ انتقال کرگئے۔ پس رسول اللہؐ نے فرمایا: ساری تعریفیں مالک موت و حیات کے لئے مختص ہیں۔ ہر نفس کے لئے موت کا ذائقہ ہے۔ اس وقت گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ قس بن ساعدۃ الایادی بازار عکاظ میں ایک اونٹ پر سوار ہیں اور وہ لوگوں سے مخاطب ہوکر یہ کہہ رہے ہیں کہ اے لوگوں جمع ہو جاؤ اور جب جمع ہوجاؤ تو خاموش رہو اور سنو اور جب سنو تو اس کو سمجھو اور جب سمجھ لو تو اس کو یاد کرو اور اس کی حفاظت کرو اور اسے سچ۔ن لو۔ آگاہ

ہو جاؤ جو زندگی بسر کرتا ہے آخرکار مرجاتا ہے وہ زندگی کھو بیٹھتا ہے اور جو زندگی کھو بیٹھتا ہے وہ واپس نہیں آتا ۔ بے شک آسمان میں پوشیدہ راز ہیں اور زمین پر عبرتیں ہیں ۔ آسمان پر اونچی چھت ہے اور زمین ایک بچھا ہوا گہوارہ ہے ۔ اور سیارگان حرکت میں ہیں اور رات گردش میں ہے اور دریاؤں کے پانی رواں دواں ہیں ۔ قس قسم کھاکر کہتا ہے کہ یہ ساری چیزیں کھیل تماشے نہیں ہیں اور یقیناً ان کے پیچھے حیران کن باتیں ہیں ۔ کیوں کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ لوگ (مر) جاتے ہیں تو واپس نہیں پلٹتے ؟ کیا وہ جہاں ہیں اس پر راضی ہیں اور اس لئے وہیں ٹھہرے ہوئے ہیں ۔ یا اس دنیا کو چھوڑ کر سو گئے ہیں ؟ قس ایسی قسم کھاتا ہے جو کبھی جھوٹی نہیں ہوسکتی کہ اللہ کے پاس ایک ایسا دین ہے جو اس دین سے جس پر تم ہو بہتر ہے ۔ پھر اس کے بعد رسول خدا نے فرمایا: خدا رحمت کرے قس پر وہ قیامت کے دن اکیلا ایک امت کی صورت میں محشور ہوگا ۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ہے جو اس کے اشعار میں سے کچھ صحیح بیان کرے ۔ پس ان میں سے کسی نے کہا میں نے اس کو یہ شعر کہتے ہوئے سنا ہے ۔

فی الاوّلین الذاھبین	من القرون لنابصائر
ان پہلے جانے والوں میں	جو گزشتہ صدیوں کے تھے ہمارے لئے بصیرت آموز درس ہیں
لما رایت مواردا	للموت لیس لھا مصادر
جب بھی میں نے دیکھے مختلف مواقع	تو موت کے لئے کوئی معین سبب نہ تھا
و رایت قومی نحوھا	تمضی الاکابر و الا صاغر
میں نے اپنی قوم کو دیکھا اس کی طرف	بڑے اور چھوٹے چل پڑتے ہیں
لا یرجع الماضی الیَّ	ولا من الباقین غابر
جو چلا جاتا ہے وہ واپس نہیں آتا میرے پاس	اور نہ ہی جو باقی رہ گئے ہیں وہ باقی رہیں گے
ایقنت انّی لا محالۃ	حیث صارالقوم صائر
پس میں نے یقین کرلیا کہ لامحالہ مجھے بھی	جہاں لوگ گئے ہیں جانا ہی ہے ۔

قس بن ساعدہ کی حکمت اور معرفت کی بلندی اس درجہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبیلہ ایاد میں سے کوئی اگر آپ کے پاس شرفیاب ہوتا تھا تو اس سے قس کی حکمتیں پوچھتے تھے اور بغور سماعت فرماتے تھے ۔

۲۳ ۔ ہم سے بیان کیا حسن بن عبداللہ بن سعید نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالحسن علی بن الحسین بن اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی محمد بن زکریا نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن ضحاک نے ان سے ہشام نے انہوں نے اپنے والد سے کہ ایاد قبیلہ کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شرفیاب ہوا تو

آپؑ نے قس بن ساعدہ کی حکمت آمیز باتوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ قس نے کہا:

یاناعی الموت والاموات فی جدث — علیهم من بقایا بزّهم خرق

اے موت کی خبر دینے والے، مردے تو قبروں میں ہیں — اور ان کے تن پر کتان کے باقی ماندہ کچھ کپڑے ہیں

دعهم فانّ لهم یوماً یصاح بهم — کما ینبّه من نوماته الصّعق

چھوڑ دو انہیں یقیناً ان کے لئے ایک ایسا دن مقرر ہے جس میں انہیں بلایا جائے گا — جس طرح بادل کی گرج سونے والوں کو جگاتی ہے

منهم عراۃ و منهم فی ثیابهم — منها الجدید و منها الاورق الخلق

ان میں سے کچھ تو برہنہ ہونگے اور کچھ اپنے کپڑوں میں — یا تو ان کے کپڑے نئے ہونگے یا بوسیدہ اور خستہ حالت میں

حتی یعودوا بحال غیر حالتهم — خلق جدید و خلق بعدهم خلقوا

یہاں تک کہ اپنی اس حالت سے دوسری حالت میں پلٹ جائیں گے — ایک نئی نسل اور ان کے بعد ایک اور نسل پیدا کی جائے گی

بارش اور سبزے، پدران اور مادران، اور جانے والے اور نئے آنے والے، اور نشانیوں کے پیچھے نشانیاں، اور مردوں کے بعد مردے، روشنی اور تاریکی، راتیں اور دن، فقیر اور دولتمند، سعادت مند اور شقی، نیکوکار اور بدکار، خبر اور تنبیہ ہے غفلت میں رہنے والوں کے لئے ہر کام کرنے والے کو اپنا عمل درست کرنا چاہیئے۔ آگاہ ہوجاؤ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اللہ یکتا ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ کسی کا باپ ہے اس نے پلٹایا اور اسی نے شروع کیا اور کل اسی کی طرف پلٹنا ہے۔

اس کے بعد سن لو اے ایاد قبیلہ کے لوگو! کہاں ہیں ثمود اور عاد؟ اور کہاں ہیں ہمارے آباؤ اجداد۔ کہاں ہے وہ نیکوکار جس کو صلہ نہیں دیا گیا اور کہاں ہے وہ بدکار جس سے انتقام نہیں لیا گیا ہر گز نہیں رب کعبہ کی قسم پلٹ آئے گا جو پیدا کیا گیا اور اگر ایک دن گیا تو دوسرا دن ضرور پلٹ کر آئے گا۔

یہ قس بن ساعدہ بن حذاقہ بن زہر بن ایاد بن نزار ہیں، جاہلیت کے لوگوں میں سے سب سے پہلے نبی کی بعثت پر ایمان لانے والے تھے۔ اور وہ سب سے پہلے فرد تھے جس نے عصا اپنے ساتھ رکھا اور اس کا سہارا لیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ چھ سو سال زندہ رہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نام و نسب کے ساتھ جانتے تھے اور لوگوں کو آپؐ کے ظہور کی بشارت دیتے تھے وہ تقیہ کرتے تھے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے دوران تقیہ کرنے کا حکم دیتے تھے۔

۲۴۔ ہم سے بیان کیا حسن بن عبداللہ بن سعید نے انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن حسین ابن

اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی محمد بن زکریا بن دینار نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا مہدی بن سابق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن عباس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ قس بن ساعدہ نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور کہا: شکم سبزی اور ترکاری سے سیر اور پانی ملے ہوئے دودھ سے سیراب ہوجاتا ہے۔ جس نے تجھ پر برائی کی کوئی تہمت لگائی تو سمجھو اس کے اندر اس جیسی برائی موجود ہے۔ اور جس نے تجھ پر ظلم کیا اس پر کوئی ظالم مسلط ہو ہی جائے گا جب تم اپنے نفس کی خواہش کے برخلاف عدل و انصاف کرو گے. تو اوپر سے تمہارے ساتھ عدل و انصاف کا سلوک کیا جائے گا۔ جب کسی کو کسی بات سے منع کرو تو پہلے اپنی ذات سے شروع کرو اور جو کچھ تم نہیں کھاتے اس کو جمع نہ کرو اور جس چیز کی تمہیں ضرورت نہیں ہے اس کو مت کھاؤ۔ اور اگر تم مال جمع کرو گے تو آخرکار تمہارے اعمال ہی تمہارا ذخیرہ اور گنجینہ ہیں۔ کفایت شعار رہو اور سخاوت مندی سے اپنی قوم کی سرداری تمہیں حاصل ہوگی۔ اور کبھی بھی کسی مصروف شخص سے مشورہ نہ لینا اگرچہ وہ مستقل مزاج اور مضبوط ارادہ والا ہی کیوں نہ ہو۔ اور نہ کسی بھوکے سے مشورہ لو اگرچہ سمجھدار کیوں نہ ہو۔ نہ ڈرپوک سے مشورہ لو اگرچہ نصیحت کرنے والا کیوں نہ ہو۔ اور اپنی گردن میں کوئی ایسا طوق (ذمہ داری) نہ ڈالو جس کو اتارنا تمہارے لئے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالے بغیر ممکن نہ ہو۔ جب دشمنی کرو تو عدل و انصاف کا خیال رکھو اور جب بولو تو کم گوئی اختیار کرو۔ اور کسی کو بھی قرض نہ دو۔ اگرچہ وہ تمہارے قریب سے قریب تر عزیزوں میں سے کیوں نہ ہو۔ کیونکہ جب تم ایسا کرو گے تو ہمیشہ خوفزدہ رہو گے اور جس کے ذمہ تم نے قرض لگایا ہے وہ اپنے عہد و پیمان کو پورا کرنے میں مرضی کا مالک ہے۔ اور جب تک مال اس کے پاس ہے تم اس کے بندے اور غلام ہو اگر اس نے تم پر زیادتی کی تو تم اپنی ناسمجھی کی وجہ سے اس بات کے سزاوار ہو۔ اور اگر اس نے اپنے عہد کو پورا کیا تو وہی قابل مدح ہوگا نہ کہ تم۔ صدقہ دیتے رہو کیونکہ یہ خطاؤں اور گناہوں کا کفارہ ہے۔

پس قس کسی کو قرض نہیں دیتے تھے اور باتیں ایسی کرتے تھے جن کے معنی عوام پر پوشیدہ رہتے اور صرف خواص ہی سمجھ پاتے تھے۔

باب (۱۱) تبع کے بارے میں روایات

اور تبع بادشاہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتے تھے اور آپ کے ظہور کے منتظر تھے کیونکہ آپؐ کے بارے میں خبر ان تک پہنچ چکی تھی اور وہ یہ جان چکے تھے کہ مکہ سے عنقریب ایک نبی خروج کرے گا اور یثرب (مدینہ) کی طرف ہجرت فرمائے گا۔

۲۵۔ محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیان کیا ہم سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن علی سے انہوں نے عمر بن ابان سے انہوں نے ابان سے مرفوعاً نقل کیا کہ تبع نے چلتے ہوئے ایک مرتبہ یہ اشعار کہے۔

حتی اتانی من قریظة عالم حبر لعمرک فی الیهود مسود

یہاں تک کہ قریظہ میں سے ایک عالم میرے پاس آیا جو حبر (یہودی عالم) تھا اور تیری زندگی کی قسم یہود میں وہ مقبول تھا

قال از دجر عن قریة محجوبة لنبیّ مكة من قریش مهتد

اس نے مجھ سے کہا ایک تنگ گاؤں پر حملہ سے رک جاؤ کیونکہ ایک نبی جو قریش میں سے ہوگا مکہ سے برآمد ہوگا

فعفوت عنهم عفو غیر مثرّب وتركتهم لعقاب یوم سرمد

پس میں نے انہیں معاف تو کر دیا لیکن ناگواری کے ساتھ اور انہیں ابدی دن کی سزا کے خوف سے چھوڑ دیا

وتركتها لله ارجو عفوه یوم الحساب من الجحیم الموقد

اور میں نے مکہ پر حملہ کو چھوڑ دیا اللہ کی خاطر اس سے معافی کی امید کے ساتھ اس دن کے واسطے جس میں حساب وکتاب ہوگا اور بھڑکتی ہوئی جہنم ہوگی

ولقد تركت له بها من قومنا نفراً اُولی حسب و ممّن یحمد

اور میں نے اس نبی کے لئے اپنی قوم سے ایک آدمی کو چھوڑا ایسا شخص جو حسب وفضیلت والا، جس کی لوگ تعریف کرتے ہیں

نفراً یکون النّصر فی اعقابهم ارجو بذاک ثواب رب محمّد

ایسا شخص جس کے پشتوں میں فتح و نصرت ہوگی اور اس کام سے میں محمدؐ کے پروردگار سے ثواب کی امید

رکھتا ہوں

ماکنت احسب ان بیتاً ظاہراً — للّٰہ فی بطحاء مکۃ یعبد

میں گمان بھی نہیں کرتا تھا کہ ایک آشکار گھر ہوگا — اللہ کا سرزمین مکہ میں جہاں اس کی پرستش کی جائے گی

قالوا بمکۃ بیت مال دائر — وکنوزہ من لؤلؤ و زبرجد

مجھ سے ان لوگوں نے کہا کہ مکہ میں ایک بیت المال ہے جس میں بہت مال ہے — خزینے ہیں موتیوں اور زبرجد کے

فاردت امرا حال ربی دونہ — واللّٰہ یدفع عن خراب المسجد

پس میں نے ایک بڑا ارادہ کیا لیکن میرے پروردگار نے اسے پورا ہونے نہیں دیا — اور اللہ اپنی مسجد کے خراب ہونے سے روکتا ہے

فترکت ماامّلتہ فیہ لھم — وترکتھم مثلاً لاھل المشھد

پس میں نے جو کچھ آرزو کی تھی اسے ان لوگوں کے لئے چھوڑ دیا — اور انہیں صاحبان پاک دل کے لئے ایک مثالی عمل کرکے چھوڑ دیا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تحقیق اس کو خبر دی گئی کہ یہاں (مکہ) سے ایک نبی ظہور کرے گا اور اس نبی کی ہجرت یثرب (مدینہ) کی طرف ہوگی پس اس نے یمن سے ایک گروہ کو اپنے ساتھ لیا اور انہیں یہود کے پاس سکونت دلائی تاکہ اس نبی کی آمد کے بعد اس کی نصرت کریں اور اس بارے میں اس نے یہ اشعار کہے۔

شھدت علی احمد انہ — رسول من اللّٰہ باریءِ النسم

میں گواہی دیتا ہوں کہ احمدؐ یقیناً — اس خدا کا رسول ہے جو خالق کائنات ہے

فلو مُدّ عمری الی عمرہ — لکنت وزیراً لہ وابن عم

پس اگر میری عمر اس قدر ہوتی کہ میں ان کی زیارت کرسکوں — تو میں ضرور ان کا وزیر اور چچازاد بھائی بن جاتا

وکنت عذاباً علی المشرکین — اسقیھم کاس حتف وغم

اور میں مشرکین کے لئے عذاب بن جاتا — اور انہیں موت اور غم واندوہ کی شراب پلاتا

۲۶۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابراہیم بن عبدالحمید سے انہوں نے ولید بن صبیح سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: تبع بادشاہ نے اوس اور خزرج سے کہا کہ تم لوگ یہاں

رہو جب تک وہ نبی ظہور فرمائے۔ اور میری بات تو یہ ہے کہ اگر میں نے ان کو پالیا اور زندہ رہا تو ان کی خدمت کروں گا اور ان کا ساتھ دوں گا۔

۲۷۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن حسین بزاز نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب الاصم نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا احمد بن عبدالجبار عطاردی نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یونس بن بکیر شیبانی نے ان سے زکریا بن یحییٰ المدنی سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عکرمہ نے اس نے کہا میں نے ابن عباس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم پر تبع بادشاہ کے متعلق معاملہ مشتبہ نہ رہے کیونکہ حقیقتاً وہ مسلمان تھا۔

باب (۱۲) حضرت عبدالمطلب اور حضرت ابوطالب علیہما السلام کے بارے میں روایات

" عبدالمطلب اور ابو طالب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تمام جاننے والوں اور علماء سے زیادہ بہتر جانتے تھے لیکن یہ دونوں اس بات کو جاہلوں اور صاحبان کفر و گمراہی سے چھپاتے تھے"۔

۲۸۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن موسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ھیثم بن عمرو المزنی نے ان سے ابراہیم بن عقیل ھذلی نے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ عبدالمطلب کے لئے کعبہ کے سائے میں ایک بچھونا بچھایا جاتا تھا۔ جس پر سوائے ان کے اور کوئی نہیں بیٹھتا تھا اور یہ ان کی تعظیم کی خاطر تھا۔ اور ان کے بیٹے ان کے اردگرد بیٹھتے تھے جب تک عبدالمطلب وہاں سے اٹھ کر نہ چلے جائیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبکہ ابھی آپؐ کمسن تھے چلتے ہوئے آکر اسی بچھونے پر بیٹھ جاتے تھے اور یہ بات آپؐ کے چچاؤں کو ناگوار گزرتی تھی پس وہ آگے بڑھ کر آپؐ کو پکڑتے تاکہ اس بچھونے سے آپ کو ہٹالیں مگر جب بھی عبدالمطلب ایسی حرکت ان لوگوں کی طرف سے دیکھتے تو ان سے کہتے: چھوڑدو میرے بیٹے کو خدا کی قسم اس کی شان و منزلت بہت عظیم ہے۔ میں یقیناً یہ دیکھ رہا ہوں کہ ایک دن تم پر ایسا آنے والا ہے کہ یہ تمہارا آقا اور سردار ہوگا۔ میں اس کی پیشانی سے بزرگی اور سرداری کا نور دیکھ رہا ہوں یہ لوگوں کی قیادت کرے گا۔ پھر اس کے بعد آپؐ کو اٹھاتے تھے اور اپنے پاس بٹھاتے تھے اور آپؐ کی پشت پر ہاتھ پھیرتے تھے اور آپؐ کا بوسہ لیتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے کہ میں نے اس سے نرم اور پاکیزہ کوئی بوسہ نہیں دیکھا ہے نہ ایسا بدن دیکھا ہے جو ایسا نرم اور طیب و پاکیزہ ہو۔ پھر ابو طالبؑ کی طرف رخ کرتے اور وہ اس لئے کہ حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالبؑ دونوں کی والدہ ایک تھیں۔ اور یہ کہتے تھے اے ابو طالبؑ اس

رہو جب تک وہ نبی ظہور فرمائے ۔ اور میری بات تو یہ ہے کہ اگر میں نے ان کو پالیا اور زندہ رہا تو ان کی خدمت کروں گا اور ان کا ساتھ دوں گا ۔

۲۷ ۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن حسین بزاز نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب الاصم نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا احمد بن عبدالجبار عطاردی نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یونس بن بکیر شیبانی نے ان سے زکریا بن یحییٰ المدنی سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عکرمہ نے اس نے کہا میں نے ابن عباس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم پر تبع بادشاہ کے متعلق معاملہ مشتبہ نہ رہے کیونکہ حقیقتاً وہ مسلمان تھا ۔

باب (۱۲) حضرت عبدالمطلب اور حضرت ابو طالب علیہما السلام کے بارے میں روایات

" عبدالمطلب اور ابو طالب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تمام جاننے والوں اور علماء سے زیادہ بہتر جانتے تھے لیکن یہ دونوں اس بات کو جاہلوں اور صاحبان کفر و گمراہی سے چھپاتے تھے " ۔

۲۸ ۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن موسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ھیثم بن عمرو المزنی نے ان سے ابراہیم بن عقیل ھذلی نے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ عبدالمطلب کے لئے کعبہ کے سائے میں ایک بچھونا بچھایا جاتا تھا ۔ جس پر سوائے ان کے اور کوئی نہیں بیٹھتا تھا اور یہ ان کی تعظیم کی خاطر تھا ۔ اور ان کے بیٹے ان کے اردگرد بیٹھتے تھے جب تک عبدالمطلب وہاں سے اٹھ کر نہ چلے جائیں ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبکہ ابھی آپ کمسن تھے چلتے ہوئے آکر اسی بچھونے پر بیٹھ جاتے تھے اور یہ بات آپ کے چچاؤں کو ناگوار گزرتی تھی پس وہ آگے بڑھ کر آپ کو پکڑتے تاکہ اس بچھونے سے آپ کو ہٹالیں مگر جب بھی عبدالمطلب ایسی حرکت ان لوگوں کی طرف سے دیکھتے تو ان سے کہتے : چھوڑدو میرے بیٹے کو خدا کی قسم اس کی شان و منزلت بہت عظیم ہے ۔ میں یقیناً یہ دیکھ رہا ہوں کہ ایک دن تم پر ایسا آنے والا ہے کہ یہ تمہارا آقا اور سردار ہوگا ۔ میں اس کی پیشانی سے بزرگی اور سرداری کا نور دیکھ رہا ہوں یہ لوگوں کی قیادت کرے گا ۔ پھر اس کے بعد آپ کو اٹھاتے تھے اور اپنے پاس بٹھاتے تھے اور آپ کی پشت پر ہاتھ پھیرتے تھے اور آپ کا بوسہ لیتے تھے ۔ اور یہ کہتے تھے کہ میں نے اس سے نرم اور پاکیزہ کوئی بوسہ نہیں دیکھا ہے نہ ایسا بدن دیکھا ہے جو ایسا نرم اور طیب و پاکیزہ ہو ۔ پھر ابو طالب کی طرف رخ کرتے اور وہ اس لئے کہ حضرت عبداللہ اور حضرت ابو طالب دونوں کی والدہ ایک تھیں ۔ اور یہ کہتے تھے اے ابو طالب اس

نوجوان کے لئے ایک عظیم منزلت اور مرتبت ہے پس اس کی حفاظت کرو اور اس کے ساتھ متمسک رہو کیونکہ یہ یکتا اور بے مثل ہے اور اس کے لئے ماں کی طرح بنو۔ خبردار اس پر کوئی ایسی بات نہ آجائے جو اس کے لئے ناگوار ہو۔ پھر آپؐ کو اپنے کاندھے پر سوار کرتے اور سات بار طواف کرتے تھے عبدالمطلب جان گئے تھے کہ آپؐ لات وعزیٰ بتوں سے نفرت کرتے ہیں اس لئے آپؐ کو ان کے سامنے نہیں لے جاتے تھے۔ جب آپؐ چھ سال کے ہوگئے تو آپؐ کی مادر گرامی آمنہ ابواء میں جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے وفات پاگئیں۔ آپؐ کی والدہ گرامی آپؐ کو لے کر آپؐ کے ماموں جو کہ نبی عدی میں سے تھے کے پاس آگئی تھیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم ہوگئے۔ نہ باپ کا سایہ تھا نہ ماں کی شفقت۔ پس عبدالمطلبؑ نے آپؐ پر پیار و محبت اور نگہداشت میں اضافہ کردیا۔ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ عبدالمطلبؑ کی وفات کا وقت آن پہنچا پس اس حالت میں ابو طالبؑ کو بلوایا جبکہ حضرت محمدؐ ان کے سینے پر تھے اور وہ موت کی تکلیف میں تھے۔ اور رو رہے تھے۔ اور اس حالت میں ابو طالبؑ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: اے ابو طالبؑ دیکھو! اس کے لئے محافظ بن کر رہنا کیونکہ یہ اکیلا ہے جس نے باپ کے سایہ کو دیکھا ہے نہ ماں کی شفقت کا مزہ چکھا ہے۔ دیکھو اے ابو طالبؑ اسے اپنے تن میں سے جگر اور کلیجہ کی حیثیت دینا۔ میں اپنے تمام بیٹوں کو چھوڑ کر تمہیں اس کے بارے میں وصیت کررہا ہوں کیونکہ تم اور اس کے والد ایک ہی ماں سے ہو۔ اے ابو طالبؑ اگر تم اس کے دور (نبوت) کو درک کر لو پس جان لو میں لوگوں میں اس کے بارے میں سب سے زیادہ بصیرت رکھنے والا اور جاننے والا ہوں۔ پس اگر اس کی پیروی کر سکو تو کر لو اور اپنی زبان، بازو اور مال کے ساتھ اس کی نصرت کرو۔ پس یقیناً خدا کی قسم یہ تمہاری قیادت کرے گا اور ایسی حاکمیت اسے حاصل ہوگی جو میرے آباؤ اجداد میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی ہے۔ اے ابوطالبؑ میں تمہارے آباؤ اجداد میں سے کسی کے متعلق یہ نہیں جانتا کہ جس کا باپ اس کے باپ کی طرح انتقال کرگیا ہو۔ جس کی ماں اس کی ماں کی طرح فوت ہوگئی ہو۔ پس اس کی تنہائی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی حفاظت کرو۔ کیا تم نے اس بارے میں میری وصیت کو قبول کرلیا؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں میں نے یقیناً قبول کرلیا اور اللہ اس بارے میں میرا گواہ ہے۔ پس عبدالمطلبؑ نے کہا: پس تم اپنا ہاتھ میری طرف بڑھاؤ۔ پس انہوں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا عبدالمطلبؑ نے ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا اور پھر عبدالمطلبؑ نے کہا: اب موت میرے لئے آسان ہوگئی پھر اس کے بعد آپؐ کا بوسہ لیتے رہے اور یہ کہتے تھے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً میں نے اپنے بیٹوں میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا جو تم سے زیادہ خوشبودار ہو اور تم سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہو۔ اور یہ آرزو کرتے تھے وہ آپؐ کے زمانے (نبوت) کو درک کرنے تک زندہ رہتے۔ پھر اس کے بعد عبدالمطلبؑ وفات پاگئے جبکہ آپؐ کی عمر آٹھ سال تھی۔ پس ابو طالبؑ نے انہیں اپنے ساتھ رکھا۔ یہاں تک کہ دن اور رات میں ایک لمحہ کے لئے آپؐ سے جدا نہیں ہوتے تھے اور آپؐ کو اپنے ساتھ سلاتے تھے اور آپؐ کے بارے میں کسی پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔

۲۹۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن حسین بزاز نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب الاصم نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن عبدالجبار عطاردی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا یونس بن بکیر نے انہوں نے محمد بن اسحاق بن یسار مدنی سے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عباس بن عبداللہ بن سعید نے اپنے خاندان کے بعض افراد سے نقل کرتے ہوئے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے لئے کعبہ کے سائے میں ایک بچھونا بچھایا جاتا تھا جس پر ان کی تعظیم کی خاطر ان کا کوئی بیٹا نہیں بیٹھتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں آتے تھے تو اسی پر جاکر بیٹھ جاتے تھے تو آپؐ کے چچا آپؐ کو وہاں سے ہٹانے کے لئے آگے بڑھتے تو آپؐ کے دادا عبدالمطلبؑ ان سے کہتے ۔ چھوڑو میرے بیٹے کو پھر آپؐ کی پشت پر ہاتھ پھیرتے تھے اور کہتے تھے میرے بیٹے کی شان ومنزلت منفرد ہے ۔ پس عبدالمطلبؑ فوت ہوگئے دراں حالیکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ سال کے تھے اور یہ عام الفیل کے آٹھ سال کے بعد کا واقعہ ہے ۔

۳۰۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا میرے والد نے روایت کرتے ہوئے خالد بن الیاس سے انہوں نے ابوبکر بن عبداللہ بن ابی جہم سے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے روایت کرتے ہوئے میرے دادا سے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو طالبؑ کو عبدالمطلبؑ کے بارے میں یہ بتاتے ہوئے سنا ۔ انہوں نے کہا کہ ایک دن جب میں حجر (اسماعیلؑ) میں سویا ہوا تھا میں نے ایک خواب دیکھا جس نے مجھ پر خوف طاری کردیا ۔ چنانچہ میں قریش کی کاہنہ کے پاس آیا ۔ میں ریشم کی چادر اوڑھے ہوئے تھا اور میرے سر کے دونوں طرف کے بال میرے کاندھوں پر لٹک رہے تھے ۔ جب اس کی نظر میرے اوپر پڑی تو میرے چہرے پر تغیر و تبدل کو جان گئی پس وہ سنبھل کر بیٹھ گئی ان دنوں میں اپنی قوم کا سردار تھا ۔ پس کہنے لگی : عرب کے سردار کو کیا ہوگیا ہے جس کا رنگ متغیر ہے ۔ کیا اس پر زمانے کے ناگوار حوادث میں سے کوئی حادثہ واقع ہوا ہے ۔ میں نے اس سے کہا: نہیں ۔ میں نے رات کو ایک خواب دیکھا جب کہ میں حجر (اسماعیل) میں سویا ہوا تھا ۔ کہ گویا کوئی درخت میری پشت پر اگا ہے اور اس کا سر آسمان تک پہنچا ہوا ہے ۔ اور اس کی شاخ نے زمین کے مشرق سے مغرب تک کا احاطہ کیا ہے ۔ اور میں نے ایک نور کو دیکھا جو اس سے ظاہر ہو رہا تھا جو سورج کی روشنی کے مقابلے میں ستر گنا زیادہ روشن تھا ۔ اور میں نے دیکھا کہ عرب و عجم اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں ۔ اور میں نے دیکھا قریش میں سے ایک گروہ اس درخت کو کاٹنے کا ارادہ کر رہا ہے ۔ پس جب وہ اس کے قریب جاتے تھے تو ایک جوان جو لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھا اور پاکیزہ ترین لباس زیب تن کئے ہوئے تھا ان کو پکڑ لیتا تھا اور ان کی کمر توڑ دیتا تھا ۔ اور ان کی آنکھیں نکال دیتا تھا میں نے اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نوجوان نے چلا کر کہا: ٹھہر جاؤ

تمہارے لئے اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ میں نے کہا پھر کس کے لئے حصہ ہے جبکہ یہ درخت مجھ سے ہے؟ پس اس نے کہا حصہ دار وہ لوگ ہیں جو اس سے وابستگی پیدا کریں گے اور تم اس کی طرف پلٹ جاؤ گے۔ اس کے بعد دہشت کے ساتھ میں خواب سے بیدار ہوا دراں حالیکہ مجھ پر گھبراہٹ طاری تھی اور میرا رنگ متغیر ہو چکا تھا اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اس کاہن کے منہ کا رنگ بھی متغیر ہوا اور کہنے لگی اگر تمہارا خواب سچا نکلا تو یقیناً سمجھ لو کہ تمہارے صلب سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو مشرق و مغرب پر حکومت کرے گا۔ اور لوگوں میں مشہور و معروف ہوگا۔ پس اس کے بعد میرا غم و اندوہ ختم ہو گیا۔ پس دیکھتے رہو اے ابو طالبؑ شاید وہ شخص تم ہی ہوگے۔ پس ابو طالبؑ اس کے بارے میں لوگوں کو بتاتے تھے اور اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہور کر چکے تھے اور (ابو طالبؑ) کہتے تھے وہ درخت خدا کی قسم ابوالقاسم (محمدؐ) الامین ہیں۔ تو ان سے پوچھا گیا اگر ایسا ہے تو آپ ان پر ایمان کیوں نہیں لے آتے؟ تو کہتے کہ لوگوں کی دشنام گوئی اور بے عزتی کی وجہ سے۔

ابو جعفر محمد بن علی (رضی اللہ عنہ) جو اس کتاب کے مصنف ہیں کہتے ہیں۔ یقیناً ابوطالب مؤمن تھے لیکن شرک کا اظہار اور ایمان مخفی اس لئے رکھتے تھے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت میں انہیں زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم ہوں۔

۳۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفارؒ نے انہوں نے ایوب بن نوح سے انہوں نے عباس بن عامر سے انہوں نے علی بن ابی سارہ سے انہوں نے محمد بن مروان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: یقیناً ابو طالبؑ نے کفر کا اظہار کیا اور ایمان کو چھپایا اور جب ان کی وفات کا وقت آیا تو اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل فرمائی کہ اب مکہ سے نکلو کیونکہ اب تمہاری نصرت کرنے والا کوئی نہیں اور مدینہ کی طرف ہجرت کرو۔

۳۲۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد صائغ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ایوب نے ان سے صالح بن اسباط نے انہوں نے اسماعیل بن محمد اور علی بن عبداللہ سے انہوں نے الربیع بن محمد المسلی سے انہوں نے سعد بن طریف سے انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم میرے والد، میرے جد عبدالمطلب، ہاشم اور عبد مناف نے کبھی کسی بت کی پرستش نہیں کی۔ آپؑ سے عرض کیا گیا کہ وہ کس چیز کی عبادت کرتے تھے آپ نے فرمایا: وہ خانہ خدا کی طرف رخ کرکے ابراہیم علیہ السلام کے دین کے مطابق نماز پڑھتے تھے اور اسی سے متمسک تھے۔

۳۳۔ ہم سے علی بن احمدؒ نے بیان کیا ہے ان سے احمد بن یحییٰ نے ان سے محمد بن اسماعیل نے ان سے عبداللہ بن محمد نے ان سے ان کے والد نے ان سے سعید بن مسلم نے ان سے قمار جو بنی مخزوم کا غلام ہے نے بیان کیا۔ اس

سے سعید بن ابی صالح (۱) نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابن عباس نے بیان کیا کہ میرے والد عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ جب میرے بھائی عبداللہ پیدا ہوئے تو ان کے چہرے پر آفتاب کے نور کے مانند ایک نور تھا۔ میرے والد بزرگوار عبدالمطلب نے فرمایا کہ میرے اس فرزند کی شان بلند ہوگی پھر میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ عبداللہ کی ناک سے ایک سفید پرندہ نکلا اور پرواز کرکے مشرق و مغرب تک پہنچا پھر واپس آکر بام کعبہ پر بیٹھا اس وقت قریش کے تمام لوگوں نے اس کو سجدہ کیا اور حیرت سے اس کو دیکھنے لگے ایک روشنی ہوئی جو آسمان و زمین اور مشرق و مغرب پر چھا گئی میں بیدار ہوا تو ایک کاہنہ سے دریافت کیا جو بنی مخزوم سے تھی اس نے کہا: اے عباسؓ اگر تمہارا خواب سچا ہے تو عبداللہ کے صلب سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے تابع اہل مشرق اور مغرب ہونگے۔ عباسؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں ہمیشہ عبداللہؓ کے لئے زوجہ کی فکر میں تھا۔ یہاں تک کہ آمنہؓ سے ان کا نکاح ہوا۔ وہ زنان قریش میں سب سے زیادہ حسین وجمیل تھیں جب حضرت عبداللہؓ کا انتقال ہوگیا تو رسالتمآب پیدا ہوئے۔ میں نے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور نکلتے دیکھا میں نے ان کو گود میں لیا تو ان کے جسم سے بوئے مشک آرہی تھی اور میں نافۂ مشک کے مانند معطر ہوگیا۔ آمنہؓ نے مجھ سے کہا کہ جب مجھے درد زہ شروع ہوا تو میں نے اپنے گھر میں بہت سی آوازیں سنیں جو انسانوں کی آوازوں جیسی نہ تھیں پھر میں نے باریک اور نفیس کپڑے کا ایک علم دیکھا جو یاقوت کی چھڑ میں لگا ہوا تھا۔ جس نے زمین و آسمان کو بھر دیا تھا اور ایک نور اس (بچے) کے سر سے بلند تھا۔ جس نے آسمان کو روشن کیا ہوا تھا۔ اس میں، میں نے شام کے قصر دیکھے جو نور کی زیادتی کی وجہ سے آگ کے شعلے معلوم ہورہے تھے۔ اور اپنے چاروں طرف کبوتر کے مانند پرندے دیکھے جو میرے گرد اپنے بازوؤں کو کھولے ہوئے تھے۔ اور شعیرہ اسدیہ کو دیکھا جو گزرتا ہوا کہہ رہا تھا کہ اے آمنہ کاہنوں اور بتوں کو تمہارے فرزند سے کیا کیا دیکھنا نصیب ہوگا۔ پھر میں نے ایک بلند قامت جوان کو دیکھا جو سب سے زیادہ خوبصورت تھا اور بہترین لباس پہنے ہوئے تھا میں نے سمجھا کہ عبدالمطلب ہیں جو میرے پاس آئے ہیں اور میرے فرزند کو گود میں لے کر اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں دیا۔ ان کے ساتھ ایک سونے کا طشت تھا جو زمرد سے مرصع تھا اور سونے کی کنگھی بھی تھی۔ انہوں نے میرے بچے کا شکم چاک کیا اور اس کا دل نکالا۔ پھر اس کو چاک کرکے ایک سیاہ نقطہ نکال کر پھینک دیا پھر حریر سبز کی ایک تھیلی نکالی اور اس تھیلی میں سے ایک طرح کی سفید گھاس نکالی اور اس کو دل میں بھر دیا اور دل کو اپنے مقام پر رکھ کر شکم پر ہاتھ پھیرا اور بچے سے باتیں کیں۔ بچے نے ان کے جوابات دیئے۔ میں ان کی باتیں نہ سمجھ سکی سوائے اس قدر کہ انہوں نے کہا خدا کی امان و حمایت میں رہو

(۱) ابو صالح وہ ہے جس نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ اس کا نام میزان بصری ہے اور ابن معین نے اس کی وثاقت کی تصدیق کی ہے لیکن میں نے کتاب رجال میں سعید نام کی کسی شخصیت کو نہیں پایا اور اسی طرح روایت قمار یا قصار اور سعید جیسے آپ دیکھ رہے ہیں غیر موثق، ناشناس اور مقطوع السلسلہ ہے۔ (علی اکبر غفاری)

یقیناً میں نے تمہارے دل کو ایمان و علم و یقین و شجاعت سے بھر دیا تم بہترین خلق ہو۔ خوشا حال اس کا جو تمہاری متابعت کرے اور وائے ہو اس پر جو تمہاری مخالفت کرے۔ پھر دوسری تھیلی نکالی جو حریر سفید کی تھی۔ اس میں سے ایک انگوٹھی نکالی اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر لگائی۔ جس کا نقش ابھر آیا اور کہا میرے خدا نے حکم دیا ہے کہ تمہارے سینہ میں روح القدس پھونک دوں غرض انہوں نے روح حضور اکرمؐ کے جسم میں پھونکی اور ایک پیراہن ان کو پہنایا اور کہا کہ یہ دنیا میں تمہارے لئے تمام آفتوں سے امان ہے۔ اے عباسؓ یہ وہ امور تھے جن کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور کے شانوں کو کھولا اور مہر کے نقش کو پڑھا اور ہمیشہ یہ باتیں پوشیدہ رکھتا تھا یہاں تک کہ میں بھول گیا اور جب اسلام لایا تو حضور اکرمؐ نے خود مجھ کو یاد دلایا۔

باب (۱۳) سیف بن ذی یزن کے بارے میں

سیف بن ذی یزن بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا عارف تھا۔ اور اس نے حضور اکرمؐ کی نبوت کی بشارت جناب عبدالمطلب کو دی تھی۔ جب وہ وفد کے ساتھ اس سے ملنے گئے تھے۔

۳۲۔ ہم سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے چچا محمد بن ابوالقاسم نے روایت کرتے ہوئے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے علی بن حکیم سے انہوں نے عمرو بن بکار عبسی سے انہوں نے محمد بن سائب سے انہوں نے ابوصالح سے انہوں نے ابن عباس سے۔ ایک دوسری سند کے مطابق ہم سے بیان کیا محمد بن علی بن محمد بن حاتم بوفکی نے ان سے ابومنصور محمد بن احمد بن ازہر بہراۃ نے ان سے محمد بن اسحاق بصری نے ان سے علی بن حرب نے ان سے احمد بن عثمان بن حکیم نے ان سے عمرو بن بکر نے ان سے احمد بن قاسم نے ان سے محمد بن سائب نے ان سے ابو صالح نے ان سے ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرمؐ کی ولادت کے دو سال بعد سیف بن ذی یزن (جو یمن کا بادشاہ تھا) حبشہ پر قابض ہوگیا۔ جناب عبدالمطلبؑ بن ہاشمؑ ایک وفد کے ہمراہ جس میں امیہ بن عبد شمس، عبداللہ بن جذعان، اسد بن خویلد بن عبدالعزیٰ اور وھب بن عبد مناف شامل تھے یمن میں اس سے ملنے گئے تاکہ اس کو فتح پر مبارک باد دیں اور اسے اہل مکہ سے لطف و مہربانی کی ترغیب دیں۔ اس سے ملاقات کے لئے اس کے محل پہنچے جس کو غمدان کہتے تھے۔ اور جو خوبصورتی میں بے مثل تھا جس کے لئے امیہ بن ابی صلت نے یہ شعر کہا۔

اشرب هنیاً علیک التاج مرتفعا — فی راس غمدان داراً منک محلالا

پیو، خوشگوار ہو تم پر، تمہارے سر پر خوش نصیبی کا تاج ہو — غمدان کی چھت پر تمہارا محل جگمگا رہا ہے

پس اس کے پاس اجازت لینے والا آیا اور ان لوگوں کے مقام و منزلت سے باخبر کیا پس اس نے انہیں اجازت دیدی اور جب وہ اس کے پاس حاضر ہوگئے تو عبدالمطلبؑ اس کے قریب گئے اور اس سے بات کرنے کی اجازت مانگی تو اس نے کہا: اگر تم ان میں سے ہو جو بادشاہوں کے سامنے بات کرنے کے لائق ہیں تو ہم بھی تمہیں اجازت دیتے ہیں۔ راوی (ابن عباسؓ) کہتے ہیں: عبدالمطلبؑ نے اس کے جواب میں کہا: اے بادشاہ یقیناً اللہ نے تجھے اعلیٰ مگر سخت اور بلند و بالا مقام عطا کیا ہے اور تجھے ایسے باغ کا مالک بنا دیا جس کے درختوں کی جڑیں پاکیزہ ہیں۔ اور اس کے پھل شیریں ہیں جس کی بنیاد ثابت ہے اور شاخیں بلند۔ باعظمت ترین مقام اور بہترین معدن تجھے عطا ہوئے ہیں اور تو اے عرب کے بادشاہ اور اس کی بہار جس سے سرسبزی اور شادابی ہے، ان کاموں سے بری ہے جو تیرے لئے طعن و تشنیع کا باعث بنیں اور تو اے بادشاہ عرب کا رہنما ہے جس کی پیروی کی جاتی ہے اور اس کا سکون ہے جس پر تکیہ کیا جاتا ہے۔ اور پناہ گاہ ہے جس کی طرف بندگان خدا پناہ لیتے ہیں۔ تیری پشت بہترین پشت اور تو ان میں سے ہمارے لئے بہترین یادگار ہے۔

معزز ہیں وہ لوگ جو تیری نسل سے ہیں اور ہلاکت سے دور ہیں وہ جن کا تو خلف ہے اے بادشاہ ہم حرم خدا کے باشندے اور اس کے گھر کے نگہبان ہیں۔ ہم تیرے پاس اس مسرت کے ساتھ آئے ہیں کہ ہمارے آلام و مصائب اختتام کو پہنچ گئے۔ پس ہم مبارکباد پیش کرنے والے ہیں نہ کہ اپنی سخت مصیبتیں لیکر آنے والے۔

بادشاہ نے پوچھا تم کون ہو اے بولنے والے؟ انہوں نے جواب دیا میں عبدالمطلب ابن ہاشم ہوں۔ اس نے کہا تم ہمارے بھانجے ہو۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ ہاں۔ اس نے کہا مجھ سے قریب ہوجاؤ۔ آپ قریب ہوگئے تب بادشاہ نے وفد کی طرف رخ کیا اور کہا: مرحباء تم سب کو خوش آمدید۔ بادشاہ نے تمہاری گفتگو کو سن لیا اور تمہاری رشتہ داری کو جان لیا۔ اور تم نے جس کو وسیلہ قرار دیا اس کو قبول کرلیا پس ہم دن رات تمہارے ہم نشین ہوں گے۔ اور تمہارے لئے مہمان نوازی ہے جب تک تم یہاں ہو۔ اور جب جانا چاہو تو سوغات کے مستحق قرار پاؤ گے۔ پھر کہا: اب مہمان خانہ کی طرف چلو۔ پس وہ ایک ماہ وہاں رہے مگر بادشاہ تک نہ ان کی رسائی تھی اور نہ ہی بادشاہ انہیں جانے کی اجازت دے رہا تھا۔ کہ اچانک انہیں یاد کیا اور عبدالمطلبؑ کو بلایا اور ایسی نشست ترتیب دی کہ جس میں مکمل خلوت ہو۔ اس کے بعد عبدالمطلبؑ سے کہا کہ اے عبدالمطلبؑ میں اپنے علم کے رازوں میں سے ایک چیز تمہارے سپرد کررہا ہوں۔ اگر تمہارے علاوہ کوئی اور ہوتا تو کبھی اس کے سامنے اس بارے میں زبان نہ کھولتا۔ لیکن میں نے تمہیں اس کا اہل پایا پس تم پر ایک انکشاف کررہا ہوں لیکن ضروری ہے کہ یہ تمہارے پاس اس وقت تک پوشیدہ رہے جب تک اللہ کی مرضی نہ ہو کہ اللہ اپنے مقاصد کی تکمیل کرتا ہے۔

میں کتاب مکنون اور علم مخزون میں جس کو ہم نے اپنے لئے اختیار کیا ہے اور اپنے منکرین کے مقابلے میں اس کے ذریعے استدلال کرتے ہیں، ایک عظیم بشارت اور نوید پاتا ہوں اس میں زندگی کی شرافت اور موت کی فضیلت ہے،

تمام انسانوں کے لئے اور آپ کے پورے گھرانے کے لئے ۔ اور خصوصاً آپ کے لئے ۔ عبدالمطلبؑ نے فرمایا: میں بھی اے بادشاہ آپ کی طرح ہوں کہ جو راز کو مخفی رکھے اور نیکی کرے تو وہ (بشارت) کیا ہے میں آپ پر قربان ہوجاؤں ہم نسل ہا نسل سے بادیہ نشین ہیں ۔ پس اس نے کہا اگر تہامہ (مکہ) میں ایک نوجوان پیدا ہو جس کے دونوں شانوں کے بیچ میں خال ہو تو اسے امامت اور قیادت ملے گی اور تمہیں قیامت تک کے لئے سرداری ۔ پس عبدالمطلبؑ نے اس سے کہا: سلامت رہیں آپ اے بادشاہ آپ نے ایسی خوشخبری مجھے دی ہے کہ کسی بھی وفد کو نہیں ملی ہوگی اور بزرگواری اور تعظیم رکاوٹ نہ ہوتی تو میں یہ سوال کرتا کہ اس کے اور میرے درمیان کتنا فاصلہ ہے تاکہ میری تراوٹ میں اضافہ ہو ۔

پس ابن یزن نے کہا: یہ وہی زمانہ ہے جس میں وہ درخشاں چہرہ بچہ پیدا ہوگا اس کا نام محمدؐ ہوگا اس کا والد اور اس کی والدہ دنیا سے چل بسیں گے اور اس کی سرپرستی اس کے دادا اور چچا کریں گے ۔ وہ گمنام پیدا ہوگا اور اللہ اسے علانیہ مبعوث فرمائے گا اور اس کے لئے ہم میں سے حامی و مددگار قرار دے گا تاکہ اپنے محبوں کو طاقت ور بنائے اور دشمنوں کو کمزور کردے ۔ اپنے حامیوں کے ذریعے وہ اپنے منکرین کو ہلاک کردے گا اور انہی کے ذریعے بڑی بڑی سلطنتوں کو فتح کرے گا ۔ بتوں کو توڑ دے گا اور آتشکدے بجھ جائیں گے ۔ اللہ کی عبادت کی جائے گی اور شیطان کی چالیں کمزور پڑجائیں گی ۔ اس کا کلام حق پر اور اس کے فیصلے عدل وانصاف پر مبنی ہوں گے ۔ نیکی کا حکم دیگا اور خود بھی اس کا پابند ہوگا ۔ اور منکر سے منع کرے گا اور اس کا خاتمہ کردیگا ۔

عبدالمطلبؑ نے کہا: اے بادشاہ خدا آپ کی شان وشوکت میں اضافہ کرے اور عظمت و بلندی عطا کرے ۔ آپ کی سلطنت قائم رکھے اور آپ کی عمر دراز فرمائے ۔ اے بادشاہ کیا آپ مزید وضاحت کریں گے ۔ تو ابن ذی یزن نے کہا: قسم ہے اس گھر کی جو پردے سے ڈھکا ہے اور ان نشانیوں کی قسم جو حرم کے ستونوں پر ہیں، بے شک یقیناً اے عبدالمطلب تم ہی اس کے دادا ہو اور یہ بات جھوٹی نہیں ہے ۔

عبدالمطلبؑ یہ سن کر سجدے میں گر گئے اور خدا کا شکر بجالائے بادشاہ نے کہا سر اٹھایئے ۔ خدا آپ کی منزلت بلند کرے ۔ فرمایئے جو میں نے بتایا ہے کیا آپ ویسا ہی پاتے ہیں حضرت عبدالمطبؑ نے کہا ہاں میرا ایک بیٹا تھا اور میں اس پر بہت فخر کرتا تھا اور نہایت شفقت سے پیش آتا تھا میں نے اس کی شادی ایک کریم خاتون سے کی جس کا نام آمنہ بنت وہب تھا اس سے ایک بچہ ہوا جس کا نام محمدؐ رکھا گیا ۔ اس کے ماں باپ دونوں کا انتقال ہوگیا ہے ۔ میں اور اس کے چچا اس کی کفایت کررہے ہیں ۔ ابن ذی یزن نے کہا ۔ آپ نے وہی باتیں کہیں جو میں نے عرض کیں ۔ پس آپ اس کی حفاظت کیجئے گا کیونکہ اس کے دشمن بہت ہیں، خاص کر یہودی جن کی عداوت سب سے بڑھ کر ہے ۔ اور اللہ اس کے دشمنوں کو اس پر فوقیت نہیں دیگا ۔ اور جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے اس کو صیغہ راز میں رکھنا اور جو لوگ تمہارے ساتھ آئے ہیں ان تک کو نہیں بتانا ۔ اور اپنی قوم ۔ ۔ بھی خبردار رہنا کیونکہ وہ اس سے حسد کریں گے اور

بہت آزار و تکلیف پہنچائیں گے یہ کام وہ خود کریں گے یا ان کے بیٹے کریں گے ۔ اے کاش میں اس کے زمانے میں ہوتا تو اس کی نصرت میں اپنی جان فدا کرتا ۔ لیکن میں نے یہ پڑھا ہے کہ وہ مکہ سے یثرب ہجرت کرے گا اور وہاں اس کے امور مستحکم ہونگے اور وہیں انتقال ہوگا اور وہیں قبر بنے گی ۔ اور اگر میں نہ ڈرتا اس کے بارے میں مصیبتوں کے پڑنے سے اور آفتوں کے آنے سے تو کسی وقت اس کے بارے میں اعلان کر دیتا کہ وہ نوجوان کون ہے اور عرب کے سرداروں کو اس کے سامنے جھکا دیتا لیکن میں تمہارے ساتھیوں کو انعام و اکرام دینے میں کوئی کوتاہی نہ کرتے ہوئے تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں ۔

پھر ہر ایک کے لئے دس دس غلام ۔ دس دس کنیزیں ۔ دو دو برود یمنی ۔ سو سو اونٹ اور پانچ پانچ رطل سونا ۔ دس دس رطل چاندی مشک و عنبر سے بھری ہوئی عطا کیں اور عبدالمطلب کو ان سب سے دس گنا عطا کیا ۔ (حضور کے ظہور سے پہلے) ابن ذی یزن کا انتقال ہوگیا تھا ۔ عبدالمطلب اکثر اس واقعہ کو یاد کرکے کہتے تھے ۔ اے گروہ قریش میں اس کے دیئے ہوئے ہدیوں اور سامان سے اتنا خوش نہیں ہوا کیونکہ یہ سب فانی ہیں لیکن اس امر سے بہت خوش ہوں جس کا شرف میرے اور میرے فرزند کے لئے باقی اور دائم ہے ۔ اور بہت جلد تم کو اس کا حال معلوم ہوجائے گا ۔ اور اس بارے میں امیہ ابن الشمس ، ابن ابی ذی یزن کی طرف ان کی روانگی کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ اشعار کہے ۔

جلبنا الضح تحمله المطايا — على اكوار اجمال و نوق

ہم نے پورے لشکر کو ساتھ لیا — اونٹوں اور اونٹوں کے کجاوے پر

مغلغلة مغالقها تغالى — الى صنعاء من فج عميق

پوری سرعت کے ساتھ چلتے ہوئے — صنعاء کی طرف روانہ ہوئے دو پہاڑوں کے درمیان موجود گہرے کشادہ راستہ سے

يوم بنا ابن ذی يزن ويهدی — ذوات بطونها امّ الطريق

ہماری قیادت ابن ابی ذی یزن کر رہا تھا — اور تیز رفتار سواریوں کو شاہراہوں سے گزار رہا تھا

وتزجی من مخائله بروقاً — مواصلة الوميض الى بروق

اور بارش اور بجلی کی وجہ سے ہمیں ان کو چلانا دشوار ہو رہا تھا — اور ساتھ ہی بجلی چمک رہی تھی ۔

فلمّا وافقت صنعاء صارت — بدار الملک والحسب العريق

جب صنعاء پہنچے تو — ہم صاحب بخشش و کرم بادشاہ کے گھر میں داخل ہوئے

الی ملک یدر لنا العطایا بحسن بشاشة الوجه الطلیق

ایسے بادشاہ کے پاس جو ہم پر اپنی بخشش نچھاور کر رہا تھا جبکہ اس کے چہرے پر بشاشت اور کشادگی عیاں تھی۔

باب (۱۴) بحیریٰ راھب کے بارے میں

بحیریٰ راھب بھی ان لوگوں میں سے تھا جو حضورؐ کو آپ کے ظہور سے قبل آپ کی صفات و خصوصیات، آپؐ کے نام اور حسب و نسب کے ساتھ جانتے تھے اور حضور اکرمؐ کے مبعوث ہونے کے منتظر تھے۔

۳۳۔ بیان کیا ہم سے احمد بن حسن قطان، علی بن احمد بن محمد اور محمد بن احمد شیبانی نے بیان کیا ان سے ابوالعباس احمد بن محمد بن یحییٰ زکریا قطان نے ان سے محمد بن اسماعیل برکی نے ان سے عبداللہ بن محمد نے ان سے ان کے والد نے ان سے ہیثم نے ان سے محمد بن سائب نے ان سے ابو صالح نے ان سے ابن عباسؓ نے ان سے ان کے والد عباس نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو طالبؑ فرماتے تھے کہ حضرت محمدؐ آٹھ سال کے تھے اور میں نے شام کی جانب تجارت کے لئے جانے کا ارادہ کیا اس وقت ہوا بہت گرم تھی جب میں نے سفر کا ارادہ کیا میرے رشتہ داروں نے کہا کہ محمدؐ کو کس کے پاس چھوڑو گے۔ میں نے کہا اپنے ساتھ لے جاؤں گا کیونکہ مجھے کسی کا اعتبار نہیں ہے۔ وہ لوگ بولے: کہ اس گرم موسم میں اس بچہ کو سفر میں لے جانا مناسب نہیں ہے۔ میں نے کہا واللہ میں اس کو جدا نہیں کرسکتا۔ میں اس کے لئے ایک محمل تیار کروں گا۔ غرض میں نے حضرت کو ایک اونٹ پر بٹھایا اور ان کے اونٹ کو ہر وقت اپنے سامنے رکھتا تھا تاکہ وہ میری نگاہوں سے اوجھل نہ ہوں۔ جب دھوپ تیز ہوتی تو ایک سفید بادل برف کے مانند آتا اور حضرتؐ کے سر پر سایہ فگن ہوجاتا۔ وہ جہاں جہاں جاتے بادل آپؐ کے ساتھ ساتھ جاتا اور اکثر اس سے عمدہ قسم کے پھل گرتے۔ ایک روز اثنائے راہ میں پانی کی قلت ہوگئی ہمارے قافلہ والے ایک مشک پانی دو دینار کے عوض خریدتے۔ لیکن ہمارے پاس حضورؐ کی برکت سے پانی کافی تھا۔ اور کسی وقت بھی کم نہ ہوا۔ ہم جس منزل پر ٹھہرتے تھے آپ کی برکت سے حوض بھر جاتے تھے اور وہاں کی زمین سرسبز و شاداب ہوجاتی تھی اور ہر وقت ہم پر فراوانی اور فراخی حاصل رہتی تھی۔ راستہ میں جو اونٹ تھک کر بیٹھ جاتا حضور اپنا دست مبارک اس پر پھیر دیتے تھے تو وہ پھر اٹھ کر چلنے لگ جاتا۔ جب ہم بصرہ کے نزدیک پہنچے ایک راہب کا صومعہ نظر آیا۔ ہم نے دیکھا کہ وہ صومعہ آنحضرتؐ کے استقبال کے لئے گھوڑے کی طرح تیز چلتا ہوا آیا اور ہمارے قریب پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اس میں ایک نصرانی راہب تھا۔ اور بادل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک ثانیے (لحہ) کے لئے بھی ہٹتا نہیں تھا۔ اور وہ راہب کسی سے گفتگو نہیں کرتا تھا نہ اس کی طرف سے گزرنے والے تجارتی قافلوں میں سے کسی کا حال دریافت کرتا تھا صومعہ کو حرکت میں دیکھا اور قافلہ پر نگاہ پڑی تو حضرت کو پہچانا اور کہا جو کچھ میں نے پڑھا اور سنا ہے۔ اگر سچ ہے تو وہ آپؐ ہی ہیں۔ آپؐ کے

علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا ۔ پھر ہم لوگ ایک بڑے درخت کے نیچے ٹھہرے جو اس کی صومعہ کے نزدیک تھا ۔ اس درخت کی شاخیں خشک ہوچکی تھیں ۔ اس میں پھل نہیں لگتے تھے ۔ قافلے ہمیشہ اس درخت کے نیچے ٹھہرا کرتے تھے جب حضور اکرمؐ اس درخت کے نیچے رونق افروز ہوئے تو وہ درخت ہرا بھرا ہوگیااوراس میں بہت سی شاخیں پیدا ہو کر حضورؐ کے سر پر سایہ فگن ہوگئیں اور تین قسم کے پھل اس میں لگ گئے ۔ دو گرمیوں کے موسم کے اور ایک جاڑے کے موسم کا ۔ قافلہ والے یہ حال دیکھ کر بہت متعجب ہوئے ۔ بحیرا کو بھی بہت حیرت ہوئی ۔ اس نے اپنے ساتھ اتنا کھانا لیا جو صرف حضور اکرمؐ کے لئے کافی تھا ۔ اور اپنے صومعہ سے باہر آیا اور حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا: یہ بچہ کس کے ساتھ ہے ۔ میں نے کہا: میں ان کی خدمت میں رہتا ہوں ۔ پوچھا: آپ کا اس سے کیا رشتہ ہے ۔ جواب دیا: میں اس کا چچا ہوں ۔ اس نے کہا: اس کے تو بہت سے چچا ہیں ۔ تم اس کے کون سے چچا ہو ۔ میں نے جواب دیا کہ میں اس کے باپ کا بھائی ہوں ایک ماں سے ۔ یہ سنتے ہی وہ بول اٹھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ لڑکا وہی ہے جس کو میں جانتا ہوں ۔ اگر یہ وہی نہ ہوا تو میں بحیرا نہیں ۔ پھر بولا: کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں یہ کھانا ان کے لئے لے جاؤں ؟ میں نے کہا ہاں لے چلو ۔ پھر میں نے حضور اکرمؐ سے جاکر کہا کہ ایک شخص آیا ہے ۔ اور آپ کی ضیافت کے لئے کھانا لایا ہے ۔ (حضور اکرمؐ نے) فرمایا کیا تنہا میرے لئے کھانا لایا ہے ۔ میرے ہمراہی نہ کھائیں گے ؟ اور میں نے دیکھا کہ آپؐ اس بات کو ناپسند فرما رہے ہیں ۔ میں پھر متوجہ ہوا اور عرض کیا: اے میرے فرزند ۔ اس آدمی نے آپؐ کی خاطر تواضع کرنے کو پسند کیا ہے ۔ پس آپ اس میں سے تناول فرمائیں ۔ بحیرا نے کہا جی ہاں اس سے زیادہ میرے پاس نہیں تھا یہ صرف آپ کے لئے ہے ۔ تو آپؐ نے فرمایا میں تو ان کے بغیر نہیں کھاؤں گا ۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں ان سب کو اس میں شریک کرلوں ۔ اس نے کہا ضرور ضرور ۔ اس وقت حضور اکرمؐ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا **بسم اللہ** کھاؤ ۔ ابو طالب کہتے ہیں کہ ہم ایک سو ستر آدمی تھے اور سب نے مل کر وہ کھانا کھایا اور سیر ہوگئے ۔ پھر بھی وہ اتنا ہی باقی رہا ۔ بحیرا حضور اکرمؐ کی خدمت میں کھڑا پنکھا جھل رہا تھا اور افراد کی کثرت اور طعام کی قلت پر حیرت زدہ تھا ۔ رہ رہ کر جھکتا اور حضور کا سر اقدس چومتا اور کہتا تھا کہ مسیح کے خدا کی قسم یہ وہی ہے اور لوگ نہیں سمجھتے تھے کہ وہ کیا کہتا ہے ۔ آخر قافلے میں سے ایک شخص نے کہا: اے راہب تیری باتیں عجیب ہیں ہم اکثر تیرے صومعہ کی طرف سے گزرے ہیں تو نے کبھی ہماری طرف توجہ نہ دی ۔ بحیرا نے کہا ہاں ۔ لیکن اس مرتبہ میرا حال عجیب ہے ۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو ۔ اور وہ چند امور جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو ۔ یہ لڑکا جو اس درخت کے نیچے بیٹھا ہے اگر تم اس کو پہچان لیتے جس طرح میں پہچانتا ہوں تو یقیناً اپنی گردنوں پر سوار کر کے اس کے وطن تک لے جاتے خدا کی قسم اس مرتبہ جو کچھ تمہاری عزت کر رہا ہوں تو صرف اس لڑکے کی وجہ سے ۔ جب وہ میرے صومعہ کے قریب آیا تو میں نے اس کے آگے ایک نور دیکھا جو زمین سے آسمان تک پھیل رہا تھا ۔ اور کچھ

مردوں کو دیکھا جو یاقوت و زبرجد کے پنکھے ہاتھوں میں لئے ہوئے حضرت کو جھل رہے تھے۔ اور ایک دوسری جماعت طرح طرح کے میوے لئے ہوئے ان پر نثار کر رہی تھی۔ اور یہ ابر ان کے سر پر سایہ کئے ہوئے ہے اور جدا نہیں ہوتا۔ میرا عبادت خانہ ان کے استقبال کے لئے تیز رفتار گھوڑے کی طرح دوڑا۔ یہ درخت مدتوں سے خشک تھا۔ اس میں شاخیں بہت کم تھیں۔ اس بچے کے اعجاز سے سرسبز وشاداب ہوگیا اور حرکت میں آیا۔ اس میں نئی شاخیں نکل آئیں اور تین طرح کے پھل پیدا ہوئے دو گرمیوں کے موسم کے اور ایک سردی کے موسم کا اور یہ تمام حوض اس زمانے سے خشک ہوگئے تھے جب سے نبی اسرائیل کے حواریوں کے بعد ان میں اختلاف و فساد پیدا ہوا۔ ہم نے کتاب شمعون میں پڑھا ہے کہ شمعون نے ان پر لعنت کی تھی اور فرمایا تھا کہ جب تم دیکھو کہ ان حوضوں سے پانی نکل آیا ہے تو سمجھ لو کہ اس پیغمبر کی برکت کے سبب سے ہے جو شہر تہامہ (مکہ) میں ظاہر ہوگا۔ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرے گا۔ اس کی قوم میں اس کا نام "امین" اور آسمان میں "احمدؐ" ہوگا۔ وہ نسلِ اسمعیلؑ بن ابراہیمؑ سے ہوگا۔ خدا کی قسم یہ وہی ہے۔

پھر بحیرا حضورؐ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا میں آپ سے تین خصلتوں کے بارے میں دریافت کرتا ہوں اور لات و عزیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ جواب عنایت فرمائیں حضور نے لات و عزیٰ کا نام سنا تو غضبناک ہوئے اور فرمایا ان کے واسطے سے کچھ نہ پوچھنا۔ خدا کی قسم کسی چیز کو ان دونوں سے زیادہ دشمن نہیں رکھتا یہ دونوں میری قوم کے پتھر کے بت ہیں یہ سن کر بحیرا نے کہا یہ پہلی علامت ہے۔ پھر کہا اچھا آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ بتایئے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ ہاں اب جو چاہو پوچھو اس لئے کہ تم نے مجھے اس خدا کی قسم دی ہے۔ جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ جس کا کوئی مثل نہیں ہے۔ بحیرا نے کہا آپؐ کی خواب اور بیداری کا حال معلوم کرنا چاہتا ہوں پھر آپؐ کے اکثر حالات دریافت کئے۔ آپؐ نے سب کے جوابات دیئے اس نے تمام جوابات و امور کتابوں میں لکھے ہوئے مضمون کے مطابق پائے جو وہ پڑھ چکا تھا۔ پھر بحیرا آنحضرتؐ کے قدموں پر گر پڑا۔ پیروں کو چومتا اور کہتا کہ کس قدر خوشگوار ہے آپ کی خوشبو۔ اے وہ کہ تمام پیغمبروں کی پیروی سے بہتر ہے آپؐ کی پیروی۔ اور دنیا میں جو کچھ روشنی ہے آپ کے سبب سے ہے۔ مسجدیں آپ کے نام سے آباد ہونگی۔ گویا میں دیکھا رہا ہوں کہ آپ لشکر کشی کررہے ہیں۔ عربی گھوڑوں پر سوار ہیں۔ عرب و عجم جبراً و قہراً آپ کے مطیع و فرمابردار ہیں۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ لات و عزیٰ کو آپؐ نے توڑ ڈالا ہے۔ اور خانہ کعبہ کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے اور اس کی کنجی جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں اور کتنے عرب و عجم کے بہادروں اور سورماؤں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ جنت و دوزخ کی کنجیاں آپ کے پاس ہیں۔ اور فائدہ عظیم آپ کے ساتھ ہے آپ ہی ہیں جو بتوں کو توڑیں گے۔ آپ ہی وہ ہیں کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تمام بادشاہ ذلت و خواری کے ساتھ آپ کے دین میں داخل ہوں گے۔ پھر دوبارہ آپ کے دست و پائے مبارکہ کو بوسہ دیا۔ اور کہا اگر میں آپ کے زمانہ نبوت تک زندہ رہا تو آپ کے سامنے آپ کے دشمنوں سے مقابلہ اور شمشیر زنی کرونگا اور جہاد کروں گا۔ آپ ہی بہترین انسان

نبی آدم، پرہیزگاروں کے پیشوا اور خاتم المرسلین ہیں۔ خدا کی قسم آپؐ کی ولادت کے روز زمین خنداں ہوئی اور تاقیامت خنداں رہے گی۔ خدا کی قسم گرجے، بت خانہ اور شیاطین آپ کے ظہور سے گریاں ہیں۔ اور تاقیامت گریاں رہیں گے آپؐ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بشارت ہیں۔ آپؐ اہل جہالت کی نجاستوں سے ہمیشہ پاک اور طاہر رہے ہیں۔ پھر ابو طالب کی طرف رخ کیا اور پوچھا۔ آپ ان سے کیا نسبت رکھتے ہیں؟ ابو طالب نے جواب دیا۔ یہ میرا فرزند ہے۔ بحیرا نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا۔ ان کے ماں باپ اس وقت تک زندہ نہیں ہوسکتے۔ ابو طالب نے کہا تم نے سچ کہا۔ میں اس کا چچا ہوں۔ ان کے باپ کا انتقال اس وقت ہوچکا جبکہ یہ رحم مادر میں تھے اور جب چھ سال کے ہوئے تو ان کی ماں کا انتقال ہوا۔ بحیرا نے کہا آپ نے اب سچ کہا۔ میں یہ مصلحت سمجھتا ہوں کہ آپ اس کو اپنے شہر واپس لے جائیں کیونکہ روئے زمین پر کوئی ایسا یہودی، عیسائی اور صاحب کتاب نہیں ہے جو یہ نہ جانتا ہو کہ آپؐ پیدا ہوچکے ہیں۔ اور ہر ایک ان کو ان علامتوں کے ساتھ دیکھتا ہے۔ اور پہچانتا ہے۔ جس طرح میں پہچانتا ہوں۔ وہ ان کے ساتھ ان کو دفع کرنے کے لئے مکرو حیلہ کریں گے۔ اور یہودی تو اس میں پیش پیش رہیں گے۔ ابو طالب نے پوچھا ان کی عداوت کا سبب کیا ہے۔ بحیرا نے جواب دیا کیونکہ تمہارے بھائی کا بیٹا پیغمبر ہوگا اور جبرئیل علیہ السلام اس پر نازل ہونگے جس طرح موسیٰ اور عیسیٰ پر نازل ہوئے تھے۔ ابو طالب نے کہا ان شاء اللہ خدا اس کو تنہا نہیں چھوڑے گا کہ کوئی اس کو ضرر پہنچا سکے۔

پھر ہم شام کے لئے نکلے جب ہم شام کے نزدیک پہنچے تو واللہ وہاں کے قصر حرکت میں آگئے اور ان سے ایک نور آفتاب کے نور سے زیادہ روشن بلند ہوا۔ جب ہم لوگ شام میں داخل ہوئے تو تماشائیوں کی کثرت سے بازار میں داخل ہونا ممکن نہ ہوسکا۔ ہر طرف سے لوگ حضرت کی زیارت کے لئے دوڑ پڑے اور حضور کے حسن وجمال اور فضل و کمال کا شہرہ تمام اطراف شام میں پہنچا۔ جس جس جگہ راہب اور عالم تھے حضور کے گرد آکر جمع ہوئے علمائے اہل کتاب کا ایک سب سے بڑا عالم نسطورا تین روز تک آیا اور حضور کے برابر بیٹھا لیکن کوئی گفتگو نہیں کی۔ تیسری شب وہ بے تابانہ حضور کی خدمت میں آیا اور آپ کے پیچھے گھومنے لگا جیسے آپؐ سے کوئی التماس کرنا چاہتا ہو۔ میں نے پوچھا اے راہب تو کیا چاہتا ہے۔ اس نے کہا ان کا کیا نام ہے۔ میں نے کہا محمدؐ ابن عبداللہ نام ہے۔ خدا کی قسم (یہ سنتے ہی) اس کا رنگ متغیر ہوگیا اس نے کہا آپ ان سے گزارش کریں کہ اپنے شانے کھولیں۔ حضور نے اپنے شانے پر سے کپڑا ہٹایا تو راہب کی نگاہ مہر نبوت پر پڑی وہ بے تاب ہو کر مہر نبوت کو چومنے لگا اور مجھ سے کہا کہ بہت جلد اس بچہ کو واپس اس کی جائے پیدائش پر لے جایئے اگر آپ جانتے کہ اس سرزمین پر اس کے کتنے دشمن ہیں تو ہرگز اسے اپنے ہمراہ نہ لاتے۔ پھر وہ روز آتا حضرتؐ کی زیارت کو اور مراسم خدمت بجا لاتا۔ لذیذ کھانے حضور کے لئے ساتھ لاتا جب ہم لوگ وہاں سے واپس چلے تو حضرت کے لئے وہ ایک پیراہن لایا اور عرض کیا: حضورؐ اس کو پہن لیں۔ شاید اس کے سبب سے کبھی کبھی مجھے یاد فرما لیا کریں۔ جب میں نے دیکھا کہ حضور کے چہرہ سے آثار کراہت ظاہر ہورہے ہیں تو میں

نے پیراہن لے کر رکھ لیا ۔ اور کہا میں ان کو پہنا دوں گا ۔ اور نہایت عجلت کے ساتھ حضرت کو لے کر مکہ واپس آگیا ۔ تو خدا کی قسم اس روز جو کوئی بھی مکہ میں تھا ۔ عورتیں ہوں یا بوڑھے یا جوان یا چھوٹے یا بڑے سب نے (حضور کا) استقبال کیا سوائے ابو جہل لعنت اللّٰہ علیہ کے ۔ کیونکہ وہ نہایت لاابالی اور نفس کا غلام اور مدہوش تھا ۔

۳۴ ۔ اسی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن محمد سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد اور عبدالرحمن بن محمد نے بیان کیا ان سے (محمد بن) عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو طالبؑ فرماتے ہیں کہ جب بحیرا نے حضور اکرمؐ کو رخصت کیا تو بہت رویا اور کہا: اے فرزند آمنہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام عرب آپ کے ساتھ دشمنی اور جدال کرے گا ۔ اور آپ کے عزیز واقارب آپؐ سے قطع تعلق کرلیں گے ۔ اگر وہ آپ کی قدر جانتے تو اپنے لڑکوں سے زیادہ عزیز رکھتے پھر مجھ سے کہا: اے عمّ محترم اس کی قرابت کی رعایت کیجئے اور اپنے والد کی وصیت کا خیال رکھیے ۔ بہت جلد تمام قریش آپ سے کنارہ کش ہوجائیں گے ۔ آپ پرواہ نہ کیجئے گا ۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ اپنے ایمان کا اظہار نہیں کریں گے ۔ مگر باطن میں اس کی نبوت پر ایمان رکھیں گے ۔ آپ سے ایک لڑکا ہوگا ۔ جو ایمان کا اظہار بھی کرے گا اور اس کا مددگار بھی ہوگا ۔ آسمانوں میں اس کا نام شیر شجاع اور (زمین میں) شجاع الانزاع ہوگا ۔ اس کے دو فرزند دلبند ہوں گے ۔ وہ سید عرب اور امت کا ذوالقرنین ہوگا ۔ اور خدا کی کتابوں میں عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب سے زیادہ مشہور ہوگا ۔ ابو طالب کہتے ہیں کہ خدا کی قسم بحیرا کی بیان کردہ تمام صفات میں سے اکثر میں نے ملاحظہ کرلیں ۔

۳۵ ۔ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابن ابو عمیر نے ان سے ابان بن عثمان نے وہ اس حدیث کو اوپر لے گئے اور بیان کیا کہ جب حضرت ابو طالب نے شام کا ارادہ کیا تو حضور اکرمؐ آپ کے ناقہ کی مہار سے لپٹ گئے اور کہا: اے چچا مجھ کو کس پر چھوڑے جارہے ہو ۔ نہ میرا باپ ہے نہ ماں ۔ اور ان کی مادر گرامی فوت ہوچکی تھیں ۔ پس یہ سن کو ابو طالب رونے لگے اور حضرت کو اپنے ساتھ لے لیا ۔ جب کبھی راستے میں ہوا گرم ہوتی تو ایک ابر ظاہر ہوتا جو حضورؐ کے سر پر سورج سے بچانے کے لئے سایہ کرتا ۔ یہاں تک کہ اثنائے راہ میں ایک راہب کے صومعہ کے پاس ہم پہنچے جس کا نام بحیرا تھا ۔ اس نے دیکھا کہ ابر ہمارے ساتھ حرکت میں ہے ۔ وہ اپنے صومعہ سے باہر نکلا اور ہمارے لئے چند خادم حاضر کئے اور ہماری دعوت کی ۔ ہم قافلہ کے تمام لوگ صومعہ پہنچے اور حضورؐ کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا ۔ جب بحیرا نے دیکھا کہ ابر ہمارے قیام گاہ پر ہی ٹھہرا ہوا ہے تو اس نے پوچھا کیا اہل قافلہ میں سے کوئی فرد نہیں آیا ۔ لوگوں نے کہا سب آئے ہیں ۔ سوائے ایک لڑکے کے جس کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا ہے ۔ بحیرا نے کہا: مناسب نہیں ہے کہ ہماری دعوت میں شرکت سے کوئی بچ جائے ۔ اس لڑکے کو بھی بلاؤ پس حضورؐ کو بلوایا گیا جب آنحضرتؐ روانہ ہوئے تو ابر بھی ساتھ ساتھ چلا ۔ بحیرا نے یہ دیکھا تو کہا یہ

کس کا لڑکا ہے ۔ کہا گیا ۔ ان کا لڑکا ہے اور ابو طالبؑ کی طرف اشارہ کیا گیا ۔ بحیرا نے ابو طالب سے پوچھا کیا یہ آپ کا لڑکا ہے ۔ ابو طالبؑ نے جواب دیا یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے ۔ پوچھا بھائی کہاں ہے ۔ جواب میں فرمایا ۔ ان کا اس بچہ کی ولادت سے قبل انتقال ہو گیا ہے ۔ بحیرا نے ابو طالبؑ سے کہا ان کو واپس اپنے شہر لے جایئے کیونکہ اگر یہودیوں نے پہچان لیا جس طرح میں نے پہچان لیا ہے ۔ تو یقیناً ان کو قتل کر ڈالیں گے ۔ سمجھ لیں کہ ان کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے ۔ وہ اس امت کے نبی ہیں ۔ اور تلوار اور جہاد کے ساتھ خروج کریں گے ۔

باب (۱۵) بزرگ راہب سے شام کے راستے میں نبیؐ کے بارے میں خالد بن اسید بن العیص اور طلیق بن سفیان بن امیہ کا بیان

ہم سے احمد بن حسن قطان اور علی بن احمد بن محمد اور محمد بن احمد شیبانی رضی اللہ عنھم نے بیان کیا ہے ۔ ان سے ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے ان سے محمد بن اسماعیل نے ان سے عبداللہ بن محمد نے ان سے ان کے والد نے ان سے ہیثم بن عمرو المزنی نے ان سے ان کے چچا نے ان سے لیلیٰ انسابہ نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرمؐ جس سال تجارت کی غرض سے شام تشریف لے گئے ۔ خالد بن اسید بن ابی العیص اور طلیق بن ابی سفیان بن امیہ حضورؐ کے ساتھ قافلے میں تھے ۔ واپس آکر حضور اکرمؐ کے تعجب انگیز حالات مثلاً حضور اکرم کی رفتار ، سواری اور جانوروں اور پرندوں کی اطاعت وغیرہ سے متعلق بیان کئے ۔ اور کہا کہ جب ہم بصرہ کے بازار میں پہنچے تو راہبوں کے ایک گروہ کو دیکھا جن کے چہرے زرد تھے ۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے رخساروں پر زعفران مل دیا گیا ہے ۔ ان کے اعضاء کانپ رہے تھے وہ ہمارے پاس آئے اور بولے کہ ہمارے بزرگ کے پاس چلیے جو کلیسائے اعظم میں رہتے ہیں جو یہاں سے قریب ہے ہم نے کہا کہ ہمیں تم سے کیا واسطہ ؟ وہ بولے کہ اگر آپ ہمارے عبادت خانہ تک چلیں تو کیا حرج ہے ۔ ہم آپ کا احترام کرتے ہیں ۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہم میں سے کوئی ایک محمدؐ ہے ۔ غرض ہم لوگ ان کے ساتھ ایک بہت بڑے عبادت خانہ میں داخل ہوئے ۔ وہاں دیکھا کہ ایک مرد بزرگ درمیان میں بیٹھا ہوا ہے ۔ اور اس کے شاگرد اس کے گرد جمع ہیں ۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے وہ کبھی اس کتاب پر نظر کرتا ہے ، کبھی ہم لوگوں کو دیکھتا ہے ۔ آخر اپنے ساتھیوں سے بولا میں جس کو چاہتا تھا تم اس کو نہیں لائے ہو ۔ پھر اس نے ہم لوگوں سے پوچھا کہ تم کون ہو ؟ ہم نے کہا ہم قریش میں سے ایک گروہ ہیں ۔ پوچھا کس قبیلہ سے ہو ؟ ہم نے کہا ہم فرزندان عبدالشمس میں سے ہیں اس نے پوچھا کوئی اور بھی تمہارے ساتھ ہے ؟ ہم نے جواب دیا ہاں ایک جوان بنی ہاشم میں سے ہے جس کو ہم یتیم فرزند عبدالمطلب کہتے ہیں یہ سنتے اس نے ہی ایک نعرہ لگایا اور اپنی جگہ سے اچھل پڑا قریب تھا کہ وہ بے ہوش ہو جائے پس بولا آہ آہ دین نصرانیت برباد ہو گیا پھر اپنی صلیب پر تکیہ کر کے تھوڑی دیر غور و خوض کرتا رہا ۔ اس کے اسی شاگرد اس

کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے۔ پھر اس نے ہم سے کہا: کیا ممکن ہے کہ اس جوان کو بھی دیکھ سکوں؟ ہم نے کہا: ہاں ہاں چلو وہ ہمارے ساتھ آیا ہے۔ حضور اکرمؐ بصرہ کے بازار میں خورشید تاباں کے مانند کھڑے تھے اور رخ انور سے نور ساطع تھا۔ اور دیکھنے والے چاروں طرف سے آپ کے جمال مبارک کے نظارہ میں محو تھے اور بیوپاری آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے شوق میں آپ سے سودا کررہے تھے اور آپ کا مال تجارت زیادہ قیمت دے کر خرید رہے تھے۔ اور اپنے اموال بہت کم دام پر حضور کے ہاتھ فروخت کررہے تھے۔ ہم نے چاہا کہ راہب کو کسی دوسرے شخص کو دکھا دیں تاکہ اس کا امتحان ہوجائے۔ اس نے کہا: بس بس میں نے پہچان لیا۔ اور بے قرار ہوکر آپ کے قریب دوڑا ہوا گیا اور سر مبارک کو چومنے لگا اور کہا آپ ہی وہ مقدس ذات ہیں۔ پھر حضور اکرمؐ کی نشانیوں سے متعلق بہت سے سوالات کئے۔ حضور نے سب کے جوابات دیئے پھر اس نے کہا: اگر میں آپ کے زمانے تک موجود رہا تو آپ کی خدمت میں آکر ایسا جہاد کروں گا جو حق جہاد ہے۔ پھر ہم لوگوں سے کہا کہ بہتر زندگی اور موت اسی کے ساتھ ہے۔ جو شخص اس کی پیروی کرے گا وہ زندہ جاوید ہوگا۔ جو شخص اس کے طریقہ سے منحرف ہوگا اس طرح مرے گا کہ کبھی زندہ نہ ہوگا۔ تمام نفع اور فائدہ عظیم اسی کے ساتھ ہے پھر آپؐ کے سر کو چوما اور اپنے عبادت خانہ میں واپس چلا گیا۔

باب (۱۶) ابوالمویھب راہب کی خبر

ابو المویھب راہب بھی حضور کو ان کی صفات کے ساتھ اور ان کی نبوت کے بارے میں جانتا تھا۔ نیز یہ بھی جانتا تھا کہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام آپؐ کے وصی ہیں۔

۳۷۔ احمد بن حسن قطان اور علی بن احمد بن محمد اور محمد بن احمد شیبانی رضی اللہ عنھم نے ہم سے بیان کیا ہے ان سے احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے ان سے محمد بن اسماعیل نے ان سے عبداللہ بن محمد نے ان سے ان کے والد نے ان سے قیس بن سعد دیلی نے ان سے عبداللہ بحیر فقعسی نے ان سے بکر بن عبداللہ اشجی نے ان سے ان کے آباء نے بیان کیا ہے کہ جس سال حضور اکرمؐ حضرت خدیجہؓ کا مال لے کر بغرض تجارت شام کی جانب تشریف لے گئے تھے آپؐ کے ہمراہ عبدمناۃ بن کنانہ اور نوفل بن معاویہ بن عروہ بن صخر بن یعمر بن نعمامہ بن عدی بھی قافلہ میں تھے۔ جب شام پہنچے تو ابوالمویھب راہب نے ان کو دیکھا اور پوچھا: آپ لوگ کون ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم کعبہ کے رہنے والے ہیں۔ اور اہل قریش میں سے چند تاجر ہیں۔ اس نے پوچھا کہ قریش میں سے کوئی اور بھی آپ کے ساتھ ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں فرزندان ہاشم میں سے ایک جوان ہے جس کا نام محمدؐ ہے۔ ابوالمویھب نے کہا: میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا قریش میں اس سے کم شہرت کا کوئی نہیں ہے۔ اس کو یتیم قریش کہتے ہیں۔ وہ قریش کی ایک خاتون خدیجہ کا مال اجرت پر فروخت کرنے لایا ہے۔ تم کو اس سے کیا کام ہے؟ ابوالمویھب نے کہا: مجھے اس کو دکھاؤ۔

لوگوں نے کہا ہم نے اس کو بصرہ کے بازار میں چھوڑا تھا۔یہی باتیں ہورہی تھیں کہ حضور آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ جب اس کی نظر حضورؐ پر پڑی قبل اس کے کہ لوگ آنحضرتؐ کو بتائیں۔اس نے کہا:یہی ہیں اور آنحضرتؐ کو تنہائی میں لے گیا اور بہت دیر تک حضرت سے راز کی باتیں کیں پھر حضورؐ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔اور کوئی چیز اپنی آستین سے نکالی اور چاہا کہ حضرت کو دے۔آپؐ نے قبول نہ کی۔غرض وہ حضورؐ سے الگ ہوکر ان لوگوں کے پاس آیا اور کہا:مجھ سے یہ نصیحت سن لو۔اس کے دامن سے وابستہ ہوجاؤ اور اس کی فرمانبرداری کرو کیونکہ یہ جوان واللہ آخری نبی ہے۔اور بہت جلد مبعوث ہوگا اور لوگوں کو لا الہ الا اللہ کی دعوت دے گا۔جب وہ نبوت کا اعلان کرے گا تو بلا تامل اس کی پیروی کرو۔پھر پوچھا کہ کیا اس کے چچا ابو طالب کے کوئی فرزند پیدا ہوا ہے جس کا نام علیؑ ہے۔ان لوگوں نے کہا نہیں اس نے کہا یا تو پیدا ہوچکا ہے یا عنقریب پیدا ہونے والا ہے۔سب سے پہلے وہی اس نبی پر ایمان لائے گا۔اس کے وصی ہونے سے متعلق میں نے کتابوں میں پڑھا ہے۔وہ سیدِ عرب اور اس امت کا عالم ربانی اور نبیِ آخر کا ذوالقرنین ہوگا۔اور شمشیر زنی کا حق جنگوں میں ادا کرے گا۔ملاء اعلیٰ میں اس کا نام علی ہے۔قیامت کے روز حضورؐ کے بعد اس کا رتبہ سب سے بلند ہوگا۔فرشتے اس کو فلاح یافتہ ، روشن ، شجاع کہتے ہیں۔جس طرف رخ کرے گا یقیناً فتح پائے گا وہ تمہارے پیغمبر کے اصحاب میں آسمان کے آفتاب سے زیادہ مشہور ہوگا۔

باب (۱۷) سطیح کاہن کی خبر

۳۸۔ ہم سے احمد بن محمد رزمہ قزوینی نے بیان کیا ان سے حسن بن علی بن نصر بن منصور طوسی نے ان سے علی بن حرب موصلی طائی نے ان سے ابو ایوب یعلی بن عمران نے جو جریر بن عبداللہ کے فرزند تھے ان سے مخزوم بن ہانی مخزومی نے ان سے ان کے والد نے جو ایک سو پچاس سال زندہ رہے بیان کرتے تھے کہ حضور کی ولادت کی رات ایوان کسریٰ کو لرزہ ہوا اور اس کے چودہ کنگورے گر پڑے ، دریائے ساوہ خشک ہوگیا اور آتش کدہ فارس جس کی وہ لوگ پرستش کرتے تھے بجھ گیا۔اور فارس کے سب سے بڑے عالم نے خواب دیکھا کہ چند فربہ اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچتے ہوئے دریائے دجلہ کو عبور کرکے بلاد عجم میں منتشر ہوگئے۔کسریٰ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اپنے سر پر تاج رکھ کر تخت پر بیٹھا اور اپنے امراء اور ارکان دولت کو جمع کرلیا اور جو کچھ وقوع پذیر ہوا ان سے بیان کیا۔اسی اثناء میں آتشکدہِ فارس کے خاموش ہونے کی اطلاع آئی جس سے اس کا غم واندوہ اور بڑھ گیا پھر اس عالم نے بھی کہا:اے بادشاہ میں نے بھی ایک عجیب خواب دیکھا ہے اور وہ خواب بیان کیا۔بادشاہ نے پوچھا:اس کی تعبیر کیا ہے۔اس نے کہا کہ کوئی واقعہ مغرب میں ضرور ہوا ہے کسریٰ نے نعمان بن منذر کو جو عرب کا بادشاہ تھا خط لکھا کہ عرب کے ایک عالم کو میرے پاس بھیجو کہ میں اس سے ایک اہم مسئلہ دریافت کروں۔یہ خط دیکھ کر اس نے عبدالمسیح بن عمرو بن حیان بن نفیلہ غسانی

کو بھیج دیا۔ بادشاہ نے تمام واقعات بیان کئے۔ عبدالمسیح نے کہا مجھے اس خواب اور اس کے رموز کا علم نہیں۔ مگر میرا خالو سطیح شام میں رہتا ہے۔ وہ اس کی تعبیر بتا سکتا ہے۔ کسریٰ نے کہا اس سے جاکر دریافت کرو اور مجھے اطلاع دو عبدالمسیح جب اس کے پاس پہنچا تو وہ مرچکا تھا۔ اس نے سلام کیا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ تو چند اشعار پڑھے۔ جن میں ظاہر کیا کہ میں دور سے بہت تکلیف اٹھا کر ایک بزرگ کے پاس کچھ معلوم کرنے آیا ہوں۔

اصمّ ام یسمع غطریف الیمن
کیا وہ بہرا ہے یا کہ یمن کے سردار کی بات ہی سنتا ہے

ام فاز فازلمّ به شاوالعنن
یا مرگیا ہے اور موت جلد اس پر حاوی ہوگئی ہے۔

یا فاصل الخطّة اعیت من و من
اے امور کو بیان کرنے والے کیا تو نہیں پہچانتا کہ یہ لوگ کون ہیں۔

وکاشف الکربة فی الوجه الغضن
اور اے ہم اور غم سے پرچہروں سے کرب اور الم مٹانے والے

اتاک شیخ الحیّ من آل سنن
تمہارے پاس آل سنن کے محلے کا ایک بزرگ آیا ہے۔

وامّه من آل ذئب بن حجن
اور اس کی ماں قبیلہ آل ذئب بن حجن میں سے ہے۔

اروق ضخم الناب صرار الاذن
بوڑھی قوی ہیکل اور نیلے رنگ کی اونٹنی کو چلانے والا۔

ابیض فضفاض الرِّداء والبدن
سخاوت مند اور نہایت کشادہ سینے والا

رسول قَیل العجم کسری للوسن
عجم کے بادشاہ کسریٰ کے پیغام رساں جو حاجت لے کر آیا ہے۔

لایرمب الرعد ولاریب الزّمن
یہ بجلی سے ڈرتا ہے نہ ہی زمانے کے تغیرات سے۔

تجوب فی الارض علنداة شجن
طاقتور اونٹنی زمین کو پیچھے چھوڑتی ہوئی۔

ترفعنی طوراً وتهوی بی وجن
مجھے طور پر لے جارہی ہے اور مجھے سخت زمین تک پہنچاتی ہے۔

حتی اتی عاری الجآجی والقطن
یہاں تک کہ چلنے کی وجہ سے وہ کمزور اور نڈھال ہوگئی

تلفّه فی الرّیح بوغاء الدِّمن
ہوا اسے گردوغبار کے ساتھ اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے

کانّما حثحث من حضنی ثکن
ایسا لگتا ہے کہ تیزی اور سرعت کی وجہ سے صحرا کی ریتلے ٹیلے کی خاک مجھ پر گر پڑے۔ اور اب میں ناامید ہوگیا ہوں۔

سطیح نے جب یہ سنا اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا عبدالمسیح ایک شتر پر سوار ہوکر منازل طے کرتا ہوا سطیح کے پاس اس وقت پہنچا جبکہ وہ قبر میں منتقل ہورہا ہے ۔ اس کو بادشاہ ساسان نے بھیجا ہے تاکہ قصر کے زلزلہ ، آتش کدہ کے بجھ جانے ، سب سے بڑے عالم کے خواب اور دریائے ساوہ کے خشک ہوجانے کے بارے میں معلوم کرے ۔ اے عبدالمسیح وہ وقت آگیا ہے کہ جب (قرآن کی) تلاوت بہت کی جائے گی ۔ اور وہ نبی مبعوث ہوگا جو ہر وقت ایک چھوٹا عصاء اپنے ہاتھ میں رکھے گا ۔ ساوہ کی نہریں پر آب اور سمندر خشک ہوجائے گا ۔ ملک شام و عجم ان کے بادشاہوں کے قبضہ سے نکل جائے گا ۔ اور قیصر و کسریٰ کے کنگوروں کی تعداد کے مطابق جو گر گئے ہیں ان کے بادشاہ بادشاہی کریں گے ۔ اس کے بعد ان کی حکومت زائل ہوجائے گی ۔ اور جو کچھ ہونے والا ہے ضرور ہوکر رہے گا یہ کہہ کر وہ انتقال کرگیا پھر عبدالمسیح نے چند اشعار پڑھے ۔

شمّر فانّک ماضی العزم شمّیر لا یفزعنّک تفریق و تغییر

اس کو کر گزرو کیونکہ تم ارادے کے پکے اور کر گزرنے والے ہو ۔ تمہیں کوئی جدائی اور تبدیلی کمزور نہ کردے ۔

ان یمس ملک بنی ساسان افرطهم فانّ ذاالدّھر اطوار دھاریر

اگر بنی ساسان کا بادشاہ اقدام کرے تو وہ انہیں چھوڑ دے گا ۔ کیونکہ یہ زمانہ مصیبتوں اور آفتوں کا ہے ۔

وربّما کان قداضحوا بمنزلة تھاب صولھم الاسد المھاصیر

اور ممکن ہے کہ وہ لوگ اپنے مقام کو خیرباد کہہ دیں ۔ جب ان کی طاقت چیرنے پھاڑنے والے شیروں کے سامنے زائل ہو ۔

منھم اخوالصرح بھرام واخوته والھرمزان وسابور وسابور

اور انہیں میں محل کے دلدادہ بہرام اور اس کے بھائی ہیں ۔ اور ہرمزان اور سابور اور سابور ہے ۔

والناس اولاد علّات فمن علموا ان قد اقلّ فمحقور و مھجور

اور لوگ مختلف ماؤں سے ہیں جن کی آپس میں کوئی الفت نہیں ۔ پس وہ لوگ جو جان لیں کہ اگر اس نے کوتاہی کی اور محتاج ہوا تو حقیر اور رسوا ہوگا ۔

وھم بنوالامّ لمّا ان راوانشباً فذاک بالغیب محفوظ و منصور

اور وہ لوگ تو ایک ہی ماں کے ہیں ۔ اگر انہوں نے مال و جائیداد دیکھی تو وہ غیب کے ذریعہ

محفوظ اور غالب ہوں گے۔

والخیر والشر مقرونان فی قرن
اور خیروشر دونوں ایک ہی ساتھ ہوتے ہیں۔

فالخیر متّبع والشّر محذور
پس خیر کی ہر ایک پیروی کرتا ہے اور شر سے دور بھاگتا ہے۔

اس کے بعد عبدالمسیح نہایت سرعت کے ساتھ بادشاہ کے پاس عجم واپس پہنچا اور سطیح کی تمام گفتگو بیان کی کسریٰ نے کہا:جب ہم میں سے چودہ افراد بادشاہی کریں گے بڑی مدت گزر جائے گی۔غرض ان میں سے دس بادشاہوں نے چار سال میں بادشاہی کی اور چار بادشاہوں نے حضرت عثمانؓ کے زمانے تک حکومت کی۔سطیح سیلِ عرم میں پیدا ہوا اور ذی نواس بادشاہ کے زمانے تک زندہ رہا۔جس کی مدت تیس قرن سے زیادہ ہوئی۔وہ بحرین میں رہتا تھا۔عبدالقیس کہتے ہیں کہ وہ ہمارے قبیلے سے تھا۔جبکہ ازد کا کہنا ہے کہ وہ ان میں سے تھا۔اور اکثر محدثین کا کہنا ہے کہ وہ ازد میں سے تھا۔لیکن اس کے باپ کی کوئی خبر نہیں۔مگر اس کی نسل کا کہنا ہے کہ ہم قبیلہ ازد سے ہیں۔

باب (۱۸) یوسف یہودی کا حضور اکرمؐ کی نبوت کی صفات و علامات کے ساتھ خبر دینا

۳۹۔ مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابن ابی عمیر نے ان سے ابان بن عثمان نے انہوں نے مختلف اسناد سے بیان کیا ہے کہ جب عبداللہ بالغ ہوئے تو حضرت عبدالمطلب نے ان کی شادی جناب آمنہ بنت وہب سے کردی اور جناب آمنہ حاملہ ہوئیں جناب آمنہ فرماتی ہیں کہ جب میں حاملہ ہوئی تو مجھ میں حمل کے کوئی آثار ظاہر نہیں ہوئے اور وہ کیفیتیں جو عورتوں کو عام طور سے حمل میں درپیش ہوتی ہیں مجھ کو نہیں ہوئیں۔میں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس آکر کہتا ہے کہ آپ بہترین انسان سے حاملہ ہوئی ہیں۔جب حضور اکرمؐ کی ولادت کا وقت آیا تو آپ بہت آسانی سے پیدا ہوئے کہ مجھ کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔حضور نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور نیچے آگئے۔اس وقت ایک ہاتف کی آواز آئی کہ آپ نے بہترین بشر کو جنم دیا ہے۔اس کو ہر ظالم اور صاحبِ حسد کے شر سے خدا کی پناہ میں دے دیجئے۔

جب حضور کی ولادت ہوئی تو ماہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں۔

جناب آمنہ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ پیدا ہوئے تو اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور سر آسمان کی طرف بلند کیا اور مجھ سے ایک نور ساطع ہوا۔جس سے آسمان و زمین روشن ہوگئے۔شیاطین نے جب آسمان پر جانے کی کوشش کی ان پر پتھر برسے اور ان کے اور آسمان کے درمیان حجاب قائم کردیا گیا۔قریش ان حالات کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئے اور کہنے

لگے کہ یہ تو قیامت کے آثار ہیں ۔ پس وہ سب ولید بن مغیرہ کے پاس پہنچے اور اسے ان تمام واقعات کی خبر دی ۔ ولید بن مغیرہ صاحب رائے بزرگ مانا جاتا تھا ۔ اس نے کہا کہ وہ ستارے جن کے ذریعہ تم خشکی اور تری میں راستہ معلوم کرتے ہو ان کو دیکھو اگر وہ اپنی جگہ پر قائم نہیں ہیں تو سمجھو کہ قیامت آگئی اور اگر قائم ہیں تو کوئی اور واقعہ رونما ہوا ہے ۔

اس وقت شیطان نے اپنی اولاد کو آواز دی وہ سب جمع ہوگئے اور پوچھا: کس امر نے تجھ کو پریشان کیا ہے ۔ اس نے کہا: وائے ہو تم لوگوں پر شروع رات سے اس وقت تک زمین و آسمان میں تبدیلی دیکھ رہا ہوں ضرور کوئی بڑا حادثہ زمین میں واقعہ ہوا ہے ۔ لہٰذا جاؤ اور جستجو کرو کہ کیا حادثہ رونما ہوا ہے ۔ یہ سن کر وہ سب منتشر ہوگئے پھر واپس آکر کہا: ہم کو تو کوئی بات نہیں معلوم ہوئی ۔ اس نے کہا: یہ صرف میرے بس کا کام ہے ۔ وہ روانہ ہوا اور تمام دنیا کا گشت کرتا ہوا کعبہ کے پاس پہنچا، دیکھا کہ فرشتے اس کے چاروں طرف جمع ہیں ۔ اس نے بھی کعبہ کے اندر داخل ہونا چاہا ۔ فرشتوں نے للکارا کہ اے ملعون واپس جا وہ وہاں سے بھاگا اور کوہ حرا کی جانب سے داخل ہوا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ڈانٹ کر کہا نکل جا ۔ شیطان نے کہا: اے جبرئیلؑ بس اتنا بتا دو کہ آج رات زمین پر کونسا امر واقع ہوا ہے ۔ جبرئیلؑ نے کہا: آج رات محمدؐ پیدا ہوئے ہیں ۔ پوچھا: کیا مجھے بھی ان سے کچھ فائدہ ہوگا ۔ فرمایا: نہیں ۔ اس نے کہا: کیا اس کی امت میں میرا کچھ حصہ ہے؟ کہا: ہاں اس وقت وہ بولا: میں راضی ہوں ۔

مکہ میں یوسف نام کا ایک یہودی تھا اس نے جو یہ واقعات دیکھے تو بولا: یہ رات اس نبی کی ولادت کی ہے جس کا تذکرہ ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے ۔ وہ خاتم الانبیاء ہے اسی کی ولادت کی بدولت شیطان پر پتھر برسائے گئے ۔ وہ صبح کو قریش کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا آج رات تمہارے قبیلہ میں کوئی فرزند پیدا ہوا ہے ۔ ان لوگوں نے کہا: نہیں ۔ اس نے کہا: ضرور ایک لڑکا پیدا ہوا ہے ۔ وہ تمام انبیاء سے افضل اور ان کا آخر ہے ۔ وہ لوگ متفرق ہوئے اور دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ عبداللہ ابن عبدالمطلب کے فرزند پیدا ہوا ہے ۔ پھر ان لوگوں نے اس یہودی عالم کو بلایا اور کہا: ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے ۔ اس نے کہا: میرے بیان کرنے سے پہلے یا بعد میں پیدا ہوا ہے ۔ کہا کہ پہلے پیدا ہوا ہے ۔ اس نے کہا: مجھے اس کے پاس لے چلو ۔ وہ لوگ اس کو جناب آمنہ کے پاس لائے اور کہا: اپنے بچے کو باہر نکالو کہ ہم بھی دیکھیں ۔ جناب آمنہ اس کے سامنے حضور کو لائیں اس نے آپؐ کی پشت اور شانوں کو کھولا اور مہر نبوت کا مشاہدہ کیا اور بے ہوش ہوکر گر پڑا ۔ قریش کو اس کی اس حالت پر بڑا تعجب ہوا اور مذاق اڑانے لگے ۔ پس اس نے ان سے کہا: اے قریش تم مجھ پر ہنستے ہو حالانکہ یہ وہ نبی ہے جو تلوار سے تم کو ہلاک کرے گا ۔ نبوت قیامت تک کے لئے بنی اسرائیل سے برطرف ہو گئی ہے ۔ پس لوگ متفرق ہوگئے اور یہودی کی ان باتوں کا چرچا کرنے لگے ۔

باب (۱۹) شام سے ابن حواش المقبل کی خبر

۴۰۔ مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد ابراہیم بن ہاشم نے ان سے محمد بن ابی عمیر اور احمد بن ابو نصر بزنطی نے ان سے ابان بن عثمان احمر نے ان سے ابان بن تغلب نے ان سے عکرمہ نے ان سے ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ جب حضور اکرمؐ نے کعب بن اسد کو گرفتار کرکے بلایا جو بنی قریظہ سے تھا تاکہ اس کی گردن مار دی جائے تو اس سے فرمایا اے کعب کیا تجھ کو ابن حواش کی وصیت سے کچھ فائدہ پہنچا جو شام سے آیا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے شراب کو ترک کردیا عیش و عشرت کو خیرباد کہہ دیا، فقر اختیار کرلیا ہے اور خرما کھانا شروع کردیا ہے، اس پیغمبر کے انتظار میں جس کے مبعوث ہونے کا وقت آگیا ہے۔ وہ مکہ سے ہجرت کرکے اسی مدینہ میں آئے گا۔ خشک روٹی اور خرما اس کی غذا ہوگی۔ برہنہ خچر پر سوار ہوگا۔ اس کی آنکھوں میں سرخی ہوگی۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اپنی تلوار کاندھے پر رکھے گا اور کسی دشمن کی پرواہ نہیں کرے گا۔ اس کی حکومت ہر اس مقام تک ہوگی جہاں تک گھوڑوں کے پیر پہنچ سکیں گے۔ کعب نے کہا: اے محمدؐ ایسا ہی ہے۔ اگر یہودی یہ نہ کہتے کہ موت کے خوف سے ایمان لے آیا ہے۔ تو میں ضرور ایمان لے آتا۔ لیکن یہودیوں کے دین پر اب تک زندہ رہا ہوں اور اسی پر مرتا ہوں۔ پس حضور نے حکم دیا اور اس کی گردن اڑا دی گئی۔

باب (۲۰) زید بن عمرو بن نفیل کی خبر

زید بن عمر بن نفیل بھی دین حنیف کے متلاشی تھے اور حضور اکرمؐ کی نبوت کا علم رکھتے تھے۔

۴۱۔ ہم سے ابوالحسن احمد بن محمد بن حسین بزاز نیشاپوری نے بیان کیا ہے ان سے محمد بن یعقوب بن یوسف نے ان سے احمد بن عبدالجبار عطاردی نے ان سے یونس بن بکیر نے ان سے محمد بن اسحاق بن لیسار مدنی نے بیان کیا ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل دین یہود و نصاریٰ کو خوب جانچ کر سمجھ چکے تھے کوئی دین ان کو پسند نہ آیا تو مکہ سے دین حنیفہ کی تلاش میں نکلے ان کی زوجہ صفیہ بنت حضرمی کو جب ان کے ارادہ کا علم ہوا تو ان کے چچا خطاب بن نفیل کو خبر دی تاکہ وہ ان کو روکیں مگر وہ دین حنیف کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور موصل وغیرہ عرب کے جزیروں کی جانب ہوتے ہوئے شام پہنچے۔ جس جگہ کسی عالم اور راہب کے ہونے کی اطلاع ملتی اس کے پاس جاتے یہاں تک کہ بلقاء میں ایک راہب کی خبر ملی کہ نصرانیت کا مکمل علم اس کو حاصل ہے اور سب سے بڑا عالم ہے وہ اس کے پاس گئے اور دین حنیف کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے کہا اس وقت تو بظاہر کوئی ایسا نہیں ہے۔ جس کو اس دین کا صحیح علم ہو

کیونکہ وہ دین بہت پرانا ہے۔ لیکن عنقریب اسی شہر میں ایک نبی مبعوث ہوگا جہاں سے تم آرہے ہو۔ وہ دین حنیف پر ہوگا۔ لہٰذا بسرعت اپنے شہر واپس جاؤ کیونکہ اس کے مبعوث ہونے کا وقت آگیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ ظاہر ہوچکا ہو یہ سن کر وہ تیزی سے واپس روانہ ہوئے لیکن راستہ میں قتل کر دیئے گئے۔ ورقہ بن نوفل نے جو انہی کے طریقہ پر تھے جب ان کے مارے جانے کی خبر سنی تو بہت روئے اور ان کا مرثیہ کہا۔

رشدت وانعمت ابن عمرو وانما　　تجنبت توراً من النار حامیاً

اے عمرو تو ہدایت پاچکا ہے۔ اور نعمت سے سرفراز ہوچکا ہے۔　　اور بھڑکتی ہوئی آگ سے تو نے اپنے آپ کو بچالیا ہے۔

بدینک ربا لیس رب کمثله　　وترکک اوثان الطواغی کماهیا

ایسے پروردگار کو اپنے لئے منتخب کرتے ہوئے جس کی مثال کوئی نہیں۔　　اور ترک کرتے ہوئے سرکش بتوں کو اپنے حال پر۔

وقد تدرک الانسان رحمة ربه　　ولو کان تحت الارض ستین وادیاً

اور خدا کی رحمت آدمی تک پہنچ جاتی ہے۔　　اگرچہ وہ زمین میں ساٹھ طبق کے نیچے کیوں نہ ہو۔

۴۲۔ انہی اسناد سے احمد بن محمد بن اسحاق بن یسار مدنی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن جعفر بن زبیر اور محمد بن عبدالرحمن بن عبداللہ الحصین تمیمی نے بیان کیا ہے کہ عمرؓ بن خطاب اور سعید بن زید نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ کیا ہم زید کے لئے استغفار کریں۔ آپ نے فرمایا ہاں تم لوگ زید کے لئے استغفار کیا کرو کیونکہ وہ قیامت کے روز تنہا مبعوث ہوں گے۔

۴۳۔ ہم سے احمد بن محمد بن حسین بزاز نے بیان کیا ان سے محمد بن یعقوب بن یوسف نے ان سے احمد بن عبدالجبار نے ان سے یونس بن بکیر نے ان سے مسعودی نے ان سے نفیل بن ہشام نے ان سے ان کے والد نے روایت کی کہ ان کے دادا سعید بن زید نے رسول اللہؐ سے اپنے والد زید بن عمرو کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا آپ ان کے لئے استغفار کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں تم بھی ان کی مغفرت کی دعائیں کرو۔ وہ قیامت میں تنہا مبعوث ہوں گے کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لاچکے تھے اور دین حق کی تلاش میں شہید ہوئے۔

صاحب کتاب (شیخ الصدوق) فرماتے ہیں کہ نبوت کے اعلان سے پہلے حضور اکرمؐ کا حال اسی طرح تھا جس طرح اس دور میں امام زمانہ علیہ السلام کا ہے۔ اس وقت بھی حضور اکرمؐ کی نبوت سے متعلق صرف راہبوں اور عالموں کو علم تھا۔ اور اسلام عالم غربت میں تھا پس اگر کوئی نبی خدا سے حضور اکرمؐ کے ظہور کی دعا کرتا تو جہال و ضلال افراد مذاق اڑاتے اور کہتے کہ وہ نبی کب خروج کرے گا جو تمہارے گمان کے مطابق صاحب تلوار ہوگا اور جس کی دعوت مشرق و

مغرب میں پھیل جائے گی اور بادشاہان عالم جس کے تابع فرمان ہوجائیں گے ۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کہ آج ہم لوگوں سے جہلا کہتے ہیں کہ امام زمانہ علیہ السلام کب خروج کریں گے اور اب تو ان کا خروج ضروری ہوگیا ہے ۔ کیونکہ قوم میں تفرقہ پیدا ہوگیا ہے ۔ ایک گروہ ان کے وجود کا انکار کرتا ہے ۔ اور دوسرا گروہ اقرار کرتا ہے ۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا اسلام کی ابتداء غربت سے ہوئی ہے اور عنقریب یہ پھر غریب ہوجائے گا ۔ پس طوبیٰ ہے غرباء کے لئے ۔ پس اسلام حضور کے قول کے مطابق اس زمانے میں غریب ہے ۔ جیسے کہ حضور اکرمؐ کے ظہور سے قوی ہوگیا تھا اور جو امام کے ظہور کے منتظر اور آپ کی غیبت کے قائل ہیں ان کی آنکھوں کو ولی اللہ اور خدا کی حجت کے ظہور سے ٹھنڈک نصیب ہوگی ۔ جیسے کہ حضورؐ کے مبعوث ہونے پر ان کے ماننے والوں کو راحت قلبی ملی ۔ اللہ اپنے اولیاء سے کیا ہوا وعدہ پورا کرے گا ۔ اپنے کلمہ کو بلند کرے گا ۔ اور اپنا نور تمام کرے گا ۔ اگرچہ کہ مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے ۔

۴۴ ۔ ہم سے جعفر بن علی بن حسن بن علی بن عبداللہ بن مغیرہ کوفی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ان سے ان کے جد حسن بن علی نے ان سے ان کے جد عبداللہ بن مغیرہ نے ان سے اسماعیل بن مسلم نے ان سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء نے ان سے حضرت علی علیہ السلام نے بیان کیا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: اسلام کی ابتداء غربت سے ہوئی اور یہ پھر عنقریب غریب ہوجائے گا پس طوبیٰ ہے غرباء کے لئے ۔

۴۵ ۔ ہم سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی عمری سمرقندی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ان کے والد محمد بن مسعود نے ان سے جعفر بن احمد عمر کی ابن علی بوفکی نے ان سے حسن بن علی بن فضال نے ان سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے ان سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ان سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے امام حسین علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت علی علیہ السلام نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: اسلام کی ابتداء غربت سے ہے اور عنقریب یہ پھر غریب ہوجائے گا اور طوبیٰ غرباء کے لئے ہے ۔

باب (۲۱) ہر زمانے میں امام کا موجود ہونا

(۱) مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے اور محمد بن حسین بن ابو خطاب نے ان سے محمد بن فضیل نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا زمین بغیر (کسی زندہ) امام کے باقی رہ سکتی ہے ؟ آپؑ نے فرمایا اگر زمین بغیر امام کے ایک لمحہ رہے تو بلاشبہ دھنس جائے ۔

(۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے بیان کیا ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے عباس بن معروف

نے ان سے علی بن مہزیار نے ان سے محمد بن ہیثم نے ان سے محمد بن فضیل نے بیان کیا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں میں نے کہا کہ ہم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ زمین بغیر امام کے قائم نہیں رہ سکتی مگر یہ کہ اللہ زمین پر اور بندوں پر غضب کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: زمین امام کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی اگر ایسا ہو تو زمین دھنس جائے گی۔

(۳) مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے ابو عبداللہ زکریا بن محمد مومن نے ان سے ابو ہراسہ نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر امام ایک ساعت کے لئے بھی زمین سے اٹھ جائے تو زمین اپنے تمام اہل کے ساتھ غرق ہوجائے گی جس طرح سمندر میں کشتی ڈوبتی ہے۔

(۴) مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ابراہیم بن مہزیار نے ان سے علی بن مہزیار نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے ابو علی بجلی نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے زرارہ بن اعین نے بیان کیا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام ایک حدیث کے آخر میں فرماتے ہیں کہ اگر زمین پر کوئی حجت خدا باقی نہ رہے تو زمین جو کچھ اس میں ہے اور اس پر ہے سب کے سمیت فنا ہوجائے۔ زمین بغیر حجت خدا کے ایک لمحہ باقی نہیں رہ سکتی۔

(۵) مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمدبن حسین بن ابوالخطاب نے ان سے ابو داؤد سلیمان بن سفیان مسترق نے ان سے احمد بن عمر حلال نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ ہم تک حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت آئی ہے مگر یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ امام نے یہ فرمایا کہ زمین بغیر امام کے باقی نہیں رہ سکتی یا یہ فرمایا کہ زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: معاذ اللہ زمین ایک لمحہ کے لئے بھی بغیر امام کے نہیں رہ سکتی اگر ایسا ہو تو زمین دھنس جائے۔

(۶) مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے حسن بن احمد مالکی نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابراہیم بن ابو محمود نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم خلق میں اللہ کی حجت ہیں ہم اس کے بندوں میں اس کے خلیفہ ہیں۔ ہم رازہائے قدرت کے امین ہیں۔ ہم **کلمة التقوىٰ** ہیں اور **العروة الوثقىٰ** ہیں ہم **شہداء اللّٰہ** ہیں اور اس کی مخلوقات میں اس کی نشانیاں ہیں۔ اللہ نے ہمارے نور سے زمین اور آسمان کو قائم رکھا ہوا ہے۔ ہمارے وسیلے سے بارش برستی ہے اور رحمت پھیلتی ہے۔ زمین کبھی ہمارے قائم (امام عصر) سے خالی نہ ہوگی چاہے وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ رہے۔ اگر ایک دن بھی زمین حجت خدا سے خالی رہی تو وہ اپنے باسیوں کے ساتھ

غرق ہوجائے گی۔ جیسے سمندر میں اس پر سفر کرنے والے غرق ہوجاتے ہیں۔

(۷) مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ابراہیم بن مہزیار نے ان سے ان کے بھائی علی بن مہزیار نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے سعد بن ابی خلف نے ان سے حسن بن زیاد نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ زمین عالم (یعنی حجت خدا) سے خالی نہیں رہ سکتی کیونکہ نہ تو زمین کا نظام عالم کے بغیر ممکن ہے اور نہ ہی انسانوں کی اصلاح بغیر عالم کے ممکن ہے۔

(۸) انہی اسناد کے ساتھ علی بن مہزیار سے روایت ہے ان سے حسن بن علی خزاز نے بیان کیا ان سے احمد بن عمر نے بیان کیا کہ میں نے ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا زمین بغیر امام (حجت خدا) کے باقی رہ سکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا کہ ہم تک تو یہ روایت پہنچی ہے کہ زمین بغیر امام کے باقی نہیں رہ سکتی مگر یہ کہ اللہ اپنے بندوں سے ناراض ہو۔ آپؑ نے فرمایا (کسی حال میں بھی) باقی نہیں رہ سکتی۔ اگر ایسا ہوا تو زمین غرق ہوجائے گی۔

(۹) مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر نے بیان کیا ہے ان سے محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے ابو عبداللہ مومن اور حسن بن علی بن فضال نے ان سے ابی ہراسہ نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان کیا ہے کہ اگر امام دنیا سے اٹھ جائے تو زمین اپنے اہل کے ساتھ غرق ہوجائے گی جس طرح موج دریا اپنے اہل کو غرق کردیتی ہے۔

(۱۰) مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر نے ان سے محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے حمزہ طیار نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ زمین پر اگر دو اشخاص بھی باقی رہ جائیں تو ان میں یا تو پہلا حجت خدا ہوگا یا دوسرا حجت خدا ہوگا۔ یہ شک محمد بن سنان کی طرف سے ہے۔

(۱۱) انہی اسناد کے ساتھ محمد بن عیسیٰ سے روایت ہے ان سے یونس بن عبدالرحمن نے بیان کیا ہے۔ ان سے ابوالصباح نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ زمین باقی نہیں رہے گی مگر یہ کہ اس میں کوئی عالم (حجت خدا) ہوگا جو دین کی زیادتی و نقصان جانتا ہو تاکہ اگر مومنین دین خدا میں کچھ زیادتی کریں تو ان کو (حدود خدا کی جانب) پلٹا دے اور اگر دین میں کمی کریں تو وہ ان کے لئے کامل کردے۔ اگر ایسا نہ ہو تو یقیناً مومنین پر امور دین مشتبہ ہوجائیں گے۔

(۱۲) انہی اسناد کے ساتھ یونس بن عبدالرحمن نے بیان کیا ہے ان سے ابن مسکان نے ان سے ابوبصیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ زمین کو بغیر عالم (حجت خدا) کے نہیں چھوڑتا اگر عالم (حجت خدا) نہ رہے تو حق و باطل میں تمیز ناممکن ہوجائے۔

(۱۳) مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے احمد بن ہلال نے حالت ایمان میں بیان کیا (یہ صاحب بعد میں راہ حق سے ہٹ گئے تھے۔ یہ حدیث انہوں نے اس دور میں بیان کی جب وہ مومن تھے) ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے ابن اذینہ نے ان سے زرارہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک امام کے اٹھنے کے بعد زمین پر کوئی امام نہ رہے فرمایا ایسا نہیں ہوگا۔ میں نے کہا کہ یا ایسا ہوسکتا ہے ؟ جواب دیا: ایسا نہیں ہوگا مگر یہ کہ اللہ عزّوجل اپنی مخلوق پر غضب نازل کرے۔ پس جلد ہی ان کا مواخذہ کرلے۔

(۱۴) مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے عبداللہ بن جعفر نے ان سے محمد بن احمد نے ان سے ابو سعید عصفری نے ان سے عمرو بن ثابت نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر زمین امام کے بغیر ایک دن بھی قائم رہے تو اپنے تمام اہل کے ساتھ دھنس جائے گی۔ اور اللہ شدید عذاب کرے گا۔ اللہ نے ہم کو زمین میں اپنی حجت قرار دیا ہے اور ہمیں اہل زمین کے لئے امان بنایا ہے۔ پس جب تک ہم (ائمہ الطاہرین علیہم السلام) میں سے کوئی موجود ہے تو اہل زمین کے لئے امان ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کرنا چاہے گا تو ان کو مہلت نہیں دیگا نہ ان پر نظر (رحمت) کریگا تو ہمیں اہل زمین کے درمیان سے اٹھا لے گا پھر جو چاہے گا وہ کرے گا۔

(۱۵) مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن ہلال نے ان سے سعید بن جناح نے ان سے سلیمان جعفری نے بیان کیا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا: کیا زمین بغیر حجت خدا کے باقی رہ سکتی ہے ؟ آپؑ نے فرمایا: اگر پلک جھپکنے کی مدت کے لئے بھی حجت خدا سے خالی ہوجائے تو زمین اپنے اہل کے ساتھ دھنس جائے گی۔

(۱۶) مجھ سے محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے علی بن اسماعیل میثمی نے ان سے ثعلبہ بن میمون نے ان سے عبدالاعلیٰ بن اعین نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ خدا نے بغیر عالم (امام) کے زمین کو خالی نہیں چھوڑا ہے۔ لوگ جو کچھ دین میں زیادتی کرتے ہیں وہ انہیں کم کرتا ہے۔ اور جو کچھ کم کرتے ہیں وہ زیادہ کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو بے شک لوگوں پر امور مشتبہ ہوجائیں۔

(۱۷) مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے فضالہ بن ایوب نے ان سے داؤد نے ان سے فضیل رسان نے بیان کیا کہ محمد بن ابراہیم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک خط میں اہل بیت کے فضائل دریافت کئے۔ آپؑ نے جواب میں

تحریر کیا کہ کواکب اہل آسمان کے لئے امان قرار دیئے گئے ہیں ۔ اگر آسمان پر نجوم نہ رہیں ۔ تو اہل آسمان نیست و نابود ہوجائیں گے جیساکہ ان سے وعدہ کیا گیا ہے اسی طرح حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا میرے اہل بیت میری امت کے لئے امان ہیں ۔ اگر اہل بیت نہ رہے تو امت کے ساتھ وہ ہوگا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت) ۔

(۱۸) مجھ سے محمد بن عمر حافظ بغدادی نے بیان کیا ان سے احمد بن عبدالعزیز ابن جعد ابو بکر نے ان سے عبدالرحمن بن صالح نے ان سے عبیداللہ بن موسی نے ان سے موسی بن عبیدہ نے ان سے ایاس بن سلمہ نے ان سے ان کے والد نے جنہوں نے اس روایت کو نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک پہنچایا آپؐ نے فرمایا: نجوم آسمان والوں کے لئے امان کا باعث ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے باعث امان ہیں ۔

(۱۹) ہم سے محمد بن عمر نے بیان کیا ان سے ابو بکر محمد بن سری بن سہل نے ان سے عباس بن حسین نے ان سے عبدالملک بن ہارون بن عنترہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جدامجد نے بیان کیا کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے باعث امان ہیں اور اگر ستارے ختم ہوجائیں تو اہل آسمان بھی فنا ہوجائیں گے اور میرے اہل بیت زمین والوں کے لئے باعث امان ہیں ۔ اگر اہل بیت نہ رہیں تو اہل زمین فنا ہوجائیں گے ۔

(۲۰) مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے عباس بن معروف نے ان سے عبداللہ بن عبدالرحمن بصریٰ نے ان سے ابو لمغرا حمید ابن مثنی عجلی نے ان سے ابو بصیر نے ان سے خیثمہ جعفی نے بیان کیا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہم جنب اللہ ہیں ہم صفوت اللہ ہیں ہم اللہ اور بندوں کے درمیان رابطہ ہیں ۔ ہم انبیاء کے وارث ہیں ۔ ہم قدرت کے رازوں کے امین ہیں ۔ ہم اللہ کی حجت ہیں ۔ ہم ارکان ایمان ہیں ۔ ہم اسلام کے ستون ہیں ہم مخلوق پر اللہ کی رحمت ہیں ۔ ہمارے ہی ذریعہ ابتداء اور انتہاء ہے ۔ ہم ائمہ ھدیٰ ہیں ۔ ہم تاریکی میں چراغ ہیں ہم ہدایت کے مینار ہیں ہم سابقون ہیں ۔ ہم آخرون ہیں ۔ ہم خلق کے لئے علم مرفوع ہیں ۔ جس نے ہم سے تمسک کیا اس نے حق کو پالیا ۔ جس نے ہمیں چھوڑا وہ غرق ہو ۔ ہم روشن چہرے اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں ۔ ہم خیرۃ اللہ ہیں ۔ ہم راہ واضح اور صراط مستقیم ہیں ۔ خدائے عزوجل تک پہنچنے کے لئے ہم خلق پر اللہ کی نعمت ہیں ۔ ہم واضح راستہ ہیں ہم نبوت کی کان ہیں ۔ ہم رسالت کی جائے قرار ہیں ۔ ہمارے پاس ملائکہ کی آمدورفت ہوتی ہے ۔ ہم وہ چراغ ہیں جو ضوفشانی کرتے ہیں ۔ ہم وہ راستہ ہیں جو نجات کی طرف لے جاتا ہے ۔ ہم جنت کا راستہ ہیں ۔ ہم گوشۂ اسلام ہیں ۔ ہم ہی وہ پل ہیں کہ جس پر سے جو گزرا اس نے منزل پائی اور جس نے اسے چھوڑا وہ گمراہ ہوگیا ۔ اور ہم ہی عظیم ترین لوگ ہیں اور ہماری وجہ سے خداوند عالم رحمت نازل کرتا ہے ۔ اور ہماری ہی وجہ سے بارش ہوتی ہے ۔ ہمارے ہی باعث تم پر سے عذاب رفع ہوتا ہے ۔ پس جس نے ہماری

معرفت حاصل کی اور ہمارے حق کو پہچانا وہ ہم میں سے ہے۔

(۲۱) مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے سعید بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے ابراہیم بن عمر یمانی نے ان سے ابو طفیل نے بیان کیا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہؐ نے حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ سے ارشاد فرمایا: اے علیؑ میں جو بات تم کو بتاؤں وہ لکھ لیا کرو۔ حضرت علی علیہ السلام نے پوچھا: اے اللہ کے نبی کیا آپؐ کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ میں آپ کی بتائی ہوئی بات بھول جاؤں گا؟ رسول اللہؐ نے فرمایا: نہیں مجھے تمہارے بارے میں نسیان کا اندیشہ نہیں ہے۔ میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ خدا تمہیں بھول چوک سے محفوظ رکھے۔ لیکن تم اپنے شرکاء کے لئے لکھ لیا کرو۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے دریافت کیا: میرے شرکاء کون ہیں؟ فرمایا: تمہاری نسل میں جو ائمہ ہوں گے جن کے وسیلہ سے میری امت پر ابر رحمت برسے گا۔ جن کے توسط سے دعائیں مستجاب ہوں گی۔ جن کے واسطے سے بلائیں دور ہوں گی اور رحمت نازل ہوگی۔ پھر آپؐ نے جناب امام حسن علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: یہ پہلا ہوگا پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا: (باقی) ائمہ اس (حسینؑ) کی نسل سے ہوں گے۔

(۲۲) ہم سے محمد بن احمد شیبانیؒ نے بیان کیا ان سے احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے ان سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے ان سے فضل بن صقر عبدی نے ان سے ابو معاویہ نے ان سے سلیمان بن مہران اعمش نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: ہم مسلمانوں کے امام ہیں۔ اور اللہ کی حجت ہیں عالمین پر اور مومنوں کے سردار ہیں اور بہشت کے روشن چہرے اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں۔ ہم مومنین کے موالی ہیں ہم اہل زمین کے لئے عذاب الہیٰ سے امان کا سبب ہیں۔ جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے باعث امان ہیں۔ ہماری برکت سے خدا آسمان کو زمین پر گرنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ مگر اسی کے حکم سے (قیامت میں آسمان بھی فنا ہوجائے گا) اور ہماری برکت سے خدا زمین کو محفوظ رکھتا ہے کہ وہ الٹ جائے اور اپنے ساکنوں سمیت دھنس جائے اور ہماری برکت سے خدا بارش بھیجتا ہے اور اپنی رحمت وسیع فرماتا ہے۔ ہمارے سبب خدا زمین کی برکتیں ظاہر کرتا ہے۔ اور اگر ہم میں سے زمین پر کوئی امام نہ ہو تو زمین اپنے ساکنین سمیت دھنس جائے گی۔ پھر فرمایا: زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی جس روز سے خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلق فرمایا ہے۔ یا تو وہ حجت خدا ظاہر و مشہور ہے یا غائب و مستور اور قیامت تک زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہے گی۔ اگر حجت خدا نہ ہو تو عبادت نہیں کی جائے گی۔ سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: لوگ اس حجت سے کیوں کر فائدہ حاصل کرسکتے ہیں جو ان سے غائب اور مخفی ہو۔ آپؑ نے فرمایا: جس طرح لوگ اس آفتاب سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو زیر ابر پوشیدہ ہوتا ہے۔

(۲۴) مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ ان سے ابراہیم بن ہاشم نے ان سے اسماعیل بن مرار نے ان سے یونس بن عبدالرحمن نے ان سے یونس بن یعقوب نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے تھے ان میں حمران بن اعین، مومن الطاق ہشام بن سالم، طیار وغیرہ تھے۔ انہی میں نوجوان صحابی ہشام بن حکم بھی تھے۔ آپؑ نے ہشام بن حکم سے مخاطب ہو کر کہا: اے ہشام۔ انہوں نے کہا: لبیک اے فرزند رسولؐ۔ آپؑ نے فرمایا: تم نے عمرو بن عبید سے کیسے کیسے سوالات کئے؟ ہشام نے کہا: میں آپؑ پر فدا ہوں اے فرزند رسولؐ مجھے آپؑ کے سامنے بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اور میری زبان میں طاقت نہیں کہ آپؑ کی خدمت میں وہ ذکر کروں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ بیان کرو۔ ہشام نے کہا: بہت بہتر۔ مجھے عمرو کے فضیلت کے دعویٰ کی اطلاع ہوئی اور مسجد بصرہ میں اس کا بیٹھنا بہت گراں گزرا۔ میں روانہ ہو کر بروز جمعہ بصرہ میں داخل ہوا اور مسجد بصرہ میں پہنچا میں نے دیکھا کہ عمرو لوگوں کے ایک بڑے حلقہ میں ہے۔ ایک سیاہ اون کا کپڑا کمر سے باندھے ہوئے اور ویسے ہی سیاہ کپڑے کی چادر اوڑھے ہوئے ہے اور لوگ اس سے سوالات کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں آگے بڑھتا ہوا حلقہ میں داخل ہوا اور سب کے آخر میں دو زانو بیٹھ گیا۔ میں نے کہا: اے عالم میں ایک غریب آدمی ہوں اور ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ اجازت دیجئے کہ پوچھوں؟ اس نے کہا: ہاں پوچھو۔ میں نے کہا: کیا آپ کی آنکھیں ہیں؟ اس نے کہا: اے لڑکے یہ کیا سوال کیا ہے؟ میں نے کہا: میرا سوال ایسا ہی ہے اس نے کہا: اچھا پوچھو ہر چند کہ سوال احمقانہ ہے۔ میں نے پھر پوچھا: آپ کی آنکھیں ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: آپ ان سے کیا کام لیتے ہیں؟ جواب دیا: ان سے رنگ پہچانتا ہوں اور لوگوں کی صورتیں دیکھتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کی ناک بھی ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ پوچھا: اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: میں خوشبوئیں سونگھتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کا دہن بھی ہے؟ کہا: ہاں۔ پوچھا: اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے کہا: اس سے چیزوں کا مزہ حاصل کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ زبان بھی رکھتے ہیں؟ کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: باتیں کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کان بھی رکھتے ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: وہ آپ کے کس کام آتا ہے؟ کہا: اس سے آوازیں سنتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کے ہاتھ بھی ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: ان سے کیا کرتے ہیں؟ جواب دیا ان سے چیزیں پکڑتا ہوں اور (چیزوں کی) سختی اور نرمی محسوس کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کے پاؤں ہیں؟ کہا: ہاں۔ میں نے کہا: ان سے کیا کرتے ہیں؟ کہا: ایک مقام سے دوسرے مقام تک جاتا ہوں۔ میں نے پوچھا: آپ کا منہ ہے؟ کہا: ہاں۔ میں نے کہا: اس سے کیا کرتے ہیں؟ کہا: اس سے کھانوں (کے ذائقوں) میں فرق معلوم کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا: آپ کا دل بھی ہے؟ جواب دیا: ہاں ہے۔ میں نے پوچھا: وہ آپ کے کس کام آتا ہے؟ اس نے کہا کہ جو بات ان اعضاء و جوارح پر مشتبہ ہوتی ہے۔ اس سے تمیز کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ کیا اعضاء و جوارح کافی نہیں ہیں اور دل

سے بے نیاز نہیں ہیں ؟ اس نے کہا: نہیں ۔ میں نے پوچھا: کیوں دل سے مستغنی نہیں ہیں حالانکہ سب صحیح اور سالم ہیں اس نے کہا: اے لڑکے جب یہ اعضاء کسی چیز میں شک کرتے ہیں جس کو سونگھا یا دیکھا یا چکھا یا سنا یا چھوا جائے تو دل کی طرف پھیرتے ہیں ۔ تو وہ یقین کرادیتا ہے ۔ اور شک کو زائل کردیتا ہے ۔ میں نے کہا: خدا نے دل کو بدن میں اس لئے رکھا ہے کہ وہ اعضاء وجوارح کے شک کو زائل کرے ؟ اس نے کہا: ہاں ۔ میں نے کہا: تو پھر دل کو یقیناً بدن کے اندر رہنا چاہیئے ۔ اگر دل نہیں ہے تو اعضاء و جوارح کا ادراک مستحکم نہیں ہوسکتا ۔ کہا: ہاں تب میں نے کہا اے ابو مروان ۔ خدا وند عالم نے تیرے اعضاء و جوارح کو بغیر امام اور پیشوا کے نہیں چھوڑا تاکہ جو حق ہے ظاہر کرے اور شک کو ان سے دور کرے اور تمام خلائق کو حیرت و شک اور اختلاف میں چھوڑ دیا اور کوئی امام و پیشوا ان کے لئے مقرر نہیں کیا کہ حالت حیرت اور شک میں اس کی طرف رجوع کریں جو ان کو راہ حق پر قائم رکھے اور حیرت و شک ان سے زائل کرے ۔ جب میں نے کہا: تو وہ ساکت ہوگیا اور کوئی جواب نہیں دیا ۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر بولا: آپ ہشام تو نہیں ہیں ۔ میں نے کہا: نہیں ۔ اس نے کہا: کیا اس کے ساتھ رہتے ہو ؟ میں نے کہا: نہیں ۔ تو اس نے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا ۔ کوفہ کا رہنے والا ہوں ۔ اس نے کہا: یقیناً تم ہشام ہی ہو ۔ یہ کہہ کر اپنے مقام سے اٹھا اور مجھے اپنی جگہ بٹھا دیا ۔ اور جب تک میں بیٹھا رہا ایک لفظ بھی نہ بولا ۔ ہشام کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ قصہ بیان کیا تو جناب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور فرمایا: اے ہشام یہ دلیل تم نے کہاں سے حاصل کی؟ میں نے عرض کیا ۔ حضورؑ میری زبان پر اسی طرح جاری ہوا ۔ حضرت نے فرمایا: خدا کی قسم یہ مضمون صحف ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام میں لکھا ہوا ہے ۔

صاحب کتاب (شیخ الصدوق) فرماتے ہیں کہ ہماری اس بات کی تصدیق کہ نظام کائنات کی بقاء کا دارومدار امام کے وجود پر ہے۔ اس بات سے ہوتی ہے کہ اللہ کسی امت پر اس وقت تک عذاب نازل نہیں کرتا جب تک کہ نبی ان لوگوں میں سے نکل نہ جائے ۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کے قصہ میں ارشاد کیا ہے ۔ **حتی اذا جآء امرنا وفار التنور قلنا احمل فیھا من کل زوجین اثنین واھلک الامن سبق علیہ القول** (سورہ ھود آیت ۴۰) "یہاں تک کہ جب ہمارا حکم پہنچا اور تنور نے جوش مارا ہم نے کہا چڑھا لے کشتی میں ہر قسم سے دو جوڑے ۔ اور اپنے گھر کے لوگ مگر جس پر پہلے حکم ہوچکا ہے" ۔

پس اللہ نے جناب نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم مومنین کو لے کر ان کے درمیان سے جدا ہوجاؤ اور ان کے ساتھ مخلوط نہ ہو ۔ ارشاد ہوتا ہے ۔ **ولا تخا طبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون** (سورۃ ھود آیت ۳۷) "اور مجھ سے ظالموں کے حق میں نا بات کر یہ بے شک غرق ہوں گے" ۔

اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد ہوا **فاسر باھلک بقطع من الیل ولا**

یلتفت منکم احد الا امراتک انه مصیبها ما اصابهم (سورۃ ھود آیت ۸۱) " سو لے نکل اپنے لوگوں کو کچھ رات سے اور تم میں کوئی مڑ کر نہ دیکھے مگر تیری عورت کہ اس کو پہنچ کر رہے گا جو ان کو پہنچے گا "۔

پس اللہ نے جناب لوط علیہ السلام کو عذاب نازل کرنے سے پہلے ان کے درمیان سے نکل جانے کا حکم دیا کیونکہ جب تک حضرت لوط علیہ السلام ان کے درمیان رہتے عذاب نازل نہ ہوتا اسی طرح جب کسی امت کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو نبی کو حکم دیتا ہے کہ ان کے درمیان سے نکل جائے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اپنی قوم کی ہلاکت کا خوف ہوا تو یہ کہہ کر ان سے جدا ہوگئے۔ واعتزلکم وما تدعون من دون اللہ وادعوا ربی عسی الا اکون بدعاءِ ربی شقیاً O فلما اعتزلهم وما یعبدون من دون اللہ (سورہ مریم آیت ۴۸ ۔ ۴۹) " اور چھوڑتا ہوں تم کو اور جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا اور میں دعا کروں گا اپنے رب سے امید ہے کہ اپنے رب سے دعا کر کے محروم نہ رہوں گا۔ پھر جب جدا ہوا ان سے اور جن کو تم پوجتے تھے اللہ کے سوا۔" اللہ عزوجل نے ان لوگوں کو ہلاک کیا اور (جہنم کے) پست ترین طبقے میں ڈالا جنہوں نے ان (حضرت ابراہیمؑ) کو اذیت دی، تکلیف پہنچائی، آگ میں ڈالا اور ان کو اور لوطؑ کو نجات دی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا ونجینه ولوطا الی الارض التی برکنا فیها للعالمین (سورہ انبیاء آیت ۷۱) " اور بچا نکالا ہم نے اس کو اور لوط کو اس زمین کی طرف جس میں برکت رکھی ہم نے عالمین کے واسطے "۔

اور اللہ نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام عطا کئے جیسے کہ ارشاد ہوتا ہے۔ ووھبنا له اسحاق و یعقوب نافلة وکلاً جعلنا صالحین (سورۃ انبیاء آیت ۷۲) " اور بخشا ہم نے اس کو اسحاق اور انعام میں یعقوب دیا۔ اور سب کو نیک بخت کیا "۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کے لئے ارشاد فرمایا۔ وما کان اللہ لیعذ بهم وانت فیهم (سورہ انفال آیت ۳۳) " اور اللہ ہرگز نہ عذاب کرتا ان پر جب تک تو ان میں رہتا "۔

ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السلام سے یہ روایات صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں نبی رسول اللہؐ یا کسی امام کو کسی قریہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو ان کا اس قریہ میں داخل ہونا قریہ والوں کے لئے باعث امن ہوگا ان چیزوں سے جن سے وہ خوف زدہ ہوں گے۔

ہشام نے عمرو بن عبید کو جو دلیل دی ہے۔ وہ بھی غیبت امام کو ثابت کرتی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جس طرح قلب تمام جوارح سے غائب ہوتا ہے۔ اس کو نہ آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے نہ ناک سے سونگھا جاسکتا ہے نہ اس کا ذائقہ چکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی ہاتھوں سے چھوا جاسکتا ہے۔ اس کے باوجود غیبت میں رہتے ہوئے ان تمام جوارح کا مدبر ہے اور ان کی اصلاح کرتا ہے۔ اگر قلب نہ ہو تو جوارح کی تدبیر ممکن نہ ہو اور ان کے امور میں فساد واقع ہوجائے۔

پس جس طرح تمام جوارح اپنی اصلاح امور کے لئے قلب کے محتاج ہیں اسی طرح کائنات اپنی بقاء اور اصلاح امور کے لئے امام کی محتاج ہے۔

جس طرح روایت کے ذریعے جسم میں قلب کا مکان معلوم ہوا اسی طرح ائمہؑ سے مروی احادیث کے ذریعہ حجتؑ غائب کا مکان معلوم ہوا ہے کہ وہ مکہ سے خروج فرمائیں گے یہاں قلب سے مراد ہمارے گوشت کا وہ لوتھڑا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بذات خود جوارح کے لئے کوئی فائدہ مند نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد لطیف قلب ہے۔ جس کو اللہ نے اس گوشت کے لوتھڑے میں قرار دیا جس کو بصارت پا نہیں سکتی نہ تو اس کو چھوا جاسکتا ہے اور نہ ہی پایا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس کے وجود کا علم انسان کو صرف اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ تمیز و تدبیر کا علم حاصل ہوتا ہے۔

پس جس طرح لطیف غائب جو حواس سے ماورا ہے کے ذریعے جوارح کی تدبیر ہو سکتی ہے تو حجت غائب کے ذریعہ خلق کی تدبیر بھی ہو سکتی ہے۔

باب (۲۲) حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آخر حجت تک وصیت کا متصل ہونا اور زمین کا قیامت تک حجتِ خدا سے خالی نہ ہونا

(۱) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے بیان کیا ان سے محمد بن حسن صفار، سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے بیان کیا ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین بن ابی خطاب، ہیثم بن ابی مسروق نہدی اور ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا ان سے حسن بن محبوب سراد نے ان سے مقاتل بن سلیمان بن دوال دوز نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں سید الانبیاء اور بہترین پیغمبر ہوں اور میرا وصی سید و اشرف اوصیائے پیغمبران ہے اور میرے اوصیاء بھی سرداران اوصیائے پیغمبران ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے خدا سے سوال کیا کہ ان کے لئے شائستہ وصی مقرر فرمائے تو اللہ نے ان کو وحی فرمائی کہ "میں نے پیغمبروں کو رسالت کے اعزاز سے نوازا ہے اور اپنی مخلوق کی آزمائش کی تو ان میں سے نیک لوگوں کو پیغمبروں کا وصی قرار دیا۔ اے آدم تم شیث کو وصیت کرو۔" اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند ہبۃ اللہ ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو اپنا وصی قرار دیا۔ شیث علیہ السلام نے اپنے فرزند شبان کو وصیت کی جو نزلہ حوریہ کے بطن سے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے بہشت سے بھیجا تھا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو شیث علیہ السلام سے تزویج فرمایا تھا۔ شبان نے اپنے بیٹے مجلث کو وصیت کی۔ مجلث نے محوق کو اور محوق نے غثمیشا کو انہوں نے اخنوخ کو جو ادریس علیہ السلام ہیں۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے ناخور کو وصیت کی۔ ناخور نے حضرت نوح علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ

السلام نے سام کو وصیت کی سام نے عثامر کو عثامر نے برعیثاشا کو برعیثاشا نے یافث کو یافث نے برہ کو انہوں نے جفیسہ کو وصیت کی ۔ جفیسہ نے عمران کو اور عمران نے وصیتوں کو جناب ابراہیم علیہ السلام کے سپرد کیا ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو وصیت کی حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو اور حضرت اسحاق علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اورحضرت یوسف علیہ السلام نے بثریا کو بثریا نے حضرت شعیب علیہ السلام کو حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون کو اور یوشع نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اور حضرت داؤد علیہ السلام نے آصف بن برخیاء کو آصف بن برخیاء نے حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو وصیت کی ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون ابن حمون صفا کو اور شمعون نے یحییٰ بن زکریا کو ۔ یحییٰ نے منذر کو منذر نے سلیمہ کو سلیمہ نے بردہ کو وصیت کی ۔ پس حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ بردہ نے وصیتوں کو مجھے تفویض کیا اور اے علی ابن ابی طالب میں تم کو سپرد کرتا ہوں اور تم اپنے وصی کو تفویض کرو اور تمہارا وصی تمہارے ان وصیوں کو سپرد کرے گا جو تمہارے فرزندوں میں سے ایک کے بعد دوسرے ہونگے ۔ یہاں تک کہ تمہارے بعد یہ سلسلہ بہترین اہل زمین تک پہنچ گا ۔ جو آخری امام ہوگا ۔ اور لوگ تمہارے بارے میں شدید اختلاف کریں گے جو شخص میری امت میں سے تمہارے وصی ہونے کے اعتقاد پر قائم رہے گا ایسا ہے جیسے کہ میرے ساتھ قائم رہا اور جو شخص تم سے الگ رہے گا اور تمہاری اطاعت نہ کرے گا وہ نار جہنم میں ہوگا جو کافروں کی جگہ ہے ۔

(۲) ہم سے محمد بن ابراہیم بن اسحاقؒ نے بیان کیا ہے ان سے احمد بن محمد ہمدانی نے ان سے علی بن حسن بن علی بن فضّال نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن فضیل نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے عہد لیا تھا کہ اس درخت ممنوعہ کے پاس نہ جائیں ۔ لیکن وہ گئے اور اس درخت میں سے کھایا جیسا کہ خدا فرماتا ہے ۔ **ولقد عهدنا الى آدم من قبل فنسي ولم نجدله عزماً** (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۵) " اور ہم نے تاکید کردی تھی آدم کو اس سے پہلے پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم نے اس میں کچھ ہمت ۔ "

خدا نے ان کو زمین پر بھیجا تو ہابیل اور ان کی بہن ایک ساتھ پیدا ہوئے اور قابیل اور اس کی بہن ایک ساتھ پیدا ہوئے ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے دونوں بیٹوں ہابیل اور قابیل کو خدا کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنے کا حکم دیا ۔ ہابیل مویشیوں کے مالک تھے اور قابیل زراعت کرتا تھا ۔ ہابیل نے ایک نہایت عمدہ گوسفند کی قربانی کی اور قابیل نے جو کہ اپنی زراعت سے بے خبر رہتا تھا وہ معمولی بالیاں جو کہ پاک وصاف نہ تھیں قربانی کے لئے پیش کیں ۔

اس لیے ہابیل کی قربانی قبول ہو گئی اور قابیل کی قربانی قبول نہ ہوئی جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ **واتل علیہم نبا ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احد ھما و لم یتقبل من الاخر** ۔ (سورۃ مائدہ آیت ۲۷) " اور سنا ان کو حال واقعی آدم کے دو بیٹوں کا۔ جب دونوں نے قربانی پیش کی اور مقبول ہوئی ایک کی اور نہ مقبول ہوئی دوسرے کی۔"

اس زمانے میں جب قربانی قبول ہوتی تھی تو ایک آگ پیدا ہو کر اس کو جلادیتی تھی۔ پس قابیل نے آتش کدہ بنایا اور وہ پہلا شخص تھا جس نے آگ کے لئے گھر بنایا اور کہا میں اس آگ کی پرستش کروں گا تاکہ میری قربانی قبول کرے۔ شیطان نے قابیل سے کہا کہ ہابیل کی قربانی مقبول ہو گئی اور تیری قبول نہیں ہوئی۔ اگر تو اس کو زندہ چھوڑے گا تو اس کے فرزند پیدا ہوں گے جو تیرے فرزندوں پر اس بارے میں فخر کریں گے یہ سن کر قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا۔ پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا ہابیل کہاں ہے۔ کہنے لگا میں نہیں جانتا۔ آپ نے مجھ کو اس کی حفاظت کے لئے نہیں مقرر کیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جاکر دیکھا تو ہابیل کو مقتول پایا۔ فرمایا اے زمین تجھ پر لعنت ہو کیوں کر تو نے خون ہابیل کو قبول کرلیا۔ پھر چالیس شب و روز روتے رہے اور خدا سے دعا کرتے رہے کہ ایک فرزند عطا کرے تو ان کے ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے ہبتہ اللہ رکھا کیونکہ اللہ نے ان کو سوال کے عوض عطا کیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام اپنے اس فرزند کو بہت چاہتے تھے۔ جب آدم علیہ السلام کی نبوت تمام ہوئی اور ان کی عمر کا آخری زمانہ آیا۔ تو خدا نے وحی کی کہ اے آدم تمہاری نبوت ختم ہوئی اور تمہارے عمر کے ایام پورے ہو چکے تو وہ اسرار جو ایمان، اسم اعظم، میراث علم اور آثار پیغمبری کے تمہارے پاس ہیں اپنے بیٹوں میں سے ہبتہ اللہ کو دے دو۔ میں ان تبرکات و علوم کو تمہارے بعد تمہاری ذریت سے قیامت تک ہرگز منقطع نہ کروں گا اور کبھی زمین کو اپنی حجت سے خالی نہ چھوڑوں گا۔ اور اس میں ایک عالم کو ہمیشہ باقی رکھوں گا۔ جس کے ذریعہ سے لوگ میرا دین اور طریق اطاعت و عبادت کو پہچانیں گے جس سے ہر اس شخص کی نجات ہوگی جو تمہاری اور نوح کی اولاد سے ہوگا۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کو یاد کیا اور کہا اللہ تعالیٰ ایک نبی بھیجے گا جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے گا لوگ اس کی تکذیب کریں گے۔ تو خدا اس کی قوم کو طوفان کے ذریعہ ہلاک کردے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس پشت کا فاصلہ تھا۔ جو سب کے سب انبیاء تھے۔ حضرت آدمؑ نے ہبتہ اللہ سے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں وصیت کی کہ تم میں سے جو ان سے ملاقات کرے اسے چاہیئے کہ ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کرے تاکہ طوفان سے نجات پائے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ہبتہ اللہ کو طلب فرمایا اور کہا کہ اگر جبرئیل علیہ السلام یا دوسرے فرشتوں کو دیکھو تو میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ میرے پدر نے تم سے بہشت کے میووں میں سے ایک

ہدیہ طلب کیا ہے۔ ہبتہ اللہ نے جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات کی اور اپنے والد کا پیغام پہنچایا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے ہبتہ اللہ تمہارے پدر نے عالم قدس کی طرف رحلت فرمائی اور میں ان پر نماز پڑھنے کے لئے نازل ہوا ہوں۔ ہبتہ اللہ واپس آئے تو دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام دار فانی سے رحلت فرما چکے ہیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے ہبتہ اللہ کو غسلِ میت کی تعلیم دی۔ ہبتہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو غسل دیا جب نماز کا موقع آیا تو ہبتہ اللہ نے کہا: اے جبرئیل سامنے کھڑے ہو کر حضرت آدم علیہ السلام پر نماز پڑھو۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا اے ہبتہ اللہ چونکہ خدا نے ہم کو حکم دیا کہ تمہارے والد کو بہشت میں سجدہ کریں لہذا ہم کو لازم نہیں کہ ان کے کسی فرزند کی امامت کریں۔ پھر ہبتہ اللہ آگے کھڑے ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام پر نماز پڑھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کے پیچھے ملائکہ کے ایک گروہ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور تیس تکبیریں کہیں۔ پھر خدا نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ پچیس تکبیریں فرزندانِ آدم کے لئے کم کردو۔ لہذا پانچ تکبیریں سنت ہیں۔ اور رسول خدا نے اہل بدر پر سات اور نو تکبیریں بھی کہی ہیں۔

جب ہبتہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دفن کیا تو قابیل ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ہبتہ اللہ مجھے معلوم ہے کہ میرے باپ آدمؑ نے تم کو اس علم سے مخصوص کیا ہے جس سے مجھ کو محروم کردیا تھا۔ اور وہ وہی علم ہے جس کے ذریعہ تمہارے بھائی ہابیل نے دعا کی تھی تو اس کی قربانی قبول ہوگئی۔ اور میں نے اسی لئے اس کو مار ڈالا کہ اس کی اولاد نہ پیدا ہو جو میرے فرزندوں پر فخر کرے اور کہے کہ ہم اس کے فرزند ہیں جس کی قربانی قبول ہوئی اور تم اس کے فرزند ہو جس کی قربانی قبول نہیں ہوئی۔ اور اگر تم مجھ پر وہ علم ظاہر نہ کروگے جس سے تمہارے باپ نے تم کو مخصوص کیا ہے تو میں تم کو بھی مار ڈالوں گا جس طرح تمہارے بھائی ہابیل کو مار ڈالا تھا۔

پس ہبتہ اللہ اور ان کے فرزند جو کچھ ان کے پاس علم اور ایمان اور اسم اعظم اور میراث اور آثار علم تھا پوشیدہ رکھتے تھے یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے اور وصیتِ ہبتہ اللہ ظاہر ہوئی تو اس زمانے کے لوگوں نے جب حضرت آدم علیہ السلام کی وصیت پر نظر کی اور معلوم ہوا کہ ان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں خوشخبری دی ہے تو ان پر ایمان لائے۔ اور ان کی تصدیق و اطاعت کی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ہبتہ اللہ کو یہ بھی وصیت کی تھی کہ اس وصیت کو ہر سال کے شروع میں سب دیکھا کریں اور اس پر قائم رہنے کا عہد کرتے رہیں وہ دن ان کے لئے عید کا ہوگا۔ لہذا وہ لوگ اس وصیت کو دیکھا کرتے اور عہد لیا کرتے تھے یہ بھی سنت ہر نبی کی وصیت میں حضرت محمدؐ کے مبعوث ہونے تک جاری رہے۔

اور نوح علیہ السلام کو لوگوں نے اسی علم کے ذریعہ سے پہچانا جو ان کے پاس تھا یہی معنی ہیں اس آیت کے **ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ** (سورۃ ہود آیت ۲۵، سورۃ مومنون آیت ۲۳) "اور ہم نے بھیجا نوح کو اس کی قوم کی طرف۔"

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان کچھ پیغمبر ایسے گزرے ہیں جو اپنے کو پوشیدہ رکھتے تھے اسی سبب سے ان کا ذکر قرآن مجید میں مخفی رکھا گیا ہے۔ اور ان کا نام نہیں لیا گیا۔ اور کچھ پیغمبر ایسے تھے جو اپنے کو ظاہر کرتے تھے اس لئے ان کا نام لیا گیا ہے جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے۔ **ورسلاً قد قصصنا هم علیک من قبل ورسلاً لم نقصصهم علیک** (سورۃ نساء، آیت ۱۶۴) "اور بھیجے ایسے رسول کہ جن کے احوال ہم نے سنائے تجھ کو اس سے پہلے۔ اور ایسے رسول جن کے احوال نہیں سنائے تجھ کو۔" جن کا نام نہیں لیا گیا وہ پوشیدہ رہے۔ اور جن کا نام لیا گیا وہ ظاہر بظاہر مبعوث تھے۔ غرض حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی۔ ان کی پیغمبری میں کوئی شریک نہ تھا لیکن وہ مبعوث ہوئے تھے۔ ان لوگوں پر جو تکذیب کرنے والے تھے انہوں نے ان پیغمبروں کی بھی تکذیب کی جو حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان گزرے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **كذّبت قوم نوح المرسلين** (سورۃ الشعراء، آیت ۱۰۵) "جھٹلایا نوح کی قوم نے پیغام لانے والوں کو"۔ پھر جب حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت ختم ہوئی اور ان کا زمانہ تمام ہوا تو خدا نے وحی کی کہ اے نوح اب تم اسم اعظم، میراثِ علم اور آثارِ نبوت اپنے بعد اپنی ذریت میں سے سام کو دے دو۔ جس طرح ان چیزوں کو میں نے نبیوں کے خاندانوں سے منقطع نہیں کیا ہے جو تمہارے اور آدم کے درمیان ہوئے ہیں۔ اور ہرگز زمین کو خالی نہیں چھوڑوں گا مگر یہ کہ اس میں کوئی عالم رہے جس سے میرا دین اور عبادت کا طریقہ لوگ سیکھیں جو ان لوگوں کی نجات کا سبب ہو جو ایک نبی کی موت کے وقت سے دوسرے نبی کے مبعوث ہونے تک پیدا ہوتے ہیں۔ سام کے بعد ہود علیہ السلام نبی ہوئے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ہود علیہ السلام کے درمیان بعض مخفی پیغمبر تھے اور بعض ظاہر بظاہر مبعوث تھے اور حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ ایک پیغمبر بھیجے گا جس کا نام "ہود" ہوگا۔ وہ اپنی قوم کو خدا کی طرف دعوت دے گا اور وہ اس کی تکذیب کرے گی۔ تو خدا اس قوم کو ہوا کے عذاب سے ہلاک کرے گا۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص اس کے زمانہ تک رہے اس کو چاہیئے کہ اس پر ایمان لائے اور اس کی اطاعت کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو ہوا کے عذاب سے نجات دے گا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سام کو حکم دیا کہ اس وصیت کو ہر سال کے آغاز میں روز عید ملاحظہ کیا کریں اور اس پر قائم رہنے کا عہد کرتے رہیں۔ جب خدا نے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث کیا تو لوگوں نے علم و ایمان، میراثِ علم، اسم اکبر اور آثارِ علم نبوت میں ان کو اسی خبر کے مطابق پایا جو ان کے باپ نوح علیہ السلام نے دی تھی۔ تو ان پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کی اور عذاب خدا سے نجات پائی۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ **والی عاد اخاهم هوداً** (سورۃ اعراف، آیت ۶۵) "اور قوم عاد کی طرف بھیجا ان کے بھائی ہود کو" پھر فرماتا ہے: **كذّبت عاد المرسلين ○ اذ قال لهم اخوهم هود الا تتقون** (سورہ الشعراء، آیت ۱۲۳-۱۲۴) "جھٹلایا عاد نے پیغام لانے والوں کو جب کہا ان کے بھائی ہود نے کیا تم

ڈرتے نہیں ۔" اور فرماتا ہے ۔ **ووصی بها ابراهم بنیه ویعقوب** (سورۃ بقرہ آیت ۱۳۲) " اور یہی وصیت کر گئے ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب بھی " پھر فرماتا ہے ۔ **ووهبنا له اسحاق ویعقوب کلاً هدینا و نوحاً هدینا من قبل** (سورۃ انعام آیت ۸۵) " ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب جیسے فرزند عطا کئے اور ہر ایک کی ہدایت کی اور بعض کی پہلے ہدایت کی ۔" (تاکہ نبوت کو ان کے اہل بیت میں قرار دیں) ۔ تو پیغمبروں کی ذریت سے وہ لوگ مامور ہوئے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر تھے ہود اور ابراہیمؑ کے درمیان دس انبیاء تھے اور قول عزوجل ہے ۔ **وما قوم لوط منکم ببعید** (سورہ ہود آیت ۸۹) " اور قوم لوط تم سے (زیادہ) دور نہیں ۔" اور ارشاد باری ۔ **فامن له لوط وقال انی مهاجر الی ربی** (سورہ عنکبوت آیت ۲۶) " پس لوطؑ ان (ابراہیمؑ) پر ایمان لائے اور کہا میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں ۔" اور ابراہیمؑ کا قول **انی ذاهب الی ربی سیهدین** (سورہ صافات آیت ۹۹) " میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں پس وہی ہدایت فرمائیگا ۔" اور قول عزوجل ۔ **وابراهیم اذقال لقومه اعبدوا الله واتقوه ذلکم خیر لکم** (سورہ عنکبوت آیت ۱۶) " اور جب ابراہیمؑ نے کہا اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے ۔" پس یہ ہی سنت الہیٰ تھی کہ ہر مشہور نبی کے درمیان دس یا نو یا آٹھ پشت کا فاصلہ تھا جو سب کے سب پیغمبر ہوتے تھے اور ہر پیغمبر اپنے بعد کے پیغمبر کے مبعوث ہونے کی خبر اور اپنے اوصیاء کو اس وصیت پر عہد کرتے رہنے کا حکم دیا کرتا تھا ۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام ، حضرت نوح علیہ السلام ، حضرت ہود علیہ السلام ، حضرت صالح علیہ السلام ، حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا یہاں تک کہ یہ حضرت یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام تک پہنچا اور حضرت یوسفؑ کے بعد ان کے بھائی کے فرزندوں میں جاری ہوا جو اسباط تھے ان سے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام تک ختم ہوا ۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان دس پیغمبر گزرے پھر اللہ نے ان کو فرعون وہامان و قارون کی طرف بھیجا ۔ پھر اللہ نے ہر امت کی طرف پے در پے نبیوں کو بھیجا ۔ **کلما جاء امة رسولها کذبوه فاتبعنا بعضهم بعضا وجعلنا هم احادیث** (سورہ مومنون آیت ۴۴) " جب کسی امت کا رسول اس کے پاس آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا پس ہم نے بھی ایک کو دوسرے کے قدم بقدم کردیا اور ان کو قصہ کہانی بنا دیا ۔" پھر بنی اسرائیل کا زمانہ آیا جنہوں نے ایک روز میں دو دو ، تین تین ، چار چار ، نبیوں کو قتل کیا یہاں تک کہ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ستر ستر پیغمبر مار ڈالے جاتے تھے اور بازار قتل صبح سے شام تک کھلے رہتے تھے ۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی تو انہوں نے حضرت محمدؐ کے بارے میں بشارت دی ۔

اور حضرت یوسف اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان دس انبیاء ہوئے ۔ یوشع بن نون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی اور ان کے فتا تھے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں (ان کے بارے میں) فرمایا ہے ۔ پس

پس وہ لوگ دانا اور داعیِ امرِ خداوندی اور علمِ الہٰی کے استنباط کرنے والے اور لوگوں کو ہدایت کرنے والے ہیں ۔ یہ ہے اس فضیلت کا بیان جسے خدا نے قرار دیا نبیوں ، رسولوں ، حکیموں ، ہادیانِ برحق اور خلفاء میں ۔ جو اس کے والیانِ امر اور اس کے علم کے استخراج کرنے والے اور اہلِ آثارِ علم اللہ ہیں ۔ اس ذریت سے جو بعض سے بعض برگزیدہ لوگوں میں سے ہوئے ہیں ۔ پیغمبروں کے بعد اولاد اور بھائیوں سے اور اسی ذریت سے جن سے پیغمبروں کی خانہ آبادی تھی ۔ پس جو شخص کہ ان کے علم وہدایت کے ساتھ عمل کرتا ہے ان کی مدد سے نجات پاتا ہے اور جو شخص کہ والیانِ امرِ خلافتِ الہٰی اور اہلِ استنباطِ علمِ الہٰی کو پیغمبروں کے غیر برگزیدہ رشتہ داروں میں سے قرار دیتا ہے وہ حکم خداوندی کی مخالفت کرتا ہے ۔ اور جاہلوں کو والیانِ امرِ خداوندی بناتا ہے اور ہدایت کے بغیر بیکار باتوں میں پڑتا ہے اور جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ علمِ الہٰی کا استنباط کرنے والے ہیں اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور وصیت و اطاعتِ خدا سے پھر گئے ہیں انہوں نے فضلِ خدا اس مقام پر نہیں قرار دیا جس جگہ خدا نے قرار دیا ہے ۔ پس وہ لوگ گمراہ ہیں اور اپنی پیروی کرنے والوں کو گمراہ کرتے ہیں قیامت میں ان کے لئے کوئی حجت نہ ہوگی اور سوائے آلِ ابراہیم کے کوئی حجت نہیں ہے ۔ اس لئے کہ خداوندِ عزوجل نے فرمایا ہے کہ **فقد آتینا آل ابراہیم الکتاب والحکمۃ وآتینا ھم ملکاً عظیماً** (سورہ نساء آیت ۵۴) پس حجت پیغمبروں کی اور ان کے گھر والوں کی قیامت کے دن تک ہے کیونکہ کتاب خدا اس وصیت پر ناطق ہے ۔ خدا نے خبر دی ہے کہ یہ خلافت انبیاء کے بعد فرزندانِ انبیاء اور ان کے اہل بیت میں ہے جن کو اللہ نے تمام لوگوں پر بلندی اور بزرگی عطا فرمائی اور فرمایا ہے کہ **فی بیوت اذن اللّٰہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ** (سورۃ نور آیت ۳۶) " ان گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا ان کو بلند کرنے کا ۔ اور وہاں اس کا ذکر کیا جائے ۔"

یہ مکانات پیغمبروں ، رسولوں ، حکماء اور ائمہ ہدیٰ کے ہیں یہی ہے ایمان کا سرا جس کو پکڑنے سے تم سے پہلے نجات پانے والوں نے نجات پائی ہے اور اس سے وہ نجات پائے گا جو تمہارے بعد ائمہ کی متابعت کرے گا ۔ بے شک خدا اپنی کتاب میں فرماتا ہے ۔ **ونوحا ھدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد و سلیمان و ایوب و یوسف و موسیٰ و ھارون و کذلک نجزی المحسنین O وزکریا ویحییٰ و عیسیٰ والیاس کل من الصالحین O و اسماعیل والیسع ویونس ولوطاً وکلاً فضلنا علی العالمین O ومن اباءھم و ذریاتیھم واخوانھم واجتبینا ھم و ھدینا ھم الیٰ صراط مستقیم O ذلک ھدی اللّٰہ یھدی بہ من یشاء من عبادہ ولو اشرکو لحبط عنھم ماکانوا یعملون O اولئک الذین اتینا ھم الکتاب والحکم والنبوۃ فان یکفر بھا ھولاء فقد وکلنا بھا قوماً لیسوا بھا بکافرین O** (سورۃ انعام آیات ۸۵ تا ۹۰)

" اور نوح کو ہدایت کی ہم نے ان سے پہلے ۔ اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو ۔ اور ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں نیک کام کرنے والوں کو ۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں نیک بختوں میں اور اسماعیل اور الیسع کو اور یونس کو اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر ۔ اور ہدایت کی ہم نے بعضوں کو ان کے باپ داداؤں میں سے اور ان کی اولاد میں سے اور بھائیوں میں سے اور ان کو ہم نے پسند کیا اور سیدھی راہ پر چلایا ۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر چلاتا ہے جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے ۔ اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو البتہ ضائع ہوجاتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا ۔ یہی لوگ تھے جن کو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت پھر اگر یہ ان باتوں کو نہ مانیں تو ہم نے ان باتوں کے لئے مقرر کردیئے ہیں ایسے لوگ جو ان سے منکر نہیں ۔ " پس اسی نے ترجیح دی اور سپرد کیا اس کے اہل بیت میں آبا ۔ اور بھائیوں اور ذریت کے اور یہی کتاب میں قول عزوجل ہے فان یکفر بھا (امتک) فقدو کلنا O یعنی اگر امت کافر ہوجائے گی تو ہم نے تیرے اہل بیت کو اس ایمان کے ساتھ قرار دیا ہے جس کے ساتھ تجھ کو آراستہ کر کے بھیجا ہے پس اس سے کبھی انکار نہیں کریں گے اور وہ ایمان کبھی ضائع نہیں ہوگا جس کے ساتھ تجھے بھیجا ہے اور تیرے اہل بیت کو تیرے بعد تیری امت میں راہ ہدایت کا مرکز اور تیرے بعد امر خلافت کا والی اور اپنے علم کا حامل قرار دیا ہے ۔ جس میں قطعی کوئی جھوٹ ، کوئی گناہ ، مکر و فریب اور ریاکاری نہیں ہے ۔ پس واضح دلیل ہے اس بیان میں جو کچھ کہ خدا نے اس امت کے معاملے کے متعلق ان کے پیغمبر کے بعد ظاہر فرمایا ہے اس لئے کہ خدا نے اپنے نبی کے اہل بیت کو طاہر بنایا ہے اور ان کی محبت کو حضور اکرمؐ کی رسالت کا اجر قرار دیا ہے ۔ اور ان کے لئے ولایت و امامت جاری کی ہے ۔ اور ان کو حضور کی امت میں آپؐ کے بعد اوصیاء و اولیاء اور امام بنایا ہے ۔ پس اے گروہ مردم عبرت حاصل کرو جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو اپنی ولایت اپنی اطاعت اپنے علم کا استنباط اور اپنی حجت قرار دیا ہے ۔ پس قبول کرو اور اس سے تمسک کرو تاکہ نجات پاؤ اور تمہارے لئے قیامت کے روز اس پر حجت ہو اور رستگاری حاصل کرو کیوں کہ یہ لوگ تمہارے اور خدا کے درمیان وسیلہ اور واسطہ ہیں ۔ اور تمہاری ولایت خدا تک نہ پہنچے گی مگر ان ہی لوگوں کے ذریعہ سے ۔ پس جو شخص اس پر عمل کرے گا خدا پر لازم ہے کہ اس کا اکرام کرے اور اس پر عذاب نہ کرے ۔ اور جو شخص اس کے خلاف عمل کرے گا خدا پر لازم ہے کہ اس کو ذلیل و معذب کرے ۔

بعض نبیوں کی رسالت ایک گروہ کے لئے مخصوص تھی اور بعض کی رسالت عام تھی ۔ حضرت نوح علیہ السلام روئے زمین کے تمام باشندوں کی طرف بھیجے گئے ان کی نبوت و رسالت عام تھی اور حضرت ھود علیہ السلام قوم عاد کی طرف مخصوص بشیری کے ساتھ بھیجے گئے تھے اور حضرت صالح علیہ السلام ثمود کی طرف جو ایک چھوٹے گاؤں کے لوگ تھے اور دریا کے کنارے صرف چالیس گھروں کی آبادی تھی ۔ حضرت شعیب علیہ السلام مدائن والوں پر مقرر ہوئے جو

چالیس گھر بھی پورے نہ تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیغمبری (جہلے) کوثی ربا والوں کے لئے تھی جو عراق کا ایک موضع ہے۔ پھر اس جگہ سے ہجرت کی۔ جنگ وجدل کے لئے ہجرت نہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا کہ ابراہیمؑ نے کہا **انی ذاهب الی ربی سیهدین** (سورہ صافات آیت ۹۹) " میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں وہ میری ہدایت کرے گا " ۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت بغیر جنگ کے تھی اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی نبوت ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تھی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی نبوت زمین کنعان کے لئے تھی اس جگہ سے وہ مصر گئے اور وہیں عالم بقاء کی طرف رحلت فرمائی۔ آپ کی میت کنعان میں لاکر دفن کی گئی اور جو خواب کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ گیارہ ستاروں ، آفتاب و ماہتاب نے ان کو سجدہ کیا تو ابتداء میں آپ کی نبوت مصر والوں کے لئے تھی اور آپؑ کے بعد بارہ نفر اسباط ہوئے پھر خدا نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع بن نونؑ کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا ان کی نبوت پہلے اس صحرا میں تھی جس میں اسرائیل سرگشتہ پھراکئے اس کے بعد بہت سے دوسرے پیغمبر ہوئے کہ جن میں سے بعض کا قصہ حضور اکرمؐ کے لئے خدا نے بیان فرمایا ہے۔ اور بعض کا نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو خاص بنو اسرائیل کی طرف بھیجا اور آپ کی نبوت بیت المقدس کے لئے تھی۔ آپؑ کے بعد بارہ حواریین ہوئے اور آپؑ کے عزیزوں میں ہمیشہ ایمان پوشیدہ رہا۔ حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھالینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کو تمام جن و انس کی طرف بھیجا اور وہ آخری پیغمبر تھے ان کے بعد بارہ وصی مقرر فرمائے۔ ہم نے بعض سے ملاقات کی بعض گزر گئے اور بعض آئندہ ہونگے ۔ یہ ہے امرِ نبوت و رسالت اور ہر نبی جو کہ بنو اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے خاص ہوں یا عام ہر ایک کے وصی ہوئے ہیں۔ اور سنت الٰہی جاری ہوئی ہے۔ اور اوصیاء محمدؐ سنت اوصیائے عیسیٰؑ پر ہیں اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام حضرت مسیح کی سنت پر تھے ۔ یہ ہے بیان پیغمبروں کے بعد اوصیاء کے بارے میں سنت الٰہی کا۔

۳۔ ہم سے ہمارے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے صفوان بن یحیٰ نے ان سے حضرت امام ابی الحسن اول ۔ یعنی موسیٰ بن جعفر (حضرت امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام نے فرمایا کہ جب سے حضرت آدمؑ کی روح قبض ہوئی اس وقت سے اب تک اللہ تعالیٰ نے زمین کو بغیر امام کے نہیں چھوڑا کہ جس سے اللہ کی طرف ہدایت حاصل کی جاسکے ۔ وہی بندوں پر اللہ کی حجت ہے۔ جس نے اس کو چھوڑا وہ ہلاک ہوا اور جو اس سے وابستہ رہا اس نے نجات پائی۔

۴۔ ہم سے احمد بن محمد بن یحیٰ عطارؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن حسن بن علی بن

قطان نے ان سے عمرو بن سعید مدائنی نے ان سے مصدق بن صدقہ نے ان سے عمار بن موسیٰ ساباطی نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس روز سے زمین پیدا کی گئی ہے، کبھی عالم و حجتِ خدا سے خالی نہیں رکھی گئی جو امور حق کو زندہ کرتا ہے جس کو لوگ ضائع و برباد کرتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی

یریدون ان یطفوا نور اللّٰہ بافواھھم ویابی اللّٰہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون

(سورۃ توبہ آیت ۳۲) "چاہتے ہیں کہ بجھا دیں روشنی اللہ کی اپنے منہ سے اور خدا اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو یہ ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔"

۵۔ مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے ہیثم بن ابی مسروق نہدی نے ان سے محمد بن خالد برقی نے ان سے خلف بن حماد نے ان سے ابان بن تغلب نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حجت خدا خلائق سے پہلے ان کے ساتھ اور ان کے بعد بھی رہے گی۔

۶۔ مجھ سے میرے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن حسین نے ان سے علی بن اسباط نے ان سے سلیم غلام طربال نے ان سے اسحاق بن عمار نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدا نے زمین کو کسی عالم (امام۔ حجت خدا) سے خالی نہیں چھوڑا اس لئے کہ اگر مسلمان دین خدا میں کچھ زیادتی کریں تو ان کو (حدود خداوندی کی طرف) پلٹا دے اور اگر دین میں کمی کریں تو وہ ان کے لئے کامل کر دے۔

۷۔ ہم سے محمد بن حسنؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے بیان کیا ان سے ہارون بن مسلم نے ان سے ابوالحسن لیثی نے ان سے جعفر بن محمد علیہما السلام نے ان سے ان کے آباء علیہم السلام نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرمؐ فرماتے ہیں کہ میری امت میں ہر زمانے میں میرے اہل بیت میں سے ایک امام عادل ہوگا جو اس دین میں غالیوں کی تحریف اور اہل باطل کے جھوٹے دعووں اور جاہلوں کی غلط تاویلوں کی نفی کرے گا۔ بے شک تمہارے ائمہ تمہیں اللہ کی طرف لے جانے والے ہیں۔ پس اپنے دین اور اپنی نمازوں میں ان کی پیروی کرو۔

۸۔ ہم سے ہمارے والدؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے عبداللہ بن محمد حجّال نے ان سے حماد بن عثمان نے ان سے ابی بصیر نے بیان کیا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام قول خدا **یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم** (سورۃ نساء آیت ۵۹) "اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو رسول کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی اطاعت کرو" کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا اس سے مراد قیامت تک علیؑ اور فاطمہؑ کی اولاد میں ہونے والے ائمہ ہیں۔

۹۔ مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن اسحاق نے بیان

۱۴۔ انہی اسناد کے ساتھ علی بن مہزیار سے مروی ہے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے ربعی نے ان سے فضیل بن یسار نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ علم حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ زمین پر آیا اور پھر رخصت نہیں ہوا یہ وراثت میں منتقل ہوا اور علم آثار نبوت و رسالت سے منسوب ہر وہ شے جو اہل بیت سے مروی نہیں ہے باطل ہے اور حضرت علی علیہ السلام اس امت کے عالم (امام) ہیں ۔ اور ہم میں سے کوئی بھی عالم (امام) جب دنیا سے اٹھتا ہے تو اپنے بعد اپنے علم کا وارث چھوڑتا ہے ۔

۱۵۔ انہی اسناد کے ساتھ علی بن مہزیار سے روایت ہے کہ ان سے فضالہ بن ایوب نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے حارث بن مغیرہ نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین کبھی ایسے عالم سے خالی نہیں ہوتی جو حرام و حلال کا علم نہ رکھتا ہو ۔ لوگ اس کے محتاج ہوں اور وہ لوگوں کا محتاج نہ ہو ۔ میں نے پوچھا مولا میں آپ پر فدا وہ علم کہاں سے جانتا ہے ؟ آپؑ نے فرمایا وراثتِ رسولؐ اور علیؑ سے ۔

۱۶۔ انہی اسناد کے ساتھ علی بن مہزیار سے مروی ہے کہ ان سے فضالہ نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے حسن بن زیاد نے بیان کیا میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا زمین بغیر امام کے قائم رہ سکتی ہے ۔ آپؑ نے فرمایا نہیں ۔ زمین پر امام کا ہونا ضروری ہے جو حلال و حرام اور ان تمام امور کا عالم ہو جن کے لوگ محتاج ہیں ۔

۱۷۔ انہی اسناد کے ساتھ علی بن مہزیار سے روایت ہے کہ ان سے بیان کیا فضالہ نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے ابن ابی عمیر نے ان سے حسین بن ابی علاء نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا زمین بغیر امام کے قائم رہ سکتی ہے ؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں ۔ میں نے کہا: کیا ایک وقت میں دو امام ہوسکتے ہیں ؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں ۔ مگر یہ کہ ایک خاموش ہو (اور دعوائے امامت نہ کرے) ۔ میں نے پوچھا کہ امام اپنے بعد کے امام کو جانتا ہے ؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں ۔ میں نے پوچھا: کیا قائم امام ہوں گے ؟ آپؑ نے فرمایا: وہ امام ابن امام ہوں گے ۔ جیسا کہ اس سے پہلے ہو چکا ہے ۔

۱۸۔ مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے یونس بن عبدالرحمن نے ان سے حارث بن مغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ زمین کو کبھی عالم (امام) کے بغیر نہیں چھوڑتا کہ علم حلال و حرام کے لئے لوگ اس کے محتاج ہوں اور وہ لوگوں کا محتاج نہ ہو ۔ میں نے پوچھا مولا وہ (امام) علم کہاں سے حاصل کرتا ہے ؟ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کی وراثت سے ۔

۱۹۔ انہی اسناد کے ساتھ حارث بن مغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ علم حضرت آدمؑ کے ساتھ دنیا میں نازل ہوا اور پھر زمین سے رخصت نہیں ہوا۔ اور ہم میں سے کوئی بھی دنیا سے جاتا ہے تو اپنے علم کا وارث چھوڑتا ہے۔ کیونکہ زمین بغیر عالم (امام) کے باقی نہیں رہ سکتی۔

۲۰۔ مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے عباس بن معروف نے ان سے علی بن مہزیار نے ان سے حسن بن سعید نے ان سے محمد بن اسماعیل قرشی نے ان سے ایک شخص نے بیان کیا اس شخص سے اسماعیل بن ابی رافع نے ان سے ان کے والد ابو رافع نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ایک نامہ لائے جس میں بادشاہان دنیا کے بارے میں خبر تھی۔ مجھ سے قبل اور مجھ سے پہلے انبیاء اور رسولوں کے بارے میں جو مبعوث ہوئے۔ (یہ حدیث بہت لمبی ہے اس میں سے ہم نے اپنی ضرورت کی چیزیں یہاں ذکر کیں)۔ اس میں درج تھا کہ جب اشج بن اشجان بادشاہ ہوا اس کا نام کیلیں تھا اس نے دو سو چھیاسٹھ سال بادشاہت کی اس کی حکومت کو اکیاون سال گزرے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ خدا نے نور و علم و حکمت اور گزشتہ تمام پیغمبروں کے علوم ان کو عطا فرمائے تھے۔ خدا نے ان کو انجیل عطا کی اور بیت المقدس کی جانب بھیجا اور بنی اسرائیل پر مبعوث فرمایا کہ ان کو خدا کی کتاب و حکمت اور خدا اور رسول پر ایمان کی طرف دعوت دیں تو ان میں سے اکثر باغی اور کافر ہوگئے۔ جب وہ لوگ ایمان نہیں لائے تو حضرت نے خدا سے دعا کی اور ان سب پر لعنت کی تو ان میں سے بعض بصورت شیاطین مسخ ہوگئے۔ اس لئے کہ ان لوگوں کو اپنی رسالت کی ایک نشانی دکھائیں جس سے ان کو عبرت ہو لیکن ان کے کفر میں اضافہ ہوتا رہا غرض کہ آپؑ تینتیس سال بیت المقدس میں دعوت دیتے رہے اور تبلیغ فرماتے رہے اور ان کی سرکشی بڑھتی رہی (آخر خدا نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا) پھر یہودیوں نے ان کی تلاش شروع کی تو بعضوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے ان پر سختی کی اور زندہ زمین میں دفن کردیا اور بعضوں نے کہا کہ ہم نے ان کو قتل کرکے دار پر چڑھا دیا۔ (لیکن سب نے جھوٹ کہا)۔ خدا نے ان پر ان لوگوں کو اختیار ہی نہیں دیا اور یہ امر ان پر مشتبہ ہوگیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے یا زندہ دفن کرنے یا معذب کرنے کی ان میں قوت نہ تھی۔ جیسا کہ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے **انی متوفیک و رافعک الی و مطھرک من الذین کفروا** (سورہ آل عمران آیت ۵۵) "میں تمہاری مدت پوری کرنے والا ہوں اور تم کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تم کو کافروں (کے میل جول) سے پاک کرنے والا ہوں۔" پس انہیں ان کے قتل کرنے اور مصلوب کرنے کی قدرت نہیں تھی کیونکہ انہیں اس پر قدرت ہوتی تو قول خدا **بل رفعه الله الیه** (سورۃ النساء آیت ۱۵۸) "بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا۔" جھوٹ ٹھہرتا۔ ان کی مدت پوری کرنے کے بعد خدا نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا اور جب آسمان پر اٹھانا چاہا ان پر وحی کی کہ نور و حکمت و علم کتاب خدا کو شمعون بن حمون

کے سپرد کر دو جن کو صحفاء کہتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مومنین پر ان کو اپنا خلیفہ بنایا پھر شمعون ہمیشہ خدا کے امر کی تبلیغ کرتے رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات کی طرف بنی اسرائیل میں سے اپنی قوم کو ہدایت کرتے رہے اور کافروں سے جہاد کرتے رہے تو جس شخص نے ان کی اطاعت کی اور ان پر ایمان لایا اور ان باتوں پر جو خدا کی جانب سے ان کو حاصل تھیں وہ مومن ہوا اور جس نے انکار کیا اور ان کی نافرمانی کی وہ کافر ہوا یہاں تک کہ خدا نے شمعون کو اپنی رحمت کی جانب بلالیا ان کے بعد اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے صالحین میں سے ایک پیغمبر بھیجا وہ یحییٰ بن زکریا علیہ السلام تھے اور جب شمعون دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت اردشیر بن بابکان بادشاہ ہوا۔ اس نے چودہ سال دس ماہ بادشاہت کی اور جب اس کی حکومت کو آٹھ سال گزرے یہودیوں نے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو شہید کردیا۔ جب حضرت یحییٰ کی شہادت کا وقت آیا تو خدا نے ان کو وحی کی کہ وصیت و امامت کو شمعون کی اولاد میں قرار دیں اور حواریوں اور اصحاب عیسیٰ کو حکم دیں کہ ان کے ساتھ رہیں۔ (اور ان کی اطاعت کریں)۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت سابور بن اردشیر کی حکومت تھی اس نے تیس سال حکومت کی یہاں تک کہ اسے اللہ نے قتل کرایا اور اللہ نے علم و نور و حکمت اور فضل کو یعقوب بن شمعون کی ذریت میں قرار دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان کی اطاعت کی اور اس کے بعد بخت نصر نے ایک سو ستاسی سال تک حکومت کی جب اس کی بادشاہی کے سینتالیس سال گزرے۔ اللہ نے حضرت عزیزؑ کو ان شہر والوں کی جانب مبعوث فرمایا جنہیں موت طاری کرنے کے سو سال بعد زندہ کیا تھا۔ وہ متفرق شہروں کے رہنے والے تھے اور موت کے خوف سے شہر سے بھاگے تھے اور حضرت عزیزؑ کے قرب و جوار میں آکر بسے تھے وہ سب صاحبان ایمان تھے۔ حضرت عزیزؑ ان کی دلجوئی کرتے ان کی باتوں کو سنتے اور ان کے ایمان کے سبب ان کو دوست رکھتے تھے۔ اور ان کے ساتھ ایمانی برادری قائم کرلی تھی وہ ایک روز ان کے درمیان سے کہیں چلے گئے تھے دوسرے روز جب واپس آئے دیکھا کہ سب کے سب مرے ہوئے ہیں۔ بہت رنجیدہ ہوئے اور تعجب سے کہا **انی یحی هذه الله بعد موتها** (سورہ بقرہ آیت ۲۵۹) "خدا اس (بستی) کو موت دینے کے بعد کیسے زندہ کرے گا۔" تو خدا نے ان کی روح بھی اسی وقت قبض کرلی۔ سو سال بعد خدا نے حضرت عزیر علیہ السلام کو مع ان لوگوں کے زندہ کیا وہ لوگ ایک لاکھ لڑنے والے سپاہی تھے اس کے بعد بخت نصر ان پر مسلط ہوا۔ اس نے سب کو قتل کردیا۔ ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔ جب بخت نصر فوت ہوا اور اس کا بیٹا مہرقیہ بادشاہ ہوا اور اس نے سترہ سال چھ روز بادشاہت کرنے کے بعد حکم دیا کہ ایک بہت بڑا غار کھود کر اس میں حضرت دانیال اور ان کے اصحاب اور شیعوں کو ڈالا جائے اور اوپر سے آگ روشن کردی جائے۔ لیکن ان کو کوئی گزند نہ پہنچی۔ جب اس نے دیکھا کہ آگ ان کے نزدیک نہیں گئی تو اسی غار میں سب کو قید کردیا اور بہت سے درندے اس میں چھوڑ دیئے اور ہر طرح کا ظلم کیا یہاں تک کہ خدا نے ان کو اس کے ہاتھ سے نجات دی اور یہ وہی ہیں جن کا ذکر اللہ نے کتاب العزیز میں کیا ہے **قتل اصحاب**

الاخدود النار ذات الوقود ○ (سورہ بروج آیت ۴-۵) "اس کی دہکتی ہوئی آگ کی خندقوں والے اس حال میں قتل کیے گئے ۔" جب خدا نے حضرت دانیال علیہ السلام کو اپنے حضور طلب کرنا چاہا تو ان کو حکم دیا کہ نور و حکمت خدا اپنے فرزند یکیخا کے سپرد کریں ۔ پس آپؑ نے حکم الہٰی کی تعمیل کی ۔ اس وقت ہرمز بادشاہ تھا ۔ اس نے تینتیس سال تین ماہ چار روز بادشاہت کی ۔ اس کے بعد بہرام نے چھبیس سال بادشاہت کی اس وقت محافظ دین و شریعتِ خدا یکیخا ابن دانیال تھے ۔ ان کے اصحاب مومنین اور تصدیق کرنے والوں میں سے تھے لیکن اپنا ایمان ظاہر نہیں کرسکتے تھے اور اس بات پر قادر نہ تھے کہ حق کا اعلانیہ اظہار کریں ۔ بہرام کے بعد اس کے لڑکے بہرام نے سات برس تک بادشاہت کی اس کے بعد سلسلہ نبوت منقطع ہوگیا اور زمانہ فترت شروع ہوا اور ولی امر یکیخا ابن دانیال ہی تھے ۔ اور ان کے اصحاب ان کے ساتھ تھے جب ان کی وفات کا زمانہ آیا تو خدا نے وحی فرمائی کہ نور و حکمت خدا کو انشو بن یکیخا کے سپرد کرو اور زمانہ فترت حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کے درمیان چار سو سال رہا ۔ اور انشو کی اولاد میں یکے بعد دیگرے جس کو خدا چاہتا وہ وصی و پیشوا ہوتا رہا ۔ بہرام کے بعد ہرمز کا بیٹا سابور بادشاہ ہوا اس نے بہتر سال بادشاہت کی وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے تاج بنایا اور سر پر رکھا ۔ اس زمانہ میں بھی وصی انشو تھے ۔ سابور کے بعد اس کا بھائی اردشیر نے دو سال تک بادشاہت کی اس زمانے میں خدا نے اصحاب کہف و رقیم کو زندہ کیا ۔ اس زمانہ میں خلیفۂ خدا دیسخا بن انشو تھے اس زمانے میں سابور بن اردشیر بادشاہ تھا اور پچاس سال تک حکومت کرتا رہا ۔ اس کے زمانے میں بھی دیسخا پیشوائے خلق تھے ۔ سابور کے بعد اس کا لڑکا یزدجرد بادشاہ ہوا ۔ اس نے اکیس سال پانچ ماہ انیس دن حکومت کی ۔ اس کے زمانے میں بھی دیسخا علیہ السلام خلیفۂ خدا تھے ۔ جب خدا نے چاہا کہ دیسخا کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے تو ان کو خواب میں وحی فرمائی کہ نور و علمِ خدا اور احکام و حکمتیں اپنے فرزند نسطورس ابن دیسخا کے سپرد کریں ۔ یزدجرد کے بعد بہرام جور نے چھبیس سال تین ماہ اٹھارہ روز بادشاہت کی ۔ اس وقت بھی نسطورس ہی حجت خدا تھے ۔ بہرام کے بعد یزدجرد کے لڑکے فیروز کو بادشاہت ملی وہ ستائیس سال تک بادشاہ رہا ۔ اس کے زمانے میں بھی نسطورس ہی خلیفۂ خدا رہے ۔ اس زمانہ کے مومنین بھی انہی کے ساتھ تھے ۔ جب خدا نے چاہا کہ نسطورس کو اپنے جوار رحمت میں طلب کرے ان کو خواب میں وحی کی کہ مرعیدا کو اپنا وصی قرار دیں اور علوم و حکمت ان کے سپرد کریں ۔ پھر فیروز کے بعد اس کے لڑکے بلاش نے چار سال حکومت کی ۔ اس کے زمانے میں بھی خلیفۂ خدا مرعیدا تھے ۔ اس کے بعد اس کے بھائی قباد نے تینتالیس سال بادشاہت کی ۔ اس کے بعد اس کے بھائی جاماسف نے چھیالیس سال بادشاہت کی اس وقت بھی خلیفۂ خدا مرعیدا ہی تھے ۔ جاماسف کے بعد کسریٰ بن قباد بادشاہ ہوا اور چھیالیس سال آٹھ ماہ بادشاہ رہا ۔ اس کے زمانے میں بھی محافظ دین و شریعت مرعیدا تھے اور ان کے اصحاب اور شیعہ مومن تھے ۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو خدا نے ان کو خواب میں وحی فرمائی کہ نور اور حکمت کو بحیرا راہب کے سپرد کرو کسریٰ کے بعد اس کا بیٹا ہرمز بادشاہ ہوا ۔ اس کی

بادشاہت کی مدت اڑتیس سال ہے۔ اس کے زمانے میں بھی دین خدا کے محافظ بحیرا تھے ان پر ایمان رکھنے والے اور ان کی تصدیق کرنے والے مومنین بھی تھے۔ ہرمز کے بعد کسریٰ پرویز بادشاہ ہوا اس وقت بھی خلیفہ بحیرا ہی تھے۔ یہاں تک کہ جب حجتہائے خدا کی غیبت کی مدت طویل ہوئی اور وحی الہیٰ منقطع ہوئی اور لوگوں نے خدا کی نعمتوں کی ناقدری کی اور حقیر کہا تو غضب خدا کے سزاوار ہوئے۔ دین کو کمزور کیا، نماز کو ترک کیا اور قیامت قریب آگئی۔ مذہب پارہ پارہ ہوگیا۔ لوگ جہالت و تاریکی اور حیرت میں مبتلا ہوئے۔ مختلف دین اختیار کئے حق مشتبہ ہوگیا۔ حالات پراگندہ ہوئے اور پیغمبروں کو گزرے ہوئے مدتیں گزر گئیں کچھ لوگ تو اپنے پیغمبر کے دین پر باقی رہے اور بہت سے لوگوں نے کفرانِ نعمت کیا۔ خدا کی اطاعت کے بدلے ظلم و سرکشی اختیار کی اس وقت خدا نے نبوت و رسالت کے لئے شجرہ مشرفہ طیبہ سے اس کو چنا جس کو اپنے علم سابق اور نافذ ہونے والے قول میں ابتدائے خلقت سے پہلے اختیار کیا تھا اور اس سلسلہ کو اپنی خیر و خوبی کی انتہا، اپنے اخلاص کا مقصود اور اپنے برگزیدہ نفوس کا معدن قرار دیا یعنی حضرت محمدؐ کو اپنی نبوت کے لئے مخصوص فرمایا اور حضور اکرمؐ کو اپنی رسالت کے واسطے چنا اور ان کے دین کے ذریعہ سے حق کو ظاہر فرمایا تاکہ وہ اس کے بندوں کے درمیان حکمت کے ساتھ فیصلہ کریں اور دشمنوں سے جہاد کریں اور تمام گزشتہ نبیوں اور ان کے اوصیاء کے علوم حضور اکرمؐ کو ودیعت فرمائے۔ زبان عربی میں ان کو قرآن عطا فرمایا جس میں کسی طرف سے باطل کا گزر نہیں اور اس میں خبرہائے گزشتہ و آئندہ بیان فرمائیں۔

۲۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے حسن بن علی خزاز نے ان سے عمر بن ابان نے ان سے حسین بن ابو حمزہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو حمزہ زمین خالی نہیں ہوتی مگر یہ کہ ہم اہل بیت میں کوئی عالم (امام) ہو جب لوگ دین میں زیادتی کریں تو وہ بتائے کہ یہ زیادتی ہے اور جب کمی کریں تو بھی وہ بتائے کہ یہ کمی ہے۔ اور خدا اس عالم (امام) کو دنیا سے اس وقت تک نہیں اٹھاتا جب تک وہ اپنی اولاد میں اپنے علم کا وارث نہ چھوڑے۔

۲۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمدؒ بن حسن نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے عبداللہ الغفاری نے ان سے جعفر بن ابراہیم اور حسین بن زید نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے انہوں نے اپنے آباء کرام علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علی صلوٰۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری اولاد کو زوال نہیں وہ امن اور امید میں رہیں گے۔

۲۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے صفوان بن یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین خالی نہیں رہ سکتی مگر یہ کہ اس میں

ہم میں سے ایک امام ہو۔

۲۴۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ایّوب بن نوح نے ان سے ربیع بن محمد بن مسلی نے ان سے عبداللہ بن سلیمان عامری نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین پر اللہ کے طرف سے ہمیشہ ایک حجت خدا رہا ہے جو حلال و حرام جانتا ہے اور لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور حجت سے زمین خالی نہیں ہوگی مگر قیامت سے پہلے چالیس روز کے لئے۔ جب وہ حجت خدا زمین سے اٹھا لیا جائے گا تو توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا اور ایمان لانے والوں کا ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا جو لوگ حجت خدا کے چلے جانے کے بعد ایمان لائیں گے۔ وہ بدترین خلق ہوں گے۔ پھر ان کے لئے قیامت قائم ہوگی۔

۲۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے احمد بن محمد بن ابی نصر نے ان سے عقبہ بن جعفر نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے ان کی اولاد کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ صاحبِ امر اس وقت تک انتقال نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنے بعد اپنی اولاد نہ دیکھ لے۔

۲۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے علی بن ابی حمزہ نے ان سے ابو بصیر نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے بلند و بالا ہے کہ زمین کو امام عادل سے خالی رکھے۔

۲۷۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطّاب نے ان سے علی بن نعمان نے ان سے فضیل بن عثمان نے ان سے ابو عبیدہ نے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ مولا میری جان آپؑ پر فدا ہو مجھ سے سالم بن ابی حفصہ یلقانی نے کہا کہ کیا تم لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص مرجائے اور وہ امام (وقت) کی معرفت نہ رکھتا ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ پس اس نے مجھ سے کہا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے انتقال کے بعد تمہارا امام اب کون ہے۔ تو میں آپؑ پر قربان میں نے اس سے یہ کہتے ہوئے کراہت کی کہ جعفر علیہ السلام۔ پس اسی سے کہا میرے ائمہ آل محمدؑ ہیں۔ اس نے کہا: میں نہیں سمجھتا کہ تم صحیح (امام کی پیروی) کرتے ہو۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ سالم بن ابی حفصہ پر افسوس اور لعنت خدا ہو۔ وہ کیا جانے کہ امام کی منزلت کیا ہوتی ہے۔ امام کی منزلت ان خیالات سے بلند ہے جو سالم اور دوسرے لوگ رکھتے ہیں۔ ہم میں سے جب کوئی امام دنیا سے جاتا ہے تو اپنے علم کا وارث (امام) چھوڑتا ہے۔ جو علم اور سیرت میں اس جیسا ہو۔ اور ان امور کی دعوت دے جن کی سابقہ امام نے دعوت

دی اور اللہ کے لئے کوئی ممانعت نہیں کہ جو اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا کیا اس سے زیادہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا کرے۔

۲۸۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر نے ان سے عثمان بن اسلم نے ان سے ذریح نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سے دنیا کو بغیر امام کے نہیں چھوڑا۔ جو لوگوں کو اللہ کی طرف ہدایت کرے اور وہ بندوں پر اللہ کی حجت ہوتا ہے۔ پس جس نے اسے چھوڑا وہ ہلاک ہوا اور جس نے ان کا دامن تھاما اس نے نجات پائی۔

اسی نوعیت کی ایک روایت میرے والدؒ نے مجھ سے بیان کی ان سے عبداللہ بن جعفر نے ان سے محمد بن عیسیٰ، جعفر بن بشیر اور صفوان بن یحییٰ نے ان سے ذریح نے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے۔

۲۹۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے ابن محبوب ان سے علاء نے ان سے ابن ابی یعفور نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ دنیا ایک دن کے لئے بھی ہم اہل بیت میں سے کسی امام کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی جس کے باعث امت امان میں رہے

۳۰۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن حسین نے ان سے ابن ابی عمیر نے ان سے حمزہ بن حمران نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر دنیا میں دو افرد باقی رہ جائیں تو ان میں یا تو پہلا حجت ہوگا یا دوسرا حجت ہوگا۔

۳۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عبدالحمید نے ان سے منصور بن یونس نے ان سے عبدالرحمن بن سلیمان نے ان سے ان کے والد نے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حارث بن نوفل سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ ہدایت ہم سے ہے یا ہمارے غیر سے تو آپؐ نے فرمایاہدایت تا قیامت ہم سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ (امت کو) شرک کی تاریکیوں سے نجات دلائی ہے۔ ہمارے ذریعہ امت کو گمراہی سے نجات ملی ہے اور ہمارے ذریعہ لوگ فتنہ و شرک کے اندھیرے سے نکل کر ہدایت کے اجالے میں آئے ہیں۔ ہمارے ذریعہ اللہ اختتام کرے گا جس طرح ہمارے ذریعہ ابتداء کی ہے۔

۳۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے جعفر بن بشیر اور صفوان بن یحییٰ نے ان سے معلی بن عثمان نے ان سے معلی بن خنیس نے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا حضرت نوح علیہ السلام کے بعد سے یہ ضروری ہے کہ لوگوں کے درمیان ایک ایسا فرد ہو جس کی اطاعت ان تمام لوگوں پر واجب ہو۔ آپؑ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

۳۳۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے محمد بن اسماعیل بن بزیع نے ان سے منصور بن یونس نے ان سے ان کے ایک ساتھی نے اس سے ابو حمزہ نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت **کل شي ھالک الا وجھه** (سورۃ قصص آیت ۸۸) "ہر شے کے لئے فنا ہے مگر اس کا چہرہ" کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: کیا تمہارا خیال ہے کہ ہر شے ہلاک ہوجائے گی اور صرف اللہ تعالیٰ کا چہرہ باقی رہے گا؟ اللہ تعالیٰ بلند ہے ان باتوں سے جو اس کی طرف نسبت دی جاتی ہیں۔ بلکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر شے ہلاک ہوجائے گی سوائے اس کے دین کے اور ہم ہی وہ وجہ ہیں جس سے اللہ پہچانا جاتا ہے۔ اور اپنے بندوں کے درمیان سے اس کو اٹھاتا ہے جب تک اس کی روبہ موجود ہے۔ میں نے پوچھا: روبہ کسے کہتے ہیں آپؑ نے فرمایا حاجت۔ پس جب بندوں میں (حجت خدا کی) حاجت ختم ہوجائے گی تو اللہ ہم کو اٹھالے گا پھر جو پسند کرے گا وہ کرے گا (یعنی قیامت آجائے گی)۔

۳۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے جعفر بن بشیر نے ان سے عمر بن ابان نے ان سے ضریس کناسی نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت **کل شي ھالک الا وجھه** کے بارے میں فرمایا کہ ہم ہی وہ وجہ ہیں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوتی ہے۔

۳۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے محمد بن حسن صفار، سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے ابو القاسم ہاشمی نے ان سے عبید بن نفیس انصاری نے ان سے حسن بن سماعہ نے ان سے جعفر بن سماعہ نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان سے ایک صحیفہ لے کر نازل ہوئے وہ ایک ایسا صحیفہ تھا کہ اس جیسا صحیفہ نہ کبھی پہلے نازل ہوا تھا نہ بعد میں نازل ہوا۔ وہ صحیفہ کئی سونے کی مہروں میں بند تھا پس جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ آپؐ کی وصیت ہے اس کے لئے جو آپ کے اہل میں نجیب ہے۔ آپؐ نے پوچھا اے جبرئیل (علیہ السلام) میرے اہل میں نجیب کون ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: پہلا علی ابن ابی طالبؑ۔ پس آپؐ کے انتقال کے بعد وہ اس میں سے ایک مہر توڑے گا اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرے گا۔ پس حضور اکرمؐ کے انتقال کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے ایک مہر توڑی اور اس صحیفہ میں لکھی ہوئی ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ ان کے بعد وہ صحیفہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ آپؑ نے اس کی ایک مہر توڑی اور اس میں جو لکھا تھا اس کے مطابق عمل کیا۔ پھر وہ صحیفہ حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہنچا۔ آپؑ نے اپنے حصہ کی مہر توڑی اور صحیفہ کھولا تو دیکھا کہ اس میں لکھا تھا کہ آپ حصولِ شہادت کے لئے خروج کریں اور شہادت صرف ان

لوگوں کو حاصل ہوگی جو آپؑ کی حمایت میں لڑیں گے ۔ پس آپؑ نے اس کے مطابق عمل کیا ۔ اس کے بعد ایک مرد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام) کے پاس صحیفہ پہنچا تو انہوں نے (اپنے حصہ کی) مہر توڑی تو اس میں پایا کہ خاموشی اختیار کرو اور گوشہ نشین ہوجاؤ اور اللہ کی اتنی عبادت کرو کہ یقین حاصل ہوجائے ۔ آپؑ کے بعد وہ صحیفہ ایک مرد (حضرت امام محمد باقر علیہ السلام) تک پہنچا ۔ انہوں نے اس کی مہر توڑی تو اس میں یہ ہدایت تھی کہ لوگوں کو حدیث اور احکامات بیان کرو اور اپنے آباء کرام علیہم السلام کے علم کو پھیلاؤ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا خوف نہ کھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارا ضامن ہے ۔ اور حکم دیا کہ اس صحیفہ کو اپنے بعد کے امام کو دو ۔ اس طرح یہ صحیفہ ایک امام کے بعد دوسرے امام تک تاقیامت منتقل ہوتا رہے گا ۔

۳- بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے حسن بن علی زیتونی نے ان سے بن ہلال نے ان سے خلف بن حمّاد نے ان سے ابن مسکان نے اس سے محمد بن مسلم نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ حجت خلق سے پہلے خلق کے ساتھ اور خلق کے بعد بھی رہے گی ۔

۳- بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر نے ان سے محمد بن حسین نے ان سے یزید بن اسحاق شعر نے ان سے ہارون بن حمزہ غنوی نے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے یہ لازم ہے کہ لوگوں میں ایک ایسا فرد ہو جس کی اطاعت کا لوگوں کو حکم دیا گیا ہو ۔ آپؑ نے فرمایا:یہ (سنت الہیٰ) ہمیشہ رہی ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ۔

۳- بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر نے ان سے محمد بن حسین نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے حمزہ بن حمران نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر زمین پر صرف دو اشخاص رہ جائیں تو ان میں ایک حجت خدا ہوگا اور اگر (ان میں سے) ایک مرجائے تو دوسرا حجت خدا ہوگا ۔ (یعنی زمین حجت خدا سے کبھی خالی نہیں رہے گی) ۔

۳- بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے ہشام بن سالم نے ان سے یزید کناسی نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو خالد زمین ایک دن کے لئے بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہی اس دن سے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلق کر کے زمین پر بھیجا ہے ۔

۳- بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ایوب بن نوح نے ان سے صفوان بن یحییٰ نے ان سے عبداللہ بن خداش بصری نے کہا کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:کیا زمین امام کے بغیر ایک ساعت کے لئے قائم رہ سکتی ہے ۔ آپؑ نے فرمایا:زمین حق (یعنی امام) سے

خالی نہیں رہ سکتی۔

۴۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے احمد بن ادریس نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے احمد بن محمد بن ابو نصر نے ان سے حمّاد بن عثمان نے ان سے عبداللہ بن ابو یعفور نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا: کیا زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ پھر پوچھا گیا: (ایک وقت میں) دو امام ہوسکتے ہیں؟ آپؑ نے جواب دیا: نہیں۔ مگر یہ کہ ان میں ایک خاموش رہے (اعلان امامت نہ کرے)۔

۴۲۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے عباس بن معروف نے ان سے ابراہیم بن مہزیار نے ان سے ان کے بھائی علی بن مہزیار نے ان سے حسن بن بشّار واسطی نے بیان کیا کہ حسین بن خالد نے ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا اور اس وقت میں موجود تھا۔ کہ کیا زمین امام سے خالی ہوسکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

۴۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے ابن محبوب نے ان سے علی بن ابی حمزہ نے ان سے ابی بصیر نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے جلیل تر و عظیم تر ہے کہ وہ زمین کو امام عادل کے بغیر چھوڑ دے۔

۴۴۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطّان نے ان سے عباس بن فضل مقری نے ان سے محمد بن علی بن منصور نے ان سے عمرو بن عون نے ان سے خالد نے ان سے حسن بن عبیداللہ نے ان سے ابو الضحیٰ نے ان سے زید بن ارقم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، کتاب اللہ اور اپنی عترت (اہل بیت) یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہوجائیں گے۔

۴۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن احمد بن یونس نے ان سے عباس بن فضل نے ان سے ابو زرعہ نے ان سے کثیر بن یحییٰ ابو مالک نے ان سے ابو عوانہ نے ان سے اعمش نے ان سے حبیب ابن ابی ثابت نے ان سے عامر بن واثلہ نے ان سے زید بن ارقم نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو مقام غدیر خم میں آپؐ نے سائبان بنانے کا حکم دیا پھر اس سائبان میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آیا ہے اور میں نے اسے قبول کرلیا ہے۔ پس میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ ان میں ایک دوسرے سے بڑی ہے۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت میرے اہل بیت۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ تم میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے۔ پھر فرمایا: اللہ میرا مولا ہے۔ اور میں ہر مومن کا مولا ہوں پھر حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ تھاما اور فرمایا: جس کا میں ولی ہوں اس کا یہ (علیؑ)

ولی ہے ۔ اے اللہ تو اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے ۔ راوی نے زید بن ارقم سے پوچھا: کیا تم نے خود یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ۔ تو انہوں نے کہا: اس وقت جو بھی وہاں موجود تھا ہر ایک نے اپنے اپنے کانوں سے یہ حدیث سنی اور اپنی اپنی آنکھوں سے اس معاملہ کو دیکھا ۔

۴۶ ۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر بن حسین بغدادی نے ان سے عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز نے ان سے بشر بن ولید نے ان سے محمد بن طلحہ نے ان سے اعمش نے ان سے عطیہ بن سعید نے ان سے ابو سعید خدری نے بیان کیا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ مجھے (اللہ کی طرف سے) بلاوا آنے والا ہے اور میں اس کو قبول کرلوں گا ۔ میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑ رہا ہوں اللہ کی کتاب اور میری عترت ۔ کتاب اللہ وہ رسی ہے جو زمین سے آسمان کے درمیان کھینچی گئی ہے ۔ اور میری عترت میرے اہل بیت ہیں ۔ تحقیق اللہ لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملیں گے پس دیکھنا یہ ہے کہ تم میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو ۔

۴۷ ۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر بغدادی نے ان سے محمد بن حسین بن حفص خثعمی نے ان سے محمد بن عبید نے ان سے صالح بن موسیٰ نے ان سے عبدالعزیز بن رفیع نے ان سے ابو صالح نے ان سے ابوہریرہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم ان دونوں سے متمسک رہے اور ان کے کہنے کے مطابق عمل کیا تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے ۔ کتاب اللہ اور میری سنت اور یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کریں گے ۔

۴۸ ۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر حافظ نے ان سے قاسم بن عبّاد نے ان سے سوید نے ان سے عمرو بن صالح نے ان سے زکریا نے ان سے عطیہ نے ان سے ابو سعید نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں جو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم ان سے متمسک ہوئے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے ایک کتاب اللہ جو (آسمان اور زمین کے درمیان کھینچی گئی) رسی ہے دوسرے میری عترت میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملیں گے ۔

۴۹ ۔ بیان کیا مجھ سے حسن بن عبداللہ بن سعید نے ان سے محمد بن احمد بن حمدان قشیری نے ان سے حسین بن حمید نے ان سے ان کے بھائی حسن بن حمید نے ان سے علی بن ثابت دھان نے ان سے سعاد بن سلیمان نے ان سے ابو اسحاق نے ان سے حارث نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جلد ہی میرا پیغام اجل آنے والا ہے اور میں اسے لبیک کہہ دوں گا ۔ پس میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں سے ایک دوسرے سے افضل ہے ۔ کتاب اللہ اور میری عترت میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے

یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے۔

۵۰۔ بیان کیا مجھ سے حسن بن عبداللہ بن سعید نے ان سے قشیری نے ان سے مغیرہ بن محمد بن مہلب نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبداللہ بن داؤد نے ان سے فضیل بن مرزوق نے ان سے عطیہ عوفی نے ان سے ابو سعید خدری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ان میں ایک دوسری سے طویل ہے۔ کتاب اللہ جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی رسی ہے جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور میری عترت۔ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہوں گے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو سعید سے پوچھا عترت رسولؐ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا ان کے اہل بیت علیہم السلام۔

۵۱۔ بیان کیا مجھ سے علی بن فضل بغدادی نے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عمر ابو العباس ثعلب کے ساتھی سے سنا کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو العباس ثعلب سے سنا کہ رسول اکرمؐ کے اس قول **انی تارک فیکم الثقلین** کے معنی دریافت کئے گئے کہ ان دونوں کا نام "ثقلین" کس لئے رکھا گیا۔ تو اس کا جواب دیا کہ اس لئے کہ ان دونوں سے تمسک رکھنا ثقیل اور گراں ہے۔

۵۲۔ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن شعیب ابو محمد جوہری نے ان سے عیسیٰ بن محمد علوی نے ان سے ابو عمرو احمد بن ابو حازم غفاری نے ان سے عبیداللہ ابن موسیٰ نے ان سے شریک نے ان سے رکین بن ربیع نے ان سے قاسم بن حسان نے ان سے زید بن ثابت نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ کتاب اللہ اور میری عترت میرے اہل بیت۔ آگاہ رہو کہ یہ دونوں میرے بعد میرے خلیفہ ہیں اور یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہوں گے۔

۵۳۔ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن شعیب ابو محمد جوہری نے ان سے عیسیٰ بن محمد علوی نے ان سے حسین بن حسن حیری نے کوفہ میں ان سے حسن بن حسین عرنی نے ان سے عمرو بن جمیع نے ان سے عمر بن ابو المقدام نے ان سے جعفر بن محمد علیہما السلام نے اپنے والد گرامی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک روز جابر ابن عبداللہ تشریف لائے تو میں نے کہا کہ حجۃ الوداع کے بارے میں کچھ بتائیں۔ تو انہوں نے ایک طویل حدیث بیان کی پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم میں وہ چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر ان سے متمسک رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ کتاب اللہ اور میری عترت میرے اہل بیت۔ پھر تین مرتبہ فرمایا اے اللہ گواہ رہنا۔

۵۴۔ بیان کیا مجھ سے حسن بن عبداللہ بن سعید نے ان سے محمد بن احمد بن حمدان قشیری نے ان سے ابو الحاتم مغیرہ بن محمد بن مہلب نے ان سے عبدالغفار بن محمد بن کثیر کلابی کوفی نے ان سے جریر بن عبدالحمید نے ان سے حسن بن عبیداللہ نے ان سے ابو الضحیٰ نے ان سے زید بن ارقم نے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر ان سے متمسک رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے کتاب اللہ اور میری عترت، میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر مجھ سے ملیں گے۔

بیان کیا مجھ سے حسن بن عبداللہ نے ان سے محمد بن احمد بن حمدان قشیری نے ان سے حسین بن حمید نے ان سے ان کے بھائی حسن بن حمید نے ان سے علی بن ثابت دھان نے ان سے سعاد بن سلیمان نے ان سے ابو اسحاق نے ان سے حارث نے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میرا پیغام اجل آنے والا ہے اور میں اسے قبول کرنے والا ہوں۔ پس میں تم میں دو وزنی گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں ایک دوسری سے افضل ہے۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت، میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض (کوثر) پر ملاقات کریں گے۔

O یہ حدیث انہی اسناد اور اسی عبارت کے ساتھ اس باب کی ۴۹ ویں حدیث میں آچکی ہے۔

بیان کیا مجھ سے حسن بن عبداللہ نے ان سے قشیری نے ان سے مغیرہ بن محمد نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبداللہ بن داؤد نے ان سے فضیل بن مرزوق نے ان سے عطیہ عوفی نے ان سے ابو سعید خدری نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں ایک دوسرے سے طویل (بڑی) ہے ایک کتاب اللہ جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی رسی ہے جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور (دوسری) میری عترت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہوں گے راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو سعید سے پوچھا عترت رسولؐ کون ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ ان کے اہل بیت علیہم السلام ہیں۔ OO یہ حدیث انہی اسناد اور اسی عبارت کے ساتھ اس باب کی پچاسویں حدیث میں آچکی ہے۔

۵۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر حافظ بغدادی نے ان سے عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث نے ان سے احمد بن معلی الادمی نے ان سے یحییٰ بن حماد نے ان سے ابو عوانہ نے ان سے اعمش نے ان سے حبیب بن ابی ثابت نے ان سے عامر بن واثلہ نے ان سے زید بن ارقم نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو غدیر خم کے مقام پر آپؐ نے ایک سائبان بنانے کا حکم دیا اور اس میں قیام کیا پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میرے پاس پیغام اجل آگیا ہے اور میں اسے قبول کرلوں گا۔ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت میرے اہل بیت۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ میرے بعد تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے۔ پھر فرمایا: اللہ میرا مولا ہے اور میں ہر مومن و مومنہ کا مولا ہوں۔ پھر آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام

کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس کا میں ولی ہوں اس کا علی ولی ہے ۔ پس راوی کہتا ہے کہ میں نے زید بن ارقم سے پوچھا کہ کیا تم نے یہ حدیث خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے ؟ تو زید بن ارقم نے جواب دیا کہ ہاں ۔ جو بھی (وہاں) موجود تھے ان سب نے اپنے کانوں سے حدیث سنی اور اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ دیکھا ۔

۵۶ ۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر نے ان سے عبداللہ بن یزید ابو محمد بجلی نے ان سے محمد بن طریف نے ان سے محمد بن فضیل نے ان سے اعمش نے ان سے عطیہ نے ان سے ابو سعید نے ان سے حبیب بن ابی ثابت نے ان سے زید بن ارقم نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس داعی اجل کا پیغام آگیا ہے ۔ اور میں نے اسے لبیک کہہ دیا ہے ۔ پس میں تم میں دو (۲) گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں ۔ ان میں (دونوں) ایک دوسرے سے بڑی ہیں ۔ ایک اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی رسی ہے اور دوسری میری عترت ، میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے ۔ لہذا غور کرو کہ ان کے حق میں کیونکر میری قائم مقامی کرو گے ۔

۵۷ ۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمرو نے ان سے ابو جعفر محمد بن حسین بن حفص نے ان عباد بن یعقوب نے ان سے ابو مالک عمرو بن ہاشم جنبی نے ان سے عبدالملک نے ان سے عطیہ نے ان سے ابو سعید نے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ۔ اے لوگو میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم ان سے متمسک رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے ۔ وہ دو گرانقدر چیزیں ہیں ۔ ان میں ایک دوسری سے بڑی ہے (ایک) اللہ کی کتاب وہ رسی ہے جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی ہے ۔ اور (دوسری) میری عترت میرے ، اہل بیت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے ۔

۵۸ ۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر نے ان سے حسن بن عبداللہ بن محمد بن علی تمیمی نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں ۔ کتاب اللہ اور میری عترت ، میرے اہل بیت ۔ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے ۔

۵۹ ۔ بیان کیا مجھ سے ابو محمد جعفر بن نعیم بن شاذان نیشاپوری نے ان سے ان کے چچا ابو عبداللہ محمد بن شاذان نے ان سے فضل بن شاذان نے ان سے عبیداللہ بن موسیٰ نے ان سے اسرائیل نے ان سے ابو اسحاق نے ان سے حنش ابن معتمر نے کہ میں نے دیکھا کہ ابو ذر غفاری کعبہ کی زنجیر کو پکڑ کر باآواز بلند کہہ رہے ہیں کہ اے لوگوں جو مجھے

پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ میں ابوذر (غفاری) جندب بن سکن ہوں - میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں (ایک کتاب اللہ اور دوسری) میری عترت ، میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے - یہاں تک کہ مجھ سے حوض (کوثر) پر ملیں گے - نیز (یہ بھی فرمایا) ان دونوں کی مثال تمہارے درمیان سفینہ نوح کی ہے - جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے منہ موڑا وہ غرق ہوا -

۶۰ - بیان کیا مجھ سے شریف الدین صدوق ابو علی محمد بن احمد بن محمد زبارہ بن عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب صلوات اللہ علیہم نے ان سے علی بن محمد بن قتیبہ نے ان سے فضل بن شاذان نیشاپوری نے ان سے عبیداللہ بن موسیٰ نے ان سے شریک نے ان سے رکین بن ربیع نے ان سے قاسم بن حسان نے ان سے زید بن ثابت نے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں اپنے دو خلیفہ اور نمائندے چھوڑ رہا ہوں - (ایک) اللہ کی کتاب (دوسری) میری عترت میرے اہل بیت - یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے - یہاں تک کہ مجھ سے حوض (کوثر) پر ملیں گے -

۶۱ - بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار نیشاپوری نے ان سے علی بن محمد بن قتیبہ نے ان سے فضل بن شاذان نے ان سے اسحاق بن ابراہیم نے ان سے عیسیٰ بن یونس نے ان سے زکریا بن ابی زائدہ نے ان سے عطیہ عوفی نے ان سے ابو سعید خدری نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا - میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں ایک دوسری سے بڑی ہے - (ایک) اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی رسی ہے اور (دوسری) میری عترت میرے اہل بیت - یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض (کوثر) پر ملیں گے -

۶۲ - بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے علی بن محمد بن قتیبہ نے ان سے فضل بن شاذان نے ان سے اسحاق بن ابراہیم نے ان سے جریر نے ان سے حسن بن عبیداللہ نے ان سے ابو الضحیٰ نے ان سے زید بن ارقم نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں اللہ کی کتاب اور اپنے اہل بیت کو چھوڑ رہا ہوں - یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے -

۶۳ - بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے ابراہیم بن عمر یمانی نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے کہ حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں طاہر اور معصوم قرار دیا ہے اور ہمیں خلق پر گواہ اور اپنی زمین پر اپنی حجت قرار دیا ہے - اور ہم کو قرآن کے ساتھ اور قرآن کو ہمارے ساتھ

قرار دیا ہے۔ نہ ہم قرآن سے جدا ہوں گے اور نہ قرآن ہم سے (جدا ہوگا)۔

۶۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن زکریا بن جعفر ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے غیاث بن ابراہیم نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول **انی مخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی من العترۃ** کا مطلب دریافت کیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا (عترتی سے مراد) میں، حسنؑ اور حسینؑ اور حسینؑ کی اولاد میں جو نو ائمہ ہوں گے جن میں نواں مہدی و قائم ہوگا یہ کتاب خدا سے جدا نہ ہوں گے اور نہ کتاب خدا ان سے جدا ہوگی۔یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے۔

۶۵۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن عبداللہ بن احمد بن ابو عبداللہ برقی نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد احمد بن ابو عبداللہ نے ان سے ان کے والد محمد بن خالد نے ان سے غیاث بن ابراہیم نے ان سے ثابت ابن دینار نے ان سے سعد بن طریف نے ان سے سعد بن جبیر نے ان سے ابن عباس نے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ میں حکمت کا شہر ہوں اور تم اس کا دروازہ اور شہر میں صرف دروازہ سے داخل ہوا جاتا ہے۔ پس وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ گمان کرے کہ اسے مجھ سے محبت ہے حالانکہ وہ تم سے بغض رکھتا ہے۔ کیونکہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ تمہارا گوشت میرے گوشت سے۔ تمہارا خون میرے خون سے۔ تمہاری روح میری روح سے تمہارا راز میرا راز۔ تمہارا اعلان میرا اعلان۔ تم میری امت کے امام اور میرے بعد ان پر خلیفہ ہو۔ سعید ہے وہ جس نے تمہاری اطاعت کی۔ شقی ہے وہ جس نے تمہاری مخالفت کی۔ نفع میں رہا وہ جس نے تم سے تولا کیا۔ خسارے میں رہا وہ جس نے تم سے عداوت کی۔ کامیاب ہوا جس نے تم سے تمسک اختیار کیا۔ ہلاک ہوا جس نے تمہیں چھوڑا۔ تمہارے اور تمہاری اولاد میں جو ائمہ ہیں ان کی مثال سفینہ نوح کی ہے جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی۔ جس نے منہ موڑا وہ غرق ہوا اور تم لوگوں (ائمہ) کی مثال ستاروں جیسی ہے۔ ایک ستارے کے غائب ہونے کے بعد دوسرا طلوع ہوجاتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

عترت و آل و اہل و ذریت و سلالہ کے معنی

اس کتاب کے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول **انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی کتاب اللہ و عترتی الا و انہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض** کے متعلق یہ سوال کرے کہ آپ ابوبکرؓ کو اور تمام بنو امیہ کو عترت میں شامل

کیوں نہیں سمجھتے یا آپ صرف حسنؑ و حسینؑ کی اولاد کو ہی عترت کیوں مانتے ہیں۔ اور اس صورت میں تو حضرت علی علیہ السلام بھی عترت میں شامل نہیں ہوئے۔ ان کو جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ کے سوال کی ایک وجہ لغت ہے۔ اور اس پر دلیل حضور اکرمؐ کے قول میں ہے کہ **عترتی اہل بیتی** میں اہل ماخوذ ہے **اھالة البیت** سے اور ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے بیت کو آباد کیا ہو۔ اسی لئے ہر وہ فرد جس نے کسی گھر کو آباد کیا وہ اس کا اھل کہلائے گا اور اسی لئے قریش کو آل اللہ کہا جاتا تھا کیونکہ وہ اللہ کے گھر کے آباد کرنے اور انتظام کرنے والے تھے۔ آل اور اہل دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ حضرت لوطؑ کے قصہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ **فاسر باھلک بقطع من الیل** (سورۃ ھود آیت ۸۱) "سو لے نکل اپنے لوگوں کو کچھ رات سے۔" نیز ارشاد ہوتا ہے **الا آل لوط نجینا ھم بسحر** (سورۃ قمر آیت ۳۴) "سوائے لوط کے گھر کے ان کو ہم نے بچا دیا پچھلی رات سے۔" یہاں اہل کو آل کہا گیا۔ اور آل لغت میں اہل ہی ہے۔ آل اہل کی تصغیر ہے۔ عربوں نے اہل کی تصغیر اہیل بنائی "ھاء" کی ثقالت کی وجہ سے "ھاء" کو ساقط کردیا اور آل بولنے لگے۔ پس آل کے معنی ہیں کسی بھی شخص کے اہل میں سے ہر وہ فرد جس کا نسب میں اس سے تعلق ہو۔

پھر اس لفظ "آل" کو امت کے لئے مجازی طور پر استعمال کیا گیا اور ہر وہ فرد جو دین میں حضور اکرمؐ کا پیرو کار ہے اس کو آل میں شامل کیا گیا اور دلیل میں یہ ارشاد رب العزت پیش کیا جاتا ہے۔ **ادخلوا آل فرعون اشد العذاب** (سورۃ مومن آیت ۴۶) "(حکم ہوگا) داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں" کیونکہ یہاں آل فرعون سے مراد فرعون کی اتباع کرنے والے ہیں۔ اور اللہ نے ان کی مذمت کفر کے باعث کی ہے۔ نسبت کے باعث نہیں۔ پس یہاں آل فرعون سے مراد اہل بیت فرعون نہیں ہے۔ پس (اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ) "آل" کا لفظ اہل خاندان کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مگر یہ کہ مجاز کے لئے کوئی دلیل ہو۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ "آل" سے مراد بیٹے ہیں۔

پس اہل سے مراد ذریت میں کسی شخص کی اولاد اس کے باپ کی اولاد اور قریب ترین جد کی اولاد ہے۔ لیکن دور کے جد (جیسے پر دادا لکڑ دادا وغیرہ وغیرہ) کی اولاد شامل نہیں ہے۔ اسی لئے عرب عجم کو اپنا اھل نہیں مانتے حالانکہ دونوں کے جد حضرت ابراھیم علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح قبیلہ مضر قبیلہ ایاد اور ربیعہ کو اپنا اہل نہیں کہتے اور نہ ہی قریش مضر کو اپنا اہل مانتے ہیں۔ اور اگر تمام قریش کا اہل رسول ہونا نسب کے اعتبار سے جائز ہوتا تو پھر مضر کی اولاد اور تمام عرب (آپس میں) اہل ہوتے۔ پس اہل سے مراد کسی شخص کے قریبی (رشتے کے) گھر والے اور حضور اکرمؐ کے اہل بنو ہاشم ہوئے۔ پس جب حضور اکرمؐ کا یہ قول **انی مخلف فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی** کے متعلق اگر کوئی حضور اکرمؐ سے سوال کرتا کہ عترت سے کیا مراد ہے تو آپ تفسیر

فرماتے میرے اہل بیت اور لغت میں عترت وہ درخت ہے جو گوہ کے گہرے سوراخ کے کنارے پر اگتا ہے۔ جیسا کہ ہذلی نے یہ شعر کہا۔

فماكنت اخشى ان اقيم خلافهم
لستة ابيات كماينبت العتر

(میں اس سے نہیں ڈرتا کہ میں ان کے خلاف چھ بیتوں کے لئے قیام کروں جیسا کہ درخت عتر اگتا ہے۔)

ابو عبید (قاسم بن سلام جو لغت، حدیث اور ادب کا ماہر تھا) نے کتاب الامثال میں اپنے ایک ہم نام ماہر لغت ابو عبید (معمر) سے حکایت کی ہے کہ العتر و العطر کا مطلب ہے انسان کی اصل اسی لئے محاورہ ہے۔ " **عادت لعتر هالميس** " یعنی لمیس اپنی جس اصل کو چھوڑ چکی تھی اس پر واپس پلٹ آئی۔

اصل لغت میں عترت سے مراد اہل الرجل ہے۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ " **عترتی اہل بیتی** " پس عترت سے مراد اہل اور اولاد کے اہل ہیں۔ اگر عترت سے مراد اہل نہ ہوتے اور صرف اولاد کے اہل ہوتے تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول میں حضرت علی علیہ السلام داخل نہ ہوتے اور اگر وہ داخل نہ ہوتے تو پھر وہ ان افراد میں شامل نہ ہوتے جو قرآن مجید سے جدا نہ ہوں گے اور جن کا تمسک گمراہ نہ ہونے دے گا۔ (دوسری بات) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد (اپنے اہل اور اولاد میں سے) خواص کے لئے ہے اور اگر یہ قول اپنی اولاد کے لئے مخصوص ہے تو ان میں بھی (سب کے لئے نہیں بلکہ صرف چند) خواص کے لئے ماننا قابل اعتراض نہیں ہے۔

اور یہ کہ حضرت علی علیہ السلام بھی عترت میں داخل ہیں اس کی دلیل خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد " یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض (کوثر) پر ملیں گے۔" ہے کیونکہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کتاب اللہ کے حکم سے کبھی جدا نہ ہوئے۔ بعد رسول حضرت علی علیہ السلام سے بڑھ کر کتاب خدا کا عالم کوئی اور نہ تھا۔ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام بھی ان افراد میں داخل تھے جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد (بطور عترت) چھوڑا تھا۔ پس امت میں کوئی فرد بھی ایسا نہیں ہے جو ان دونوں ائمہ کو حضرت علی علیہ السلام سے زیادہ عالم کتاب خدا کہہ سکے۔ بلکہ یہ دونوں امامین علیہما السلام حضرت علی علیہ السلام سے علم امامت کو وراثت میں پانے والے ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا " میں تم میں جو چیز چھوڑ رہا ہوں اگر تم اس سے متمسک ہوئے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔" یہ ارشاد دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا تو یہ ہر زمانے کے لئے ہے یا کسی ایک زمانے سے مخصوص ہے۔ اگر یہ ہر زمانے کے لئے ہے تو پھر حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں عترت میں کون تھا جس کو آپ نے چھوڑا تھا، کیا اس زمانے میں اس قول سے مراد جناب

حسنین علیہما السلام تھے یا حضرت علی علیہ السلام ۔ اگر کوئی کہے کہ جناب حسنین علیہما السلام تو پھر لازم قرار پاتا ہے کہ جناب حسنین علیہما السلام اپنے والد سے زیادہ کتاب خدا کا علم رکھتے تھے اور اس صورت میں ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص اجماع امت کا مخالف قرار پاتا ہے ۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کسی ایک مخصوص وقت سے زیادہ سزاوار ثابت نہیں ہوتا (یعنی اس مخصوص وقت میں تمسک لازمی تھا دوسرے میں نہیں اس کی کوئی دلیل نہیں ہو سکتی) پس اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہر زمانے کے لئے عام قرار دیا جائے تو حضرت علی علیہ السلام اپنے زمانے میں فرد عترت قرار پاتے ہیں ۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ثابت کرتا ہے کہ قیامت تک حجت خدا رہے گی اور کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں رہے گا ۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " ان (اہل بیت) کی مثال ستاروں کی طرح ہے ۔ جب ایک ستارہ غائب ہوتا ہے تو دوسرا طلوع ہو جاتا ہے (یہ سلسلہ) قیامت تک کے لئے ہے " اور اس سے ہماری اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ زمین حجت خدا سے خالی نہ ہوگی چاہے وہ حجت خدا ظاہر و مشہور ہو یا غائب ہو کیونکہ امام کے بغیر بینات دین باطل قرار پائیں گے ۔ اور جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذیل کی حدیث میں بیان فرمایا کہ عترت وہ ہیں جو کتاب خدا سے قریب ہوں ۔

بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے ان سے حسن بن علی سکری نے ان سے محمد بن زکریا جوہری نے ان سے محمد بن عمارہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے حضرت علی بن حسین امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سے جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں کتاب اللہ اور میری عترت ، میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملیں گے اس طرح اور یہ کہہ کر آپ نے دو انگلیوں کو ملایا ۔ پس جابر ابن عبداللہ انصاری نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی عترت کون ہیں ؟ آپؐ نے فرمایا " علی و حسن و حسین اور حسین کی اولاد (علیہم السلام) میں سے قیامت تک ہونے والے ائمہ ۔

محمد بن بحر شیبانی نے اپنی کتاب " **کتاب الیاقوتۃ** " میں محمد بن عبدالجبار سے حکایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو العباس ثعلب بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابن اعرابی نے بیان کیا کہ عترت کے معنی وہ درخت ہے جو کوہ کے بل کے سرے پر اگ جائے اور اس سے مراد کسی شخص کی اولاد اور اس کے صلب میں ہونے والی ذریت ہے اسی لئے حضرت علی علیہ السلام اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد کو ذریت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عترت محمدؐ کہا جاتا ہے ۔ ثعلب کہتے ہیں کہ میں نے ابن اعرابی سے پوچھا کہ پھر ابو بکرؓ نے سقیفہ کے دن یہ کیوں کہا تھا کہ " ہم عترت

ل ہیں " تو ابن اعرابی نے جواب دیا کہ ابو بکرؓ کا مطلب تھا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر والے اور ان قبیلے والے ہیں ۔ اور عترت محمدؐ تو صرف اولاد فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں ۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سورہ براۃ کی تبلیغ لئے ابو بکرؓ کو واپس بلا کر حضرت علی علیہ السلام کو بھیجا گیا ۔ کیونکہ حضور اکرمؐ کو حکم یہ تھا کہ اس کی تبلیغ یا تو ؐ خود کریں یا ایسا شخص جو آپؐ سے ہو ۔ اگر ابو بکرؓ نسب کے اعتبار سے عترت میں شامل ہوتے تو ان کو سورہ براۃ کی غ سے واپس نہیں بلایا جاتا اور نہ علی علیہ السلام کو ان کے بجائے بھیجا جاتا ۔

یہ بھی کہا گیا کہ " عترۃ " ایک بڑا سنگلاخ پتھر ہے ۔ جہاں گوہ گہرا سوراخ بنالیتی ہے ۔ اور پناہ لیتی ہے ۔ اور یہ یہ ب قلت ہدایت ہے ۔ اور کہا گیا کہ " عترۃ " اس کٹے ہوئے درخت کی جڑ ہے جو اپنی جڑوں سے اگتا ہے ۔ اور عترۃ ان ں (کے علاوہ) نبی اکرمؐ کے قول کے مطابق " نہ فرعہ (یعنی اونٹنی کا وہ پہلا بچہ جسے تبرکاً لپنے لپنے بتوں کے سامنے ذبح تے تھے) نہ عتیرہ (وہ ذبیحہ جو ماہ رجب میں بتوں کے سامنے کیا جاتا تھا اور اس کا خون بت کے سر پر مل دیا جاتا تھا) ۔ ر اصمعی نے کہا زمانہ جاہلیت میں آدمی اپنی بھیڑوں میں سے ایک کو نذر کرتا تھا اگر اس کی بھیڑوں کی تعداد ایک سو تک ج جائے کہ وہ اس کی رجب کی قربانی میں محسوب ہوجائے یا عتیرہ حساب ہوجائے اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ کنجوسی تا تھا اور بجائے اپنی بھیڑ کو ذبح کرنے کے ایک ہرن کو پکڑتا تھا اور بھیڑ کے بدلے میں لپنے بتوں کے سامنے اس کو ح کرتا تھا تاکہ اس کی نذر پوری ہوجائے ۔ حارث بن حلزہ لیشکری نے اس کے بارے میں یہ مصرعہ کہا:

عنتا باطلا و ظلما کماتعتر عن حجرۃ الربیض الظباء

یک باطل گناہ اور ظلم جیسا کہ ہرن کو ان بھیڑوں کے بدلے ذبح کیا جاتا ہے جو اپنی پناہ گاہ میں ہیں ۔

یعنی اس کو پکڑ لیتے ہیں دوسروں کے گناہ کے بدلے میں ۔ جیسا کہ ان ہرنوں کو بھیڑوں کے بدلے ذبح کیا جاتا ہے ۔ اصمعی کہتا ہے کہ عترت کے معنی ریح اور ہوا کے ہیں اور اسی طرح لفظ عترت اس درخت کے معنی میں استعمال وتا ہے جس کی شاخیں بہت زیادہ ہوں اور خود چھوٹا ہو ۔ اور تہامہ کی طرح ہے ۔ ریاشی کہتا ہے کہ میں نے اصمعی سے عترت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا وہ ایک گیا (پودا) ہے جو مرزنجوش کی طرح کا ہے اور یہ دور دور اگتے ہیں ۔

محمد بن علی بن حسین اس کتاب کے مصنف (شیخ الصدوق) فرماتے ہیں کہ عترت سے مراد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ذریت ہے اور یہ سلالۃ النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور یہ وہ وگ ہیں جن کی امامت کی اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ نص فرمائی اور یہ افراد بارہ ہیں ۔ ن میں اول حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور آخری امام مہدی علیہ السلام ہیں تمام بنو ہاشم اور تمام اولاد ابی طالب میں ائمہ علیہم السلام ایسے ہیں جیسے نافۂ مشک کے ٹکڑے ۔ اور ان کے علوم اہل حکمت و عقل کے نزدیک شیریں یں ۔ یہ ہی وہ درخت ہیں جس کی جڑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، تنا حضرت علی علیہ السلام ، شاخیں ائمہ طاہرین

علیہم السلام اور پتے ان کے شیعہ اور ان کے علوم اس درخت کے پھل ہیں اور وہی علیہم السلام شہر والوں اور قبیلہ والوں کے معنی میں اسلام کی بنیادیں ہیں۔ اور آپؑ ہدایت گر ہیں یعنی وہ عظیم سنگلاخ پتھر ہیں جس میں سوسمار (گوہ) اپنے لیئے گھر بنالیتا ہے اور اس میں پناہ لیتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں ہدایت کی قلت ہے۔ اور وہ لوگ اس کٹے ہوئے درخت کی بنیادیں ہیں۔ کیونکہ انہیں تنہا چھوڑ دیا گیا۔ ان پر ظلم ڈھائے گئے۔ ان کے ساتھ جفا ہوئی اور ان سے رابطہ قطع کیا گیا۔ اور ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیا گیا۔ پس وہ اپنی جڑوں سے بکھر گئے ان سے قطع تعلق کرنے والا ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی ان کی طرف پشت کرنے والا انہیں نقصان دے سکتا ہے کیونکہ یہ لوگ نبیؐ کی زبان اطہر کے ذریعہ اللہ کی طرف سے منصوص ہیں۔

اور عترت کے مصداق وہ مظلوم ہیں جو ناکردہ جرم اور گناہ کی پاداش میں پابند کئے گئے ہیں جب کہ ان سے کثیر منافع حاصل ہوتے ہیں یہ ہی علم کا سرچشمہ ہیں اس درخت کی طرح جو دودھ سے لبریز ہو، یہ ہی اللہ کا لشکر ہیں جیسے کہ اصمعی نے کہا کہ عترت سے مراد ہوا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہوا کو اللہ کا لشکر کہا اور آنجنابؐ سے ایک مشہور حدیث میں ہے کہ ہوا ایک قوم کے لئے عذاب اور دوسری کے لئے رحمت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قول "میں تم میں دوگراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔" کے مطابق یہ بزرگان علیہم السلام قرآن سے پیوستہ ہیں اور قرآن کے بارے میں ارشاد ہے۔ **وننزل من القران ماھو شفاء ورحمة للمومنين ولا يزيد الظالمين الاخساراً** (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۲) "اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں سے جس میں شفاء اور رحمت ہے ایمان والوں کے واسطے اور گناہ گاروں کا تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے۔" پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **واذا ماانزلت سورة فمنهم من يقول ايكم زادته هذه ايماناً فاما الذين آمنوا فزادتهم ايماناً وهم يستبشرون O واماالذين في قلوبهم مرض فزادتهم رجساً الى رجسهم وماتوا وهم كافرون** ۔ (سورۃ توبہ آیت ۱۲۴ - ۱۲۵) "اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورۃ تو بعض ان میں سے کہتے ہیں تم میں سے کس کا ایمان اس سورۃ نے زیادہ کردیا۔ سو جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کا اس سورۃ نے ایمان زیادہ کردیا اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور جن کے دل میں مرض ہے پس ان کے لئے بڑھادی گندگی پر گندگی اور وہ مرنے تک کافر ہی رہے۔"

اور یہ سب علیہم السلام متفرق جگہوں پر قتل اور اصلی گھروں سے دور رہے ان معنی کے لحاظ سے جو کسی نے کہا "بے شک عترت مرزنجوش پودے کی طرح ہے کہ الگ الگ اگتا ہے اور ان کی برکتیں مشرق و مغرب میں پھیل رہی ہیں۔"

ابو عبیدہ ذریت کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ ذریات جب "الف" اور "تاء" کے ساتھ پڑھیں تو اس کے معنی ہیں

نسل اور خلف اور قرآن میں بھی یہ معنی وارد ہوئے ہیں ۔ (جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے) والذین یقولون ربنا هب لنا من ازواجنا و ذرّیٰا تنا قرّة اعین (سورۃ فرقان آیت ۷۴) " اور لوگ جو کہتے ہیں اے رب دے ہم کو ہماری عورتوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک ۔"

حضرت امیرالمومنینؑ نے یہاں ذریات کو واحد صیغہ کے اور وہ آیت جو (سورۃ) لیسین میں ہے ۔ وآیة لهم أنّا حملنا ذرّیتهم (سورۃ لیسین آیت ۴۱) " اور ایک نشانی ہے ان کے واسطے کہ ہم نے اٹھالیا ان کی نسل کو " اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ کما أنشاء کم من ذرّیة قوم آخرین (سورۃ انعام آیت ۱۳۴) " جیسا تم کو پیدا کیا اوروں کی اولاد سے "۔

یہاں دو الفاظ ہیں ذُرّیّة (پیش کے ساتھ) اور ذِرّیّة (زیر کے ساتھ) جیسے عُلیّہ اور عِلیّہ ۔ مولا علیؑ کی قرات پیش کے ساتھ تھی اور ابو عمرو نے بھی اسی طرح پڑھا ہے ۔ اور یہ اہل مدینہ کی قرات ہے سوائے ایک روایت کے جو زید بن ثابت کی طرف منسوب ہے کہ اس نے کسرہ (زیر) کے ساتھ اس طرح پڑھا ہے (ذِرّیّة من حملنا مع نوح) اور مجاہد نے اس آیت کو اس طرح پڑھا ہے (اِلّا ذرّیة من قومه) یعنی وہ لوگ ان کی اولاد تھے جن کی طرف موسیٰ کو بھیجا گیا تھا جبکہ ان کے آباء مرچکے تھے ۔ فراء کہتا ہے کہ انہیں ذریت کہا گیا اس لئے کہ ان کے باپ قبطی نسل کے اور مائیں بنی اسرائیل سے تھیں ۔ وہ کہتا ہے اور یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ان اہل فارس کی اولاد کو جو یمن میں پیدا ہوئیں " ابناء " کہا جانے لگا ۔ کیونکہ ان کی مائیں ان کے باپ کی نسل سے مختلف تھیں ۔ اور ابو عبیدہ کہتا ہے فراء کی مراد یہ ہے کہ ان کا نام ذریت ہے اور خاص لوگ وہ ہیں جو اس کے مصداق ہیں جن کا ذکر ان معنی میں کیا گیا اور ذریت الرجل یعنی آدمی کی ذریت سے مراد وہ مخلوقات ہیں جو اس سے نکلے ہیں اور یہ ذریت یا ذروت سے ہے ۔ اور اس میں ہمزہ نہیں ہے ۔ مگر خود ابو عبیدہ کا قول ہے کہ اس کی اصل میں ہمزہ ہے لیکن عرب نے اس میں ہمزہ کو چھوڑ دیا ۔ اور ابوعبیدہ کی رائے کے مطابق ذرا اللّٰہ الخلق یعنی اللہ نے مخلوقات کو پیدا کیا ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولقد ذرا نا لجهنم کثیراً من الجن والا نس (سورہ اعراف آیت ۱۷۹) "اور ہم نے پیدا کئے دوزخ کے واسطے بہت سے جن اور آدمی" ذراهم سے مراد ہے انہیں پیدا کیا ، خلق کیا اور اللہ کا ارشاد ہے یذرؤکم یعنی تمہیں خلق کیا ۔ پس آدمی کی ذریت یعنی اللہ تعالیٰ کی وہ مخلوق جو اس سے اور اس کی نسل سے پیدا ہوئی ہے اور وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے صلب سے پیدا کیا ۔

سلالۃ کے معنی ہیں کسی شے کا خلاصہ ۔ اس کو سلالہ اور سلیل بھی کہتے ہیں ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ اللهم اسق عبدالرحمن من سلیل الجنة (اے اللہ عبدالرحمن کو جنت کا ٹھنڈا پانی پلا) جنت کے پانی کو سلیل اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ پینے والی چیزوں کی خالص ترین صورت ہے ۔ پس یہ فعیل بمعنی مفعول

ہے ۔ اور یہ آیت ولقد خلقنا الانسان من سللة من طين (سورۃ مومنون آیت ۱۲) " اور ہم نے بنایا آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے ۔" کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہاں سلالہ سے مراد زمین کی خالص مٹی ہے ۔ اور سلالہ کا مطلب ہے ۔ پھل ۔ یعنی کوئی انسان جب اپنی ماں سے پیدا ہوتا ہے تو گویا ماں سے نتیجے کی صورت میں نکلتا ہے ۔

ہند بنت اسماء جو حجاج بن یوسف ثقفی کے عقد میں تھی نے مندرجہ ذیل اشعار کہے ۔

وهل هند الا مهرة عربية سليلة افراس تجللها بغل

اور ہندہ ایک عربی النسل گھوڑی کے علاوہ کیا ہو سکتی ہے ۔ اور وہ ان اصیل گھوڑوں کی نسل سے ہے جس پر ایک خچر غالب آیا ہوا ہے ۔

فان نتجت مهراً كريماً فبالعدى وان يک اقرافاً فما فعل الفعل

پس اگر اس گھوڑی نے اس اصیل گھوڑے کو جنم دیا تو کیا خوش نصیبی ہے اور اگر غیر اصیل پیدا ہوئے تو یہ نر کا کام ہے ۔"

اور اس شعر کے متعلق یہ بھی روایت ہے کہ " فما جنى الفحل " یعنی پس اس کو نر نے جنم دیا ہے ۔ اور " السلیل " یعنی نتیجہ اور سلیلہ متوجہ سے مراد ایسا لگتا ہے کہ وہ خالص اور ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک نتیجہ لے رہی ہے ۔

جناب امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو سلالت رسولؐ اللہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل و اولاد اور آپ کے علم کا نچوڑ تھے اور یہ ہی معنی عترت ، ذریت اور سلالہ کے ہیں ۔

باب (۲۳) امام زمانہ علیہ السلام کے وجود اور ان کی امامت پر اللہ تعالیٰ کی نص

بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریسؒ نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابو سعید سہیل بن زیاد ادمی رازی نے ان سے محمد بن آدم شیبانی نے ان سے ان کے والد آدم بن ابی ایاس نے ان سے مبارک بن فضالہ نے ان سے وہب بن منبہ نے انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میں معراج پر گیا تو مجھے آواز آئی: اے محمدؐ میں نے کہا: لبیک رب العزت لبیک پس اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی: اے محمدؐ ملاء الاعلیٰ میں کس بات پر نزاع ہے ؟ میں نے عرض کیا ۔ الہیٰ مجھے علم نہیں ۔ ارشاد ہوا کیا تم نے آدمیوں میں اپنے بعد اپنا وزیر ، بھائی اور وصی مقرر نہیں کیا ہے ؟ عرض کیا: مالک میں کس کو اپنا وزیر مقرر کروں اس کو میرے لئے منتخب کردے ۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی: اے محمدؐ علیؑ تمہارا وارث اور تمہارے بعد تمہارے علم کا وارث ہے ۔ وہ قیامت کے روز تمہارے لواالحمد کو اٹھانے والا ہے ۔ وہ ساقی کوثر ہے اور تمہاری امت کے مومنین

کو سیراب کرے گا۔ پھر ارشاد ہوا۔ اے محمدؐ میں نے اپنے حق کی قسم کھائی ہے کہ اس حوض سے تمہارے اور تمہارے اہل بیت اور تمہاری ذریت طیبین وطاہرین کے دشمنوں کو ہرگز سیراب نہ کروں گا۔ اے محمدؐ میں تمہاری ساری امت کو جنت میں داخل کروں گا سوائے ان لوگوں کے جو جنت میں جانے سے انکار کریں گے۔ میں نے عرض کیا: مالک کیا کوئی ایسا بھی شخص ہوگا جو جنت میں جانے سے انکار کرے گا؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا وہ کیوں کر انکار کرے گا؟ ارشاد ہوا: اے محمدؐ میں نے اپنی مخلوق میں تم کو چن لیا ہے اور تمہارے بعد تمہارے وصی کو چن لیا ہے اور اس کی تمہارے ساتھ وہ منزلت قرار دی جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ تمہارے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور اس کی محبت تمہارے دل میں قرار دی اور اس کو تمہاری ذریت کا باپ قرار دیا ہے۔ پس اس کا حق تمہاری امت پر تمہارے بعد اسی طرح ہے جس طرح تمہارا حق امت پر تمہاری حیات میں ہے۔ پس جس نے اس کے حق کا انکار کیا اس نے تمہارے حق کا انکار کیا اور جس نے اس کی ولایت سے انکار کیا اس نے تمہاری ولایت سے انکار کیا اور جس نے تمہاری ولایت سے انکار کیا اس نے گویا جنت میں جانے سے انکار کیا۔ پس میں اللہ عزوجل کے لئے سجدہ میں گر گیا اور ان نعمتوں کا شکر بجا لایا۔ جو اللہ نے مجھ پر کیں۔ پس آواز آئی: اے محمدؐ سر کو اٹھاؤ اور مجھ سے سوال کرو تاکہ میں تمہیں عطا کروں۔ میں نے عرض کیا: پروردگار۔ میری تمام امت کو میرے بعد علیؑ ابن ابی طالب کی ولایت پر جمع کر تاکہ وہ مجھ سے روز قیامت میرے حوض پر ملیں۔ وحی ہوئی اے محمدؐ میں نے اپنے بندوں کے بارے میں ان کو خلق کرنے سے پہلے فیصلہ کرلیا اور میرا فیصلہ ان میں نافذ ہوچکا۔ پس میں جسے چاہوں گا ہلاک کروں گا اور جسے چاہوں گا ہدایت کروں گا۔ پس میں نے تمہارے بعد تمہارا علم اسے دیا اور تمہارے بعد اسے تمہارے اہل بیت اور امت پر تمہارا وزیر اور خلیفہ بنایا اور میں نے یہ فیصلہ کیا ہے [کہ جو اس سے محبت کرے گا اسے ضرور جنت میں داخل کروں گا اور] جو اس سے بغض رکھے گا، اس سے دشمنی کرے گا، اس کی ولایت سے انکار کرے گا اس کو جنت میں داخل نہ کروں گا۔ پس جو علیؑ سے بغض رکھے اس نے تم سے بغض رکھا اور جس نے تم سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ جس نے اس سے دشمنی کی اس نے تم سے دشمنی کی اور جس نے تم سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ جس نے اس سے محبت رکھی اس نے تم سے محبت رکھی اور جس نے تم سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی۔ میں نے اس کے لئے یہ فضیلت قرار دی اور میں اس کے صلب سے تم کو گیارہ ہادی دوں گا۔ جو سب بتولؑ سے ہوں گے۔ ان میں آخری فرد کے پیچھے عیسیٰ بن مریمؑ نماز ادا کریں گے اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ اس کے ذریعہ ہلاکت سے نجات اور گمراہی سے ہدایت ملے گی۔ اس کے ذریعہ اندھے کو بینائی اور مریض کو شفا ملے گی۔ میں نے عرض کیا مالک اس کا ظہور کب ہوگا۔ ارشاد ہوا جب علم اٹھ چکا ہوگا۔ اور جہالت پھیل چکی ہوگی۔ قرآن کی قرائت زیادہ ہوگی اور اس پر عمل کم ہوگا۔ قتل کثرت سے ہوں گے۔ فقہاء حق کم ہوں گے فقہاء باطل زیادہ ہوں گے۔ شعراء

کثرت سے ہوں گے۔ اور تمہاری امت قبروں کو سجدہ گاہ بنالے گی۔ قرآن بزدانوں میں بند اور مساجد سونے چاندی سے مزین کی جائیں گی۔ ظلم و عناد کی کثرت ہوگی۔ تمہاری امت کو منکرات کا حکم دیا جائے گا اور معروفات سے روکا جائے گا مرد مرد پر اور عورت عورت پر اکتفا کرے گی۔ امراء کفر ۔ اولیا فجور اور ان کے ساتھی ظلم کریں گے۔ صلہ رحم منقطع ہوجائے گا۔ تین دن تک گرہن ہوگا۔ پہلے دن مشرق میں پھر مغرب میں پھر جزیرہ عرب میں۔ تمہاری ذریت میں سے ایک شخص ظاہر ہوگا جو بصرہ کو خراب کرے گا۔ اس کی اتباع حبشی قوم کرے گی۔ ایک شخص حسینؑ بن علیؑ کی اولاد میں سے خروج کرے گا۔ اور مشرق میں بجستان سے دجال ظاہر ہوگا۔ نیز سفیانی ظاہر ہوگا۔ میں نے پوچھا مالک میرے کتنے عرصہ بعد یہ علامات ظاہر ہوں گی؟ پس اللہ نے مجھے بنوامیہ اور بنو عباس کے مظالم اور فتنہ جو میرے چچا کے بیٹے پر وارد ہوگا اور قیامت تک ہونے والے واقعات بتائے جب میں زمین پر اترا تو میں نے یہ تمام باتیں اپنے ابن عم کو وصیت کیں اور پیغام پہنچایا۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں جس طرح نبیوں نے کی اور مجھ سے پہلے ہر شے نے کی اور ہر وہ شے جس کو اس نے خلق کیا قیامت تک حمد کرتی رہے گی۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاقؒ نے ان سے محمد بن ہمام نے ان سے احمد بن مابنداذ نے ان سے احمد بن ہلال نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے مفضل بن عمر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے انہوں نے اپنے آباء کرام علیہم السلام سے انہوں نے حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی شب اللہ نے مجھے وحی کی کہ اے محمدؐ میں نے زمین پر نگاہ کی اور تم کو تمام مخلوق میں منتخب کیا۔ تمہیں نبوت دی اور اپنے ناموں سے مشتق نام تم کو دیا۔ میں محمود اور تم محمدؐ۔ پھر نگاہ کی اور علیؑ کو منتخب کیا اس کو تمہارا وصی ، خلیفہ ، تمہاری بیٹی کا شوہر اور تمہاری ذریت کا باپ قرار دیا اور اپنے ناموں میں سے ایک نام اس کے لئے مشتق کیا پس میں علی الاعلی اور وہ علی ہے۔ اور تم دونوں کے نور سے فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو پیدا کیا پھر میں نے تم لوگوں کی ولایت کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا۔ پس جس نے قبول کیا اس کو مقرب قرار دیا۔ اے محمدؐ اگر میرا کوئی بندہ میری اتنی عبادت کرے کہ سوکھ کر لکڑی کے مانند ہوجائے پھر میری درگاہ میں اس طرح آئے کہ وہ ان ہستیوں کی ولایت کا انکاری ہو تو میں اس کو جنت میں داخل نہ کروں گا اور اسے روز قیامت عرش کے نیچے میرا سایہ نصیب نہ ہوگا اے محمدؐ کیا تم چاہتے ہو کہ ان ہستیوں کو دیکھو؟ میں نے کہا کہ ہاں اے رب۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: اپنے سر کو اٹھاؤ۔ میں نے سر اٹھایا تو دیکھا عرش پر میرا نور علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و علی بن حسینؑ و محمدؐ بن علیؑ و جعفر بن محمدؐ و موسیٰؑ بن جعفر و علیؑ بن موسیٰؑ و محمدؐ بن علیؑ و علیؑ بن محمدؐ و حسنؑ بن علیؑ م ح م دؑ بن حسنؑ قائمؑ (علیہم السلام) کے انوار کے ساتھ وسط میں موجود ہے جیسے کوکب دری میں نے کہا اے مالک یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ ائمہ ہیں اور یہ قائم ہے۔ جو میرے حلال کو حلال اور میرے حرام کو حرام

قرار دے گا اور میرے دشمنوں سے انتقام لے گا وہ میرے دوستوں کے لئے باعثِ راحت ہوگا وہ تمہارے شیعوں کے دلوں کو ظالموں، حق کا انکار کرنے والوں اور کافروں سے شفاء دے گا وہ لات و عزیٰ کو نکال پھینکے گا اور دونوں کو جلا دے گا۔ پس اس وقت کی آزمائش حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں گوسالہ اور سامری کی آزمائش سے بڑھ کر ہوگی۔

۳۔ مجھ سے ہمارے ایک سے زیادہ اصحاب نے بیان کیا ان سے محمد بن ہمام نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک فزاری نے ان سے حسن بن محمد بن سماعہ نے ان سے احمد بن حارث نے ان سے مفضل بن عمر نے ان سے یونس بن ظبیان نے ان سے جابر بن یزید جعفی نے بیان کیا کہ میں نے سنا کہ جابر ابن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت **یاأیھا الذین امنوا اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم** { سورۃ نساء آیت ۵۹ } " اے ایمان لانے والو! اللہ کی اطاعت کرو۔ رسول کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی " نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم نے اللہ اور اس کے رسول کو پہچان لیا ہے۔ یہ اولوالامر کون ہیں جن کی اطاعت آپ کی اطاعت قرار پائی ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے جابر وہ میرے خلفاء اور میرے بعد مسلمانوں کے امام ہیں۔ ان میں پہلا فرد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ پھر حسنؑ پھر حسینؑ پھر علیؑ بن حسینؑ پھر محمدؑ بن علیؑ جن کا نام توریت میں باقر ہے اور جن کے زمانے کو تم پاؤ گے۔ پس جب ان سے ملنا تو میرا سلام ان سے کہنا۔ پھر جعفر بن محمد صادقؑ پھر موسیٰ بن جعفر پھر علی بن موسیٰ پھر محمدؑ بن علیؑ پھر حسنؑ بن علیؑ پھر وہ فرد ہوگا جس کی کنیت اور نام میرا ہوگا اور وہ زمین پر اللہ کی حجت ہوگا۔ اس کے ہاتھوں پر اللہ مشرق و مغرب کی فتح عطا کرے گا۔ وہ ایک عرصہ تک اپنے شیعوں اور اپنے چاہنے والوں سے غائب رہے گا۔ اور اس کی امامت پر صرف وہی ٹہرا رہے گا جس کے قلب کا اللہ نے امتحان لے لیا ہوگا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ان کی غیبت سے شیعوں کے لئے کیا فائدہ ہوگا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبوت سے سرفراز کیا۔ اس کے نور سے مومن منور ہوں گے اور اس کی غیبت میں اس کی ولایت سے اسی طرح فائدہ اٹھائیں گے جس طرح لوگ آفتاب سے فائدہ اٹھاتے ہیں جبکہ وہ بادلوں میں چھپ جاتا ہے۔ اے جابرؓ یہ اللہ کے پوشیدہ راز اور اس کے علم کے خزانے ہیں پس اس علم کو صرف اس کے اہل کے سامنے ظاہر کرنا۔

جناب جابر بن یزید کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جابر بن عبداللہ انصاری حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے ملنے گئے۔ آپ امام علیہ السلام سے گفتگو کر رہے تھے کہ اندرون خانہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام برآمد ہوئے آپؑ کا سر مبارک میل سے تر تھا اور اس وقت آپ کم سن تھے۔ جب جابرؓ نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا تو کچھ یاد آیا اور جابر کے جسم کے تمام بال کھڑے ہوگئے۔ جابر نے کہا اے شہزادے ادھر آیئے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نزدیک آئے تو جابر نے کہا ذرا مڑیئے۔ آپؑ مڑے تو جابر نے کہا رب کعبہ کی قسم یہ تو رسول اللہ کے شمائل ہیں پھر اٹھے اور

قریب ہوئے ۔ پوچھا: اے شہزادے آپ کا کیا نام ہے ؟ آپ نے کہا: محمدؑ ۔ جابر نے پوچھا: کس کے فرزند ہو ؟ کہا: علی بن حسین (علیہما السلام) کا ۔ جابر نے کہا: میں قربان جاؤں کیا آپ باقر (علیہ السلام) ہیں ۔ آپ نے فرمایا: ہاں ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پیغام تو پہنچائیں ۔ جابر نے کہا: مولا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بشارت دی تھی کہ میں زندہ رہوں گا یہاں تک کہ آپ سے ملاقات کروں اور جب آپ سے ملوں تو آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام پہنچاؤں ۔ پس فرزند رسولؐ آپ کو رسول اللہؐ نے سلام کیا ہے جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے جابر رسول اللہؐ پر بھی زمین و آسمان کا سلام ہو اور تم پر بھی سلام ہو ۔ پس اس کے بعد جابر نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے چند سوالات کے جوابات دریافت کئے ۔ پھر جابر نے کہا: قسم بخدا حضور اکرمؐ نے سچ خبر دی تھی کہ آپ لوگ ہی ائمہ ہدیٰ ہیں ۔ آپ کا چھوٹا سب سے زیادہ حلیم اور آپ کا بڑا سب سے زیادہ عالم ہے ۔ اور آپ لوگوں کے بارے میں ہی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم لوگ ان ائمہ کو تعلیم نہ دو کیونکہ وہ تم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: بے شک میرے جد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سچ کہا ۔ جو باتیں تم نے پوچھی ہیں میں تم سے زیادہ جانتا ہوں ۔ اور کم سنی کے باوجود احکام الہیٰ بیان کرتا ہوں اور یہ سب اس فضل کی بدولت ہے جو اللہ نے اہل بیتؑ کے لئے قرار دیا ہے ۔

۴ ۔ بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن سعید ہاشمی نے ان سے فرات بن ابراہیم ابن فرات کوفی نے ان سے محمد بن علی بن احمد ہمدانی نے ان سے ابوالفضل العباس بن عبداللہ بخاری نے ان سے محمد بن قاسم بن ابراہیم بن عبداللہ ابن قاسم بن محمد بن ابو بکر نے ان سے عبدالسلام بن صالح ہروی نے ان سے حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام محمد بن علی (باقر) علیہ السلام نے ان سے ان کے والد جناب حضرت علی بن حسین (زین العابدین) علیہ السلام نے ان سے ان کے والد جناب امام حسین بن علی علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے افضل کسی کو نہیں پیدا کیا جو اس کے نزدیک مجھ سے زیادہ بلند مرتبہ ہو ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ بہتر ہیں یا جبرئیلؑ آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علیؑ یقیناً خدا نے پیغمبران مرسل کو مقرب فرشتوں پر فضیلت دی ہے اور مجھے تمام پیغمبروں پر فضیلت دی ہے ۔ پھر تم کو اور تمہارے بعد ائمہ کو فرشتوں اور تمام خلائق پر فضیلت عطا کی ہے ۔ بے شک فرشتے ہمارے خادم اور ہمارے محبین کے خادم ہیں ۔ اے علیؑ حاملان عرش اور اس کے گرد جو فرشتے ہیں اپنے پروردگار کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں جو تمہاری ولایت پر ایمان لاتے ہیں ۔ اے علیؑ اگر ہم لوگ نہ ہوتے تو پروردگار حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا نہ حضرت حوا علیہا السلام کو ۔ نہ جنت کو نہ جہنم

کو نہ زمین و آسمان کو اور ہم فرشتوں سے بہتر کیوں نہ ہوتے؟ ہم نے اپنے پروردگار کی تسبیح و تقدیس و تہلیل میں ان پر سبقت حاصل کی ہے۔ اس لئے کہ سب سے پہلے خدا نے جو خلق فرمایا وہ ہماری روحیں تھیں اور اس نے اپنی توحید و تمجید کے ساتھ ہم کو گویا کیا۔ پھر فرشتوں کو پیدا کیا۔ جب انہوں نے ہماری روحوں کو ایک نور کے ساتھ دیکھا تو ہمارے امور کو بہت عظیم سمجھا۔ میں نے **سبحان اللہ** کہا تاکہ فرشتے سمجھیں کہ ہم مخلوق اور خدا کے بندے ہیں۔ اور خدا وند عالم ہماری صفات سے بلند و پاک ہے۔ تو فرشتوں نے ہماری تسبیح سے تسبیح سیکھی اور خدا کو صفات سے پاک و منزہ سمجھا اور جب ہماری عظمت اور شان کو دیکھا تو ہم نے **لا الہ الا اللہ** کہا۔ تاکہ فرشتے سمجھیں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور ہم خدا کے بندے ہیں اور ہم اس کی خدائی میں شریک نہیں ہیں۔ پس انہوں نے کہا **لا الہ الا اللہ** جب فرشتوں کو ہماری اور بزرگی کا احساس ہوا تو ہم نے **اللہ اکبر** کہا تاکہ وہ سمجھیں کہ خدا اس سے بھی بہت بڑا ہے جو تصور میں نہ آسکے اور تمام بڑائی اور طاقت و قدرت خدا ہی کے لئے مخصوص ہے۔ پھر جب انہوں نے مشاہدہ کیا کہ اللہ نے ہمیں عزت اور قوت عطا کی ہے تو ہم نے کہا **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** تاکہ فرشتے سمجھیں کہ نہیں ہے کوئی طاقت اور نہیں ہے کوئی قوت مگر اللہ کی پس ملائکہ نے کہا **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** جب انہوں نے مشاہدہ کیا کہ اللہ نے ہمیں کیا نعمتیں عطا کی ہیں اور ہماری اطاعت (تمام مخلوق پر) واجب کی ہے تو ہم نے کہا **الحمدللہ** تاکہ ملائکہ سمجھ لیں کہ اللہ کا حق ہے ہم پر کہ اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کیا جائے پس ملائکہ نے بھی کہا **الحمدللہ** غرض کہ فرشتوں نے ہماری برکت سے ہدایت پائی اور خدا کی توحید و تسبیح و تہلیل و تمجید کو سمجھا پھر خدا نے آدمؑ کو خلق کیا اور ہمارے نور کو ان کے صلب میں سپرد کیا اور فرشتوں کو ہماری تعظیم و تکریم کے لئے سجدہ کا حکم دیا۔ ان کا سجدہ خدا کی بندگی اور حضرت آدم علیہ السلام کے احترام و اکرام اور اس کی اطاعت کے سبب تھا۔ اس لئے کہ ہم ان کے صلب میں تھے پھر ہم فرشتوں سے افضل کیوں نہ ہوں۔ کہ ان سب نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا تھا۔

اور جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اذان و اقامت دو دو بار کہی اور مجھ سے کہا کہ اے محمدؐ آگے بڑھ کر امامت کریں۔ میں نے کہا: اے جبرئیلؑ کیا میں تم پر سبقت کروں؟ وہ بولے: ہاں۔ اس لئے کہ خدا نے پیغمبروں کو تمام فرشتوں پر فضیلت دی ہے اور آپؐ کو فضیلت خاص بخشی ہے۔ غرض میں آگے کھڑا ہوا اور ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ لیکن یہ بات فخر کے سبب سے نہیں کہتا ہوں۔ پھر وہاں سے حجاب نور تک پہنچا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اب آپ آگے جائیے اور وہ خود وہیں ٹھہر گئے۔ میں نے کہا ایسے مقام پر مجھ سے الگ ہوتے ہو۔ وہ بولے: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ وہ مقام ہے جہاں خدا نے میرے لئے حد مقرر کی ہے اگر یہاں سے ذرا بھی آگے بڑھوں تو میرے بال و پر جل جائیں گے۔ غرض میں دریائے نور میں ڈال دیا گیا اور

میں انوار الہیٰ کے سمندروں میں تیرنے لگا۔ یہاں تک کہ ملکوت میں اس مقام پر پہنچا جہاں تک خدا چاہتا تھا۔ پھر مجھے ندا آئی: اے محمدؐ! میں نے عرض کیا لبیک میرے رب تو سعادت دینے والا، برکت دینے والا اور بڑائی دینے والا ہے آواز آئی اے محمدؐ تم میرے بندے ہو۔ اور میں تمہارا پروردگار ہوں۔ میری عبادت کرو اور مجھ پر بھروسہ کرو۔ بے شک تم میرے بندوں میں میرے نور ہو۔ میری مخلوق میں میرے رسول ہو۔ میرے بندوں پر میری حجت ہو۔ ہر اس شخص کے لئے میں نے بہشت خلق کی ہے جو تمہاری فرمانبرداری کرے اور جو تمہاری مخالفت کرے گا اس کے لئے دوزخ کی آگ تیار کی ہے۔ اور تمہارے اوصیاء کے لئے اپنی بخشش و کرامت واجب قرار دی ہے۔ اور ان کے شیعوں کے لئے ثواب واجب قرار دیا ہے۔ میں نے عرض کیا: پالنے والے میرے اوصیاء کی مجھے پہچان کرا دے۔ فرمایا کہ تمہارے اوصیاء وہ لوگ ہیں جن کے نام میرے ساق عرش پر لکھے ہوئے ہیں۔ پس میں نے نظر کی اور اپنے رب کے سامنے تھا تو ساق عرش پر بارہ نور دیکھے۔ ہر نور میں ایک سبز سطر دیکھی۔ جس میں میرے ہر ایک وصی کا نام لکھا تھا۔ ان میں سب سے پہلے علیؑ ابن ابی طالبؑ اور سب سے آخر میں مہدیؑ تھے۔ میں نے پوچھا: پالنے والے کیا یہی میرے بعد میرے وصی ہوں گے؟ ارشاد ہوا: ہاں اے محمدؐ تمہارے بعد میرے بندوں پر یہ لوگ میرے دوست، اوصیاء، برگزیدہ اور میری حجت ہیں۔ اور یہی لوگ تمہارے وصی اور خلیفہ ہیں اور تمہارے بعد بہترین خلق ہیں۔ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے کہ اپنے دین کو ان کے ذریعہ سے ظاہر کروں گا اور اپنی باتیں ان کے ذریعہ سے بلند کروں گا اور ان کے آخر کے ذریعہ زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک کروں گا۔ اور تمام روئے زمین کو اس کے قبضے اور تصرف میں دے دوں گا۔ ہوا کو اس کے لئے مسخر قرار دوں گا اور سخت بادل کو اس کی دلیل بناؤں گا تاکہ وہ اس پر سوار ہو کر آسمان و زمین میں جہاں چاہے آئے جائے اور اپنے لشکروں سے اس کی مدد کروں گا۔ اور اپنے فرشتوں سے اس کو تقویت پہنچاؤں گا۔ یہاں تک کہ میری دعوت بلند ہو اور تمام خلق میری توحید پر جمع ہو۔ غرض اس کی بادشاہی دائم اور جاری رہے گی اور اپنے دوستوں میں سے ایک کے بعد دوسرے کو قیامت تک اپنے دین کا پیشوا بناؤں گا۔ **والحمدلله رب العالمین والصلاة علی نبینا محمد وآله الطیبین الطاہرین وسلم تسلیما۔**

باب (۲۴) امام قائم علیہ السلام کی امامت پر رسول اللہؐ کے نصوص

۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے ان سے ان کے چچا محمد بن ابی قاسم نے ان سے محمد بن علی صیرفی کوفی نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے مفضل بن عمر نے ان سے جابر بن یزید جعفی نے ان سے سعید بن مسیب نے ان سے عبدالرحمن بن سمرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجادلوں پر ستر (۷۰) انبیاء نے لعنت کی ہے۔ اور جس نے اللہ کی آیات کا انکار کیا اس نے کفر کیا۔ ارشاد رب العزت ہے **مایجادل فی**

آیات اللّٰہ الا الذین کفروا فلا یغررک تقلبھم فی البلاد (سورۃ مومن آیت ۴) "وہی جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں جو منکرین ہیں۔ سو تم کو ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا دھوکے میں ڈال دے۔" جس نے تفسیر بالرائے کی اس نے خدا پر جھوٹ باندھا۔ جس نے نہ جانتے ہوئے لوگوں میں فتویٰ دیا اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ اور ہر بدعت ضلالت ہے اور ہر ضلالت کا راستہ دوزخ کو جاتا ہے۔

عبدالرحمن بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے نجات کے راستے کی ہدایت فرمائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابن سمرہ جب تم دیکھو کہ لوگوں کے درمیان کئی آراء ہیں اور ان میں اختلافات پیدا ہوگئے ہیں تو تمہیں چاہیے کہ علیؑ کا دامن تھام لو وہ میری امت کا امام ہے۔ اور میرے بعد ان پر خلیفہ ہے، وہ فاروق ہے جس کے ذریعہ حق و باطل کے درمیان تمیز ہوتی ہے۔ پس جس نے اس سے سوال کیا اس نے جواب پایا۔ جس نے اس سے راہ نجات چاہی اسے راستہ ملا۔ جس نے راہ حق چاہی اس کو راہ حق ملی جس نے اس سے ہدایت چاہی وہ ہدایت یافتہ ہوا۔ جو اس تک پہنچا وہ امان میں آیا۔ جس نے اس سے تمسک کیا وہ نجات یافتہ ہوا۔ جس نے اس کی اقتداء کی وہ کامیاب ہوا۔ اے ابن سمرہ تم میں سے اس کے لئے سلامتی ہے جس نے اس کے حق کو تسلیم کیا اور اس سے تولا کیا اور وہ ہلاک ہوا جس نے اس کے حق کو رد کیا اور اس سے بغض رکھا۔ اے ابن سمرہ علیؑ مجھ سے ہے۔ اس کی روح میری روح سے ہے۔ اس کی طینت میری طینت سے ہے۔ وہ میرا اور میں اس کا بھائی ہوں۔ وہ میری بیٹی فاطمہؑ کا شوہر ہے جو اول و آخر تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہے اس سے میری امت کے امامین اور جوانان جنت کے سردار حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ اور حسینؑ کی اولاد سے نو ائمہ ہوں گے جن میں کا نواں میری امت کا قائم ہوگا جو زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے ان سے ان کے چچا حسین بن یزید نے ان سے حسن بن علی بن سالم نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابو حمزہ نے ان سے سعید بن جبیر نے ان سے عبداللہ بن عباس نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر نگاہ کی اور مجھے منتخب کرکے نبی بنایا۔ پھر دوبارہ نگاہ کی اور علیؑ کو چن لیا۔ اور امام قرار دیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ علیؑ کو اپنا بھائی، ولی، وصی، خلیفہ اور وزیر قرار دوں۔ پس علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ وہ میری بیٹی کا شوہر میرے فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کا باپ ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ نے مجھے اور ان ہستیوں کو اپنے بندوں پر حجت قرار دیا اور حسینؑ کے صلب سے ائمہ قرار دیئے جو میرے امر کو قائم کریں گے اور میری وصیت کی حفاظت کریں گے۔ ان میں کا نواں قائم اہل بیت ہوگا اور وہ میری امت کا مہدی ہوگا۔ وہ گفتار میں کردار میں اور شمائل میں میرے مشابہ ہوگا اور ایک طویل غیبت کے بعد ظاہر ہوگا اور اللہ کے احکام کا اعلان کرے گا اور دین کو ظاہر کرے گا۔ اس کو اللہ اور اس کے

ملائکہ کی نصرت کے ذریعہ تائید حاصل ہوگی۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے ان سے ان کے چچا حسین بن یزید نے ان سے حسین بن علی بن ابو حمزہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حضرت جبرئیلؑ نے بتایا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو علم ہے کہ میرے علاوہ کوئی خدا نہیں اور محمدؐ میرے بندے اور رسول ہیں اور علیؑ میرے خلیفہ ہیں۔ اور ان کی اولاد سے جو ائمہ ہیں وہ میری حجت ہیں تو اس شخص کو میں اپنی رحمت سے جنت میں داخل کروں گا۔ اور اپنے عفو سے اس کو دوزخ سے نجات دوں گا۔ اپنے سے نزدیک ہونے کی اسے اجازت دوں گا۔ اس کے لئے کرامت کو واجب اور اس پر اپنی نعمت تمام کروں گا۔ اس کو اپنے خواص اور خالص بندوں میں قرار دوں گا۔ اگر وہ مجھے پکارے گا تو جواب دوں گا اگر وہ مجھ سے دعا کرے گا تو اس کی دعا مستجاب کروں گا۔ اگر مجھ سے مانگے گا تو عطا کروں گا۔ اگر خاموش رہے گا تو (عطائے رحمت میں) خود ابتداء کروں گا۔ اگر مایوس ہوگا تو اس پر رحم کروں گا۔ اگر مجھ سے بھاگے گا تو بلاؤں گا۔ اگر میرے پاس لوٹ کر آئے گا تو اس کی توبہ قبول کروں گا۔ اگر میرے در پر دستک دے گا تو دروازہ کھول دوں گا اور جو شخص اس بات کی گواہی نہ دے کہ میرے علاوہ کوئی خدا نہیں یا یہ گواہی تو دے مگر اس کی گواہی نہ دے کہ محمدؐ میرے بندے اور رسول ہیں یا یہ گواہی تو دے مگر اس کی گواہی نہ دے کہ علی ابن ابی طالب میرے خلیفہ ہیں یا یہ گواہی تو دے مگر اس کی گواہی نہ دے کہ اس کی اولاد میں ائمہ میری حجت ہیں تو اس نے میری نعمت کا انکار کیا اور میری عظمت کو کم تر جانا اور آیات و کتب کا انکار کیا۔ پس اگر وہ میرا قصد کرے گا تو میں حجاب ڈال دوں گا۔ اگر سوال کرے گا تو اس کو محروم رکھوں گا۔ اگر مجھے ندا دے گا تو اس کی آواز نہ سنوں گا۔ اگر دعا کرے گا تو اس کی دعا مستجاب نہیں کروں گا۔ اور اگر مجھ سے امید رکھے گا تو اس کی امید کو قطع کروں گا۔ یہ ہی میری طرف سے اس کے لئے جزاء ہے۔ اور میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

پس جابر بن عبداللہ انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی اولاد میں ائمہ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا حسن و حسین (علیہما السلام) جو جوانان جنت کے سردار ہیں۔ پھر اپنے زمانے کے عابدوں کے سردار علی بن حسین (علیہ السلام) پھر محمد بن علی باقر (علیہ السلام) اور اسے جابر تم ان سے ملاقات کرو گے۔ اور جب ان سے ملنا تو میرا سلام کہنا۔ پھر جعفر بن محمد صادق (علیہ السلام)۔ پھر موسیٰ بن جعفر کاظم (علیہ السلام) پھر علی بن موسیٰ رضا (علیہ السلام) پھر محمد بن علی تقی (علیہ السلام) پھر علی بن محمد نقی (علیہ السلام) پھر

حسن بن علی زکی (علیہ السلام) پھر ان کا فرزند قائم بالحق (علیہ السلام) میری امت کا مہدی ہوگا جو زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی ۔ اے جابر یہ میرے خلیفہ، میرے وصی، اور میری اولاد اور عترت ہیں ۔ پس جس نے ان کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور جس نے ان میں کسی ایک کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا ۔ ان کے واسطے سے اللہ نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روکا ہوا ہے ۔ مگر یہ کہ جب اس کا اذن ہو ۔ اور ان ہی کے نور کے باعث اللہ نے زمین کو محفوظ کیا کہ وہ اپنے ساکنین کے ساتھ دھنس نہ جائے ۔

۴ ۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمدؒ نے ان سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نے ان سے حسین بن یزید نے ان سے ان کے چچا حسن بن علی بن ابو حمزہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے یحییٰ بن ابو القاسم نے ان سے حضرت امام جعفر صادق نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد امجد علیہم السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ ائمہ ہوں گے جن میں کا پہلا فرد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں اور آخری قائم ہیں ۔ یہ ہی میرے خلفاء، میرے اوصیاء اور میرے اولیاء ہیں، میری امت پر میرے بعد اللہ کی حجت ہیں ۔ ان کا اقرار کرنے والا مومن اور ان کا انکار کرنے والا کافر ہے ۔

۵ ۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن عبداللہ بن احمد بن ابو عبداللہ برقی نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد احمد بن ابو عبداللہ نے ان سے ان کے والد محمد بن خالد نے ان سے محمد بن داؤد نے ان سے محمد بن جارود عبدی نے ان سے اصبغ بن نباتہ نے کہ ایک دن امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام گھر سے برآمد ہوئے آپؑ کے ہاتھ میں آپؑ کے صاحبزادے حضرت امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ تھا ۔ آپؑ نے فرمایا کہ ایک دن اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برآمد ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں میرا ہاتھ تھا اور انہوں نے فرمایا تھا کہ میرے بعد خیرالخلق اور سید و سردار میرا یہ بھائی ہے ۔ یہ میری وفات کے بعد تمام مسلمانوں کا امام اور ہر مومن کا مولا ہے ۔ آگاہ ہو کہ میں (علیؑ) یہ کہتا ہوں کہ میرے بعد خیرالخلق اور سید وسردار میرا یہ بیٹا ہے ۔ یہ ہر مومن کا امام اور مولا ہے میری وفات کے بعد ۔ آگاہ ہوجاؤ اس پر اسی طرح ظلم کیا جائے گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مجھ پر ظلم ہوا ۔ حسنؑ کے بعد خیر الخلق اور سید و سردار اس کا بھائی حسین مظلوم ہے ۔ جو اپنے بھائی کے بعد کربلا کی زمین پر شہید کیا جائے گا ۔ وہ اور اس کے اصحاب قیامت کے روز گروہ شہداء کے سردار ہوں گے حسین کے بعد ان کے صلب سے زمین پر تو اللہ کے خلیفہ اور اس کے بندوں پر حجت ہوں گے ۔ یہ اللہ کی وحی کے امین ۔ مسلمانوں کے امام ۔ مومنین کے قائد اور متقین کے سردار ہوں گے ۔ ان میں کا نواں قائم ہوگا جس کے ذریعے اللہ عزوجل زمین کو تاریکی کے بعد نور سے بھر دے گا ۔ ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا ۔ جہل سے پر دنیا کو علم سے منور کر دے گا ۔

قسم ہے اس ہستی کی جس نے میرے بھائی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نبوت اور مجھے امامت سے سرفراز کیا ہے - یہ خبر آسمان سے جبرئیلؑ لے کر آئے تھے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری موجودگی میں آنجنابؐ کے بعد ائمہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے سائل سے فرمایا کہ صاحب برج آسمان کی قسم ان کی تعداد بروج کی تعداد کے برابر ہے اور رات دن اور مہینوں کے رب کی قسم ان کی تعداد مہینوں کی تعداد کے برابر ہے - پس سائل نے پوچھا - یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور ارشاد فرمایا ان میں کا اول یہ اور آخری مہدیؑ ہوگا - جس نے ان کی ولاء رکھی اس نے میری ولاء رکھی - جس نے ان سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی - جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی - جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا - جس نے ان کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا - جس نے ان کو پہچانا اس نے مجھ کو پہچانا - ان کے ذریعے اللہ نے دین کی حفاظت فرمائی اپنے شہر کو آباد کیا اپنے بندوں کو رزق دیا - ان ہی کے ذریعے آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے برکات نکالیں - یہ ہی میرے اوصیاء، خلفاء ہیں اور مسلمانوں کے امام اور مومنین کے مولا ہیں -

۶ - بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد نے ان سے علی بن معبد نے ان سے حسین بن خالد نے ان سے حضرت امام علی بن موسیٰ رضا نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا - کہ اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ میرے بعد میرے دین سے متمسک رہے اور سفینہ نجات پر سوار ہو تو اسے چاہئے کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کی پیروی کرے اور ان کے دشمنوں سے دشمنی اور ان کے دوستوں سے دوستی رکھے وہ میری امت پر میرا وصی اور خلیفہ ہے میری زندگی میں بھی اور میری وفات کے بعد بھی وہ ہر مسلمان کا امام اور ہر مومن کا امیر ہے - اس کا قول میرا قول ہے - اس کا حکم میرا حکم - اس کی نہی میری نہی - اس کی اتباع میری اتباع - اس کا مددگار میرا مددگار - اس کی مدد ترک کرنے والا، میری مدد ترک کرنے والا - جس نے میرے بعد علیؑ کو چھوڑا قیامت کے روز نہ میں اسے دیکھوں گا نہ وہ مجھے دیکھے گا - جس نے علیؑ کی مخالفت کی اللہ نے اس کے اوپر جنت حرام قرار دی - اور اس کا ٹھکانہ جہنم قرار دیا [اور وہ کیسا برا مقام ہے] - جس نے علیؑ کو چھوڑا - قیامت کے روز اللہ اس کو چھوڑ دے گا - جس نے علیؑ کی مدد کی قیامت کے روز اللہ اس کی مدد کرے گا - سوال کے وقت دلیل و برہان سے اسے تلقین کی جائے گی - پھر فرمایا: حسنؑ اور حسینؑ اپنے باپ کے بعد میری امت کے امام ہیں - یہ جوانان جنت کے سردار - اس کی مدد ترک کرنے والا، میری مدد ترک کرنے والا ان کی والدہ عالمین کی عورتوں کی سردار اور ان کے والد اوصیاء کے سردار ہیں - حسینؑ کی اولاد سے نو ائمہ ہوں گے جن میں کا نواں میری اولاد میں قائمؑ ہوگا - ان کی اطاعت میری اطاعت اور ان کی نافرمانی میری نافرمانی ہے - میں اللہ سے شکوہ کروں گا ان کے خلاف جو ان کی فضیلت کا انکار کریں گے اور میرے بعد ان کی حرمت کو ضائع کریں گے - پس اللہ میری عترت کی

نصرت و حمایت کے لئے کافی ہے ۔ یہ میری امت کے ائمہ ہیں ۔ اور ان کے حق سے انکار کرنے والوں سے انتقام لینے والے ہیں اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ وہ پلٹتے ہیں ۔

۷ ۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے علی بن معبد نے ان سے حسین بن خالد نے ان سے ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے ان سے ان کے والد بزرگوار نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں مخلوق خدا کا سردار ہوں میں جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اور عرش کو اٹھائے ہوئے فرشتوں اور تمام ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین (علیہم السلام) سے بہتر ہوں ۔ میں صاحب شفاعت اور صاحب کوثر ہوں ۔ میں اور علیؑ اس امت کے باپ ہیں ۔ جس نے ہمیں پہچانا اس نے اللہ کو پہچانا ۔ جس نے ہمارا انکار کیا اس نے اللہ کا انکار کیا اور علیؑ سے میری امت کے سبطین ہیں جو جوانان جنت کے سردار حسنؑ و حسینؑ ہیں ۔ اور حسینؑ کی اولاد میں نو ائمہ ہیں ۔ جن کی اطاعت میری اطاعت ہے جن کی مخالفت میری مخالفت ہے ۔ ان میں کا نواں امت کا قائم اور مہدی ہوگا ۔

۸ ۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاقؒ نے ان سے احمد بن محمد ہمدانی نے ان سے محمد بن ہشام نے ان سے علی بن حسن سائح نے ان سے حضرت امام حسن بن علی عسکری (علیہ السلام) نے ان سے ان کے والد بزرگوار نے ان سے ان کے والد بزرگوار نے ان سے ان کے جد امجد (علیہ السلام) نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ تجھ سے صرف وہ محبت کرے گا جس کی ولادت پاک ہوگی اور تجھ سے وہ بغض رکھے گا جس کی ولادت نجس ہوگی ۔ تجھ سے مومن دوستی رکھے گا اور کافر دشمنی ۔ پس عبداللہ بن مسعود نے پوچھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم آپؐ کی حیات میں خبیث ولادت اور کافر کی علامت تو جان گئے کہ وہ علی (علیہ السلام) سے بغض و عداوت رکھے گا ۔ مگر آپؐ کے بعد وہ کیا علامت ہے جس کے ذریعے ہم ایسے شخص کے بارے میں جان سکیں کہ وہ خبیث ولادت یا کافر ہے ۔ جو زبان سے اسلام کا اقرار کر رہا ہو اور دل میں نفاق لئے ہوئے ہو؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا اے ابن مسعود! علیؑ ابن ابی طالبؑ میرے بعد تمہارے امام اور تم پر میرے خلیفہ ہیں ۔ ان کے بعد میرا بیٹا حسنؑ تم پر امام و خلیفہ ہے ۔ اس کے بعد میرا بیٹا حسینؑ امام اور خلیفہ ہے ۔ پھر حسینؑ کی اولاد میں نو ائمہ ایک کے بعد ایک امام اور خلیفہ ہوں گے ۔ ان کا نواں میری امت کا قائمؑ ہوگا جو زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی ۔ پس ان سے وہی محبت رکھے گا جس کی ولادت پاک ہوگی اور وہی بغض رکھے گا جس کی ولادت نجس ہوگی ۔ ان سے مومن تولا کرے گا اور کافر عداوت ۔ جو شخص ان میں سے کسی ایک امام کا بھی انکار کرے گویا اس نے میرا انکار کیا ۔ جس نے میرا انکار کیا اس نے اللہ کا انکار کیا اور جو بھی ان میں سے کسی ایک امام کی مخالفت کرے گا گویا اس نے میری مخالفت کی اور جس نے میری مخالفت کی اس نے اللہ کی مخالفت کی

کیونکہ ان کی اطاعت میری اطاعت اور میری اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ ان کی معصیت میری معصیت اور میری معصیت اللہ کی معصیت ہے۔ اے ابن مسعود اگر ان کے فیصلے کے بعد تم نے اپنے نفس میں کوئی تنگی محسوس کی تو گویا تم نے کفر کیا۔ پس مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم میں اپنی مرضی سے علیؑ اور ائمہ کے بارے میں یہ باتیں نہیں کہہ رہا ہوں۔ پھر آپؐ نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا اے اللہ جو میرے خلفاء سے محبت کرے تو ان سے محبت کر۔ یہ میرے بعد میری امت کے امام ہیں۔ جو شخص ان سے عداوت رکھے تو ان سے عداوت رکھ جو شخص ان کی مدد کرے تو ان کی مدد کر۔ جو کوئی ان کو چھوڑ دے تو ان کو چھوڑ دے اور زمین کو کبھی اپنی حجت سے خالی نہ رکھ چاہے وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ تاکہ تیرا دین اور تیری حجت [اور تیری زبان] اور تیری دلیل باطل نہ ہو۔ پھر فرمایا اے ابن مسعود! میں نے تمہیں اس بات پر اکٹھا کردیا ہے کہ اگر ان ہستیوں کو چھوڑ دو گے تو ہلاک ہوجاؤ گے اور اگر ان سے تمسک رکھو گے تو نجات پاؤ گے اور سلام ان پر جو ہدایت کی پیروی کرتے ہیں۔

۹۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے عبداللہ بن مسکان نے ان سے ابان بن تغلب نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے ان سے جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا تو دیکھا کہ حسین بن علی (علیہ السلام) آپؐ کی گود میں بیٹھے ہیں اور آپ ان کے بوسے لے رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں کہ تم سید ابن سید۔ تم امام ابن امام [امام کے بھائی] ابو ائمہ۔ اور حجت خدا ابن حجت خدا ہو۔ اور تم باپ ہو ان نو حجتوں کے جو تمہارے صلب سے ہوں گے اور جن کا نواں قائم ہوگا۔

۱۰۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے عمر بن اذینہ نے ان سے ابان بن ابی عیاش نے ان سے ابراہیم بن عمر یمانی نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے کہ میں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کے وقت میں حضور اکرمؐ کی خدمت میں مزاج پرسی کے لئے گیا۔ اتنے میں جناب فاطمہؑ داخل ہوئیں۔ اور حضورؐ کی کیفیت دیکھ کر رونے لگیں اور آنسو آپؑ کے رخسار مبارک پر جاری ہوگئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے فاطمہؑ کیوں روتی ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہؐ آپؐ کے بعد اپنے اور اپنی اولاد کے ضائع (اور ہلاک) ہوجانے سے ڈرتی ہوں پس رسول اللہؐ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور آپؐ نے فرمایا۔ اے فاطمہؑ کیا تم کو علم ہے کہ اللہ نے ہم اہل بیت کے لئے دنیا کے مقابل میں آخرت کو اختیار کیا ہے۔ اور تمام مخلوقات کے لئے فنا کو حتمی قرار دیا ہے اور اللہ نے زمین پر نظر ڈالی پس اس نے اپنی خلق میں سے مجھے چنا اور نبوت سے سرفراز کیا پھر اللہ نے زمین پر دوسری بار نظر ڈالی اور تمہارے شوہر کو منتخب کیا اور مجھے وحی کی کہ میں تم کو اس کی زوجیت میں

دیانت اور تاویلِ احکام اور جو کچھ بھی ہے ان سب کا علم۔ پھر پوچھا اس کا نام کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا: اس کا نام محمدؑ ہوگا۔ ملائکہ آسمانوں میں اس کے مونس ہوں گے اور وہ اپنی دعا میں کہے گا:

" اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ لِیْ عِنْدَکَ رِضْوَانٌ وَوُدٌّ فَاغْفِرْلِیْ وَلِمَنْ تَبِعَنِیْ مِنْ اِخْوَانِیْ وَشِیْعَتِیْ وَ طَیِّبْ مَافِیْ صُلْبِیْ " "اے میرے پروردگار اگر میرے لئے تیری رضا و محبت ہے تو تو مجھے، میرے بھائیوں اور شیعوں کو جو میری اتباع کریں، بخش دے اور جو میرے صلب میں ہے اس کو پاکیزہ کر۔"

پس اللہ تعالیٰ اس کے صلب میں بھی ایک نطفہ مبارکہ طیبہ زکیہ قرار دے گا۔ مجھے حضرت جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نطفہ کو پاک و پاکیزہ قرار دیا اور اس کا نام جعفر رکھا اور اس کو ہادی مہدی اور راضی و مرضی قرار دیا وہ اپنی دعا میں اپنے رب کو اس طرح پکارے گا:

" یَادَیَّانَ غَیْرَ مُتَوَانٍ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اِجْعَلْ لِشِیْعَتِیْ مِنَ النَّارِ وِقَاءً ، وَلَھُمْ عِنْدَکَ رِضَاءً ، فَاغْفِرْ ذُنُوْبَھُمْ ، وَیَسِّرْ اُمُوْرَھُمْ ، وَاقْضِ دُیُوْنَھُمْ ، وَاسْتُرْ عَوْرَاتِھِمْ ، وَھَبْ لَھُمُ الْکَبَائِرَ الَّتِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَھُمْ یَا مَنْ لَا یَخَافُ الضَّیْمَ وَلَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ اِجْعَلْ لِیْ مِنْ کُلِّ [ھَمٍّ] وَ غَمٍّ فَرَجاً " "اے منصف، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے میرے شیعوں کو آتشِ جہنم سے بچا اور ان کے لئے تیری رضا ہو۔ پس ان کے گناہوں کو بخش دے، ان کے کاموں کو آسان کر دے اور ان کے قرضوں کو ادا کر دے۔ ان کی شرم گاہوں کی حفاظت فرما اور تو ان کے ان گناہانِ کبیرہ کو جو تیرے اور ان کے درمیان ہیں بخش دے۔ اے وہ ذات جس کو ناانصافی کا خوف نہیں ہے۔ اور نہ جس کو اونگھ اور نیند آتی ہے۔ مجھ کو ہر ہم اور غم سے چھٹکارا عطا فرما۔"

پس جو اس دعا کے ذریعہ اللہ کو پکارے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا حشر جعفر ابن محمدؑ کے ساتھ کرے گا اور وہ جنت میں ان کے ساتھ ہوگا اور اس کا چہرہ روشن ہوگا۔

اے ابی اللہ تعالیٰ اس کے صلب میں ایک نطفہ قرار دے گا جو مبارک و طیب و زکی ہوگا اور اس پر رحمت نازل ہوگی۔ اس کا نام اللہ نے موسیٰ رکھا ہے۔ [اور اسے امام بنایا ہے] ابی نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا ان میں سے ہر ایک دوسرے کی صفات بیان کرے گا؟ وہ ایک دوسرے کی نسل سے ہوں گے، ایک دوسرے کے وارث ہوں گے؟ اور ایک دوسرے کی خبر دیں گے؟ حضور اکرمؐ نے فرمایا: مجھے یہ خبر حضرت جبرئیلؑ نے اللہ کی جانب سے دی ہے۔ عرض کیا کہ کیا حضرت موسیٰ (ابن جعفر علیہ السلام) کی بھی اپنے آباء کرام کی طرح کوئی مخصوص دعا ہوگی؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس کی دعا یہ ہوگی: " یَا خَالِقَ الْخَلْقِ ، وَیَا بَاسِطَ الرِّزْقِ ، وَیَا فَالِقَ الْحَبِّ [وَالنَّوٰی] ، وَیَا بَارِیَٔ النَّسَمِ وَ مُحْیِیَ الْمَوْتٰی وَمُمِیْتَ الْاَحْیَاءِ ، وَ

وَأَسْأَلُکَ النَّجَاةَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ " اے نور، اے برہان، اے منیر، اے مبین، اے رب مجھے شریروں کی شرارت اور زمانوں کی آفات سے محفوظ رکھ۔ اور میں تجھ سے نجات کا سوال کرتا ہوں جس دن صور پھونکا جائے گا۔"

جو شخص یہ دعا پڑھے گا علیؑ بن محمدؑ اس کے شفیع اور جنت میں اس کے قائد ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے صلب میں ایک نطفہ قرار دے گا جن کا نام حسنؑ بن علیؑ رکھا ہے۔ اور ان کو اللہ نے اپنے شہر میں نور قرار دیا ہے۔ وہ امت کے لئے عزت اور زمین پر اللہ کے خلیفہ ہیں۔ اور اپنے شیعوں کے لئے ہادی ہیں۔ اور خدا کے حضور اپنے شیعوں کے لئے شفاعت کریں گے۔ وہ اپنے مخالفوں کے لئے انتقام اور اپنے چاہنے والوں کے لئے حجت ہیں اور جو ان کو امام مانیں گے ان کے لئے دلیل ہیں۔ وہ یہ دعا کریں گے:

" يَا عَزِيزَ الْعِزِّ فِي عِزِّهِ، يَا عَزِيزُ أَعِزَّنِي بِعِزِّكَ، وَأَيِّدْنِي بِنَصْرِكَ وَأَبْعِدْ عَنِّي هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ، وَادْفَعْ عَنِّي بِدَفْعِكَ وَامْنَعْ عَنِّي بِمَنْعِكَ وَاجْعَلْنِي مِنْ خِيَارِ خَلْقِكَ، يَا وَاحِدُ يَا أَحَدُ يَا فَرْدُ يَا صَمَدُ " اے طاقت میں سب سے زیادہ طاقتور، اے غالب! تو اپنی قوت سے مجھے غالب فرما اور اپنی مدد سے میری تائید فرما، مجھ سے شیاطین کے وسوسوں کو دور رکھ۔ اور اپنی دفاع سے ان کو مجھ سے دفع کر اور مجھ سے اپنی قوت و شوکت کے ذریعہ باز رکھ اور مجھ کو اپنی بہترین مخلوق میں سے قرار دے۔ اے واحد، اے یکتا، اے بے مثال اور اے بے نیاز۔"

جو اس دعا کے ذریعہ اللہ کو پکارے گا تو اللہ اس کا حشر حسنؑ بن علیؑ کے ساتھ کرے گا۔ اور اسے دوزخ کی آگ سے نجات دے گا۔ اگرچہ کہ اس پر دوزخ کی آگ واجب ہو۔ اللہ نے صلبِ حسنؑ میں ایک نطفہ مبارکہ و زکیہ وطیبہ وطاہرہ ومطہرہ قرار دیا ہے۔ ہر وہ مومن جس نے اللہ سے اس کی ولایت کا عہد کیا ہے وہ اس سے راضی ہوگا اور جس نے انکار کیا ہے وہ اس کا بھی انکار کرے گا۔ وہ امام تقی و نقی و باری و مرضی وہادی و مہدی ہوگا وہ عدل کا حکم دے گا۔ اللہ نے اس کی تصدیق کی وہ اللہ کی تصدیق کرے گا۔ وہ تہامہ (مکہ) سے خروج کرے گا۔ یہاں تک کہ دلائل و علامات ظاہر ہوں گی۔ اس کے لئے طالقان سے خزانے ظاہر ہوں گے، سونے چاندی کے نہیں بلکہ چاق وچوبند گھوڑوں اور دلیر افراد کے اس کے لئے اللہ مختلف شہروں سے اہل بدر کی تعداد کے برابر تین سو تیرہ مددگار جمع کرے گا۔ اس کے پاس ایک صحیفہ ہوگا۔ جس میں اس کے اصحاب کی تعداد ان کے نام۔ ان کے حسب ونسب، ان کے وطن، ان کے کاروبار، ان کی زبانیں اور ان کی کنیتیں درج ہوں گی۔ ابی (بن کعب) نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے خروج کی کیا علامات و دلائل ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس کا ایک علَم ہوگا جب خروج کا وقت آئے گا تو اس علم کے پھریرے خود بخود کھل جائیں گے۔ اللہ اس علم کو قوت گویائی عطا کرے گا۔ پس اس میں سے آواز آئے گی۔

اے ولی اللہ خروج کریں اور اللہ کے دشمنوں کو قتل کریں۔ نیز اس کے لئے دو جھنڈے اور دو علامتیں ہوں گی اور اس کی ایک تلوار ہوگی جو نیام میں بند ہوگی وقتِ خروج وہ نیام سے باہر آکر پکارے گی: اے ولی اللہ خروج کریں۔ اب آپ کے لئے دشمنِ خدا سے کنارہ کشی جائز نہیں پس دشمنانِ خدا کو قتل کریں جہاں بھی انہیں پائیں اور حدود اللہ کو نافذ کریں اور احکامِ الٰہی کے مطابق حکم دیں۔ پس وہ خروج کریں گے اور حضرت جبرئیلؑ ان کے دائیں جانب اور حضرت میکائیلؑ ان کے بائیں جانب ہوں گے۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام اور صالح علیہ السلام آگے آگے ہوں گے۔ پس جلد تم لوگ دیکھو گے جو میں نے تم سے ذکر کیا اور میں نے اپنے امور اللہ کے سپرد کئے۔ اے ابی! طوبیٰ ہے اس کے لئے جو اس سے ملاقات کرے اور طوبیٰ ہے اس کے لئے جو اس سے محبت کرے اور طوبیٰ ہے اس کے لئے جس سے وہ گفتگو کرے۔ جو رسول اللہ، امام قائم اور دوسرے تمام ائمہ کا اقرار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاکت سے نجات دے گا اور اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دے گا۔ ان کی مثال زمین پر مشک کی طرح ہے جس کی خوشبو ہوا میں پھیل جائے اور کبھی متغیر نہ ہو اور آسمان میں ان کی مثال بدرِ منیر کی طرح ہے جس کا نور کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ابی نے پوچھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے پاس ان ائمہ کے احوال کیسے پہنچے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ نے میرے پاس بارہ صحیفے بھیجے جن میں ان تمام ائمہ کے احوال درج ہیں۔ **صلی اللّٰہ علیہ و علیہم اجمعین۔**

۲۔ مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے بیان کیا ان سے ان کے چچا محمد بن ابی قاسم نے ان سے احمد بن ابو عبداللہ برقی نے ان سے محمد بن علی قرشی نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے مفضل بن عمر نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے ان کے والد علیؑ بن حسینؑ نے ان سے حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں اور میرے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے۔ میں رسول اللہ کے ایک زانو پر بیٹھ گیا اور میرے بھائی دوسرے زانو پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے ہمارے بوسے لئے اور فرمایا۔ میرے باپ تم پر نثار تم دونوں امامِ صالح ہو۔ تم کو اللہ نے مجھ سے، تمہارے باپ سے اور تمہاری ماں سے چن لیا ہے۔ اور اے حسینؑ تمہارے صلب سے نو ائمہ کو چن لیا ہے جن میں نواں قائم ہوگا۔ اور تم سب کی اللہ کے نزدیک بڑی منزلت و فضیلت ہے۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار اور عبداللہ ابن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے ابن محبوب نے ان سے ابی جارود نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے جابر ابن عبداللہ انصاری نے کہ میں ایک دفعہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے سامنے اس وقت ایک لوح تھی جس میں آپؑ کی اولاد میں ہونے والے اوصیاء کے اسماء گرامی تھے اور ان کی تعداد بارہ تھی۔ جن میں آخری قائم علیہ السلام تھا۔ ان میں تین کے نام محمدؐ اور چار کے نام علیؑ

تھے۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین

۱۴۔ بیان کیا مجھ سے حمزہ بن محمد بن احمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام نے ان سے احمد بن محمد بن سعید نے ان سے قاسم بن محمد بن حماد نے ان سے غیاث بن ابراہیم نے ان سے حسین بن زید بن علی نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بشارت ہو بشارت ہو۔ اس طرح آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا۔ میری امت کی مثال ابر رحمت کی طرح ہے۔ جس کا اول اور آخر خیر ہے۔ بے شک میری امت کی مثال ایسے باغ کی طرح ہے جس سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد سال بھر کھاتی رہے پھر اگلے سال ایک اور بڑی جمعیت اسی طرح کھائے یقیناً آخر میں تعداد اتنی ہوگی جو سمندر سے زیادہ چوڑی اور اس کے عمق کی طرح طویل اور پھیلی ہوئی ہوگی۔ اور اس کے پھل لذیذ ہیں۔ یہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے۔ جس کا اول میں اور میرے بعد بارہ صاحبان عقل و سعادت ہیں۔ اور مسیح بن مریم اس کے آخر ہیں۔ لیکن اس امت کے وہ افراد ہلاک ہوں گے جو فتنہ اور فساد کو جنم دیں گے۔ ان کا تعلق نہ تو مجھ سے ہے نہ میرا تعلق ان سے ہے۔

۱۵۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے عمر بن اذینہ نے ان سے ابان بن ابی عیاش نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے کہ میں نے سنا کہ عبداللہ بن جعفر طیار کہا کرتے تھے کہ ہم سب ایک محفل میں بیٹھے تھے جس میں معاویہ، حسن اور حسین علیہما السلام اور عبداللہ بن عباس و عمر بن ابو سلمہ اور اسامہ بن زید موجود تھے۔ وہاں احادیث بیان کی جارہی تھیں۔ راوی نے معاویہ بن ابو سفیان سے کہا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں مومنین کے نفوس پر ان سے اولیٰ ہوں پھر علیؑ میرا بھائی مومنین پر اولیٰ بالنفس ہے اس کی شہادت کے بعد میرا بیٹا حسنؑ مومنین پر اولیٰ بالنفس ہے پھر میرا بیٹا حسینؑ مومنین پر اولیٰ بالنفس ہے اس کی شہادت کے بعد اس کا فرزند علی مومنین پر اولیٰ بالنفس ہے۔ اور اے علیؑ تم اس کو پاؤ گے۔ پھر اس کا فرزند محمدؑ بن علیؑ مومنین سے اولیٰ بالنفس ہے۔ اور اے حسینؑ تم اس کو پاؤ گے۔ پھر بارہ ائمہ کے اسماء گرامی بیان کئے جن میں نو (۹) امام حسینؑ کی اولاد سے ہونگے۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے اس بیان کی گواہی حضرت امام حسن، امام حسین (علیہما السلام)، عبداللہ بن عباس، عمر بن ابو سلمہ، اسامہ بن زید نے معاویہ کے سامنے دی۔ سلیم بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ اور اسامہ بن زیدؓ سے سنی جن کا کہنا ہے کہ انہوں نے ایسا فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا۔

۱۶۔ بیان کیا مجھ سے ابو علی احمد بن حسن بن علی بن عبدربہ نے ان سے ابو زید محمد بن یحییٰ بن خلف بن یزید مروزی نے شہر رے میں ماہ ربیع الاول ۳۰۲ ہجری میں ان سے اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے سن ۲۳۸ ہجری میں جو اسحاق بن

راہویہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان سے یحییٰ بن یحییٰ نے ان سے ہشام بن خالد نے ان سے شعبی نے ان سے مسروق نے کہ ہم لوگ عبداللہ بن مسعود کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک نوجوان نے ابن مسعود سے سوال کیا کہ تمہارے نبی نے تم سے اپنے بعد کسی خلیفہ کے لئے عہد لیا تھا؟ ابن مسعود نے کہا کہ ابھی تم کم سن ہو اور ایک ایسا سوال پوچھا ہے جو اس سے پہلے کبھی کسی نے نہیں پوچھا۔ ہاں۔ ہمارے نبی نے ہم سے عہد لیا تھا کہ ان کے بعد نقباء بنی اسرائیل کی تعداد کے برابر بارہ خلیفہ ہوں گے۔

۱۷۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے ان سے ابو عبداللہ احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابوالرجال بغدادی نے ان سے محمد بن عبدوس حرانی نے ان سے عبدالغفار بن حکم نے ان سے منصور بن ابوالاسود نے ان سے مطرف نے ان سے شعبی نے ان سے ان کے چچا قیس بن عبید نے کہ ہم لوگ ایک حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے جہاں عبداللہ بن مسعود بھی موجود تھے۔ پس ایک اعرابی آیا اور بولا کہ کیا تم میں کوئی عبداللہ ہیں؟ عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ میں عبداللہ ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کیا تمہارے نبی نے تمہیں بتایا تھا کہ ان کے بعد کتنے خلفاء ہوں گے؟ عبداللہ بن مسعود نے جواب دیا: ہاں۔ بنو اسرائیل کے نقباء کی تعداد کے برابر بارہ۔

۱۸۔ بیان کیا مجھ سے ابوالقاسم عتاب بن محمد حافظ نے ان سے یحییٰ بن محمد بن صاعد نے ان سے احمد بن عبدالرحمٰن بن فضل، محمد بن عبداللہ بن سوار ابن وراق نفیلی نے ان سب سے عبدالغفار بن حکم نے ان سے منصور بن ابوالاسود نے ان سے مطرف نے ان سے شعبی نے اور عتاب کہتے ہیں کہ ان سے یہ حدیث اسحاق بن محمد الانماطی نے ان سے یوسف بن موسیٰ نے ان سے جریر نے ان سے اشعث بن سوار نے ان سے شعبی نے ایک اور (سلسلہ سند کے مطابق) عتاب کہتے ہیں کہ ان سے حسین بن محمد حرانی نے ان سے ایوب بن محمد وزان نے ان سے سعید بن مسلمہ نے ان سے اشعث بن سوار نے ان سے شعبی نے اور ان سب سے شعبی کے چچا قیس بن عبید نے بیان کیا۔ ابوالقاسم عتاب کا کہنا ہے کہ یہ مطرف کی حدیث ہے کہ ہم سب مسجد میں بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ عبداللہ بن مسعود موجود تھے۔ اتنے میں ایک اعرابی آیا اور بولا: کیا تم میں کوئی عبداللہ بن مسعود ہیں؟ ابن مسعود نے کہا ہاں۔ میں عبداللہ ابن مسعود ہوں۔ تجھے مجھ سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا اے عبداللہ کیا تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تم لوگوں کو خبر دی تھی کہ تم میں کتنے خلیفہ ہوں گے؟ عبداللہ بن مسعود نے جواب دیا: تو نے مجھ سے ایسی بات پوچھی ہے جو کسی نے اس سے پہلے نہیں پوچھی۔ ہاں نقباء بنو اسرائیل کے برابر بارہ خلیفہ ہوں گے۔ ابو عروبہ نے اپنی حدیث میں بیان کیا کہ ہاں نقباء بنی اسرائیل کی تعداد کے برابر۔ اور جریر نے اشعث سے اور ان سے ابن مسعود نے بیان کیا کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ میرے بعد نقباء بنو اسرائیل کی تعداد کے برابر بارہ خلیفہ ہوں گے۔

۱۹۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے ان سے ابوبکر احمد بن محمد بن عبدربہ نیشاپوری نے ان سے

ابوالقاسم هارون بن اسحاق ہمدانی نے ان سے ان کے چچا ابراہیم بن محمد نے ان سے زیاد بن علاقہ اور عبدالملک بن عمیر نے ان سے جابر بن سمرہ نے کہ میں اپنے والد کے ساتھ خدمت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھا۔ میں نے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے پھر آپؐ کی آواز دھیمی ہو گئی۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا: اس کے بعد حضور اکرمؐ نے کیا فرمایا تھا؟ میرے والد نے کہا کہ آپؐ نے فرمایا کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

۲۰۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے ان سے ابو علی محمد بن علی بن اسماعیل سکری مروزی نے ان سے سہل بن عمار نیشاپوری نے ان سے عمرو بن عبداللہ بن رزین نے ان سے سفیان نے ان سے سعید بن عمرو نے ان سے شعبی نے ان سے جابر بن سمرہ نے کہ میں اپنے والد کے ساتھ مسجد گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ اس کے بعد آپؐ کی آواز دھیمی ہو گئی اور میں سن نہ سکا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا؟ میرے والد نے جواب دیا کہ آپؐ فرما رہے تھے کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

۲۱۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن اسحاق دینوری نے ان سے ابوبکر بن ابی داؤد نے ان سے اسحاق بن ابراہیم بن شاذان نے ان سے ولید بن ہشام نے ان سے محمد بن ذکوان نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابن سیرین نے ان سے جابر ابن سمرہ نے بیان کیا ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ اس کے بعد لوگوں کے شور کی وجہ سے میں سن نہ سکا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا جو میری نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ نزدیک بیٹھے تھے کہ حضور اکرمؐ نے کیا فرمایا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔ اور بے مثل ہوں گے۔

یہ حدیث ایک اور طریقہ سے عبداللہ ابن مسعود سے اور دوسرے طریقہ سے جابر بن سمرہ سے "کتاب النص علی الائمہ الاثنی عشر علیہم السلام بالامامہ" میں مروی ہے۔

۲۲۔ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد صائغ نے ان سے ابوعبداللہ محمد بن سعید نے ان سے حسن بن علی بن زیاد نے ان سے اسماعیل الطیان نے ان سے ابو اسامہ نے ان سے سفیان نے ان سے برد نے ان سے مکحول نے کہ کسی نے ان سے پوچھا: کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے۔ مکحول نے کہا: ہاں اور اس کے بعد کچھ اور بھی کہا۔

۲۳۔ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد صائغ نے ان سے ابو الحسین احمد بن محمد بن یحییٰ قصرانی نے ان سے ابو علی

بشر بن موسیٰ بن صالح نے ان سے ابو ولید خلف بن ولید بصری نے ان سے اسرائیل نے ان سے سماک نے کہ جابر ابن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرمؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ اس کے بعد کا جملہ میں سمجھ نہ سکا۔ تو میں نے لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ حضور اکرمؐ فرما رہے تھے کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

۲۴۔ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد نے ان سے ابوالحسین احمد بن محمد بن یحییٰ قصرانی نے ان سے ابو علی حسین بن کمیت بن بہلول موصلی نے ان سے غسان بن ربیع نے ان سے عامر شعبی کے غلام سلیمان بن عبداللہ نے ان سے عامر نے ان سے جابر نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے امور اس وقت تک ظاہر رہیں گے جب تک بارہ خلیفہ نہ ہوں گے جو سب قریش سے ہوں گے۔

۲۵۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے عمر بن اذینہ نے ان سے ابان بن ابی عیاش نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے کہ میں نے دیکھا کہ مسجدِ رسول میں خلافت عثمانیہ کے دور میں حضرت علی علیہ السلام تشریف فرما ہیں اور وہاں لوگوں کی ایک جماعت بھی موجود تھی جو آپس میں احادیث اور علم و فقہ کے تذکرے کر رہی تھی۔ پس قریش نے اپنی فضیلت و سبقتِ اسلام و ہجرت کا تذکرہ چھیڑا اور جو کچھ رسول اللہؐ نے اس سلسلہ میں فرمایا تھا۔ جیسے "ائمہ قریش سے ہوں گے۔" "انسانوں کو چاہیئے قریش کا اتباع کریں۔" "قریش عرب کے امام ہیں۔" "قریش کو گالی نہ دو۔" "قریش کے لئے دو مردوں کی قوت ہے۔" "جس نے قریش سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔" "جس نے قریش کی اہانت کا ارادہ کیا اس نے اللہ کی اہانت کی۔" انصار اپنی قوم کی فضیلت اور سبقتِ اسلام اور نصرتِ اسلام اور ان کے بارے میں جو اللہ نے کتاب میں نازل کیا اور جو رسول نے فرمایا وہ بیان کرنے لگے اور سعد بن عبادہ اور غسیل الملائکہ کے فضائل بیان کرنے لگے۔ پس دونوں فریق اپنے اپنے افراد کی فضیلتیں بیان کرنے لگے۔ قریش نے کہا کہ ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ہم میں جعفر ہیں۔ ہم میں حمزہ و عبیدہ بن حارث و زید بن حارثہ و ابو بکر و عثمان و سعد و ابو عبیدہ و سالم و ابن عوف ہیں۔ اور فریقین نے اسلام قبول کرنے میں پہل کرنے والے اپنے اپنے تمام لوگوں کا نام لیا۔ اس حلقہ میں دو سو سے زیادہ افراد بیٹھے تھے۔ جن میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور سعد بن ابی وقاص و عبدالرحمن ابن عوف و طلحہ و زبیر و عمار و مقداد و ابوذر و ہاشم بن عتبہ و ابن عمر، حسنؑ و حسینؑ و ابن عباس اور محمد ابن ابی بکر اور عبداللہ بن جعفر اور انصار میں سے ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور ابو ایوب انصاری اور ابوہیثم ابن تیہان اور محمد بن مسلمہ اور قیس ابن سعد بن عبادہ اور جابر بن عبداللہ اور انس ابن مالک اور زید ابن ارقم اور عبداللہ بن ابی اوفیٰ اور ابو لیلیٰ اور ان کے ساتھ ان کے کمسن اور خوبصورت بیٹے عبدالرحمٰن بیٹھے تھے اور ان کے پہلو میں ایک خوبصورت بے ریش نوجوان تھا۔ پس حسن بصری اپنے خوبصورت بے ریش اور خوش اندام بیٹے کے ساتھ وہاں آئے اور کہا میں اس کی طرف

اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی طرف دیکھنے لگا مگر یہ جان نہ سکا کہ ان دونوں میں سے کون شکل و شمائل میں زیادہ خوبصورت ہے سوائے اس کے کہ حسن زیادہ بلند قامت اور طاقتور ہے۔ قوم میں سے اکثریت صبح سے زوال تک وہیں تھی عثمانؓ اپنے گھر میں تھے اور انہیں اس محفل کی اطلاع نہ تھی۔ حضرت علی (علیہ السلام) اور ان کے اہل بیت میں سے کوئی شخص اس گفتگو میں حصہ نہیں لے رہا تھا بلکہ خاموشی سے سن رہے تھے۔

پس لوگ حضرت علی (علیہ السلام) کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے: اے ابو الحسنؑ آپ خاموش کیوں ہیں؟

حضرت علی علیہ السلام نے) فرمایا: تم سب اپنی اپنی فضیلتیں بیان کررہے ہو مگر میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں۔ اے قریش و انصار یہ تمام فضیلتیں تمہیں کن کے ذریعے سے اللہ نے عطا کیں آیا خود تمہاری اپنی وجہ سے یا تمہارے قبیلے کی وجہ سے یا تمہارے اہل خانہ کی وجہ سے یا غیروں کی وجہ سے حاصل ہوئیں سب نے جواب دیا: اللہ نے یہ احسان اور عطا ہم پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے خاندان کے باعث کیا ہے اور ہمارے اہل خانہ کی وجہ سے نہیں کیا آپؑ نے ارشاد فرمایا: تم نے سچ کہا۔ اے قریش و انصار کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ تمہیں جو دنیا و آخرت کی نعمتیں حاصل ہوئی ہیں وہ خاص ہم اہل بیت کے واسطے سے حاصل ہوئی ہیں۔کسی اور سبب سے نہیں اور میرے چچا زاد بھائی جناب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ میں اور میرے اہل بیت خلقتِ حضرتِ آدمؑ سے چودہ ہزار سال پہلے اللہ کے حضور میں موجود تھے۔ پس جب حضرت آدم علیہ السلام کو خلق کیا گیا تو اس نور کو حضرت آدم علیہ السلام کے صلب میں قرار دے کر زمین پر بھیجا گیا پھر یہ نور صلبِ نوح علیہ السلام میں سفینہ میں موجود تھا۔ پھر یہ نور صلبِ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں تھا جب وہ آگ میں تھے۔ اللہ اسے ہمارے آباء و امہات علیہم السلام میں اصلاب کریمہ سے ارحام طاہرہ میں اور ارحام طاہرہ سے اصلاب کریمہ میں منتقل کرتا رہا اور ہمارے شجرہ کے کسی حصہ میں بھی زنا نہیں آیا۔ پس اسلام میں پہل کرنے والے اور اہلِ بدر اور اہلِ احد بولے ہاں ایک سے زیادہ آیات میں ہم نے رسول اللہؐ کو ایسے ہی فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا کیا تم کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سابق کو مسبوق پر فضیلت دی ہے اور امت میں کوئی فرد بھی ایسا نہیں جس نے اللہ و رسولؐ کی طرف مجھ پر سبقت کی ہو سب نے کہا ہاں قسم بخدا ایسا ہی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میں اللہ کو تم پر گواہ بناتا ہوں کہ کیا یہ آیت " **والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار** " (سورۃ توبہ آیت ۱۰۰) " اور جو لوگ قدیم ہیں اس سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے " اور " **والسابقون السابقون اولئک المقربون** " (سورہ واقعہ آیت ۱۰ / ۱۱) " پچھلے لوگ تو پچھلے لوگ ہیں۔ وہ لوگ مقرب ہیں "۔ جب نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت انبیاء و اوصیاء کے بارے میں نازل کی اور میں افضل

انبیاء و رسل ہوں اور میرا وصی علی ابن ابی طالب افضلِ اوصیاء ہے۔ سب نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔

آپ نے فرمایا میں اللہ کو تم پر گواہ بناتا ہوں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی " **یایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم** (سورۃ نساء آیت ۵۹) " اے ایمان لانے والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحب امر کی جو تم میں ہو اور جب یہ آیت نازل ہوئی **انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون** (سورۃ مائدہ آیت ۵۵) " تمہارا رفیق تو وہی اللہ ہے اور اس کا رسول اور جو ایمان والے ہیں جو کہ قائم ہیں نماز پر اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں۔"

اور جب یہ آیت نازل ہوئی **ولم یتخذ وامن دون اللہ و لا رسولہ و لا المومنین ولیجۃ** (سورۃ توبہ آیت ۱۶) " اور سوائے اللہ اور اس کے رسول کے اور مومنین کے کسی کو رازدار نہیں بنایا۔" تو لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا یہ آیت مخصوص ہے بعض مومنین کے لئے یا اس میں سب شامل ہیں؟ پس اللہ نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا کہ لوگوں کے لئے امرِ ولایت کو اسی طرح مفصل بیان کریں جس طرح نماز زکواۃ، روزہ اور حج کے احکامات بیان کئے ہیں۔ پس رسول اللہؐ نے غدیر خم کے مقام پر لوگوں کے سامنے مجھے امر ولایت کے لئے مقرر کیا۔ پھر آپؐ نے خطبہ میں فرمایا: اے لوگو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسے پیغام کو تم تک پہنچانے کا حکم دیا ہے جس کا پہنچانا میرے لئے دشوار گزار ہے کیونکہ مجھے گمان ہے کہ (اس پیغام کو سن کر) لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس پیغام کو پہنچاؤں یا پھر اللہ کے غضب کے لئے تیار ہو جاؤں۔ پس آپؐ نے صلاۃ جامعہ کا حکم دیا پھر ایک خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو کیا تمہیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا اور ان کے نفسوں پر حاکم ہوں۔ سب نے کہا بے شک یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے علیؑ کھڑے ہو۔ پس میں کھڑا ہوا پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ اے اللہ جو اس سے محبت کرے تو اس سے محبت کر اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔ پھر سلمان فارسیؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کی ولایت کس طرح ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ان کی ولایت اسی طرح ہے جس طرح میری ولایت ہے کہ میں جس کے نفس پر حاکم ہوں علیؑ بھی اس کے نفس پر حاکم ہیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا** (سورۃ مائدہ آیت ۳) " آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر میں نے اپنا احسان اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔"

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی اور فرمایا کہ علیؑ کی ولایت کے ذریعہ نعمت تمام ہوئی اور

میری نبوت اور اللہ کا دین مکمل ہوا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہؐ یہ آیت کیا علیؑ سے مخصوص ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ یہ آیت علیؑ اور قیامت تک میرے آنے والے اوصیاء کے لئے ہے۔ ان دونوں نے کہا: یا رسول اللہؐ ہمارے لئے تفصیل بیان کیجئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: علیؑ میرا بھائی، میرا وزیر، میرا وارث، میرا وصی، میری امت میں میرا خلیفہ اور میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔ پھر میرا فرزند حسنؑ ہے۔ پھر میرا فرزند حسینؑ۔ پھر حسینؑ کی اولاد میں سے نو ائمہ ہیں قرآن ان کے ساتھ اور یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملیں گے۔ پس سب نے کہا: خدا کی قسم ہم نے یہ سب رسولؐ سے سنا اور جیسا آپؐ نے فرمایا ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔ بعض اصحاب نے کہا: آپؐ نے جو فرمایا اس میں سے بعض باتیں ہمیں یاد ہیں۔ مگر بعض یاد نہیں جس کی گواہی ہمارے اخیار اور افاضل دے رہے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ ہر شخص کا حافظہ ایک جیسا نہیں ہوتا۔ پس میں تم پر خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ تم میں سے جس کو رسول اللہ کی (یہ حدیث) یاد ہو وہ کھڑا ہو اور بیان کرے پس زید بن ارقم، براء بن عازب، سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار بن یاسر کھڑے ہوئے اور بولے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول یاد ہے جبکہ وہ منبر پر تھے اور آپؑ ان کے پہلو میں تھے اور وہ فرما رہے تھے کہ اے لوگو! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے لئے ایک امام اپنے بعد کے لئے ایک قائم، اپنا خلیفہ اور وصی اس شخص کو مقرر کروں جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرض کی ہے اور جس کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ پس تم کو میری اور اس کی ولایت کا حکم دیا گیا ہے۔ میں نے اپنے رب سے منافقوں کے طعنہ اور تکذیب کا عذر پیش کیا تو اللہ نے مجھ سے کہا کہ یا تو میں اس پیغام کو پہنچاؤں یا پھر عذاب کے لئے تیار ہو جاؤں۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمہیں نماز کا حکم دیا۔ پس میں نے تمہارے لئے نماز کے طریقہ اور احکام بیان کئے اس نے تمہیں زکوۃ کا، صوم کا، حج کا حکم دیا اور میں نے تمہارے لئے انہیں واضح کیا اور ان کی تفسیر بیان کی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ولایت کا حکم دیا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ ولایت کا حکم اس شخص کے لئے مخصوص ہے اور یہ کہہ کر آپؐ نے اپنا ہاتھ علیؑ کے کاندھے پر رکھا پھر اس کے بیٹوں کے لئے ہے پھر اس کی اولاد میں جو اوصیاء ہوں گے، ان کے لئے ہے۔ یہ قرآن سے جدا نہ ہوں گے اور نہ ہی قرآن ان سے جدا ہوگا یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے۔ اے لوگو! میں نے تمہارے لئے اپنے بعد تمہارا ملجا، امام، تمہاری دلیل اور تمہارا ہادی بیان کر دیا۔ اور وہ میرا بھائی علیؑ ہے۔ تمہارے درمیان اس کی منزلت میری جیسی ہے۔ پس اس کی پیروی کرو اور اپنے تمام امور میں اس کی اطاعت کرو کیونکہ وہ تمام علم و حکمت جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا وہ اس کے پاس ہے۔ (تم لوگ اس سے) سوال کرو اور اس سے اور اس کے بعد اس کے اوصیاء سے تعلیم حاصل کرو۔ ان کو نہ پڑھاؤ نہ ان پر تقدم کرو نہ ان سے پیچھے رہو یہ حق کے ساتھ ہیں اور حق ان کے ساتھ ہے۔ نہ وہ حق سے جدا ہوتے ہیں نہ حق ان سے جدا ہوتا ہے

یہ کہہ کر وہ اصحاب بیٹھ گئے۔

راوی سلیم کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ اے لوگو! تم کو علم ہے کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا** (سورہ احزاب آیت ۳۳) " اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور رکھے تم سے نجاست اے نبی کے گھر والو۔ اور پاک کردے تم کو جیسے پاک کرنے کا حق ہے۔"

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے، فاطمہ اور میرے دونوں بیٹوں حسنؑ و حسینؑ کو جمع کیا اور ہم پر چادر ڈال دی اور فرمایا۔ اے اللہ یہ میرے اہل بیت اور میرا گوشت ہیں۔ جس نے ان کو دکھ دیا اس نے مجھے دکھ دیا جس نے ان کو زخم لگایا اس نے مجھے زخم لگایا۔ پس تو ان سے رجس کو دور رکھ اور پاک رکھ جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔ پس ام سلمہؓ نے فرمایا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا میں بھی (اہل بیت میں ہوں) آپؐ نے فرمایا: تم خیر پر ہو یہ آیت مخصوص ہے میرے لئے میرے بھائی علیؑ کے لئے، میرے فرزند حسنؑ و حسینؑ کے لئے اور حسینؑ کی اولاد میں جو نو ائمہ ہوں گے ان کے لئے۔ ان کے علاوہ ہمارے ساتھ کوئی غیر شامل نہیں ہے۔ سب نے کہا ہاں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے ایسا ہی ام سلمہؓ سے بھی سنا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تو آپؐ نے ویسا ہی بیان فرمایا جیسا ام سلمہ نے بیان فرمایا تھا۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا میں تم پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی **یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین** (سورۃ توبہ آیت ۱۱۹) " اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور رہو ساتھ سچوں کے۔" تو سلمان فارسیؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آیت عام ہے یا خاص تو آپؐ نے ارشاد فرمایا مامور تو اس کے عام مومنین ہیں مگر صادقین سے خاص مراد میرا بھائی علیؑ اور اس کے بعد قیامت تک ہونے والے میرے اوصیاء ہیں۔ سب نے کہا: ہاں۔ قسم خدا کی ہمیں اس کا علم ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا میں تم پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں کیا تمہیں علم ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ آپؐ مجھے بچوں اور عورتوں کے پاس کیوں چھوڑے جارہے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ مدینہ میں ہم دو میں سے کسی ایک کا رہنا ضروری ہے اور تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون (علیہ السلام) کو موسیٰ (علیہ السلام) سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ سب نے کہا: ہاں۔ اللہ کی قسم ہمیں علم ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا میں تم پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں۔ کیا تمہیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ حج میں ارشاد فرمایا۔ **یاایھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون ○ وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ ھو اجتبٰکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراہیم ھو**

سمکم المسلمین من قبل و فی ھذا لیکون الرسول شھیداً علیکم و تکونوا شھدآ علی الناس فاقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ واعتصموا باللّٰہ ھو مولکم فنعم المولی و نعم النصیر . (سورۃ حج آیت ۷۷ ـ ۷۸) "اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور بندگی کرو اپنے رب کی اور بھلائی کرو تاکہ تم فلاح پاؤ ۔ اور خدا کی راہ میں ایسا جہاد کرو جو حق جہاد کرنے کا ہے اس نے تم کو چن لیا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی سختی روا نہیں رکھی ۔ یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ ہی کی ملت ہے اور اس (خدا) نے پہلے ہی تمہارا نام مسلم رکھا ہے اور اس (قرآن) میں بھی وہی نام رکھا تاکہ رسول تمہارے اعمال و افعال پر گواہی دیں اور تم لوگوں کے اعمال و افعال پر گواہی دو ۔ پس تم نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ پر پورا بھروسہ رکھو وہی تمہارا کارساز ہے پس وہ سب سے بہتر کارساز اور سب سے بہتر مددگار ہے "۔

پس سلمان فارسیؓ کھڑے ہوئے (اور پوچھا) یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کون افراد ہیں جن پر آپؐ کو گواہ مقرر کیا اور ان کو تمام انسانوں پر گواہ مقرر کیا ہے ۔ اللہ نے کن کو چن لیا اور کن پر دین کے بارے میں کوئی سختی نہیں رکھی۔تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملت کون ہیں ؟آپؐ نے فرمایا:یہ آیت تیرہ افراد کے لئے مخصوص ہے ۔ سلمان فارسیؓ نے پوچھا: حضورؐ تفصیل ارشاد فرمائیں ۔آپؐ نے فرمایا:میں اور میرا بھائی علیؑ اور اس کی اولاد سے گیارہ افراد ۔ سب نے کہا خدا کی قسم ہمیں اس کا علم ہے ۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:میں تم پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری عترت میرے اہل بیت ۔ اگر تم ان دونوں سے تمسک رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اس لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے ۔ اس وقت حضرت عمر بن خطابؓ کھڑے ہوئے اور وہ اس وقت غصہ میں تھے کہنے لگے : یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپؐ کی مراد سارے اہل بیت سے ہے ؟آپؐ نے فرمایا:نہیں ۔ بلکہ ان میں سے جو میرے اوصیاء ہیں ۔ جن میں کا اول میرا بھائی ، میرا وزیر ، میرا وارث ، امت میں میرا خلیفہ ، میرے بعد ہر مومن کا مولا ہے ۔ پھر میرا فرزند حسنؑ پھر میرا فرزند حسینؑ پھر حسینؑ کی اولاد میں سے ایک کے بعد ایک تو ائمہ ہیں یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں ۔ یہ لوگ زمین پر گواہ اور مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں ۔ اس کی علم و حکمت کے خزانے ہیں ۔ جس نے ان کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی ۔ جس نے ان کی معصیت کی اس نے اللہ کی معصیت کی ۔ پس تمام اصحاب بولے:ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا تھا ۔ پھر حضرت علیؑ کے بارے میں ان سے تمام سوالات کئے گئے اور کسی ایک شے کو بھی نہ چھوڑا جس پر اللہ کو گواہ نہ بنایا گیا ہو ۔یہاں تک کہ ان کے تمام

مناقب تک پہنچے جو کچھ رسول اللہؐ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا اور ہر چیز کی سب نے تصدیق کی اور گواہی دی کہ حق ہے۔

۲۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر حافظ نے ان سے ابوبکر محمد بن علی مقری نے جن کا لقب قطاۃ ہے ان سے احمد بن محمد بن یحییٰ سوسی نے ان سے عبدالعزیز بن ابان نے ان سے سفیان ثوری نے ان سے جابر نے ان سے شعبی نے ان سے مسروق نے کہ میں نے عبداللہ ابن مسعود سے پوچھا کہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے یہ بیان کیا تھا کہ ان کے بعد کتنے خلیفہ ہوں گے؟ ابن مسعود نے جواب دیا کہ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بارہ خلیفہ ہوں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

۲۷۔ بیان کیا مجھ سے جعفر بن مسرور نے ان سے حسین بن محمد بن عامر نے ان سے معلّیٰ بن محمد بصری نے ان سے جعفر بن سلیمان نے ان سے عبداللہ حکم نے ان سے ان کے والد نے ان سے سعید بن جبیر نے ان سے عبداللہ ابن عباس نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد میرے خلیفہ میرے اوصیاء اور مخلوق پر اللہ کی حجت بارہ ہیں۔ ان میں پہلا میرا بھائی اور آخری میرا فرزند ہے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؐ کا بھائی کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: علیؑ ابن ابی طالب۔ پھر پوچھا آپؐ کا فرزند کون ہے؟ آپ نے فرمایا: مہدیؑ جو دنیا کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی مبعوث کیا۔ اگر دنیا کا ایک دن بھی رہ جائے تو اللہ اس دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ میرا فرزند مہدیؑ خروج کرے پھر روح اللہ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ نازل ہوں گے اور اس کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔ اس کے نور سے زمین منور ہوگی اور اس کی سلطنت مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوگی۔

۲۸۔ بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق رازی نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے ہیثم بن ابی مسروق نہدی نے ان سے حسین بن علوان نے ان سے عمر بن خالد نے ان سے سعد بن طریف نے ان سے اصبغ بن نباتہ نے ان سے عبداللہ بن عباس نے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اور علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور حسینؑ کی اولاد سے نو ائمہ پاک وپاکیزہ اور معصومین ہیں۔

۲۹۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے ان سے احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے ان سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے ان سے فضل بن صقر عبدی نے ان سے ابو معاویہ نے ان سے اعمش نے ان سے عبایہ بن ربعی نے ان سے عبداللہ ابن عباس نے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میں انبیاء کا سردار ہوں اور علیؑ اوصیاء کے سردار ہیں۔ میرے بعد میرے بارہ اوصیاء ہیں۔ جن میں اول علیؑ اور آخری قائمؑ ہیں۔

۳۰۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے سہل بن زیاد اور احمد بن محمد بن

عیسیٰ نے ان سے حسن بن عباس بن حریش رازی نے ان سے ابو جعفر ثانی نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء کرام (علیہم السلام) نے کہ امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے اصحاب سے فرماتے ہوئے سنا: لیلۃ القدر پر ایمان لاؤ۔ بے شک یہ رات علیؑ اور اس کے بعد اس کے گیارہ فرزندوں کے لئے ہے۔

۳۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ، محمد بن حسین بن ابی خطاب، محمد بن عیسیٰ بن عبید اور عبداللہ بن عامر بن سعید نے ان سے عبدالرحمٰن بن ابی نجران نے ان سے حجاج خشاب نے ان سے معروف بن خربوذ نے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل بیت کی مثال اس امت میں ایسی ہے جیسے آسمان پر ستارے جب ایک ستارہ غائب ہوتا ہے تو دوسرا طلوع ہوجاتا ہے۔

۳۲۔ بیان کیا مجھ سے ہمارے بہت سے اصحاب نے ان سے ابو علی محمد بن ہمام نے ان سے عبداللہ بن جعفر نے ان سے احمد بن ہلال نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے سعید بن غزوان نے ان سے ابو بصیر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے آباء کرام (علیہم السلام) نے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایام میں سے جمعہ کو چن لیا ہے۔ مہینوں میں سے ماہ رمضان کو اور راتوں میں سے لیلۃ القدر کو چن لیا ہے اور تمام انبیاء میں سے مجھ کو چن لیا ہے۔ مجھ سے علیؑ کو چنا اور اس کو تمام اوصیاء پر فضیلت دی ہے علیؑ سے حسنؑ و حسینؑ کو منتخب کیا۔ اور حسینؑ کی اولاد سے اوصیاء کو منتخب کیا ہے۔یہ افراد غالیوں کی تحریف، جھٹلانے والوں اور گمراہوں کی تاویل کی نفی کریں گے ان میں کا نواں فرد قائمؑ ہے جو ان کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے۔

۳۳۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن زیاد ہمدانیؒ نے ان سے محمد بن معقل قرمیسینی نے ان سے محمد بن عبداللہ بصری نے ان سے ابراہیم بن مہزم نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے ان سے حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میرے اہل بیت میں بارہ ائمہ ہوں گے جن کو اللہ نے میرا فہم، میرا علم اور میری حکمت عطا کی ہے۔ اور ان کو میری طینت سے خلق کیا ہے۔ پس ویل ہے ان کے لئے جو ان پر میرے بعد تکبر کریں اور میرے اہل بیت سے قطع رحم کریں۔ میں ایسے لوگوں کے لئے اللہ سے شفاعت نہیں کروں گا۔

۳۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاقؒ نے ان سے محمد بن ہمام ابو علی نے ان سے عبداللہ بن جعفر نے ان سے حسن بن موسیٰ خشاب نے ان سے ابوالمثنیٰ نخعی نے ان سے زید بن علی بن حسینؑ بن علیؑ نے ان سے ان کے والد علی بن حسین نے ان سے ان کے والد حسین بن علی علیہم السلام نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ یہ امت کیسے ہلاک ہوگی (جب کہ ان میں) میں اور علیؑ اور میری اولاد سے گیارہ صاحبان عقل موجود ہیں اس امت کا اول میں اور آخر مسیح بن مریمؑ ہیں۔ لیکن وہ ہلاک ہوں گے جو نہ اُن سے ہیں نہ مجھ سے ہیں۔

۳۵۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحیی عطارؒ نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن عبدالجبار نے ان سے احمد بن محمد بن زیاد ازدی نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے ثابت بن دینار نے ان سے سید العابدین علی بن حسین علیہ السلام نے ان سے سید الشہداء حسین بن علی علیہ السلام نے ان سے سید الاوصیاء امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے بعد بارہ ائمہ ہوں گے ان میں اول اے علیؑ تم ہوگے اور آخر قائمؑ ہے۔ جس کے ہاتھوں پر اللہ مشرق سے مغرب تک کی فتح عطا کرے گا۔

۳۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے ان سے ان کے چچا محمد بن ابی قاسم نے ان سے احمد بن ابو عبداللہ برقی نے ان سے محمد بن علی قرشی نے ان سے ابو الربیع زہرانی نے ان سے جریر نے ان سے لیث بن ابی سلیم نے ان سے مجاہد نے کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ایک فرشتے کا نام دردائیل ہے۔ اس کے سولہ ہزار پر ہیں۔ ان پروں کے درمیان کا فاصلہ اتنا ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ ایک دن اس فرشتے کے ذہن میں خیال آیا کہ کیا اللہ تعالیٰ سے بھی کوئی شے بلند ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنے ہی پر اور عطا کردیئے۔ اب اس کے پاس بتیس ہزار پر ہوگئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا کہ وہ پرواز کرے۔ چنانچہ وہ پچاس سال تک اڑتا رہا اور عرش کے کسی ایک سرے تک نہ پہنچ سکا جب وہ تھک گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو وحی کی کہ اے ملک اپنے مقام پر واپس پلٹ ہماری عظمت ہر عظیم شے پر حاوی ہے۔ اور مجھ سے بلند کوئی شے نہیں۔ نہ ہی مجھے کسی مکان سے متصف کیا جاسکتا ہے۔ پس اللہ نے اس کے پر اس سے چھین لئے اور اسے صفوف ملائکہ سے نکال دیا۔ پھر جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور وہ شب جمعہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے خازنِ دوزخ مالک کو حکم دیا کہ فرزند رسول کی ولادت کی کرامت میں آتش جہنم کو بجھا دو اور رضوان خازنِ جنت کو وحی کی کہ مولود محمدؐ کی خوشی میں جنت کو آراستہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے حورالعین کو وحی کی کہ وہ اس خوشی کے موقعہ پر اپنے کو آراستہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو وحی کی کہ وہ حسین (علیہ السلام) کی ولادت کی کرامت میں صف باندھ کر کھڑے ہوجائیں اور تسبیح و تحمید و تکبیر و تجید کریں۔ اور اللہ نے حضرت جبرئیل (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ میرے نبی کے پاس ہزار گروہ ملائکہ کے جائیں اور ہر گروہ میں ہزار ہزار ملک ہوں جو سب زین و لجام سے آراستہ سفید اور کالے نشانوں والے گھوڑوں پر سوار ہوں اور وہ گھوڑے یاقوت اور جواہر سے سجے ہوئے ہوں۔ اور ان کے ساتھ ملائکہ ہوں جنہیں روحانی کہا جاتا ہے۔ اپنے ہاتھوں میں نور کے طبق ہوں اور وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مولود کی مبارک باد دیں اور حضرت جبرئیل (علیہ السلام) کو وحی کی کہ اے جبرئیل میرے نبی کو یہ خبر دینا کہ اس مولود کا نام حسین رکھو۔ اور ان سے کہو کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) اس کو آپؐ کی امت کے شریر لوگ بدترین سواریوں پر سوار ہو کر قتل کریں گے ۔ پس ویل ہے قاتل کے لئے ۔ ویل ہے پشت پناہی کرنے والے کے لئے اور ویل ہے بری راہ دکھانے والے کے لئے ۔ میں حسینؑ کے قاتل سے بری ہوں اور وہ میری رحمت سے دور کیونکہ قیامت تک ہونے والے جرائم میں قتل حسینؑ سے بڑا کوئی جرم نہ ہوگا ۔ حسینؑ کا قاتل قیامت کے روز مشرکوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہوگا ۔ جہنم قاتلِ حسینؑ کا مشتاق ہے ۔ جس طرح جنت اطاعت گزاروں کی مشتاق ہے ۔

پس حضرت جبرئیل (علیہ السلام) زمین کی طرف محو پرواز ہوئے ۔ جب دردائیل کے پاس سے گزرے تو دردائیل نے کہا:اے جبرئیل (علیہ السلام) آج کی رات آسمان پر کیا امور طے پائے ہیں؟کیا اہل زمین پر قیامت آنے والی ہے ۔ حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نے کہا:نہیں ۔ بلکہ زمین پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس بچے کی مبارک باد دینے کے لئے بھیج رہا ہے ۔ اس فرشتہ (دردائیل) نے کہا:اے جبرئیل (علیہ السلام) تمہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے تمہیں اور مجھے خلق کیا جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچنا تو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ اس مولود کے حق کے واسطے آپؐ میرے لئے بارگاہِ پروردگار میں عرض کریں کہ وہ مجھ سے راضی ہوجائے ۔ اور میرے پر مجھے واپس کردے ۔ اور مجھے صف ملائکہ میں قیام کی اجازت دیدے ۔ جب حضرت جبرئیل (علیہ السلام) حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس حاضر ہوئے اور آپؐ کو مبارکباد دی اور جیسا کہ خدا نے حکم دیا تھا بجالائے ۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) نے فرمایا: کیا میری امت میرے فرزند کو قتل کرے گی ؟ حضرت جبرئیل نے کہا: ہاں ۔ آپؐ نے فرمایا:وہ لوگ میری امت میں نہیں ہوں گے ۔ میں ان سے بری ہوں ۔ اور اللہ ان سے بری ہے ۔ حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نے عرض کی:اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں بھی ان سے بری ہوں ۔ پھر حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جناب فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے پاس آئے اور ان کو مبارک باد دی ۔ اور حسین (علیہ السلام) کے قتل کی خبر دی ۔ جناب فاطمہ (سلام اللہ علیہا) رونے لگیں اور فرمانے لگیں ۔ اے کاش یہ بچہ پیدا ہی نہ ہوتا ۔ اللہ تعالیٰ حسینؑ کے قاتل کو جہنم رسید کرے ۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا:اے فاطمہؑ قاتل حسین کے جہنمی ہونے کی میں گواہی دیتا ہوں ۔ لیکن یہ تمہارا بیٹا شہید نہیں ہوگا جب تک اس کی نسل سے ایک امام پیدا نہ ہوجائے کہ جس کی پشت سے باقی ائمہ ہدیٰ پیدا ہوں گے ۔ پھر فرمایا:میرے بعد جو ائمہ ہیں تو ان میں علیؑ ہادی ہیں ۔ جو ہادی ہیں ۔ پھر حسنؑ مہتدی ، پھر حسینؑ ناصر ، پھر علی بن حسینؑ منصور ، پھر محمد بن علیؑ شافع ، پھر جعفر بن محمدؑ نفاع ، پھر موسیٰ بن جعفرؑ امین ، پھر علی بن موسیٰ رضا ، پھر محمد بن علی فعال ، پھر علی بن محمد موتمن ، پھر حسن بن علی علام ، پھر قائمؑ جن کے پیچھے عیسیٰؑ نماز ادا کریں گے ۔

یہ سن کر جناب فاطمہ (سلام اللہ علیہا) نے گریہ بند کیا ۔ پھر جبرئیلؑ نے حضور اکرمؐ کو اس فرشتہ (دردائیل) کا

قصہ سنایا اور اس کا پیغام پہنچایا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے امام حسین (علیہ السلام) کو جو ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے ہاتھوں پر اٹھایا اور آسمان کی طرف اشارہ کرکے کہا اے اللہ تجھے اس مولود کے حق کا واسطہ بلکہ اس حق کا واسطہ جو تیرا اس مولود پر اس کے جد محمدؐ اور ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ پر ہے اگر حسینؑ ابن علیؑ و فاطمہؑ کی کوئی منزلت تیری بارگاہ میں ہے تو دردائیل کو معاف فرما، اس کے پر اسے لوٹا اور اسے صف ملائکہ میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کی دعا قبول کی اور اس ملک کی خطا کو معاف کیا (اس کے پر اسے لوٹا دیئے اور اسے صفوف ملائکہ میں جگہ دیدی) پس اس ملک کی جنت میں پہچان یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ یہ حسینؑ بن علیؑ اور ابن فاطمہؑ بنت رسول اللہ کا غلام ہے۔

۳۷۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندیؒ نے ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن نصر نے ان سے حسن بن موسیٰ خشاب نے ان سے حکم بن بہلول انصاری نے ان سے اسماعیل بن ہمام نے ان سے عمران بن قرۃ نے ان سے ابو محمد مدنی نے ان سے ابن اذینہ نے ان سے ابان بن ابی عیاش نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو حضور اکرمؐ وہ آیت مجھے سناتے اور املاء کراتے اور مجھے اس آیت کی تاویل و تفسیر و ناسخ و منسوخ و محکم و متشابہ تعلیم کرتے اور رسول اللہؐ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ وہ مجھے اس آیت کو سمجھنے اور یاد رکھنے کی توفیق عطا کرے۔ پس جس آیت کا مجھے علم نہ ہوتا یا میں بھول جاتا تو رسول اللہ وہ آیت مجھے لکھوا دیتے تھے۔ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حلال و حرام اور امر و نہی وغیرہ کا علم دیا تھا اور جو کچھ ہو چکا اور ہوگا اس کی اطاعت یا معصیت میں وہ سب حضور اکرمؐ نے مجھے تعلیم فرما دیا اور ان میں سے ایک حرف بھی میں نہیں بھولا۔ اور حضور اکرمؐ نے اللہ سے دعا کی کہ میرے دل کو علم و فہم و حکمت و نور سے بھر دے کوئی چیز اس میں سے نہ بھولوں اور کوئی چیز مجھ سے نہ چھوٹے جس کو میں تحریر میں نہ لاؤں۔ پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ کیا آپ کو خوف ہے کہ میں آپؐ کے بعد کچھ بھول نہ جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا: اے علیؑ مجھے تمہارے لئے نسیان اور جہل کا خوف نہیں ہے۔ مجھے رب نے خبر دی ہے کہ اس نے میری دعا تمہارے حق میں اور تمہارے ان شرکاء کے حق میں جو تمہارے بعد ہوں گے قبول کرلی ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ میرے بعد میرے شرکاء کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا وہی ہیں جن کے لئے ارشاد ہوا۔ **اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم** (سورۃ نساء آیت ۵۹) " اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔" میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ کون ہیں فرمایا یہ میرے اوصیاء ہیں جو مجھ سے حوض کوثر پر ملیں گے یہ سب ہدایت کرنے والے اور ہدایت یافتہ ہیں۔ ان کے دشمن ان کو ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ اور دونوں میں جدائی نہ ہوگی۔ ان کے واسطے سے

میری امت کی نصرت کی گئی ۔ ان کے وسیلے سے پانی برستا ہے ۔ بلائیں دور ہوتی ہیں ۔ اور دعائیں مستجاب ہوتی ہیں ۔ میں نے عرض کی: حضور اکرمؐ ان کے اسماء گرامی بیان فرمائیں ۔ فرمایا: میرا یہ بیٹا اور اپنا ہاتھ حضرت حسنؑ کے سر پر رکھا ۔ پھر میرا یہ بیٹا اور اپنا ہاتھ حسینؑ کے سر پر رکھا پھر اس کا بیٹا جس کا نام علیؑ ہوگا ۔ اور جس کی ولادت تمہاری زندگی میں ہوگی پس اس کو میرا سلام کہنا ۔ اس طرح بارہ مکمل ہوں گے ۔ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر نثار یا رسول اللہؐ مجھے ان سب کے نام فرداً فرداً بتایئے ۔ تو آپؐ نے سب کے نام بیان کئے ۔ انہی میں قسم بخدا اے برادران بنو ہلال! میری امت کا مہدی بھی ہے جو زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی ۔ خدا کی قسم میں ان لوگوں کو پہچانتا ہوں جو رکن و مقام کے درمیان اس کی بیعت کریں گے میں ان کے آباء اور قبائل کے نام بھی جانتا ہوں ۔

باب (۲۵) غیبت قائمؑ سے متعلق حضور اکرمؐ کے ارشادات

۱ ۔ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرورؒ نے ان سے حسین بن محمد بن عامر نے ان سے ان کے چچا عبداللہ بن عامر نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے ابو جمیلہ مفضل بن صالح نے ان سے جابر بن یزید جعفی نے ان سے جابر بن عبداللہ انصاری نے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مہدی (علیہ السلام) میری نسل سے ہوگا ۔ اس کا نام میرا نام اس کی کنیت میری کنیت ہے ۔ وہ خلق و خلق میں تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہوگا اس کی غیبت واقع ہوگی اور حیرانی (اور سرگردانی) سے کثیر تعداد گمراہ ہوجائے گی ۔ شہاب ثاقب کے مانند ظاہر ہوگا اور زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی ۔

۲ ۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے احمد بن حسین بن سعید نے ان سے محمد بن جمہور نے ان سے فضالہ بن ایوب نے ان سے معاویہ بن وھب نے ان سے ابو حمزہ نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: طوبیٰ اس کے لئے ہے جو قائم اہل بیتؑ کو پائے ۔ ان کی غیبت میں ان کے قیام سے پہلے ان پر ایمان رکھے ان کے دوستوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے نفرت رکھے ۔ ایسا شخص قیامت کے دن میرا رفیق، صاحبِ مودت اور مکرم ہوگا ۔

۳ ۔ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمدؒ نے ان سے ابو عمرو لیثی نے ان سے محمد بن مسعود نے ان سے خلف بن حماد نے ان سے سہل بن زیاد نے ان سے اسماعیل بن مہران نے ان سے محمد بن اسلم جبلی نے ان سے خطاب بن مصعب نے ان سے سدیر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلامؑ نے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ طوبیٰ ان کے لئے ہے جو میرے اہل بیت کے قائم کو پائیں گے ان کے قیام سے پہلے ان کی پیروی کریں

گے۔ ان کی غیبت میں ان پر اور ان سے پہلے جو ائمہ گزرے ہیں ان پر ایمان رکھیں گے اور اللہ کے لئے ان کے دشمنوں سے بے بیزار رہیں گے اور وہ لوگ میرے رفیق اور میری امت کے سب سے باعزت افراد ہوں گے۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ اور محمد بن موسیٰ متوکلؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری اور محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ابراہیم بن ہاشم اور احمد بن ابو عبداللہ برقی اور محمد بن حسین بن ابو خطاب نے ان سے ابو علی حسن بن محبوب سراد نے ان سے داؤد بن حصین نے ان سے ابو بصیر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ مہدی (علیہ السلام) میری نسل سے ہوگا۔ اس کا نام میرا نام۔ اس کی کنیت میری کنیت ہوگی۔ وہ خُلق اور خَلق میں سب سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہوگا۔ اس کی غیبت واقع ہوگی جس سے حیرانی (اور سرگردانی) ہوگی جس میں ایک بڑی تعداد اپنے دین سے گمراہ ہوجائے گی۔ پھر وہ شہاب ثاقب کے مانند ظہور کرے گا اور زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار نیشاپوری نے ان سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے ان سے حمدان بن سلیمان نیشاپوری نے ان سے محمد بن اسماعیل بزیع نے ان سے صالح بن عقبہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے ان کے والد سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سے سیدالاوصیاء امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مہدی (علیہ السلام) میری نسل سے ہوگا۔ اس کے لئے غیبت ہے۔ جس کی وجہ سے امت حیرت میں مبتلا ہو کر گمراہ ہوجائے گی۔ وہ تبرکاتِ انبیاء کے ساتھ ظہور کرے گا اور زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔

۶۔ ان ہی اسناد سے جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ افضل عبادت امامِ قائم (علیہ السلام) کے ظہور کا انتظار ہے۔

۷۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے ان سے محمد بن اسماعیل برکی نے ان سے علی بن عثمان نے ان سے محمد بن فرات نے ان سے ثابت بن دینار نے ان سے سعید بن جبیر نے ان سے ابن عباس نے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) ارشاد فرمایا کہ علیؑ میری امت کا امام اور میرے بعد ان پر خلیفہ ہے اور اس کی اولاد میں قائم منتظر ہوگا۔ جو زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بشیر بنا کر بھیجا جو لوگ اس کے زمانہ غیبت میں اپنے قول پر قائم رہیں گے وہ کبریتِ احمر سے زیادہ قابل قدر ہوں گے۔ پس جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے عرض کیا۔ یا رسول

اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ کے فرزند قائم (آل محمد علیہ السلام) کے لئے غیبت واقع ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ خدا کی قسم اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مومنین کو سرفراز کرے گا اور کافرین کو جتائے گا۔ یہ امر اللہ کے امر میں سے ایک ہے۔ اور رازہائے پروردگار میں سے ایک راز ہے جو کہ بندگان خدا سے پوشیدہ ہے۔ پس جو اس میں شک کرے گا تو امر رب میں شک کرے گا اور وہ کافر ہے۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن محمد بن علی بن شاہ الفقیہ مرورودی نے شہر مروالروذ میں ان سے ابو حامد احمد بن محمد بن حسین نے ان سے ابو یزید احمد بن خالد خالدی نے ان سے محمد بن احمد بن صالح تمیمی نے ان سے محمد بن حاتم قطان نے ان سے حماد بن عمرو نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد امجد علیہم السلام نے ان سے جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ایک طویل حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے بارے میں فرمایا جس میں آپ نے فرمایا کہ اے علیؑ جان لو کہ ان لوگوں کا ایمان تعجب خیز اور ان کا یقین عظیم ترین ہے جو آخر زمانے میں ہوں گے۔ جب کہ ان کے درمیان کوئی نبی نہ ہوگا اور حجت خدا ان کی نظروں سے پوشیدہ ہوں گے اس کے باوجود وہ اندھیروں میں روشنی پر ایمان لائیں گے۔

باب (۲۶) غیبتِ قائمؑ سے متعلق امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے ارشادات

۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری اور محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب، احمد بن محمد بن عیسیٰ، احمد بن محمد بن خالد برقی اور ابراہیم بن ہاشم نے ان سے حسن بن علی بن فضال نے ان سے ثعلبہ بن میمون نے ان سے مالک جہنی نے نیز محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ نے ان سے عبداللہ بن محمد طیالسی نے ان سے منذر بن محمد بن قابوس نے ان سے نصر بن ابی سری نے ان سے ابو داؤد سلیمان بن سفیان مسترق نے ان سے ثعلبہ بن میمون نے ان سے مالک جہنی نے ان سے حارث بن مغیرہ نصری نے ان سے اصبغ ابن نباتہ نے کہ میں جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے پاس گیا تو دیکھا کہ آپ کسی فکر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور انگلی سے زمین کرید رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا امیرالمومنین (علیہ السلام) میں نے آج تک آپ کو اتنا فکر مند نہیں دیکھا کیا کوئی فکر دنیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں خدا کی قسم میں نے اس دنیا سے ایک دن بھی رغبت نہیں رکھی۔ میں تو اس

مولود کے بارے سوچ رہا ہوں جو میری نسل سے میرے بعد گیارہواں فرد امامت ہوگا۔ وہ مہدی ہوگا جو دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ ان کے لئے حیرت اور غیبت ہے۔ (حیرت اور غیبت بھی ایسی) کہ جس میں کچھ اقوام گمراہ ہوجائیں گی اور ایک قوم ہدایت پائے گی۔ میں نے عرض کیا: یا امیرالمومنینؑ کیا ایسا ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ اور اے اصبغ میں تم کو اس کی خبر دے رہا ہوں کہ وہی (ہدایت پانے والے) لوگ بہترین لوگ ہیں۔ میں نے عرض کیا: اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: اس کے بعد اللہ وہی کرے گا جو چاہے گا۔ اسی کے لئے ارادے، مقاصد اور اختتام ہیں۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ اور محمد بن علی ماجیلویہؒ نے ان سے محمد بن ابی قاسم ماجیلویہ ان سے محمد بن علی کوفی قرشی مقری نے ان سے نصر بن مزاحم منقری نے ان سے عمر بن سعد نے ان سے فضیل بن خدیج نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے نیز بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے ان سے محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ابراہیم بن ہاشم نے ان سب سے عبدالرحمٰن بن ابی نجران نے ان سے عاصم بن حمید نے ان سے ابوحمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمٰن بن جندب فزاری نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے۔

اور دوسرے اسناد سے بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب بن نصر بن عبدالوہاب قرشی نے بیان کیا ان سے ابوبکر محمد بن داؤد بن سلیمان نیشاپوری نے ان سے موسیٰ بن اسحاق انصاری نے جو شہرے کے قاضی تھے ان سے ابو نعیم ضرار بن صرد تیمی نے ان سے عاصم بن حمید حناط نے ان سے ابوحمزہ نے ان سے عبدالرحمٰن بن جندب فزاری نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے۔

اور ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبدالرحمٰن بن ابی نجران نے ان سے عاصم بن حمید نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمٰن بن جندب فزاری نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے۔

اور بیان کیا ہم سے شیخ ابو سعید محمد بن حسن بن علی بن محمد بن احمد بن علی بن صلت قمیؒ نے ان سے محمد بن عباس حروی نے ان سے ابو عبداللہ محمد بن اسحاق بن سعید سعدی نے ان سے ابو حاتم محمد بن ادریس حنظلی رازی نے ان سے اسماعیل بن موسیٰ فزاری نے ان سے عاصم بن حمید نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمٰن بن جندب نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے (ایک اور روایت کے تحت) فضیل بن خدیج نے کمیل بن زیاد نخعی سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور کوفہ کی پشت کی طرف لے چلے جب آبادی سے باہر نکلے تو ایک لمبی آہ بھری اور فرمایا: اے کمیل یہ دل اسرار و حکم کے ظروف ہیں ان میں سب سے بہتر وہ

ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو۔ لہذا جو میں تمہیں بتاؤں اسے یاد رکھنا۔ دیکھو تین (۳) قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک عالم ربانی۔ دوسرا متعلم کہ جو نجات کی راہ پر برقرار رہے۔ اور تیسرا عوام الناس کا وہ پست گروہ ہے کہ جو ہر پکارنے والے کے پیچھے ہولیتا ہے اور ہر ہوا کے رخ پر مڑجاتا ہے۔ نہ انہوں نے نور علم سے کسب ضیا کیا، نہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ لی۔ اے کمیل یاد رکھو کہ علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تمہیں حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ لیکن علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ اے کمیل! علم کی محبت ایک دین ہے کہ جس کی اقتدا کی جاتی ہے اسی سے انسان اپنی زندگی میں دوسروں سے اپنی اطاعت کرواتا ہے اور مرنے کے بعد نیک نامی حاصل کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ علم حاکم ہوتا ہے اور مال محکوم اور مال و دولت کے نتائج اور اثرات مال کے فنا ہونے سے فنا ہوجاتے ہیں۔ اے کمیل مال جمع کرنے والے زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں اور علم حاصل کرنے والے رہتی دنیا تک باقی رہتے ہیں۔ بے شک ان کے اجسام نظروں سے اوجھل ہوجاتے ہیں۔ مگر ان کی حقیقتیں دلوں میں موجود رہتی ہیں۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے اپنے سینۂ اقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: دیکھو یہاں علم کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ کاش اس کے حاصل کرنے والے مجھے مل جاتے۔ ہاں ملا مگر ایسا ذہن جو ناقابل اطمینان ہے۔ اور جو دنیا کے لئے دین کو آلہ کار بنانے والا ہے اس علم کے ذریعے اللہ کے بندوں پر، اس کی حجتوں پر اور اس کی نعمتوں کے ذریعے اس کے دوستوں پر برتری کا طلبگار ہوگا تاکہ کمزور لوگ ولیِ حق کے بجائے اسی کو اپنا رہبر جانیں۔ یا جو ارباب حق و دانش کا مطیع تو ہے مگر اس کے دل کے گوشوں میں بصیرت کی روشنی نہیں ہے۔ پس ادھر ذرا سا شبہ عارض ہوا اور اس کے دل میں شکوک و شبہات کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں تو معلوم ہونا چاہیئے کہ نہ یہ اس قابل ہے اور نہ وہ اس قابل ہے۔ یا ایسا شخص ملتا ہے جو کہ لذتوں پر مٹا ہوا ہے اور باآسانی خواہشات نفسانی کی راہ پر چلنے والا ہے۔ یا ایسا شخص جو جمع آوری اور ذخیرہ اندوزی پر جان دیئے ہوئے ہے۔ یہ دونوں بھی دین کے کسی امر کی رعایت و پاسداری کرنے والے نہیں ہیں۔ ان دونوں سے انتہائی قریبی شباہت چرنے والے چوپائے رکھتے ہیں۔ اسی طرح تو علم کے خزینہ داروں کے مرنے سے علم ختم ہوجاتا ہے۔ ہاں مگر زمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہی کہ جس سے خدا کی حجت برقرار رہے۔ وہ ظاہر اور مشہور ہو یا خائف اور پوشیدہ۔ تاکہ اللہ کی دلیلیں اور نشانیاں مٹنے نہ پائیں۔ اور وہ ہیں ہی کتنے اور کہاں پر ہیں۔ خدا کی قسم وہ تو گنتی میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور اللہ کے نزدیک قدرومنزلت کے لحاظ سے بہت بلند۔ خداوند عالم ان کے ذریعہ سے اپنی حجتوں اور نشانیوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کو اپنے ہی جیسوں کے سپرد کردیں اور اپنے ہی جیسوں کے دلوں میں انہیں بو دیں۔ علم نے انہیں حقیقت و بصیرت کے انکشافات تک پہنچا دیا۔ وہ یقین و اعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں۔ اور ان چیزوں کو جنہیں آرام پسند لوگوں نے دشوار قرار دے رکھا ہے اپنے لئے سہل اور آسان سمجھتے ہیں اور جن چیزوں سے جاہل بھڑک اٹھتے ہیں ان سے وہ بھی جی لگائے بیٹھے

ہیں وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے سہتے ہیں کہ جن کی روحیں ملاء اعلیٰ سے وابستہ ہیں یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ہائے ان کی دید کے لئے میرے شوق کی فراوانی! اللہ میری اور تمہاری مغفرت کرے۔

عبدالرحمٰن بن جندب کی روایت کے مطابق آخر میں آپؑ نے فرمایا اب جس وقت چاہو واپس جاؤ۔

اسی حدیث کو مجھ سے ابو احمد قاسم بن محمد بن احمد بن سراج ہمدانی نے شہر ہمدان میں بیان کیا ان سے ابو احمد قاسم بن (ابو) صالح نے ان سے موسیٰ بن اسحاق قاضی انصاری نے ان سے ابو نعیم ضرار بن صرد نے ان سے عاصم بن حمید حنّاط نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمٰن بن جندب فزاری نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے کہ جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور ویرانے میں لے گئے۔جب ہم صحرا میں پہنچے تو آپؑ بیٹھ گئے اور فرمایا: اے کمیل بن زیاد میں تم سے جو کہتا ہوں اسے یاد رکھو۔یہ دل اسرار و حکم کے ظرف ہیں۔ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہے۔اس کے بعد آپؑ نے مذکورہ بالا حدیث بیان فرمائی۔پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ زمین کو کسی ہادی سے خالی نہیں رکھتا ورنہ اس کی حجتیں اور نشانیاں باطل ہوجائیں گی۔اور اس سند کی حدیث میں ان الفاظ "وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ" کا تذکرہ نہیں ہے اور آخر میں فرمایا: جب چاہو کھڑے ہو جاؤ (اور چلے جاؤ)۔

یہی حدیث ہم سے حاکم ابو محمد بکر بن علی بن محمد بن فضل حنفی شاشی نے بیان کی ان سے ابو بکر محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بزاز شافعی نے مدینۃ السلام میں بیان کی ان سے موسیٰ بن اسحاق قاضی نے ان سے ضرار بن صرد نے ان سے عاصم بن حمید حنّاط نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمٰن بن جندب فزاری نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام میرا ہاتھ پکڑ کر ویرانے کی طرف لے چلے جب ہم صحرا میں پہنچے تو آپؑ بیٹھ گئے اور ایک سرد آہ بھری۔پھر فرمایا: اے کمیل بن زیاد میں جو کچھ تمہیں بتاؤں اسے یاد رکھنا یہ دل اسرار و حکم کے ظروف ہیں۔ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہے۔انسانوں کی تین اقسام ہیں۔ایک عالم ربانی، دوسرا متعلم جو نجات کی راہ پر برقرار ہے۔اور تیسرا عوام الناس کا وہ پست گروہ جو ہر پکارنے والے کے پیچھے ہولیتا ہے اور اس کے بعد طویل حدیث آخر تک بیان کی۔

اسی حدیث کو ہم سے ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد اسواری نے شہر ایلاق میں بیان کیا ان سے مکی بن احمد بن سعدویہ برذعی نے ان سے عبداللہ بن محمد بن حسن مشرقی نے ان سے محمد بن ادریس ابو حاتم نے ان سے اسماعیل بن موسیٰ فزاری نے ان سے عاصم بن حمید نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے ثابت بن ابی صفیہ نے ان سے عبدالرحمٰن بن جندب نے ان سے کمیل بن زیاد نے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور ویرانے کی طرف لے گئے جب صحرا میں پہنچے تو بیٹھ گئے پھر ایک آہ بھری اور فرمایا: اے کمیل بن زیاد یہ دل اسرار و حکم کے ظروف ہیں۔

ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو۔ اس کے بعد مذکورہ حدیث آخر تک بیان کی۔

اسی حدیث کو ہم سے ابوالحسن احمد بن محمد بن صقر صائغ عدل نے بیان کیا ان سے موسیٰ بن اسحاق قاضی نے ان سے ضرار بن صرد نے ان سے عاصم بن حمید حناط نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمٰن بن جندب فزاری نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے مذکورہ طویل حدیث آخر تک بیان کی۔

اسی حدیث کو مجھ سے ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد اسواری نے شہر ایلاق میں بیان کیا ان سے مکی بن احمد بن سعدویہ برذعی نے ان سے عبداللہ بن محمد بن حسن مشرقی نے ان سے محمد بن ادریس ابو حاتم نے ان سے اسماعیل بن موسیٰ فزاری نے ان سے عاصم بن حمید نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے ثابت بن ابی صفیہ نے ان سے عبدالرحمٰن بن جندب نے ان سے کمیل بن زیاد نے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور ویرانے کی طرف لے گئے۔ جب صحرا میں پہنچے تو بیٹھ گئے پھر ایک آہ بھری اور فرمایا: اے کمیل بن زیاد یہ دل اسرار و حکم کے ظروف ہیں۔ ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو۔ اس کے بعد مذکورہ حدیث آخر تک بیان کی۔

اسی حدیث کو ہم سے ابوالحسن احمد بن محمد بن صقر صائغ عدل نے بیان کیا ان سے موسیٰ بن اسحاق قاضی نے ان سے ضرار بن صرد نے ان سے عاصم بن حمید حناط نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمٰن بن جندب فزاری نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے مذکورہ طویل حدیث آخر تک بیان کی۔

یہی حدیث ہم سے حاکم ابو محمد بکر بن علی بن محمد بن فضل حنفی شاشی نے شہر ایلاق میں بیان کی ان سے ابو بکر محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بزاز شافعی نے مدینۃ السلام میں ان سے بشر بن موسیٰ ابو علی اسدی نے ان سے عبداللہ بن ہیثم نے ان سے ابو یعقوب اسحاق بن محمد بن احمد نخعی نے ان سے عبداللہ بن فضل بن عبداللہ بن ابی ہیاج بن محمد بن ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے ان سے ہشام بن محمد سائب ابو منذر کلبی نے ان سے ابو مخنف لوط بن یحییٰ نے ان سے فضیل بن خدیج نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے کہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کوفہ میں میرا ہاتھ پکڑا اور ویرانے کی طرف لے گئے اور مذکورہ بیان فرمایا جس میں یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو کبھی اپنی حجت سے خالی نہیں چھوڑتا چاہے وہ حجت ظاہر ہو یا پوشیدہ تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجت اور اس کی نشانیاں باطل نہ ہوجائیں اور آخر میں فرمایا: اب تم جب چاہو چلے جاؤ۔

بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے عبداللہ بن فضل بن عیسیٰ نے ان سے عبداللہ نوفلی نے ان سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے ان سے ہشام کلبی نے ان سے ابو مخنف لوط بن یحییٰ نے ان سے عبدالرحمٰن ابن جندب نے ان سے کمیل بن زیاد نے کہ جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے ایک طویل کلام میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی حجت سے کبھی خالی نہیں چھوڑتا۔ چاہے وہ

غالب اور مشہور ہو یا خوفزدہ اور مغلوب تاکہ اللہ تعالیٰ کے دلائل و براہین باطل نہ قرار پائیں۔

بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے ان سے ان کے چچا محمد بن ابوالقاسم نے ان سے محمد بن علی کوفی نے ان سے نصر بن مزاحم نے ان سے ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی نے ان سے عبدالرحمٰن بن جندب نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے بیان کیا کہ مجھ سے جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے ایک طویل کلام میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی حجت سے کبھی خالی نہیں چھوڑتا چاہے وہ غالب اور مشہور ہو یا پوشیدہ اور مغلوب تاکہ اس کے دلائل و براہین باطل نہ قرار پائیں (اور آخر میں ارشاد فرمایا اب تم جب چاہو جاسکتے ہو)۔

بیان کیا ہم سے جعفر بن محمد بن مسرور نے ان سے حسین بن محمد بن عامر نے ان سے ان کے چچا عبداللہ بن عامر نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے ابان بن عثمان الاحمر نے ان سے عبدالرحمٰن بن جندب نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے کہ جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے کلام کے آخر میں فرمایا اے اللہ تو زمین کو صاحب حجت سے خالی نہیں چھوڑتا چاہے غالب اور مشہور ہو یا پوشیدہ اور مغلوب تاکہ تیرے دلائل اور براہین باطل نہ قرار پائیں۔

مجھ سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان سے محمد بن اسماعیل برکی نے ان سے عبداللہ بن احمد نے ان سے ابوزھیر عبدالرحمٰن بن موسیٰ برقی نے ان سے محمد بن زیات نے ان سے ابو صالح نے ان سے کمیل بن زیاد نے بیان کیا کہ جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے ایک طویل کلام میں ارشاد فرمایا کہ اے اللہ تو زمین کو صاحب حجت سے خالی نہ چھوڑتا چاہے وہ ظاہر ہو یا مخفی اور مغلوب تاکہ تیری حجت دبراہین باطل نہ قرار پائیں۔

یہ حدیث بہت سے طریقوں سے روایت ہوئی ہے۔

۳۔ بیان کیا ہم سے ابو سعید محمد بن فضل بن محمد بن اسحاق مذکر نے نیشاپور میں ان سے ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ بن حارث بزاز نے ان سے عبداللہ بن مسلم دمشقی نے ان سے ابراہیم بن یحییٰ اسلمی مدنی نے ان سے عمارہ بن جوین نے ان سے ابو طفیل عامر بن واثلہ نے کہ حضرت ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد ہم حضرت عمرؓ بن خطاب کے پاس جمع ہوئے اور ان سے بیعت کی کچھ دن ٹھہرے اس دوران مسجد میں ان کے پاس آنے جانے لگے اور ان کو امیرالمومنین کے لقب سے نوازا۔ ایک دن ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مدینے کے یہودیوں میں سے ایک یہودی آیا وہ اپنے آپ کو حضرت ہارون برادر حضرت موسیٰ علیہما السلام کی اولاد میں سے سمجھتا تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ کے پاس آکر کہا۔ اے امیرالمومنین کیا آپ کتاب خدا و سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سب سے بڑے عالم ہیں تاکہ میں آپ سے سوال کروں جو میں چاہوں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔ یہودی نے حضرت علی علیہ

السلام سے کہا: کیا آپؑ بڑے عالم ہیں اے علیؑ؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ تو جو چاہتا ہے وہ پوچھ۔ اس نے کہا: میں آپؑ سے تین اور تین اور ایک چیز کی بابت پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: تو یہ کیوں نہیں کہتا کہ میں سات چیزوں کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ یہودی بولا: پہلے تین سوالات کروں گا۔ اگر جواب صحیح دیئے تو دوسرے تین سوال کرونگا ان کے بھی جواب دیدیئے تو پھر ایک سوال کرونگا۔ اور اگر آپ نے اول تین سوالوں کے جوابات میں خطا کی تو مزید کوئی سوال نہیں کرونگا۔ آپؑ نے فرمایا: جس طرح تیرا دل چاہتا ہے تو سوال کر میں خطا کروں یا صحیح جواب دوں۔ اس نے اپنی آستین پر ہاتھ مارا ایک پرانی کتاب نکالی اور کہنے لگا: یہ میرے آباؤاجداد کا ورثہ ہے۔ جسے حضرت موسیٰ بن عمران نے املاء کرایا اور ہارونؑ نے لکھا اس میں وہ تمام جوابات موجود ہیں جو میں آپؑ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں نے اس کتاب میں تحریر شدہ جوابات کے مطابق صحیح جوابات دیدیئے تو کیا تو اسلام قبول کرلے گا؟ یہودی نے کہا: خدا کی قسم اگر آپؑ نے اس کتاب کے مطابق صحیح جوابات دیئے تو میں اسی وقت اسلام قبول کرلوں گا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تو پھر پوچھ۔ اس نے کہا: سب سے پہلا پتھر کون سا ہے جو زمین پر نازل ہوا؟ سب سے پہلا درخت کونسا ہے جو زمین پر اگا؟ سب سے پہلا چشمہ کون سا ہے جو زمین پر جاری ہوا؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے یہودی سب سے پہلا پتھر جو زمین پر نازل ہوا تم یہودی یہ گمان کرتے ہو کہ بیت المقدس کا پتھر ہے اور یہ بات درست نہیں ہے۔ بلکہ سب سے پہلا نازل ہونے والا پتھر وہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے نازل ہوا اور وہ رکن بیت پر رکھا ہوا ہے۔ جس کو لوگ مس کرتے ہیں، چومتے ہیں اور اپنے میثاق و عہد کی تجدید کرتے ہیں جو ان کے اور ان کے اللہ کے درمیان ہے۔ یہودی بولا۔ میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ نے درست فرمایا۔ پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ سب سے پہلا درخت جو زمین پر اگا یہودیوں کے علم کے مطابق زیتون کا درخت ہے حالانکہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ بلکہ وہ عجوہ (کھجور کی قسم) ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے ہمراہ جنت سے نازل ہوا تھا اور کھجور کی تمام اقسام اسی سے پیدا ہوئیں۔ یہودی بولا خدا کی قسم آپؑ نے سچ کہا۔ آپ نے فرمایا تمہارے عقیدے میں پہلا چشمہ بیت المقدس کی چٹان کے نیچے تھا اور یہ درست نہیں۔ بلکہ وہ چشمہ حیات ہے جس کے نزدیک موسیٰ کے ساتھی ناشتہ کی مچھلی بھول گئے تھے مگر جب وہ چشمے کے پانی میں گری تو زندہ ہوگئی اور پانی میں گھس گئی۔ پس موسیٰ اور ان کے ساتھی نے اس کا پیچھا کیا اور ان کی حضرت خضرؑ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کی قسم آپؑ نے درست فرمایا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: باقی تین سوالات کر۔ اس نے عرض کیا: (۱) رسول اکرم کے بعد اس امت کے کتنے امام عادل ہوں گے؟ (۲) حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بہشت میں کون سے مقام پر رہیں گے؟ اور (۳) ان کے درجے میں کون لوگ جائیں گے؟ آپؑ نے فرمایا: اے یہودی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں بارہ ائمہ عدل ہوں گے جن کو ان کے مخالفین کی مخالفت ضرر نہیں پہنچا

سکے گی ۔ یہودی بولا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کی قسم آپؑ نے سچ کہا ۔ آپؑ نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ بہشت عدن میں ہوں گے ۔ جو جنت کے درمیان اور عرش الہیٰ کے نزدیک ہے ۔ یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں اللہ کی قسم آپ نے سچ کہا ۔ آپؑ نے فرمایا: حضور اکرمؐ کے ساتھ جنت میں جو قیام کریں گے وہ یہی بارہ ائمہ ہوں گے ۔ یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں اللہ کی قسم آپ نے سچ کہا ۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اب آخری سوال بھی پوچھ لے ۔ یہودی نے کہا: خاتم الانبیاء کے وصی کی عمر کتنی ہے اور وہ قتل کیا جائے گا یا اپنی موت مرے گا؟ آپؑ نے فرمایا: اے یہودی حضور اکرمؐ کا وصی آپؐ کے بعد تیس سال زندہ رہے گا اور اس کے سر کے خون سے اس کی داڑھی خضاب ہوگی یہ کہہ کر آپؑ نے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا ۔ پس یہودی حضرت علی علیہ السلام کی طرف بڑھا اور بولا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خدا نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں اور آپؑ رسول اللہؐ کے وصی ہیں ۔

۴ ۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے ان سے ان کے چچا محمد ابوالقاسم نے ان سے احمد بن محمد خالد برقی نے ان سے قاسم بن یحییٰ نے ان سے ان کے جد حسن بن راشد نے ان سے ابو بصیر نے ان سے محمد بن مسلم نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے ان کے والد جناب امام حسین علیہ السلام نے ان سے ان کے والد جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کو چار چیزوں میں پوشیدہ رکھا ہے ۔ اپنی رضا کو اپنی اطاعت میں ۔ پس اس کی اطاعت کو حقیر نہ جانو ہوسکتا ہے جس کو تم حقیر سمجھ رہے ہو اس میں ہی اس کی رضا ہو اور تم کو اس کا علم نہ ہو ۔ اپنے غضب کو اپنی معصیت میں پوشیدہ رکھا ہے ۔ پس اس کی معصیت میں کسی بات کو کمتر نہ جانو ممکن ہے جس معصیت کو تم معمولی سمجھ کر انجام دے رہے ہو اسی میں اس کا غضب ہو اور تم کو اس کا علم نہ ہو ۔ اور اپنی اجابت کو دعا میں پوشیدہ رکھا ہے ۔ پس کسی دعا کو معمولی نہ سمجھو ہوسکتا ہے اسی دعا میں اجابت ہو اور تم کو اس کا علم نہ ہو اور اپنے ولی کو اپنے بندوں میں پوشیدہ رکھا ہے ۔ پس بندوں میں سے کسی بندے کو حقیر نہ سمجھو ممکن ہے ۔ یہ وہ ہی اللہ کا ولی ہو اور تم کو اس کا علم نہ ہو ۔

۵ ۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ ، محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے ان سے احمد بن ابو عبداللہ برقی ، یعقوب بن یزید اور ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ابن فضال نے ان سے ایمن بن محرز حضرمی نے ان سے محمد بن سماعہ کندی نے ان سے ابراہیم بن یحییٰ مدینی نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ حضرت ابوبکرؓ کی موت کے بعد لوگوں نے حضرت عمرؓ کی بیعت کی ۔ ایک دن مسجد میں ایک یہودی نوجوان آیا اور انہیں اور ان کے اطراف کے لوگوں کو سلام کرکے کہنے لگا ۔ اے امیرالمومنین کیا آپ احکام خدا و رسول اور کتاب و سنت کے سب سے بڑے عالم ہیں ۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے کہا یہ

بتائیں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وصی ان کے انتقال کے بعد کتنے عرصہ زندہ رہے گا؟ اور کیا وہ طبعی موت مرے گا یا قتل کیا جائے گا؟ آپؑ نے فرمایا: افسوس ہے اے یہودی تجھ پر (کہ ابھی تک تو نے نہیں پہچانا) میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصی ہوں جو ان کے انتقال کے بعد تیس سال تک زندہ رہوں گا۔ نہ ایک دن زیادہ نہ ایک دن کم۔(۱) پھر ایک ایسا شخص جو ناقہ ثمود کو پے کرنے والے سے زیادہ شقی ہوگا میرے سر پر ضرب لگائے گا جس کے خون سے میری داڑھی خضاب ہوگی۔ اس کے بعد آپؑ نے شدت سے گریہ کیا۔ وہ یہودی نوجوان آگے بڑھا اور بولا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں (اور آپؑ ان کے وصی ہیں)۔

ابو جعفر عبدی نے اس حدیث کو امام تک پہنچاتے ہوئے کہا کہ امام نے فرمایا: مدینہ میں جتنے لوگ تھے وہ اقرار کرتے تھے کہ یہ شخص یہودیوں میں سب سے زیادہ علم والا تھا اور اس کا باپ بھی اسی کی طرح تھا۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے ان سے محمد بن ابوالقاسم نے ان سے احمد بن محمد بن خالد برقی نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبداللہ بن قاسم نے ان سے حیان سراج نے ان سے داؤد بن سلیمان غسانی نے ان سے ابو طفیل نے کہ حضرت ابو بکرؓ کے انتقال اور حضرت عمرؓ کی بیعت کے بعد ایک دن مسجد میں حضرت عمرؓ اور حضرت علی علیہ السلام اور دیگر اصحاب موجود تھے کہ ایک خوش پوش یہودی آیا وہ جناب ھارون علیہ السلام کی اولاد سے تھا۔ وہ حضرت عمرؓ کے پاس آکر کھڑا ہوا اور بولا: اے امیرالمومنین کیا آپ کتاب و سنت کے اس امت میں سب سے بڑے عالم ہیں؟ حضرت عمرؓ سر جھکائے بیٹھے رہے۔ اس نے کہا میں آپ سے مخاطب ہوں (اے عمرؓ) اور اپنی بات دہرائی۔ حضرت عمرؓ نے کہا تجھے ان باتوں سے کیا مطلب؟ اس نے کہا: میں حق کا متلاشی ہوں اور مجھے اپنے مذہب میں شک ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے کہا: یہ جوان (عالم کتاب و سنت) ہیں۔ اس نے پوچھا: یہ جوان کون ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا: یہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ فرزندان رسولؐ حسن و حسین علیہما السلام کے والد گرامی اور فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ کے شوہر ہیں۔ پھر وہ یہودی حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا: کیا آپ ہی ان خصوصیات کے مالک ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: "ہاں"۔ یہودی نے کہا: میں آپ سے تین اور تین اور ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت علی علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا: اے ھارونی تجھے کس نے روکا یہ کہنے سے کہ سات سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا میں پہلے تین سوالات پوچھوں گا اگر

---

(۱) یہ خلاف واقعہ ہے کیونکہ امت کا اجماع ہے کہ ان دونوں حضرات کی تاریخ وفات میں فرق ہے کہ رحلت رسول اللہ اواخر یا اوائل ربیع الاول میں ہے اور شہادت امیرالمومنینؑ ۲۱ رمضان یا ۲۳ رمضان میں ہے۔ اور اس خبر کا راوی ابراہیم بن یحیی مدینی مجہول شخص ہے اور حضرت امام جعفر صادق کے اصحاب میں سے نہیں۔ (علی اکبر غفاری)

ان کے جوابات آپؑ نے صحیح دے دیئے تو پھر باقی سوالات کروں گا ورنہ نہیں ۔ آپؑ نے فرمایا میں تجھ سے پوچھتا ہوں اس اللہ کے واسطے سے کہ جس کی تو عبادت کرتا ہے کہ اگر میں نے صحیح جواب دے دیئے تو کیا تو میرے دین میں داخل ہوجائے گا ؟ اس نے کہا: میں اسی لئے آپ کے پاس آیا ہوں ۔ آپؑ نے فرمایا: تو پھر پوچھ ۔ اس نے کہا: مجھے یہ بتائیں کہ (۱) زمین پر گرنے والا سب سے پہلا خون کا قطرہ کون سا تھا ۔ (۲) زمین پر جاری ہونے والا سب سے پہلا چشمہ کون سا تھا (۳) زمین پر اگنے والا سب سے پہلا نباتات کون سا تھا ۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے ان سب کے جوابات دیدیئے تو وہ بولا: آپ اب تین دوسری باتیں بتائیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام عادل کون لوگ ہوں گے ؟ اور کس جنت میں وہ حضرتؐ قیام کریں گے اور کون لوگ ان کے ساتھ ہوں گے ۔ آپؑ نے فرمایا: اے حارونی ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ خلفاء اور امام عادل ہیں ۔ لوگوں کی مخالفتیں ان کو تنگ دل نہ کرسکیں گی ۔ اور مخالفوں سے وہ وحشت زدہ نہ ہوں گے ۔ اور وہ دین پر پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم ہوں گے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں مقام عدن میں ہوں گے ۔ ان کے ساتھ بارہ ائمہ عدل ہوں گے ۔ اس نے کہا: قسم ہے اللہ کی جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ۔ آپؑ نے بالکل سچ فرمایا ۔ میں نے ایسا ہی اس کتاب میں پایا ہے جو میرے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے میرے باپ حضرت ہارون علیہ السلام کو املاء کرائی تھی ۔ اب مجھے ایک بات اور بتائیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ان کے انتقال کے بعد کتنے عرصہ زندہ رہیں گے ؟ اور وہ اپنی طبعی موت مریں گے یا قتل کئے جائیں گے ؟ آپؑ نے فرمایا: اے ھارونی وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد تیس سال زندہ رہیں گے نہ ایک دن زیادہ نہ کم ۔ پھر ان کے سر پر ضرب لگے گی یہ کہہ کر کہ آپؑ نے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا اور سر کے خون سے ڈاڑھی خضاب ہوگی ۔ یہ سن کر ھارونی نے چیخ ماری اور گریبان پھاڑ لیا اور بولا ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی اللہ نہیں ہے ۔ وہ واحد ہے ۔ لاشریک ہے ۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور آپؑ ان کے وصی ہیں ۔ لوگوں کو چاہیے کہ آپ کی عظمت کو تسلیم کریں ۔ نہ کہ آپؑ پر بلند ہوں اور آپؑ کی بڑائی کا اقرار کریں نہ کہ آپؑ کو ضعیف کریں ۔ راوی نے کہا کہ پھر آپؑ اس کے ساتھ اپنے گھر تشریف لے گئے اور اسے علم دین سکھایا ۔

۷ ۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے عبدالرحمٰن بن ابوہاشم نے ان سے ابو یحییٰ مدنی نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ۔ کہ (ایک مرتبہ) ایک یہودی حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کچھ سوالات کئے ۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علی علیہ السلام کے پاس اس کو بھیج دیا ۔ اس نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا ۔ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے نبی کے بعد کتنے امام عادل ہوں گے ؟ آپ کے نبی جنت میں کس مقام پر ہوں گے ؟ اور ان کے ساتھ کون لوگ قیام کریں گے ؟ حضرت علی علیہ السلام نے

ان کے جوابات آپؑ نے صحیح دے دیئے تو پھر باقی سوالات کروں گا ورنہ نہیں ۔ آپؑ نے فرمایا: میں تجھ سے پوچھتا ہوں اس اللہ کے واسطے سے کہ جس کی تو عبادت کرتا ہے کہ اگر میں نے صحیح جواب دے دیئے تو کیا تو میرے دین میں داخل ہوجائے گا؟ اس نے کہا: میں اسی لیے آپ کے پاس آیا ہوں ۔ آپؑ نے فرمایا: تو پھر پوچھ ۔ اس نے کہا: مجھے یہ بتائیں کہ (۱) زمین پر گرنے والا سب سے پہلا خون کا قطرہ کون سا تھا ۔ (۲) زمین پر جاری ہونے والا سب سے پہلا چشمہ کون سا تھا (۳) زمین پر اگنے والا سب سے پہلا نباتات کون سا تھا ۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے ان سب کے جوابات دیدیئے تو وہ بولا: آپؑ اب تین دوسری باتیں بتائیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام عادل کون لوگ ہوں گے؟ اور کس جنت میں وہ حضرتؐ قیام کریں گے اور کون لوگ ان کے ساتھ ہوں گے ۔ آپؑ نے فرمایا: اے حاروفی! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ خلفاء اور امام عادل ہیں ۔ لوگوں کی مخالفتیں ان کو تنگ دل نہ کر سکیں گی ۔ اور مخالفوں سے وہ وحشت زدہ نہ ہوں گے ۔ اور وہ دین پر پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم ہوں گے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں مقام عدن میں ہوں گے ۔ ان کے ساتھ بارہ ائمہ عدل ہوں گے ۔ اس نے کہا: قسم ہے اللہ کی جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ۔ آپؑ نے بالکل سچ فرمایا ۔ میں نے ایسا ہی اس کتاب میں پایا ہے جو میرے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے میرے باپ حضرت ہارون علیہ السلام کو املاء کرائی تھی ۔ اب مجھے ایک بات اور بتائیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ان کے انتقال کے بعد کتنے عرصہ زندہ رہیں گے؟ اور وہ اپنی طبعی موت مریں گے یا قتل کئے جائیں گے؟ آپؑ نے فرمایا: اے حاروفی وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد تیس سال زندہ رہیں گے نہ ایک دن زیادہ نہ کم ۔ پھر ان کے سر پر ضرب لگے گی یہ کہہ کر کہ آپؑ نے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا اور سر کے خون سے ڈاڑھی خضاب ہوگی ۔ یہ سن کر حاروفی نے چیخ ماری اور گریبان پھاڑ لیا اور بولا ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی اللہ نہیں ہے ۔ وہ واحد ہے ۔ لاشریک ہے ۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور آپؑ ان کے وصی ہیں ۔ لوگوں کو چاہیے کہ آپؑ کی عظمت کو تسلیم کریں ۔ نہ کہ آپؑ پر بلند ہوں اور آپؑ کی بڑائی کا اقرار کریں نہ کہ آپؑ کو ضعیف کریں ۔ راوی نے کہا کہ پھر آپؑ اس کے ساتھ اپنے گھر تشریف لے گئے اور اسے علم دین سکھایا ۔

۷ ۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے عبدالرحمٰن بن ابوہاشم نے ان سے ابو یحییٰ مدینی نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ۔ کہ (ایک مرتبہ) ایک یہودی حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کچھ سوالات کئے ۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علی علیہ السلام کے پاس اس کو بھیج دیا ۔ اس نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا ۔ مجھے یہ بتائیں کہ آپؑ کے نبی کے بعد کتنے امام عادل ہوں گے؟ آپؑ کے نبی جنت میں کس مقام پر ہوں گے؟ اور ان کے ساتھ کون لوگ قیام کریں گے؟ حضرت علی علیہ السلام نے

فرمایا: اے ہارونی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے بارہ امام عادل ہوں گے جن کو لوگوں کی مخالفتیں نہ تو سنگ دل کر سکیں گی نہ ان کی مخالفتیں وحشت زدہ۔ اور وہ دین خدا پر پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم ہوں گے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں مقام عدن پر ہوں گے اور ان کے ساتھ یہی بارہ ائمہ ہوں گے۔ پس وہ یہودی اسلام لے آیا اور بولا آپ اس مجلس میں اس شخص (حضرت عمرؓ) سے بہتر ہیں۔ آپ بلند مرتبہ ہیں۔ آپ سے کوئی شخص بلند مرتبہ نہیں ہے۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے حکم بن مسکین ثقفی نے ان سے صالح بن عقبہ نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ حضرت ابوبکرؓ کی موت کے بعد جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو (ایک دن) وہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے امیرالمومنین میں ایک یہودی ہوں اور یہودیوں میں سب سے بڑا عالم ہوں۔ میں آپ سے چند مسائل معلوم کرنے آیا ہوں۔ اگر آپ نے ان کا صحیح جواب دے دیا تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: وہ کیا مسائل ہیں؟ اس نے کہا: میں آپ سے تین، تین اور ایک سوال کروں گا آپ چاہیں تو خود جواب دیں اور چاہیں تو اپنی قوم میں سے کسی ایسے شخص کے پاس مجھے بھیج دیں جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا: تمہارے سوال کا جواب یہ جوان (یعنی علی) دے گا۔ حضرت علی علیہ السلام اس یہودی کے پاس آئے اور فرمایا: تو یہ کیوں کہتا ہے کہ تین تین اور ایک سوال کروں گا۔ یہ کیوں نہیں کہتا کہ سات سوالات کروں گا۔ اس نے کہا: اگر آپ پہلے تین سوالات کے جوابات نہ دے سکے تو پھر باقی نہیں پوچھوں گا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر میں نے جوابات دیدیئے تو کیا تو اسلام لے آئے گا؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: پوچھ۔ اس نے کہا: یہ بتایئے کہ زمین پر نازل ہونے والا سب سے پہلا پتھر کون سا ہے؟ زمین پر جاری ہونے والا سب سے پہلا چشمہ کون سا ہے؟ اور زمین پر اگنے والا سب سے پہلا درخت کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: اے یہودی تم لوگوں کا کہنا ہے کہ سب سے پہلا پتھر بیت المقدس کا ہے۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ بلکہ سب سے پہلا پتھر وہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آیا ہے۔ یہودی نے کہا: بے شک آپؑ نے درست فرمایا۔ ایسا ہی اس صحیفہ میں تحریر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو لکھوایا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: تم لوگوں کا کہنا ہے کہ زمین پر جاری ہونے والا سب سے پہلا چشمہ بیت المقدس کا چشمہ ہے۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ بلکہ وہ چشمہ حیات ہے جس میں جناب یوشع بن نون نے مچھلی کو دھویا اور جس کا پانی جناب خضر علیہ السلام نے پیا تھا اور جو اس کا پانی پیتا ہے اس کو موت نہیں آتی۔ اس نے کہا: آپؑ نے سچ فرمایا ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب ہارون علیہ السلام کو تحریر کروایا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: تم لوگوں کا کہنا ہے کہ سب سے پہلا درخت جو روئے زمین پر اگا وہ زیتون کا ہے۔ تم لوگ جھوٹ کہتے ہو۔ بلکہ وہ عجوہ کا درخت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ نازل ہوا ہے۔

اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو تحریر کروایا تھا۔ آپ نے پوچھا: دوسرے تین سوالات کون سے ہیں؟ اس نے کہا: اس امت کے کتنے ائمہ برحق ہوں گے۔ جن کو مخالفین دل تنگ نہ کرسکیں گے؟ آپ نے فرمایا: بارہ ائمہ ہوں گے اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ ایسا ہی جناب موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو تحریر کروایا تھا اب بتائیں کہ آپ کے نبیؐ جنت میں کس درجہ میں قیام پذیر ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: وہ جنت کے اعلیٰ و اشرف درجہ عدن میں ہوں گے۔ اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ ایسا ہی صحیفہ حضرت موسیٰ میں بخط حضرت ہارونؑ میں درج ہے۔ اب یہ فرمایئے ان کے ساتھ کون قیام پذیر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: بارہ ائمہ۔ اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صحیفہ میں حضرت ہارون علیہ السلام کو لکھوایا تھا۔

آپ نے فرمایا: تیرا ساتواں سوال کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ فرمایئے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد ان کا وصی کتنے سال زندہ رہے گا؟ آپ نے فرمایا: تیس سال۔ اس نے کہا: وہ اپنی طبعی موت مرے گا یا قتل کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: قتل کیا جائے گا۔ اس کے سر پر ضرب لگے گی اور اس کی داڑھی خون سے خضاب ہوگی۔ اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا خدا کی قسم ایسا ہی حضرت موسیٰ نے ہارون علیہ السلام کو تحریر کروایا ہے [پس یہودی اسلام لے آیا۔]

۹۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے احمد بن ادریس نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک فزاری کوفی نے ان سے اسحاق بن محمد صیرفی نے ان سے ابوہاشم نے ان سے فرات بن احنف نے ان سے سعد بن طریف نے ان سے اصبغ بن نباتہ نے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے امام قائم علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قائم کی غیبت اتنی طویل ہوجائے گی کہ جاہل کہنے لگیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک (کار ہدایت کے لئے اب) آل محمدؐ کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۰۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین بن ابی خطاب اور ہیثم بن ابی مسروق نہدی نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے ہشام بن سالم نے ان سے ابو اسحاق ہمدانی نے ان سے ہمارے اصحاب (علماء) میں سے ثقہ افراد نے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا اے اللہ تو زمین کو خلق پر اپنی حجت سے خالی نہ چھوڑ چاہے وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ تاکہ تیری دلائل و براہین باطل نہ قرار پائیں۔

۱۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے ہارون بن مسلم نے ان سے سعدان نے ان سے مسعدہ بن صدقہ نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے کہ حضرت علی علیہ السلام نے منبر کوفہ پر اپنے خطبہ میں فرمایا اے اللہ لازم ہے کہ تیری زمین تیری حجت سے خالی نہ رہے جو لوگوں کو تیرے دین کی طرف ہدایت کرے اور تیرے دین کی تعلیم دے تاکہ تیری حجت باطل نہ ہو اور تیرے

اولیاء کی اتباع کرنے والے گمراہ نہ ہوں بعد اس کے کہ انہیں ہدایت مل چکی ہو چاہے یہ حجت ظاہر ہو جس کی اطاعت نہ کی جارہی ہو یا پوشیدہ ہو اور دشمن اس کی تاک میں ہو کہ خود لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو جبکہ لوگ ہدایت یافتہ ہوں اور اس کا علم اور احکام مومنین کے دلوں میں ثابت ہوں جس پر وہ عمل کریں۔

۱۲۔ بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریسؒ نے ان سے ان کے والد نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک فزاری نے ان سے عباد بن یعقوب نے ان سے حسن بن حماد نے ان سے ابوالجارود نے ان سے یزید ضخم نے کہا کہ امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ (غیبت امام میں لوگ) امام کو اس طرح تلاش کریں گے جس طرح اپنے ریوڑ کے لئے اچھی چراگاہ تلاش کرتے ہیں اور نہیں پاتے۔

۱۳۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد بن موسیٰ بن عمران نے ان سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عبدالحمید اور عبدالصمد بن محمد نے ان سے حنان بن سدیر نے ان سے علی بن حزور نے ان سے اصبغ بن نباتہ نے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا وہ صاحب امر (امام غائب) شرید (بقیہ) طرید (کھوج لگایا ہوا) وہ فرید (یکتا) اور وحید (اکیلا) ہوگا۔

۱۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد شیبانیؒ نے ان سے محمد بن جعفر کوفی نے ان سے سہل بن زیاد ادمی نے ان سے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنیؒ نے ان سے محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء نے ان سے امیرالمومنین علیہم السلام نے فرمایا کہ ہمارے قائم کی غیبت کو اللہ اتنا طویل کردے گا کہ شیعہ اس کی تلاش اسی طرح کریں گے جس طرح اپنے ریوڑ کے لئے سرسبز چراگاہ تلاش کرتے ہیں اور اسے نہیں پاسکیں گے پس ان میں جو اپنے دین پر ثابت قدم رہ جائیں گے اور اپنے امام کی غیبت سے تنگ دل نہ ہوں گے تو ایسے لوگ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوں گے۔ پھر فرمایا۔ ہمارا قائم جب قیام کرے گا تو اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں ہوگی۔ اسی لئے اللہ نے اس کی ولادت کو مخفی اور اس کی شخصیت کو غائب رکھا ہے۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی ایک ایسی ہی حدیث بیان کی مجھ سے علی بن احمد بن موسیٰ نے ان سے محمد بن جعفر کوفی نے ان سے عبداللہ بن موسیٰ رویانی نے ان سے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی نے ان سے محمد بن علی رضا علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے۔

۱۵۔ بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے ابراہیم بن ہاشم نے ان سے اسحاق بن محمد صیرفی نے [ان سے ہشام نے] ان سے فرات بن احنف نے ان سے اصبغ بن نباتہ نے کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے حضرت قائم علیہ السلام کے تذکرے میں فرمایا اس کی غیبت اتنی طویل

وگی کہ جاہل کہنے لگیں گے کہ (کار ہدایت کے لئے) اللہ کے نزدیک آل محمد (علیہم السلام) کی حاجت نہیں ہے۔

- بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانیؒ نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے علی بن معبد نے ان سے حسین بن خالد نے ان سے علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے ان سے ان کے والد وسیٰ بن جعفرؑ نے ان سے ان کے والد جعفر بن محمد علیہ السلام نے ان سے ان کے والد محمد بن علی علیہ السلام نے ان ے ان کے والد علی بن حسین علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حسین بن علی علیہ السلام نے ان سے ان کے والد ناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے حسینؑ تمہاری اولاد میں سے نواں قائم بالحق، دین کو ہر کرنے والا اور عدل کو نافذ کرنے والا ہوگا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: یا امیرالمومنین کیا ایسا فرد آئے ؟آپؑ نے فرمایا:ہاں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے ساتھ مبعوث کیا اور تمام لق میں مصطفیٰ کیا وہ قیام کرے گا۔ مگر ایک طویل غیبت کے بعد جس میں صرف وہ لوگ اپنے دین پر ثابت قدم رہ ئیں گے جو مخلص ہوں گے اور یقین کی دولت سے مالا مال ہوں گے۔ ان لوگوں سے اللہ نے ہماری ولایت کا عہد لیا ہے۔ اور ان کے دلوں کو ایمان سے منور کیا ہے اور اپنی رحمت سے ان کی مدد کی ہے۔

- بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے زیاد مکفوف نے ان سے عبداللہ بن ابی عقب شاعر نے کہ میں نے حضرت یرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپؑ فرما رہے تھے کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ نٹ کی طرح بلبلاتے پھر رہے ہو کہ چراگاہ مل جائے۔ لیکن اے گروہ شیعہ تم اس کو نہیں پا رہے ہو۔

- بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن حسین بن خطاب نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے ابو جارود زیاد بن منذر نے ان سے عبداللہ بن ابو عقب شاعر نے کہ اب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا اے گروہ شیعہ جس طرح تم اپنے اونٹوں کو لے کر گھومتے رتے ہو چراگاہ کی تلاش میں (اسی طرح تم امام قائم علیہ السلام کو تلاش کرو گے) اور نہ پاؤ گے۔

- بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے سہل بن زیاد ادمی نے اور احمد بن د بن عیسیٰ نے ان سے حسن بن عباس بن حریش رازی نے ان سے ابو جعفر محمد بن علی ثانی نے ان سے ان کے آباء رام علیہم السلام نے کہ امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ نے ابن عباس سے فرمایا:ہر سال شب قدر آتی ہے۔ اور اسی رات کام سنت نازل ہوتے ہیں اور یہ احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے اولیاء پر نازل ہوتے ہیں۔ ن عباس نے پوچھا:وہ اولیاء کون ہیں۔ آپؑ نے فرمایا:میں اور میرے بعد میرے صلب سے گیارہ ائمہ محدثون۔ جو سول اللہؐ سے نقل کرنے والے ہیں۔

باب (۲۷) جناب سیدہ سے مروی وہ حدیث جس میں بارہ ائمہ طاہرین علیہم السلام اور امہات ائمہ کے اسماء گرامی ذکر ہوئے ہیں اور یہ کہ ان میں بارہویں قائم ہیں

۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانیؒ نے ان سے حسن بن اسماعیل نے ان سے ابو عمرو سعید بن محمد بن نصر قطان نے ان سے عبداللہ بن محمد سلمی نے ان سے محمد بن عبدالرحمٰن نے ان سے محمد بن سعید بن محمد نے ان سے عباس بن ابو عمرو نے ان سے صدقہ بن ابو موسیٰ نے ان سے ابو نضرہ نے کہ جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا وقتِ رحلت آیا تو آپؑ نے اپنے صاحب زادے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو طلب فرمایا۔ اور ان سے عہد (امامت) لیا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے بھائی زید بن علی بن حسین نے امام (محمد باقر علیہ السلام) سے فرمایا کہ اے بھائی آپ کیوں نہیں (امامت کو) حسن و حسین (علیہما السلام) کی طرح انجام دیتے (یعنی جس طرح امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ امام ہوئے۔ اسی طرح آپؑ کے بعد میں امام بنایا جاؤں) آپؑ نے فرمایا: اے ابو الحسن امانت (امامت) کسی مثال کی پیروی میں انجام نہیں دی جاتی۔ اور عہد (امامت) رسم کے طور پر ایک دوسرے کو نہیں دیا جاتا بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی حجتوں میں سے طے شدہ امور ہیں۔ (یعنی اس میں میرا کوئی اختیار نہیں ہے) پھر آپؑ نے جابر بن عبداللہ کو طلب فرمایا اور کہا اے جابر۔ ہم سے وہ حدیث بیان کرو جو تم نے صحیفہ (فاطمہ سلام اللہ علیہا) میں دیکھی ہے جابرؓ نے کہا: ہاں اے ابو جعفر ایک مرتبہ میں جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے عظمت سرا پر حاضر ہوا تاکہ جناب امام حسن علیہ السلام کی ولادت کی مبارک باد دوں۔ میں نے دیکھا کہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے ہاتھ میں ایک سفید جلد میں بند صحیفہ ہے۔ میں نے عرض کیا: اے سیدۃ النساء یہ آپ کے ہاتھ میں کیسا صحیفہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس میں میری اولاد میں سے ہونے والے ائمہ کے اسماء ہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔ بی بی نے فرمایا: اے جابر اس کو صرف نبی یا نبی کا وصی یا اہل بیت ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اگر ایسا حکم نہ ہوتا تو میں تم کو ضرور دیتی۔ ہاں میں اتنی اجازت دے سکتی ہوں کہ (بغیر ہاتھ لگائے) اسے دیکھ سکتے ہو۔

جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس صحیفہ کو پڑھا اس میں تحریر تھا ابو القاسم محمدؐ بن عبداللہؑ مصطفیٰ جن کی والدہ آمنہؑ بنت وہب، ابو الحسن علیؑ ابن ابی طالبؑ المرتضیٰ، جن کی والدہ فاطمہؑ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔ ابو محمد حسنؑ بن علی البر، ابو عبداللہ حسینؑ بن علی تقی، ان دونوں کی والدہ فاطمہؑ بنت محمدؐ، ابو محمد علی بن حسینؑ العدل ان کی والدہ شہربانو بنت یزدجرد ابن شاہنشاہ، ابو جعفر محمدؑ بن علی الباقر جن کی والدہ ام عبداللہؑ بنت حسنؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ، ابو عبداللہ جعفر بن محمدؑ الصادق جن کی والدہ ام فروہؑ بنت قاسم بن محمدؑ بن ابو بکرؑ، ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر ثقہ جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام حمیدہؑ، ابو الحسن علیؑ بن موسیٰؑ رضا جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام نجمہؑ، ابو جعفر محمدؑ بن علیؑ

باب (۲۷) جناب سیدہ سے مروی وہ حدیث جس میں بارہ ائمہ طاہرین علیہم السلام اور امہات ائمہ کے اسماء گرامی ذکر ہوئے ہیں اور یہ کہ ان میں بارہویں قائم ہیں

۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانیؒ نے ان سے حسن بن اسماعیل نے ان سے ابو عمرو سعید بن محمد بن نصر قطان نے ان سے عبداللہ بن محمد سلمی نے ان سے محمد بن عبدالرحمٰن نے ان سے محمد بن سعید بن محمد نے ان سے عباس بن ابو عمرو نے ان سے صدقہ بن ابو موسیٰ نے ان سے ابو نضرہ نے کہ جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا وقتِ رحلت آیا تو آپؑ نے اپنے صاحب زادے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو طلب فرمایا۔ اور ان سے عہد (امامت) لیا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے بھائی زید بن علی بن حسین نے امام (محمد باقر علیہ السلام) سے فرمایا کہ اے بھائی آپ کیوں نہیں (امامت کو) حسن و حسین (علیہما السلام) کی طرح انجام دیتے (یعنی جس طرح امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ امام ہوئے۔ اسی طرح آپؑ کے بعد میں امام بنایا جاؤں) آپؑ نے فرمایا: اے ابو الحسن امانت (امامت) کسی مثال کی پیروی میں انجام نہیں دی جاتی۔ اور عہد (امامت) رسم کے طور پر ایک دوسرے کو نہیں دیا جاتا بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی حجتوں میں سے طے شدہ امور ہیں۔ (یعنی اس میں میرا کوئی اختیار نہیں ہے) پھر آپؑ نے جابر بن عبداللہ کو طلب فرمایا اور کہا اے جابر۔ ہم سے وہ حدیث بیان کرو جو تم نے صحیفہ (فاطمہ سلام اللہ علیہا) میں دیکھی ہے جابرؓ نے کہا: ہاں اے ابو جعفر ایک مرتبہ میں جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے عظمت سرا پر حاضر ہوا تاکہ جناب امام حسن علیہ السلام کی ولادت کی مبارک باد دوں۔ میں نے دیکھا کہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے ہاتھ میں ایک سفید جلد میں بند صحیفہ ہے۔ میں نے عرض کیا: اے سیدۃ النساء یہ آپ کے ہاتھ میں کیسا صحیفہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس میں میری اولاد میں سے ہونے والے ائمہ کے اسماء ہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔ بی بی نے فرمایا: اے جابر اس کو صرف نبی یا نبی کا وصی یا اہل بیت ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اگر ایسا حکم نہ ہوتا تو میں تم کو ضرور دیتی۔ ہاں میں اتنی اجازت دے سکتی ہوں کہ (بغیر ہاتھ لگائے) اسے دیکھ سکتے ہو۔

جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس صحیفہ کو پڑھا اس میں تحریر تھا ابوالقاسم محمدؐ بن عبداللہؑ مصطفیٰ جن کی والدہ آمنہؑ بنت وہب۔ ابوالحسن علیؑ ابن ابی طالبؑ المرتضیٰ، جن کی والدہ فاطمہؑ بنت اسد بن ہاشم بن عبدمناف۔ ابو محمد حسن بن علی البر، ابو عبداللہ حسینؑ بن علی تقی، ان دونوں کی والدہ فاطمہؑ بنت محمدؐ، ابو محمد علیؑ بن حسینؑ العدل ان کی والدہ شہربانو بنت یزدجرد ابن شاہنشاہ، ابوجعفر محمدؑ بن علیؑ الباقر جن کی والدہ ام عبداللہؑ بنت حسنؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ، ابو عبداللہ جعفر بن محمدؑ الصادق جن کی والدہ ام فروہؑ بنت قاسم بن محمدؑ بن ابوبکرؑ، ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر ثقہ جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام حمیدہؑ، ابو الحسن علیؑ بن موسیٰ رضا جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام نجمہؑ، ابو جعفر محمدؑ بن علیؑ

ذکی جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام خیزرانؑ، ابو الحسن علیؑ بن محمدؑ امین جن کی والد سوسن کنیز، ابو محمد حسنؑ علی رفیق جن کی والدہ سمانہؑ کنیز اور ان کی کنیت ام الحسن، ابوالقاسم محمدؑ بن حسنؑ یہ خلق پر اللہ کی حجت قائم ہیں جن کی والدہ نرجس کنیز **صلوات اللہ علیہم اجمعین۔**

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں امام قائم علیہ السلام کا اسم مبارک کا ذکر ہوا ہے اور اگلے ابواب میں ہم ان حدیثوں کا ذکر کریں گے جن میں امام قائم علیہ السلام کا نام لینے سے منع کیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ۔

باب (۲۸)　امام قائمؑ کا تذکرہ اس لوح میں جو حضورؐ نے جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو دی اور آپ نے جابر بن عبداللہ انصاری کو دکھائی اور انہوں نے اسے پڑھا، نقل کیا اور ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام کو بعد میں اس کے متعلق بتایا

۱۔　بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان دونوں سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ابوالحسن صالح بن ابی حماد اور حسن بن طریف نے ان سے بکر بن صالح نے

نیز بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ اور محمد بن علی ماجیلویہؒ اور احمد بن علی بن ابراہیمؒ اور حسن بن ابراہیم بن ناتانہؒ اور احمد بن زیاد ہمدانیؒ نے ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد ابراہیم بن ہاشم نے ان سے بکر بن صالح نے ان سے عبدالرحمٰن بن سالم نے ان سے ابوبصیر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپؑ نے فرمایا کہ میرے والد ماجد نے جابر ابن عبداللہ انصاریؓ سے فرمایا: اے جابر مجھے تم سے ایک کام ہے جب تم فرصت سے ہو تو مجھ سے ملنا۔ جابر نے کہا: مولا۔ جس وقت فرمائیں حاضر ہو جاؤں گا۔ پھر ایک دفعہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر ابن عبداللہ انصاریؓ کو تنہائی میں طلب کیا اور فرمایا: اے جابر۔ اس لوح کے بارے میں بتلاؤ جو تم نے میری جدہ فاطمہؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں میں دیکھی تھی اور اس لوح میں جو کچھ تھا اس کے بارے میں تمہیں بتایا تھا۔ جابر نے کہا: میں اللہ کی گواہی دے کر کہتا ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آپ کی جدہ جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ جناب امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی مبارک باد دے سکوں۔ میں نے بی بی کے ہاتھوں میں ایک سبز لوح دیکھی مجھے گمان ہو کہ یہ زمرد کی ہے۔ اور اس کی کتابت ایسی نورانی تھی جیسے سورج کا نور ساطع ہو۔ میں نے عرض کیا: اے بنت رسولؐ آپ پر میرے ماں باپ نثار یہ کیسی لوح ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ لوح اللہ نے رسولؐ کو بھیجی ہے۔ اس میں میرے والد کا نام علیؑ کا نام، میرے دونوں فرزندوں کا نام اور ان کے بعد کے ہونے والے اوصیاء کا نام ہے۔ پھر میرے والد نے یہ مجھے

ذکی جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام خیزرانؑ، ابو الحسن علیؑ بن محمدؑ امین جن کی والد سوسن کنیز، ابو محمد حسنؑ علی رفیق جن کی والدہ سمانہؑ کنیز اور ان کی کنیت ام الحسن، ابوالقاسم محمدؑ بن حسنؑ یہ خلق پر اللہ کی حجت قائم ہیں جن کی والدہ نرجس کنیز صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں امام قائم علیہ السلام کا اسم مبارک کا ذکر ہوا ہے اور اگلے ابواب میں ہم ان حدیثوں کا ذکر کریں گے جن میں امام قائم علیہ السلام کا نام لینے سے منع کیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ۔

باب (۲۸) امام قائمؑ کا تذکرہ اس لوح میں جو حضورؐ نے جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو دی اور آپ نے جابر بن عبداللہ انصاری کو دکھائی اور انہوں نے اسے پڑھا، نقل کیا اور ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام کو بعد میں اس کے متعلق بتایا

۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان دونوں سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ابوالحسن صالح بن ابی حماد اور حسن بن طریف نے ان سے بکر بن صالح نے

نیز بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ اور محمد بن علی ماجیلویہؒ اور احمد بن علی بن ابراہیمؒ اور حسن بن ابراہیم بن ناتانہؒ اور احمد بن زیاد ہمدانیؒ نے ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد ابراہیم بن ہاشم نے ان سے بکر بن صالح نے ان سے عبدالرحمن بن سالم نے ان سے ابوبصیر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپؑ نے فرمایا کہ میرے والد ماجد نے جابر ابن عبداللہ انصاریؓ سے فرمایا: اے جابر مجھے تم سے ایک کام ہے جب تم فرصت سے ہو تو مجھ سے ملنا۔ جابر نے کہا: مولا۔ جس وقت فرمائیں حاضر ہو جاؤں گا۔ پھر ایک دفعہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر ابن عبداللہ انصاریؓ کو تنہائی میں طلب کیا اور فرمایا: ۔اے جابر۔ اس لوح کے بارے میں بتلاؤ جو تم نے میری جدہ فاطمہؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں میں دیکھی تھی اور اس لوح میں جو کچھ تھا اس کے بارے میں تمہیں بتایا تھا۔ جابر نے کہا: میں اللہ کی گواہی دے کر کہتا ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آپ کی جدہ جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ جناب امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی مبارک باد دے سکوں۔ میں نے بی بی کے ہاتھوں میں ایک سبز لوح دیکھی مجھے گمان ہو کہ یہ زمرد کی ہے۔ اور اس کی کتابت ایسی نورانی تھی جیسے سورج کا نور ساطع ہو۔ میں نے عرض کیا: اے بنت رسولؐ آپ پر میرے ماں باپ نثار یہ کیسی لوح ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ لوح اللہ نے رسولؐ کو بھیجی ہے۔ اس میں میرے والد کا نام علیؑ کا نام، میرے دونوں فرزندوں کا نام اور ان کے بعد کے ہونے والے اوصیاء کا نام ہے۔ پھر میرے والد نے یہ مجھے

عطا فرمائی ہے۔ تاکہ اس طرح میں خوش ہوجاؤں۔

جابر کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی جدہ سلام اللہ علیہا سے وہ لوح لے کر پڑھی اور اس کو نقل کرلیا۔ میرے والد (امام محمد باقر علیہ السلام) نے جابر سے کہا: اے جابر کیا وہ لوح تم مجھے دکھاؤ گے؟ جابر نے عرض کیا: ضرور۔ پس میرے والد جابر کے ساتھ ان کے گھر گئے اور جابر پتلی کھال پر (لکھا ہوا) ایک صحیفہ نکال کر لائے۔ امام (محمد باقر علیہ السلام) نے فرمایا: اے جابر تم اپنی کتاب پر نظر رکھو اور میں تمہیں بیان کرتا ہوں جو اس میں لکھا ہے۔ پس جابر نسخہ دیکھتے اور آپ بیان کرتے جاتے اور خدا کی قسم امام محمد باقر علیہ السلام نے جو فرمایا وہ ایک حرف بھی غلط نہ تھا۔ جابر نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ جو آپ نے فرمایا ایسا ہی اس لوح میں لکھا ہے۔ (اس لوح کی عبارت یہ تھی۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ کتاب اللہ عزیز و حکیم کی جانب سے محمدؐ کے لئے نور و سفیر و حجاب و دلیل ہے۔ جس کو روح الامین، رب العالمین کی جانب سے لے کر نازل ہوئے۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے نام کی عظمت بیان کرو میری نعمتوں کا شکر ادا کرو اور ان کا انکار نہ کرو۔ میں اللہ ہوں جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں۔ میں جابروں کا جبر توڑنے والا [اور تکبر کرنے والوں کو نابود کرنے والا] ظالموں کو ذلیل کرنے والا ہوں اور قیامت کے دن حساب کرنے والا ہوں۔ میں اللہ ہوں جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں۔ پس جو میرے علاوہ کسی غیر سے امید لگائے اور کسی غیر سے خوف کرے تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا جیسا عذاب کائنات میں کسی کو نہیں ہوا۔ پس میری عبادت کرو اور مجھ پر ہی توکل کرو۔ پس میں نے کوئی بھی نبی مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ جب اس کے دن پورے ہوئے اور اس کی عمر تمام ہوئی تو میں نے اس کا وصی مقرر کیا اور میں نے تم کو تمام انبیاء پر فضیلت دی اور تمہارے وصی کو تمام اوصیاء پر فضیلت دی اور اس کے بعد تم کو سبطین حسن و حسین (علیہما السلام) سے مکرم کیا اور میں نے حسن (علیہ السلام) کو اس کے والد کے بعد اپنے علم کا معدن قرار دیا اور حسین (علیہ السلام) کو اپنی وحی کا خزینہ دار قرار دیا اور اس کو شہادت کے ساتھ مکرم کیا۔ اور اس پر سعادت کو ختم کیا وہ شہداء میں افضل ہے اور سب سے بلند درجہ والا ہے۔ اس کے ساتھ میرا کلمہ تامہ اور حجت بالغہ ہے۔ اس کے بعد اس کی عترت کو (فضائل سے مکرم) قرار دیا۔ ان میں اول علی سید العابدین (علیہ السلام) اور گزشتہ اولیاء کی زینت ہیں۔ اور ان کا فرزند جس کا نام اس کے جد کے نام پر محمد باقر (علیہ السلام) ہے۔ جو میرے علم کو ظاہر کرنے والا اور میری حکمت کا معدن ہے۔ عنقریب ہلاک ہوجائیں گے وہ لوگ جو جعفر (کی امامت) کے بارے میں شک کریں گے۔ اس کا انکار کرنے والا میرا منکر ہے۔ میرا یہ وعدہ پورا ہوگا کہ میں جعفر کی عظمت کو اجاگر کردوں گا اور اس کے دوستوں، پیروکاروں اور مدد کرنے والوں کی وجہ سے اسے خوش کردونگا۔ موسیٰ (کاظم علیہ السلام) کے بعد شدید فتنہ کھڑا ہوگا۔ شریعت کی رسی نہیں ٹوٹے گی اور میری حجت پوشیدہ نہیں رہے گی اور میرے اولیاء کبھی بھی

شقاوت کے مرتکب نہیں ہوں گے ۔ پس جو ان ائمہ میں سے کسی ایک کا انکار کرے گا گویا اس نے میری نعمتوں کو جھٹلایا اور میری کتاب میں تغیر کیا اور مجھ پر جھوٹ باندھا ۔ ایسے جھوٹوں اور منکروں کے لئے جہنم ہے جو میرے بندے اور حبیب موسیٰ (کاظم علیہ السلام) کے بعد فتنہ اٹھائیں گے ۔ اور آٹھویں (امام) کو جھٹلانے والا ایسا ہے گویا اس نے تمام کو جھٹلایا ۔ علی (رضا علیہ السلام) میرا ولی اور ناصر ہے جس کے کندھے پر میں نبوت ۔ کا بوجھ ڈال دوں گا اور سختیوں سے اس کی آزمائش کرونگا ۔ اس کو ظالم قتل کریں گے ۔ اور وہ اس شہر میں دفن ہوگا جن کی بنیاد عبد صالح ذوالقرنین نے رکھی تھی اور وہ میری بدترین مخلوق کے پہلو میں دفن ہوگا ۔ ۔ میں اس کی آنکھوں میں اس کے بیٹے محمد (تقی علیہ السلام) سے ٹھنڈک دوں گا ۔ جو اس کے بعد خلیفہ ہوگا ۔ وہ میرے علم کا وارث ، میری حکمت کا معدن ، میرے راز کا امین اور میری خلق پر حجت ہوگا ۔ جنت اس کی جائے بازگشت ہوگی اور وہ اپنے اہل خاندان میں سے ان کی شفاعت کرے گا جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہوگی ۔ انتہائی سعادت ہے اس کے بیٹے علی (نقی علیہ السلام) کے لئے جو میرا ولی و مددگار ہے ۔ وہ خلق پر گواہ اور میری وحی کا امین ہے ۔ اس کا ایک فرزند ہوگا جو میرے راستے پر بلانے والا اور میرے علم کا خازن ہوگا وہ حسن (عسکری علیہ السلام) ہوگا ۔ پھر میں اس سلسلہ (امامت) کو اس کے بیٹے کے ذریعے مکمل کروں گا جو عالمین کے لیئے رحمت ہوگا ۔ اس کے لئے کمالِ موسیٰ (علیہ السلام) ہدیہ عیسیٰ (علیہ السلام) اور صبر ایوب (علیہ السلام) ہے ۔ میرے یہ اولیاء اپنے زمانے میں مصائب و آلام اٹھائیں گے اور ان کے دور کے بادشاہ ظلم ڈھائیں گے جس طرح ترک و دیلم کے بادشاہ کرتے تھے ۔ پس یہ قتل کئے جائیں گے اور ان کے اسباب جلائے جائیں گے اور وہ خوف کے عالم میں زندگی گزاریں گے ۔ زمین ان کے خون سے سرخ ہوگی ۔ یہ ہی میرے اولیاء حق ہیں جن کے ذریعے میں جہل کا فتنہ دور کروں گاان کے ذریعے مصیبتوں کو دور کرونگا اور ان پر پڑی ہوئی زنجیروں کو توڑ دونگا ۔ یہی وہ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے صلوات اور رحمت ہے ۔ اور یہی ہدایت یافتہ ہیں ۔

عبدالرحمن بن سالم کہتے ہیں کہ ابو بصیر فرماتے تھے کہ اگر آپ نے اپنی زندگی میں صرف یہی ایک حدیث سنی ہے تو یہ بھی آپ کے لئے کافی ہے ۔ اور اس حدیث کو اس کے اہل کے علاوہ کسی اور سے بیان کرنے سے پرہیز کرے ۔

۲ ۔ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین بن شاذویہ مؤدبؒ اور احمد بن ہارون قاضیؒ نے ان سے محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ان کے والد نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک فزاری کوفی نے ان سے مالک سلولی نے ان سے درست بن عبدالحمید نے ان سے عبداللہ بن قاسم نے ان سے عبداللہ بن جبلہ نے ان سے ابو السفاتج نے ان سے جابر جعفی نے ان سے حضرت ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے اور ان سے جابر بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا ہے کہ میں جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؑ کے سامنے ایک لوح رکھی ہے جس میں سے آنکھوں کو خیرہ کردینے والا نور ساطع تھا ۔ اس لوح میں بارہ نام تھے تین ظاہر لوح پر اور تین باطن پر تین آخر میں تین

ایک سمت میں پس اس طرح بارہ نام تھے۔ میں نے عرض کیا: یہ کن لوگوں کے اسماء گرامی ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ اوصیاء کے اسماء گرامی ہیں۔ جن کا اول میرا ابن عم (علی علیہ السلام) اور گیارہ میری اولاد سے ہوں گے۔ اس میں آخر قائم ہوگا صلوات اللہ علیہم اجمعین جابر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ان میں تین مقام پر محمد محمد محمد لکھا تھا اور چار پر علی علی علی علی تھا۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطارؒ نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے ابو جارود نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے جابر ابن عبداللہ انصاریؒ نے ان کا کہنا ہے کہ میں جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک لوح رکھی ہے۔ جس میں اوصیاء کے اسماء گرامی ہیں۔ جن کی تعداد بارہ ہے۔ ان میں آخری امام قائم (علیہ السلام) ہیں تین کے اسماء محمد اور چار کے علی ہیں۔

بیان کیا مجھ سے ابو محمد حسن بن حمزہ علوی نے ان سے ابو جعفر محمد بن حسین بن درست سروی نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک نے ان سے محمد بن عمران کوفی نے ان سے عبدالرحمٰن بن ابو نجران اور صفوان بن یحییٰ نے ان سے اسحاق بن عمار نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اسحاق کیا میں تمہیں بشارت دوں؟ انہوں نے کہا: میں آپ پر فدا فرزند رسول۔ ضرور۔ آپ نے فرمایا: ہمارے پاس ایک صحیفہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے املا کرایا ہے اور جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے لکھا ہے اس میں یہ تحریر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ کتاب اللہ عزیز و علیم کی طرف سے ہے اور اس کے بعد اس حدیث لوح کا ذکر ہے جو پہلے بیان ہوچکی ہے۔ آخر میں یہ فقرہ ہے۔ پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے اسحاق یہ ملائکہ اور رسولوں کا دین ہے۔ اس کی نا اہل افراد سے حفاظت کرو۔ اللہ تمہاری حفاظت کرے اور تمہاری اولاد کی اصلاح کرے۔ پھر فرمایا: جس نے اس (دین) کی معرفت حاصل کرلی وہ عذاب الہیٰ سے محفوظ ہوگیا۔

نیز ہم سے ابوالعباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانیؒ نے بیان کیا ان سے حسن بن اسماعیل نے ان سے سعید بن محمد بن قطان نے ان سے عبداللہ بن موسیٰ رویانی ابوتراب نے ان سے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی نے ان سے علی بن حسن بن زید بن حسن بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ان سے عبداللہ بن محمد بن جعفر نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد نے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنی اولاد کو جمع کیا ان میں ان کے چچا زید بن علی بھی تھے۔ پھر ایک کتاب نکالی جو حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں سے تحریر تھی اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے املاء کرایا تھا اس میں تحریر تھا۔ "یہ کتاب اللہ عزیز حکیم کی طرف سے ہے" اس کے بعد حدیث لوح کا تذکرہ ہے

پھر تحریر ہے (یہ سب ائمہ) ہدایت یافتہ ہیں ۔"

آخر حدیث میں عبدالعظیم کہتے ہیں کہ افسوس صد افسوس ہے محمد بن جعفر کے لئے جس نے امام وقت کے خلاف خروج کیا ۔ حالانکہ اس نے یہ حدیث اپنے والد سے سن لی تھی ۔ پھر فرمایا یہ اللہ کا راز اور اس کے ملائکہ کا دین ہے ۔ پس اس کو پھر اس کے اہل سے بیان کرو۔

۳ ۔ بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریسؒ نے ان سے ان کے والد نے ان سے احمد بن محمد بن عیسٰی اور ابراہیم بن ہاشم نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے ابو جارود نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے جابر بن عبداللہ انصاری نے کہ میں (ایک مرتبہ) جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؑ کے سامنے ایک لوح رکھی ہے جن میں اوصیاء کے اسماء گرامی ہیں ۔ جن کی تعداد بارہ ہے ۔ اور ان میں کا آخر امام قائم علیہ السلام ہے ۔ ان میں تین محمد اور چار علی ہیں ۔ **صلوات اللہ علیہم (اجمعین)**

باب (۲۹) غیبتِ امام قائم (علیہ السلام) کے بارے میں حضرت امام حسن علیہ السلام کا خبر دینا

۱ ۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ ، عبداللہ بن جعفر حمیری ، محمد بن یحیٰی عطار اور احمد بن ادریس نے ان سے احمد بن ابو عبداللہ برقی نے ان سے ابوہاشم داؤد بن قاسم جعفری نے ان سے ابوجعفر الثانی محمد بن علی علیہما السلام نے بیان کیا ہے کہ ایک دن جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام جناب سلمان فارسیؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہوئے آپؑ کے ساتھ جناب امام حسن علیہ السلام بھی تھے ۔ آپ مسجد میں بیٹھ گئے ۔ اتنے میں ایک خوبصورت خوش پوش مرد آیا اور جناب امیرالمومنین علیہ السلام کو سلام کیا ۔ آپ نے سلام کا جواب دیا ۔ وہ شخص بیٹھ گیا ۔ اور بولا: اے امیرالمومنین (علیہ السلام) مجھے آپؑ سے تین مسئلے پوچھنے ہیں اگر آپؑ نے ان کے جوابات صحیح دے دیئے تو سمجھوں گا کہ آپؑ کی قوم نے جو آپؑ کے بارے میں فیصلہ کیا ہے (یعنی آپؑ سے رُوگردانی کی اور امر خلافت کسی اور طرف لے گئے) اس کی وجہ سے وہ دنیا و آخرت میں مامون نہیں ہیں ۔ بصورت دیگر میں سمجھوں گا کہ آپ اور وہ ایک ہی راستے پر گامزن ہیں ۔ (یعنی آپؑ میں اور آپؑ کی قوم میں کوئی فرق نہیں ہے) جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: پوچھ جو کچھ پوچھنا چاہتا ہے ۔ اس نے کہا: مجھے یہ بتائیں کہ جب انسان سوتا ہے تو اس کی روح کہاں جاتی ہے ؟ انسان کیسے بھولتا اور یاد رکھتا ہے ؟ انسان کی شباہت اپنے چچاؤں یا ماموؤں پر کیسے ہوتی ہے ۔ پس امیرالمومنین علیہ السلام میرے والد امام حسن علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابو محمد ان

سوالات کے جوابات دو۔ پس حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا۔ جہاں تک تیرے اس سوال کا تعلق ہے کہ سوتے میں انسان کی روح کہاں جاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی روح ریح سے متعلق ہوجاتی ہے۔ اور ریح ہوا سے اس وقت تک متعلق رہتی ہے جب تک سونے والا جاگنے کے لئے حرکت نہ کرے اور جب اللہ اجازت دیتا ہے تو اس کی روح اس کے بدن میں پلٹا دی جاتی ہے۔ اس طرح روح کو ریح سے کھینچ لیا جاتا ہے۔ اور ریح کو ہوا سے کھینچ لیا جاتا ہے۔ اور روح صاحب روح کے بدن میں آکر ساکن ہوجاتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو کہ صاحب روح کو اس کی روح واپس کردی جائے تو ہوا ریح کو کھینچ لیتی ہے۔ اور ریح روح کو کھینچ لیتی ہے۔ اور پھر صاحب روح کو اس کی روح دوبارہ محشور ہونے تک واپس نہیں کی جائے گی۔

تمہارا دوسرا سوال یہ ہے کہ آدمی کیسے یاد رکھتا اور کیسے بھول جاتا ہے تو آدمی کا قلب ایک صندوق میں ہوتا ہے اس پر ایک طبق ڈھکا ہوتا ہے۔ اگر آدمی محمدؐ و آل محمدؐ پر درود کامل بھیجے تو اس صندوقچہ سے وہ طبق ہٹ جاتا ہے۔ اور آدمی جو کچھ بھول گیا ہے اسے یاد آجاتا ہے۔ اور اگر وہ محمد و آل محمد پر درود نہ بھیجے یا ناقص درود بھیجے تو وہ طبق اس صندوق پر ڈھک جاتا ہے پس اس کے قلب پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور انسان بھول جاتا ہے کہ جو کچھ اسے بتایا گیا۔

تمہارا تیسرا سوال کہ بچہ اپنے چچا یا ماموں سے کیسے مشابہ ہوجاتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب مرد اپنی زوجہ کے پاس سکون قلب، ٹھہری ہوئی رگوں اور غیر مضطرب بدن کے ساتھ جاتا ہے اور اس کا نطفہ اس کی زوجہ کے رحم میں سکون کے ساتھ قرار پاتا ہے تو بچہ اپنے باپ اور ماں کے مشابہ پیدا ہوتا ہے اور اگر مرد اپنی زوجہ کے پاس اس حال میں جاتا ہے کہ اس کا قلب پرسکون نہیں ہے اور اس کی رگیں ٹھہری ہوئی نہیں ہیں۔ اس کا بدن مضطرب ہے تو اس کا نطفہ بھی رحم میں پہنچ کر مضطرب ہوگا اور اندرونی رگوں میں سے کسی رگ پر گرے گا۔ اگر وہ رگ ان رگوں میں سے ہے جو چچاؤں کے لئے ہے تو بچہ اپنے چچاؤں سے مشابہ ہوگا۔ اور اگر وہ رگ ان رگوں میں سے ہے جو ماموں کے لئے ہے، تو یہ بچہ اپنے ماموں سے مشابہ ہوگا۔ یہ جوابات سن کر اس شخص نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور یہ گواہی میں ہمیشہ دیتا رہوں گا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور یہ گواہی میں ہمیشہ دیتا رہوں گا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ رسول اللہ کے وصی اور ان کے بعد ان کی حجت پر قائم ہیں یہ کہتے ہوئے اس نے امیرالمومنین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور کہا میں گواہی ہمیشہ دیتا رہوں گا۔ پھر امام حسن علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور کہا میں گواہی دیتا رہوں گا کہ آپؑ ان کے (علی علیہ السلام کے) وصی اور ان کی حجت پر قائم ہوں گے اور گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ کے بعد امام حسین (علیہ السلام) اپنے باپ کے وصی ہوں گے اور ان کی حجت پر قائم ہوں گے اور گواہی دیتا ہوں کہ ان کے بعد علی بن حسین (علیہ السلام) ان کے جانشین ہونگے۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن علی علیہما السلام ان کے بعد امام ہوں گے پھر جعفر بن محمد (علیہما السلام) جانشین ہوں گے۔ پھر ان

باب (۳۰) غیبت امام کے بارے میں جناب امام حسین علیہ السلام کے ارشادات

۱۔ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار نے ان سے ابو عمرو کشی نے ان سے محمد بن مسعود نے ان سے علی بن محمد شجاع نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے عبدالرحمن بن حجاج نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت علی بن حسین نے ان سے جناب امام حسین علیہ السلام نے کہ میری اولاد میں سے نویں امام کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک سنت ہوگی اور موسیٰ بن عمران کی ایک سنت ہوگی اور وہ ہم اہل بیت کا قائم ہوگا اللہ تعالیٰ ایک رات میں اس کے امور کی اصلاح فرما دے گا۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن اسحاق معاذیؒ نے ان سے احمد بن محمد ہمدانی کوفی نے ان سے احمد بن موسیٰ بن فرات نے ان سے عبدالواحد بن محمد نے ان سے سفیان نے ان سے عبداللہ بن زبیر نے ان سے عبداللہ بن شریک نے ان سے ہمدان کے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس امت کا قائم میری اولاد میں سے نواں ہوگا وہ صاحب غیبت ہوگا اور اس کی میراث کو تقسیم کیا جائے گا جبکہ وہ زندہ ہوگا۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبدالسلام بن صالح ہروی نے ان سے وکیع بن جراح نے ان سے ربیع بن سعد نے ان سے عبدالرحمن بن سلیط نے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم میں بارہ ہادی ہوں گے جن میں اول جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور آخر میری اولاد میں سے نواں فرد ہوگا وہ امام قائم (علیہ السلام) بالحق ہوگا۔ اللہ اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندہ کرے گا۔ اس کے ذریعہ سے دین حق کو تمام ادیان پر ظاہر کرے گا اگرچہ کہ یہ بات مشرکین کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔ اس کے لئے غیبت ہے جس میں ایک قوم دین سے مرتد ہوجائے گی اور دوسری دین پر ثابت قدم رہے گی۔ اس قوم کو تکالیف دی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا اگر تم سچے ہو تو ظہور امام کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ پس دور غیبت میں مصائب و آلام پر صبر کرنے والا اور جھٹلایا جانے والا اس مجاہد کا مرتبہ پائے گا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تلوار کے ذریعہ (کفار سے) جہاد کیا ہو۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن حسن قزوینی نے ان سے محمد بن عبداللہ حضرمی نے ان سے احمد بن یحییٰ احول نے ان سے خلاد مقری نے ان سے قیس بن ابی حصین نے ان سے یحییٰ بن وثاب نے ان سے عبداللہ بن عمر نے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اگر دنیا کے اختتام میں ایک دن رہ جائے تو اللہ اس کو اتنا طویل کردے گا

کہ اس میں میری اولاد میں سے ایک فرد ظاہر ہوگا جو دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی اور ایسا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے محمد بن یحیٰ عطار نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک نے ان سے حمدان بن منصور نے ان سے سعد بن محمد نے ان سے عیسیٰ خشاب نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا آپ صاحب امر ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ صاحب امر تو وہ ہیں جو دشمنوں کے خوف سے پوشیدہ اور مخفی ہوں گے۔ اپنے مقتول والد کے انتقام کے در پہ ہوں گے اپنے چچا کی وجہ سے نام کے بجائے کنیت سے پکارے جائیں گے۔ آٹھ ماہ تک تلوار لئے پھریں گے (جنگ کرتے رہیں گے)۔

باب (۳۱) غیبت امام کے بارے میں حضرت امام زین العابدین کے ارشادات

۱۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحیٰ عطارؒ نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن احمد بن یحیٰ بن عمران اشعری نے ان سے محمد بن حسین بن ابو الخطاب نے ان سے محمد بن حسن نے ان سے ابو سعید عصفری نے ان سے عمرو بن ثابت نے ان سے ابو حمزہ نے کہ میں نے علی بن حسین علیہما السلام سے سنا ہے کہ آپؑ فرماتے ہیں کہ اللہ نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور علی (ابن ابی طالب علیہ السلام) اور گیارہ ائمہ کو اپنے نور عظمت سے پیدا کیا ہے حالتِ ارواح میں اس کے نور کی روشنی میں انہوں نے اس وقت عبادت کی جب کوئی خلق نہ ہوا تھا۔ انہوں نے اللہ کی تسبیح و تقدیس کی وہ ہی آل محمدؐ میں ائمہ ہدیٰ ہیں۔

اس کتاب کے مولف فرماتے ہیں کہ یہ روایت الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ اور طریقوں سے بھی بیان ہوئی ہے۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق نے ان سے محمد بن ہارون صوفی نے ان سے عبداللہ بن موسیٰ نے ان سے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنیؒ نے ان سے صفوان بن یحیٰ نے ان سے ابراہیم بن ابی زیاد نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے ابو خالد کابلی نے کہ میں اپنے آقا علی بن حسین امام زین العابدین علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا ابن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان ہستیوں کے بارے میں ارشاد فرمائیں جن کی اطاعت اور مودت اللہ نے فرض کی ہے۔ اور اپنے بندوں پر واجب قرار دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی اقتداء کریں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: اے کنکر (ابو خالد کا لقب) وہ اولی الامر جن کو اللہ نے انسانوں کا امام بنایا اور جن کی اطاعت واجب قرار دی ہے وہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں ان کے بعد امام حسن علیہ السلام پھر امام حسین علیہ السلام فرزندان علی ابن ابی طالبؑ یہاں تک کہ یہ سلسلہ ہم تک پہنچا۔ پھر آپ خاموش ہوگئے

میں نے عرض کیا مولا: ہم تک امیرالمومنین علیہ السلام کی ایک حدیث پہنچی ہے کہ زمین حجت خدا سے کبھی خالی نہیں رہے گی پس آپ کے بعد حجت اور امام کون ہے۔ آپ نے فرمایا میرا بیٹا محمدؑ جس کا نام توریت میں باقر ہے۔ جو علم کو ظاہر کرے گا وہ میرے بعد حجت اور امام ہوگا۔ محمد باقرؑ کے بعد ان کا فرزند جعفرؑ جو اہل سماء میں صادق کے نام سے مشہور ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور ان کا نام ہی صادق کیوں جبکہ آپؑ سب صادق ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ مجھ سے میرے والد نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میرا بیٹا جعفر بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ پیدا ہو تو اس کا نام صادق رکھنا اس کی اولاد میں سے پانچویں فرد کا نام جعفر ہوگا جو امامت کا دعویٰ کرے گا اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے گا وہ اللہ کے نزدیک جعفر کذاب ہوگا۔ وہ ایسی شے کا دعویٰ کرے گا جس کا وہ اہل نہیں۔ وہ اپنے باپ کا مخالف اور اپنے بھائی سے حسد کرنے والا ہوگا وہ اللہ کے ولی کی غیبت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ کے راز کو ظاہر کرنے کا ارادہ کرے گا پھر امام زین العابدین علیہ السلام نے شدید گریہ فرمایا پھر ارشاد فرمایا: جعفر کذاب ولی اللہ کی تلاش میں طاغوتِ زمانہ کا ساتھ دے گا۔ ان کی مخبری کی کوشش کرے گا اور امام قائمؑ کی ولادت سے ناواقف ہوتے ہوئے اپنے والد کے حرم کا وکیل بن جائے گا اور خواہش کرے گا کہ اگر امام قائمؑ پر غلبہ حاصل کرے تو انہیں قتل کردے اور آپ کی میراث میں لالچ کرے گا یہاں تک کہ بغیر حق کے اسے غصب کرے گا۔

ابو خالد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ فرزند رسول کیا یہ پیشن گوئی ہے؟ آپؑ نے فرمایا نہیں بلکہ قسم بخدا یہ بات ہمارے پاس موجود اس صحیفے میں لکھی ہے جس میں ان مصائب کا ذکر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہم پر گزریں گے۔ ابو خالد کہتے ہیں میں نے پوچھا فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا اس کے بعد ولی اللہ عزوجل اور اوصیاء رسول اللہ و ائمہ کے بارہویں کے لئے ایک طویل غیبت کا دور ہوگا۔

اے ابو خالد اس کی غیبت کے زمانے میں وہ لوگ جو اس امامت کے قائل اور اس کے ظہور کے منتظر ہوں گے وہ لوگ تمام زمانوں کے لوگوں سے افضل ہوں گے کیونکہ اللہ ان کو عقل و فہم و معرفت عطا کرے گا اور ان کے نزدیک غیبت مشاہدہ کی طرح ہوگی۔ ان کا مرتبہ ان مجاہدین کے برابر ہوگا جنہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں تلوار سے جہاد کیا۔ یہ ہی لوگ حقیقتاً مخلص اور ہمارے سچے شیعہ ہوں گے۔ وہ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف ظاہرہ اور پوشیدہ دعوت دیں گے۔ حضرت علی بن حسین امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ظہور امام کا انتظار بذاتِ خود مصائب سے نجات کا عظیم ترین ذریعہ ہے۔

اس حدیث کو ہم سے علی بن احمد بن موسیٰ، محمد بن احمد شیبانی اور علی بن عبداللہ وراق نے بیان کیا ان سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے ان سے سہل بن زیاد الادمی نے ان سے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنیؒ نے ان سے صفوان نے

ان سے ابراہیم ابو زیاد نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے ابو خالد کابلی نے ان سے علی بن حسین علیہما السلام نے بیان کیا ہے۔

اس کتاب کے مولفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا جعفر کذاب کا تذکرہ کرنا ان اخبار کی صحت پر دلالت کرتا ہے جو اس بارے میں آئے ہیں۔

اور اسی جیسی روایت ابوالحسنؑ علی بن محمد عسکری علیہما السلام سے ہے کہ وہ خوش نہیں ہوئے جبکہ ان کے یہاں ولادت ہوئی اور یہ کہ انہوں نے ہم کو بتایا کہ وہ خلق کثیر کو عنقریب گمراہ کرے گا۔ یہ سب بھی ان کے لئے اس کی دلالت ہے۔ اس لئے کہ امامت کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی دلالت نہیں کہ ان باتوں کی خبر دیں کہ جو پہلے نہیں ہوئیں اور پھر ہو جائیں۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی نبوت کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ وہ کیا کھاتے ہیں اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی اکرمؐ تھے جبکہ ابو سفیان نے اپنے دل میں کہا کہ کسی نے اس طرح کیا ہے جس طرح میں نے کیا ہے۔ میں آیا فوراً میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کے ہاتھ کو دور کر دیا میں اس کے خلاف اہل حبشہ و کنانہ کے کثیر افراد کو جمع کرتا رہا۔ پھر میں نے ان لوگوں کے ساتھ اس سے جنگ لڑی۔ پھر شاید میں اس کو روک سکتا تھا۔ تو نبی اکرمؐ نے اپنے خیمہ سے آواز دی اور فرمایا: اے ابو سفیان اب اللہ تجھ کو جزاء دے گا اور یہ اس طرح کی دلالت تھی جیسے حضرت عیسیٰ بن مریم کی تھی۔ اور جن تمام ائمہ طاہرینؑ نے اس طرح کی خبر دی ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ وہ اللہ کی طرف سے ایسے امام ہیں کہ جن کی اطاعت فرض ہے۔

بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے جعفر بن محمد بن حسن بن فرات نے ان سے صالح بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن زیاد نے ان سے ان کی والدہ فاطمہ بنت محمد بن ہیثم المعروف ابن سیابہ نے کہ جعفر کی پیدائش کے وقت میں جناب امام علی بن محمد عسکری (امام علی نقی علیہ السلام) کے گھر میں تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس کی ولادت سے گھر کے لوگ مسرور ہوئے لیکن امام علی بن محمد (علیہ السلام) مسرور نہیں ہوئے۔ میں نے دریافت کیا مولا آپؑ اس بچے کی ولادت سے مسرور کیوں نہیں ہوئے۔ آپؑ نے فرمایا اس بچے کے سبب کثیر خلق گمراہ ہوگی۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے الشریف ابوالحسن علی بن موسیٰ بن احمد بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسینؑ بن علی بن ابی طالبؑ نے ان سے ابو علی محمد بن ہمام نے ان سے احمد بن محمد نوفلی نے ان سے احمد بن ہلال نے ان سے عثمان بن عیسیٰ کلابی نے ان سے خالد بن نجیح نے ان سے حمزہ بن حمران نے ان سے ان کے والد (حمران بن اعین) نے ان سے سعید بن جبیر نے کہ حضرت امام زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے قائمؑ کے لئے انبیاء کی سنتوں میں سے [حضرت آدم علیہ السلام کی سنت،] حضرت نوح علیہ السلام کی سنت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت، حضرت ایوب علیہ السلام کی سنت اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے ۔ [حضرت آدم اور] حضرت نوحؑ کی سنت طویل عمر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ولادت کا مخفی اور پوشیدہ ہونا خدا کے دین کی حمایت میں لوگوں سے الگ تھلگ رہنا، حضرت موسیٰ کی سنت خوف اور غیبت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت یہ کہ لوگوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا ۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی سنت یہ کہ بلاؤں اور مصیبتوں کے بعد کشادگی نصیب ہوئی ۔ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت خروج بالسیف ہے ۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی بن بشار قزوینی نے ان سے ابو فرج مظفر بن احمد نے ان سے محمد بن جعفر کوفی اسدی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے ان سے حسین بن یزید نے ان سے حمزہ بن حمران نے ان سے ان کے والد نے ان سے سعید بن جبیر نے کہ حضرت امام زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام فرماتے ہیں کہ امام قائم کے لئے نوحؑ کی سنت طویل عمر ہے ۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد دقاقؒ اور محمد بن احمد شیبانیؒ نے ان سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے ان سے ان کے چچا حسین بن یزید نے ان سے حمزہ بن حمران نے ان سے ان کے والد حمران بن اعین نے ان سے سعید بن جبیر نے کہ امام زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا کہ قائم کے لئے سنت حضرت نوح یعنی طویل عمر ہے ۔

۶۔ مندرجہ بالا اسناد سے امام زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہمارے قائم کی ولادت لوگوں سے مخفی رہے گی یہاں تک کہ لوگ کہیں گے کہ (حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے) کوئی اولاد ہی نہ تھی جو خروج کرے اور کوئی ایک بھی ایسا نہ ہوگا جس کی بیعت اس کے گلے میں ہو ۔

۷۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانیؒ نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے بسطام بن مرہ نے ان سے عمرو بن ثابت نے کہ امام زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص غیبت امام میں ہماری ولایت پر ایمان رکھ کر ثابت قدم رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو شہداء بدر و احد کے مرتبہ کے ایک ہزار شہداء کا اجر عطا فرمائے گا ۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد عصام کلینیؒ نے ان سے محمد بن یعقوب کلینیؒ نے ان سے قاسم بن علاء نے ان سے اسماعیل بن علی قزوینی نے ان سے علی بن اسماعیل نے ان سے عاصم بن حمید حناط نے ان سے محمد بن قیس نے ان سے ثابت ثمالی نے ان سے علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام نے فرمایا کہ یہ آیت " **واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ** " (سورۃ احزاب آیت ۶) " اور قرابت والے ایک دوسرے

سے لگاؤ رکھتے ہیں اللہ کے حکم میں " ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے اور آیت " **وجعلها كلمة باقية في عقبه** " (سورۂ زخرف آیت ۲۸) " اور یہی بات پیچھے چھوڑ گیا اپنی اولاد میں " ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے اور امامت حسین ابن علی بن ابی طالب علیہ السلام کی نسل میں قیامت تک رہے گی اور ہمارے قائم کے لئے دو غیبتیں ہیں ان میں سے ایک دوسری سے طویل ہے۔ پہلی غیبت چھ دن یا مہینے یا چھ سال ہے۔ دوسری غیبت اتنی طویل ہوگی کہ اکثر لوگ اس امر سے انکار کردیں گے سوائے اس کے جس کا یقین قوی اور معرفت صحیح ہو اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس پر اپنے نفس میں تنگی نہ محسوس کرے۔ پس سلامتی ہے ہم اہل بیت کے لئے۔

۹۔ انہی اسناد کے ساتھ مروی ہے کہ امام علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا دین ناقص عقل سے، باطل رائے سے اور فاسد خیالات سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ تسلیم سے حاصل ہوتا ہے۔ پس جس نے ہمیں تسلیم کیا اس کے لئے سلامتی ہے۔ جس نے ہماری پیروی کی اس کے لئے ہدایت ہے۔ اور جس نے قیاس اور رائے سے کام لیا وہ ہلاک ہوا اور جس نے ہمارے قول اور ہمارے فیصلہ پر اپنے نفس میں تنگی محسوس کی اس نے سبع مثانی اور قرآن نازل کرنے والی ذات (اللہ تعالیٰ) کا انکار کیا۔

باب (۳۲) غیبت امامؑ سے متعلق حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ارشادات

۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن حسین بن عمر بن یزید نے ان سے حسین بن ربیع مدائنی نے ان سے محمد بن اسحاق نے ان سے اسید بن ثعلبہ نے ان سے ام ہانی نے بیان کیا کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہما السلام (امام محمد باقر علیہ السلام) سے آیت " **فلا اقسم بالخنس الجوار الكنس** " (سورۃ التکویر آیت ۱۵۔۱۶) " سو قسم کھاتا ہوں میں پیچھے ہٹ جانے والوں سیدھے چلنے والوں دبک جانے والوں کی " کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: امام (زمانہ غیبت میں) لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوں گے آپ نے فرمایا: اس سے مراد وہ امام ہے جو ۲۶۰ ھ میں اپنی معرفت رکھنے والوں کی وفات کے بعد پردہ غیبت میں چلا جائے گا۔ پھر (وقت ظہور) اس طرح ظاہر ہوں گے جس طرح تاریک رات میں روشن ستارے ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر تم ان کو پاؤ تو یہ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوگا۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن ہارون فامی، علی بن حسین بن شاذویہ مؤدب، جعفر بن محمد بن مسرور اور جعفر بن حسین رضی اللہ عنہم نے ان سے محمد بن عبداللہ ابن جعفر حمیری نے ان سے ان کے والد نے ان سے ایوب بن نوح نے

ان سے عباس بن قصبانی نے۔

نیز بیان کیا مجھ سے جعفر بن علی بن حسن بن علی عبداللہ بن مغیرہ کوفی نے ان سے ان کے دادا حسن بن علی بن عبداللہ نے ان سے عباس بن عامر قصبانی نے ان سے موسیٰ بن ہلال ضبی نے ان سے عبداللہ بن عطاء نے کہ میں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ عراق میں آپؑ کے بہت شیعہ ہیں۔ پس اللہ کی قسم آپؑ کے اہل بیت میں آپ جیسا کوئی نہیں۔ پھر آپؑ خروج کیوں نہیں کرتے؟ آپؑ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عطاء تم نے بے معنی باتوں کی طرف کان دھرا ہے میں تمہارا خروج کرنے والا امام نہیں ہوں۔ میں نے پوچھا پھر وہ کون سے امام ہوں گے؟ آپؑ نے فرمایا وہ جس کی ولادت لوگوں سے مخفی ہوگی وہ خروج کرے گا۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے موسیٰ بن عمر بن یزید صیقل نے ان سے علی بن اسباط نے ان سے علی بن ابی حمزہ نے ان سے ابو بصیر نے ان سے ابو جعفر (امام محمد باقر علیہ السلام) نے آیت " قل ارایتم ان اصبح ماؤکم غوراً فمن یاتیکم بماء معین " کہہ دو بھلا دیکھو تو اگر صبح کو پانی تمہارا خشک ہوجائے پھر کون ہے جو تمہارے پاس نتھرا ہوا پانی لائے" کے بارے میں ارشاد فرمایا یہ آیت قائمؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ تمہارا امام تمہاری نظروں سے غائب ہوجائے گا۔ اور تم نہیں جان سکو گے کہ وہ کہاں گئے۔ جب آپ ظاہر ہوں گے تو تم کو آسمان و زمین کی خبریں دیں گے اور خدا کے حلال اور حرام کی۔ پھر فرمایا خدا کی قسم اس آیت کی تاویل ابھی واقع نہیں ہوئی بلکہ (آئندہ زمانہ میں) ہونے والی ہے۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے محمد بن فضیل نے ان سے ابو حمزہ نے ان سے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن و انس کی طرف مبعوث کیا۔ ان کے بعد ان کے بارہ اوصیاء ہیں جن میں سے کچھ گزر گئے اور کچھ باقی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام اوصیاء کے لئے اوصیاء جناب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت جاری ہوئی اور وہ یہ کہ (عیسیٰؑ کے اوصیاء بھی) بارہ تھے اور امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے لئے حضرت عیسیٰؑ کی خصوصیات ہیں۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد ابراہیم بن ہاشم نے ان سے عبداللہ بن حماد انصاری اور محمد بن سنان نے ان سے ابو جارود زیاد بن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے ابو جارود جب عرصہ غیبت طویل ہوجائے گا تو لوگ کہنے لگیں گے کہ قائم علیہ السلام مرگئے یا ہلاک ہوگئے ہیں۔ اور یہ اس سبب سے کہیں گے کہ مصائب و آلام شدید ہوجائیں گے۔ اور ان کے در پہ دشمن نے کہا ایسا کب ہوگا اب تو ان کی ہڈیاں بھی بوسیدہ ہوچکی ہوں گی۔ ایسے میں تم لوگ اس کے ظہور کی

امید میں رہو۔ پس اس وقت جب تم سنو تو ایمان پر ثابت قدم رہنا چاہیے کیسی ہی دشواری کیوں نہ ہو۔
۶۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے سلیمان بن داؤد نے ان سے ابو بصیر نے کہ حضرت امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ امام قائم علیہ السلام کے لئے چار انبیاء علیہم السلام کی چار سنتیں ہوں گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت خوف، حضرت یوسف علیہ السلام کی قید، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ کہ کچھ ان کے بارے میں کہیں گے مرگئے کچھ کہیں گے نہیں مرے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تلوار (یعنی جہاد)۔
اسی طرح کی ایک حدیث مجھ سے احمد بن زیاد ہمدانیؒ نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے سلیمان بن داؤد نے ان سے ابو بصیر نے ان سے حضرت امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے بیان کی ہے۔
۷۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد عصامؒ نے ان سے محمد بن یعقوب کلینیؒ نے ان سے قاسم بن علاء نے ان سے اسماعیل بن علی قزوینی نے ان سے علی بن اسماعیل نے ان سے عاصم بن حمید حناط نے ان سے محمد بن مسلم ثقفی طحان نے کہ میں حضرت ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا تھا۔ میرے پوچھنے سے پہلے ہی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد بن مسلم قائم آل محمد علیہ السلام کو پانچ رسولوں سے پانچ خصوصیات میں شباہت حاصل ہے۔ حضرت یونس بن متی، حضرت یوسف بن یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلوات اللہ علیہم۔
حضرت یونس بن متی علیہ السلام سے شباہت اس طرح ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام ایک طویل عرصہ تک غیبت میں رہنے کے بعد جب ظاہر ہوئے تو اس وقت بھی وہ جوان تھے۔ جناب یوسف بن یعقوب علیہما السلام سے شباہت اس طرح ہے کہ آپ خاص و عام کی نظروں سے غائب رہے اور اپنے والد اور اپنے اہل خانہ اور اپنے دوستوں سے مخفی رہے حالانکہ آپ ان سے قریبی مسافت پر قیام پذیر تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے خوف سے غائب رہے اور طویل غیبت واقع ہوئی اور آپؑ کی ولادت مخفی رہی۔ اور حضرت موسیٰؑ کے بعد ان کی قوم پر انتہائی مصائب و آلام نازل ہوئے۔ یہاں تک کہ اللہ عزّوجل کی اجازت سے حضرت موسیٰؑ ظاہر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں پر ان کی مدد و نصرت فرمائی۔ حضرت عیسیٰؑ سے مشابہت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ایک گروہ نے کہا وہ پیدا ہی نہیں ہوئے۔ دوسرے نے کہا وہ مرگئے، تیسرے گروہ نے کہا وہ قتل ہوئے اور صلیب پر چڑھے اور ان

کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت یہ ہے کہ آپؑ خروج بالسیف کریں گے اور اللہ و رسولؐ کے دشمنوں، جباروں اور طاغوتوں کو قتل کریں گے۔ آپؑ کی نصرت تلوار اور رعب سے کی جائے گی اور آپؑ کا علم سرنگوں نہ ہوگا۔

آپؑ کے خروج کی علامتوں میں شام سے سفیانی اور [یمن سے] یمانی کا ظاہر ہونا۔ ماہ رمضان میں آسمان سے چیخ اور آسمان سے ایک منادی کا آپؑ اور آپؑ کے والد کا نام پکارنا۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین بن ابی خطاب اور ہیثم بن ابی مسروق نہدی نے ان سے حسن بن محبوب سراد نے ان سے علی بن رئاب نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے بیان کیا کہ ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک انسانوں میں سب سے مقرب، اعلم اور سب سے زیادہ مہربان ہستیاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں۔ پس جہاں یہ داخل ہوں تم بھی داخل ہوجاؤ۔ جنہیں یہ چھوڑ دیں تم بھی چھوڑ دو۔ یہ ائمہ (علی اور حسن علیہما السلام کے بعد) حسین علیہ السلام اور ان کی اولاد سے ہیں پس حق ان کے ساتھ ہے اور یہ ہی اوصیاء ہیں، یہ ہی ائمہ ہدیٰ ہیں تو جہاں ان کو دیکھو ان کا اتباع کرو۔ اگر کبھی دیکھو کہ ان میں سے کوئی ہستی بھی نظر نہیں آرہی ہے تو خدا سے استغاثہ کرو اور اس سنت (یعنی غیبت) کا انتظار کرو جو تم پر واجب کردی گئی ہے اور اس سنت کا اتباع کرو۔ اور ان سے محبت کر جن سے تم محبت کرتے رہے ہو اور دشمنی کرو ان سے جن سے دشمنی کرتے رہے ہو۔ پس جلد ہی آزمائش پوری ہوجائے گی۔

۹۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب اور محمد بن عیسیٰ نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے جمیل بن دراج نے ان سے محمد بن مسلم نے کہ حضرت امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت پر حضرت علی اور حضرت خدیجہ علیہما السلام سے پہلے کسی نے بھی جواب نہیں دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں تین سال مخفی حالت خوف میں زندگی (بعد بعثت) گزاری۔ آپؐ کو اپنی قوم اور دوسرے لوگوں کا ڈر تھا۔ یہ ایک طویل حدیث ہے جس کا یہ حصہ موضوع کے لحاظ سے ہم نے پیش کیا۔

۱۰۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاقؒ نے ان سے ابو علی محمد بن ہمام نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک نے ان سے حسن بن محمد بن سماعہ نے ان سے احمد بن حارث نے ان سے مفضل بن عمر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب امام قائم علیہ السلام قیام کریں گے تو کہیں گے " میں تم لوگوں سے (بحکم خدا) تمہارے خوف کی وجہ سے غائب ہوگیا تھا اب اللہ کا حکم میرے

پاس پہنچ گیا ہے اور اس نے مجھے مرسلین میں سے قرار دیا ہے۔

۱۱۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمدؒ نے ان سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے ان سے ان کے چچا حسین بن یزید نوفلی نے ان سے حسن بن علی بن ابو حمزہ نے ان سے (ان کے والد) ابو بصیر نے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے کہ صاحب امر کے لئے موسیٰ علیہ السلام کی ایک سنت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک سنت، حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک سنت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک سنت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت یہ کہ وہ حالت خوف میں قوم سے غائب ہوگئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے قید اور غیبت تھی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت یہ حاصل ہوگی کہ آپ تلوار لے کر قیام کریں گے اور آٹھ مہینے تک دشمنان خدا کو اس وقت تک قتل کرتے رہیں گے جب تک اللہ راضی نہ ہوجائے۔ میں نے پوچھا: یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کے دل میں رحم ڈال دے گا۔

۱۲۔ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوسؒ نے ان سے ابو عمرو کشی نے ان سے محمد بن مسعود نے ان سے علی بن محمد قمی نے ان سے محمد بن احمد بن یحییٰ نے ان سے ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ابو احمد ازدی نے ان سے ضریس کناسی نے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحب امر کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام فرزند کنیز سیاہ کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے امور کی ایک رات میں اصلاح فرمادے گا۔

۱۳۔ مندرجہ بالا اسناد کے ساتھ محمد بن مسعود سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے جبرئیل بن احمد نے بیان کیا ان سے موسیٰ بن جعفر بن وہب بغدادی اور یعقوب بن یزید نے ان سے سلیمان بن حسن نے ان سے سعد بن ابی خلف زام نے ان سے معروف بن خربوذ نے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا: مولا مجھے آپ اپنے بارے میں کچھ بتائیں؟ آپ نے فرمایا: ہماری مثال ستاروں جیسی ہے۔ جب ایک ستارہ غائب ہوتا ہے تو دوسرا ظاہر ہوجاتا ہے۔ ہم ہیں امن و امان سلم و اسلام اور فاتح و مفتاح ہیں یہاں تک کہ عبدالمطلبؑ کے تمام فرزند برابر ہوجائیں اور یہ معلوم نہ ہوجائے کہ کون کس مقام و منزلت کا اہل ہے۔ اللہ تمہارے لئے تمہارے صاحب کو ظاہر کرے گا۔ پس اللہ کی حمد کرو جس نے (اس امام کو) سختی و خواری دونوں کا اختیار دیا۔ میں نے پوچھا: میں آپ پر قربان پھر وہ ان دونوں میں سے کس کو اختیار کریں گے؟ (آپ نے) فرمایا: سختی (مصائب) کو خواری پر اختیار کریں گے۔

۱۴۔ انہی اسناد کے ساتھ محمد بن مسعود نے بیان کیا ان سے نصر بن صباح نے ان سے جعفر بن سہیل نے ان سے ابو عبداللہ نے جو علی کابلی کے بھائی ہیں۔ ان سے قابوسی نے ان سے نصر بن سندی نے ان سے خلیل بن عمرو نے ان سے علی بن حسین فزاری نے ان سے ابراہیم بن عطیہ نے ان سے ام ہانی ثقفیہ نے بیان کیا ہے کہ میں اپنے آقا محمد

بن علی باقر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی مولا قرآن کی ایک آیت میرے قلب میں اٹک گئی ہے۔ اور اس کے بارے میں میں رات بھر سوچتی رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا اے ام ہانی اس آیت کے بارے میں پوچھو۔ میں نے عرض کی وہ آیت ہے **فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس** (سورۃ التکویر آیت ۱۵-۱۶) "سو قسم کھاتا ہوں میں پیچھے ہٹ جانے والوں سیدھے چلنے والوں دبک جانے والوں کی" آپ نے فرمایا اے ام ہانی تم نے اچھا سوال کیا جس آیت کے بارے میں دریافت کیا ہے وہ آخر زمانے کے ایک مولود کے بارے میں ہے۔ جو مہدی ہوگا اور عترت سے ہوگا۔ جس کے لئے سرگردانی اور غیبت مقدر کی گئی ہے جس میں قومیں گمراہ بھی ہوں گی اور ہدایت بھی پائیں گی۔ پس طوبیٰ ہے تیرے لئے اگر تو اس کو پائے اور طوبیٰ ہے ان لوگوں کے لئے جو اس کو پائیں۔

۱۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے احمد بن ابو عبداللہ برقی نے ان سے ان کے والد نے ان سے مغیرہ نے ان سے مفضل بن صالح نے ان سے جابر نے ان سے ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جب ان کا امام ان کی نظروں سے غائب ہو جائے گا پس طوبیٰ ہے ان لوگوں کے لئے جو اس زمانے میں بھی ہمارے حکم پر ثابت قدم رہیں گے ان لوگوں کے مقرر کئے جانے والے ثواب میں ادنیٰ ترین ثواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نداء دے گا کہ اے میرے بندوں تم میرے راز پر ایمان لائے اور میری غیبت کی تصدیق کی پس تمہیں بشارت ہو کہ تمہارا اجر میرے ذمہ ہے۔ تمہاری بندگی کو میں نے قبول کیا۔ تمہارے گناہوں کو معاف کیا اور تمہاری مغفرت کی۔ تمہارے باعث میں لوگوں کو بادلوں سے سیراب کرتا ہوں اور تمہارے باعث ہی ان سے بلاؤں کو دور کرتا ہوں۔ اگر تم نہ ہوتے تو میں ان لوگوں پر ضرور عذاب نازل کرتا جابر نے پوچھا: فرزند رسول اس زمانے میں مومن کا بہترین عمل کیا ہونا چاہئے؟ آپ نے فرمایا۔ اپنی زبان کی حفاظت کرے اور گھر میں ٹہرے (یعنی گوشہ نشین رہے)۔

۱۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن عصامؒ نے ان سے محمد بن یعقوب کلینیؒ نے ان سے قاسم بن علاء نے ان سے اسماعیل بن علی قزوینی نے ان سے علی بن اسماعیل نے ان سے عاصم بن حمید حناط نے ان سے محمد بن مسلم ثقفی نے کہ میں نے سنا کہ امام ابو جعفر محمد بن علی باقر علیہما السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے قائم کی اللہ تعالیٰ اپنی مدد اور رعب کے ذریعہ نصرت کرے گا۔ اس کے لئے زمین کے فاصلے سمٹ جائیں گے اور خزانے ظاہر ہو جائیں گے اس کی سلطنت مشرق و مغرب میں پھیلی ہوگی۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کردے گا۔ اگرچہ کہ مشرکین کو یہ بات کتنی ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔ زمین پر ہر شے اپنی درست حالت میں آجائے گی۔ روح اللہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اور امام قائم کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔ میں نے عرض کیا مولا، آپ کے قائم کب ظہور کریں گے؟ آپ نے فرمایا جب مرد عورتوں کی اور عورتیں مردوں کی شباہت اختیار کرلیں گے۔ مرد مرد پر اور عورت

عورت پر اکتفاء کریں گی ۔ اور جب عورتیں گھوڑوں پر سواری کرنے لگیں ۔ جھوٹی شہادت قبول کی جائے گی اور سچی شہادت رد کردی جائے گی ۔ لوگ خونریزی کو معمولی سمجھیں گے ۔ زنا کاری اور سود عام ہوگا ۔ شریر لوگوں کی زبانوں سے لوگ ڈریں گے ۔ شام سے سفیانی اور یمن سے یمانی ظاہر ہوگا ۔ ارضِ بیداء کی زمین دھنس جائے گی ۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک جوان رکن اور مقام کے درمیان قتل کردیا جائے گا ۔ اس کا نام محمد بن حسن نفس زکیہ ہوگا ۔ آسمان سے ایک نداء آئے گی کہ حق اس کے اور سب شیعوں کے ساتھ ہے ۔ ایسے وقت میں ہمارا قائم خروج کرے گا ۔ جب وہ ظاہر ہوگا تو کعبہ سے ٹیک لگا کر قیام کرے گا ۔ اس کے ارد گرد تین سو تیرہ مرد جمع ہوں گے ۔ اس کا سب سے پہلا کلام یہ آیت ہوگی **بقیۃ اللّٰہ خیر لکم ان کنتم مومنین** (سورۃ ہود آیت ۸۶) اگر تم مومن ہو تو جو بحکم خدا باقی رہے وہی تمہارے لئے بہتر ہے" پھر کہے گا میں زمین پر بقیۃ اللہ اور اللہ کا خلیفہ اور تم پر اللہ کی حجت ہوں ۔ پس ایسے لوگ اس طرح سلام کریں گے " السلام علیک یا بقیۃ اللہ فی ارضہ " پس جب اس کے پاس دس ہزار کا لشکر جمع ہوجائے گا تو وہ خروج کرے گا ۔ پس زمین پر سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہیں ہوگی ۔ اور جھوٹے خداؤں کو آگ میں جلادیا جائے گا اور یہ سب کچھ ایک طویل غیبت کے بعد ہوگا ۔ تاکہ اس بات کا فیصلہ ہوجائے کہ کون زمانہ غیبت میں اللہ کا فرمانبردار ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے ۔

۱۷ ۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علویؒ نے ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابوالقاسم نے کہ میں نے احمد دہان کی کتاب سے نقل کیا ہے ۔ ان سے قاسم بن حمزہ نے بیان کیا ہے ان سے ابن ابی عمیر نے ان سے ابو اسماعیل سراج نے ان سے خثیمہ جعفی نے ان سے ابو ایوب مخزومی نے ان سے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ بارہ خلفاء راشدین میں سے جب آخری بارہواں آئے گا تو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اس کے پیچھے نماز ادا کریں گے ۔ تم پر اس امام کی سنت اور قرآن کی اطاعت لازم ہے ۔

---------X---------X---------X---------X---------

کتاب " کمال الدین و تمام النعمت " جو غیبت کے اثبات میں شیخ فقیہ الصدوق ابو جعفر محمد بن علی حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی نے تالیف کی اس کا حصہ اول اختتام کو پہنچا ۔

دوسرے حصہ کا آغاز غیبت امام کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ارشادات سے ہوگا ۔